كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

سچوں کے ساتھ رہو۔ (القرآن)

جامع المعقول والمنقول اُستاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدا بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ،
اور مخدوم العلماء، مبلغ اسلام حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
کی سوانح حیات موسوم بہ

حیات آفتاب و ماہتاب

حصہ اول و دوم

تالیف

ابو ہارون قادر بخش اعوان

مکتبہ معاویہ لبیب

Marfat.com

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

سچوں کے ساتھ رہو۔ (القرآن)

جامع المعقول والمنقول اُستاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہُ اللہ تعالےٰ،
اور مخدوم العلماء، مبلغ اسلام حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب رحمہُ اللہ تعالےٰ
کی سوانح حیات موسوم بہ

حیات آفتاب و ماہتاب

حصہ اول و دوم

تالیف

ابوہارون قادر بخش اعوان

مکتبہ معاویہ لبیب
مصطفیٰ آباد، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... حیاتِ آفتاب ومہتاب

نام مؤلف .... ابوہارون قادر بخش اعوان

ناشر .... حافظ محمد ہارون اعوان

تعداد 600

تاریخ اشاعتِ اول .... جنوری 2012

کمپوزنگ .... سید خالد بخاری (لاہور)

قیمت .... 500 روپے

کتاب ملنے کے پتے

(1) جامع مسجد الکبریاء علامہ اقبال روڈ، مصطفےٰ آباد لاہور 0333-4218627

(2) المیزان، ناشران وتاجرانِ کُتب، الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

(3) حافظ محمد عثمان ملک، ماسٹر میاں عبدالغنی، حاجی غلام مصطفیٰ اعوان، کورڈھی، خوشاب

(4) حافظ محمد رمضان، جامع مسجد فاروق اعظم، اوچھالی، خوشاب

(5) مولانا صاحبزادہ خُبیب احمد، حافظ ظہور احمد، حافظ انور حسین، صدیق آباد خوشاب

(6) حافظ محمد امین، انگہ، خوشاب

(7) مولانا علی خان، گوہل، چکوال

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	انتساب	23
۲	عرضِ مؤلف	24
	حیاتِ آفتاب (حصہ اوّل)	
۴	حضرتؒ درج ذیل اشعار کے مصداق تھے	29
۵	مدحیہ اشعار بابت حضرت الاستاذ رحمہ اللہ	30
۶	عکسِ تحریر حضرت الاستاذ مولانا خدا بخش صاحبؒ	32
	باب نمبر 1	
	خاندانی پس منظر	
۷	سیرت سازی میں آباء و اجداد اور خاندان کا اثر	33
۸	آباء و اجداد کا مختصر تعارف	34
۹	ددھیال	37
۱۰	میاں جی	38
۱۱	ننھیال	38
۱۲	خاندانی پیشہ	39
۱۳	پاکیزہ ماحول	39
	باب نمبر 2	
	ولادت سے فراغت تک	

Marfat.com

۱۵ ابتدائی تعلیم .... فارسی کی تعلیم ---------- 41
۱۶ بندیال کا سفر ---------- 42
۱۷ لطیفہ ---------- 43
۱۸ ملتان کا سفر ---------- 44
۱۹ چھپڑ شریف کا سفر ---------- 45
۲۰ حضرت مولانا سلطان اعظم صاحب ؒ ---------- 46
۲۱ حضرت مولانا سلطان اعظم ؒ کے والد ماجد کا وصال ---------- 47
۲۲ تعلیم سے فراغت ---------- 48
۲۳ تعلیمی دورانیہ ---------- 50
۲۴ نکاحِ مسنون ---------- 50

باب نمبر 3

نصابی کتب

۲۵ درج ذیل کتب حضرت کے ہاں پڑھائی جاتی تھیں ---------- 51
۲۶ نصابی کتب کا انتخاب ---------- 54
۲۷ اندازِ تدریس ---------- 55
۲۸ مُرولہ شریف میں تدریس ---------- 59
۲۹ ذوقِ مطالعہ ---------- 61
۳۰ خطابت ---------- 61

باب نمبر 4

فتویٰ نویسی

۳۱ حضرت الاستاذ ؒ اور افتاء ---------- 64
۳۲ اِفتاء اور بعض سبق آموز واقعات ---------- 68

Marfat.com

۳۳	بیل حلال ہے	68
۳۴	حضرت الاستاذؒ کے خلاف مقدمہ	69
۳۵	عدالت نکاح فسخ نہیں کر سکتی	69
۳۶	مغویہ خاتون کا پہلا نکاح باقی ہے	70
۳۷	گستاخی کی سزا	72
۳۸	الحمدللہ شرعی مسائل میں ہماری طرف رجوع کرتے ہیں	73
۳۹	طلاق نہیں ہوئی	74
۴۰	رمضان شریف کی توہین پر معاشرتی بائیکاٹ کا فتویٰ	75
۴۱	مَیں کسی صورت اپنا بیان نہیں بدلوں گا	76
۴۲	مولانا قاضی ظہور احمد صاحب نے صحیح مسئلہ بتایا	77
۴۳	میرے استاذِ محترم سے سہو ہو گیا	77

باب نمبر 5

حجِ بیت اللہ

۴۴	ہزار روپے میں حج	79

باب نمبر 6

راہئِ آخرت

۴۵	مرض الوفات کا آغاز	82
۴۶	سفرِ آخرت	83
۴۷	پسماندگان	86
۴۸	مولانا حافظ مقصود احمد کا سچا خواب	86
۴۹	آخرت کی تیاری	87
۵۰	موت سے پہلے بشارت	88

Marfat.com

باب نمبر 7

حق گوئی و بیباکی

۵۱	آپ مسجد سے نکل جائیں	89
۵۲	وحدت الوجود اور وحدت الشہود	90
۵۳	حضرت الاستاذؒ نے کئی بُری رسومات اور بے حیائی..........	93
۵۴	ایجاب و قبول بلند آواز سے اور مجمع عام میں ہونا چاہیے	93
۵۵	پیر سیال نے ہمیں بچالیا	94
۵۶	ایم ٹی مذہب والے	96
۵۷	آپ نے اعوان منشور کی پروانہ کی	98

باب نمبر 8

معاشرت، معاملات اور کرامات

۵۸	طلباء کی خیر خواہی	99
۵۹	تعظیم کے نرالے انداز	101
۶۰	بیمار کے لئے عمل	103
۶۱	بیمار کی عیادت	104
۶۲	میاں صاحب نے ازراہِ محبّت بوسہ دیا	106
۶۳	وصال کے بعد کرامت کا ظہور	106
۶۴	اہلِ محلہ کے مقابلے میں طلبہ کی حمایت کی	107
۶۵	فاترالعقل شخص کی دلجوئی	108
۶۶	گستاخی پر گرفت	109
۶۷	(ا) خواب کی تعبیر	110
۶۸	روزی تو یہ ہوئی حلال!	112

Marfat.com

۶۹	اللہ تعالیٰ اسے حافظِ قرآن بنائے	112
۷۰	قرض کب واپس لوٹاؤ گے؟	113
۷۱	آپ کے قرض سے ۱۰ روپے کم ہو گئے	114
۷۲	بیٹے آپ کا کام دیکھ کر خوشی ہوئی	114
۷۳	اگر میں وہاں موجود ہوتا تو..........	116
۷۴	آپ کی اختتامی دُعا انتہائی رقت انگیز تھی	116
۷۵	(۲) خواب کی تعبیر	117
۷۶	علی خان جی! انسان کو سُنت..........	118
۷۷	زبان کی لُکنت دُور ہو گئی	119
۷۸	دونوں بزرگوں نے باہم ادب کی پاسداری کی	119
۷۹	مَیں نے گھر کے صحن میں سبزیاں لگا رکھی تھیں	120
۸۰	جنات آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے	120
۸۱	گھر سے کِھلا کر پڑھاؤں گا	121
۸۲	ہاں اللہ قبول فرمالے!	122
۸۳	جب فرصت ملے تو قضا شُدہ نمازوں کو ادا کرو	122

باب نمبر 9

خوفِ خدا اور تعلق مع اللہ

۸۴	گائے کا صدقہ	125
۸۵	آخری لمحات میں فکرِ نماز	126
۸۶	بے نمازی کے بارے میں ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کے ارشادات	129
۸۷	فکرِ آخرت	130
۸۸	سراپا تسلیم و رضا	131

Marfat.com

۸۹ آپ تلاوت سُن کر بیہوش ہو گئے ---------- 132
۹۰ اپنے سے پہلے تہجد کے لئے حضرتؒ کو پایا ---------- 133
۹۱ اللہ کا ولی جا رہا ہے ---------- 133
۹۲ تہجد کی نماز میں زار و قطار رو رہے تھے ---------- 134
۹۳ عُمر کے ساتھ توحیدی مزاج میں ترقی ---------- 136
۹۴ اتباعِ سُنت کا اہتمام ---------- 137
۹۵ ذوقِ عبادت اور نمازِ تہجد ---------- 139
۹۶ خوف کے وقت کا عمل ---------- 140

باب نمبر 10

اخلاقِ حسنہ

۹۷ حضرت الاستاذؒ نے اپنا کھانا طالب علم کو دیدیا ---------- 142
۹۸ مَیں نے مسئلہ غلط بتادیا تھا ---------- 142
۹۹ مَیں باغ پر آجاؤں گا ---------- 143
۱۰۰ حضرتؒ نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا ---------- 144
۱۰۱ والدہ سے کہیں، دیسی گھی لے آئے ---------- 145
۱۰۲ نمازِ جنازہ آپ خود پڑھائیں ---------- 146
۱۰۳ تواضع و انکسار ---------- 147
۱۰۴ مُسلمانوں کے لئے ایثار کا جذبہ ---------- 147
۱۰۵ نفس کل بھی طلب کرے گا۔ ---------- 148
۱۰۶ حِلم و بُردباری ---------- 149
۱۰۷ بڑی تنخواہ کو ٹھکرادیا ---------- 150
۱۰۸ رقتِ قلب ---------- 151

Marfat.com

۱۰۹ بَیعتِ سلوک ---------- 153
۱۱۰ حضرت الاستاذؒ نے پیر صاحب آف مرولہ شریف کی تعریف فرمائی - 153
۱۱۱ خیال رہے کہ بیان جھگڑے کا سبب نہ بنے ---------- 154

باب نمبر 11

تحصیل دین کے لئے تکالیف کا تحمل

۱۱۲ نہ کھانا ہے نہ کتاب ---------- 156
۱۱۳ کپڑے دھونے کے لئے صابن نہیں ملتا تھا ---------- 157
۱۱۴ کبھی تازہ اور کبھی باسی روٹی ---------- 157
۱۱۵ دو دو دن تک روٹی نہ ملتی ---------- 158
۱۱۶ بندیال سے گاؤں تک کا پیدل سفر ---------- 158
۱۱۷ سال بھر کے لئے ایک روپے ---------- 158
۱۱۸ کھانے کا انتظام نہیں ---------- 159
۱۱۹ روٹی کے خشک ٹکڑوں کا تحفہ ---------- 160

باب نمبر 12

اِستغناء و خودداری

۱۲۰ سوال کا نتیجہ ذلت ہے ---------- 162
۱۲۱ دس ہزار روپے پیش کئے ---------- 165
۱۲۲ لفافے میں بند رقم پیش کی ---------- 166

باب نمبر 13

حضرت الاستاذؒ کا نسب

۱۲۳ حضرت الاستاذؒ علوی ہیں ---------- 167

Marfat.com

۱۲۴ محمد اکبر معروف بہ محمد بن حنفیہؒ ---------- 167
۱۲۵ اعوانوں کی مختصر تاریخ ---------- 170
۱۲۶ برصغیر پاک و ہند میں آباد علوی اعوانوں کے جدِ اعلیٰ ---------- 170
۱۲۷ اعوان گوتیں ---------- 178
۱۲۸ حسبی شرافت ---------- 182
۱۲۹ نسبی اختلاط ---------- 182
۱۳۰ علم الانساب اور عربی النسل قبائل ---------- 183
۱۳۱ نسب کی اقسام ---------- 183
۱۳۲ نسب کا فائدہ ---------- 184

باب نمبر 14

تحریکِ پاکستان

۱۳۳ اکابر علمائے دیوبند اور تحریکِ پاکستان ---------- 185
۱۳۴ پاکستان کا اولین نقشہ ---------- 186
۱۳۵ حضرت تھانویؒ کا فتویٰ مسلم لیگ کی حمایت میں ---------- 188
۱۳۶ علامہ عثمانیؒ کی سیاسی خدمات ---------- 190
۱۳۷ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ---------- 191
۱۳۸ علامہ ظفر احمد عثمانی کی سیاسی خدمات ---------- 192
۱۳۹ بنگال اور پنجاب کی تقسیم ---------- 193
۱۴۰ سلہٹ کا ریفرنڈم ---------- 193
۱۴۱ لیاقت علی خان کا مبارکبادی کا تار ---------- 194
۱۴۲ لیاقت علی خان کا مکتوب ---------- 195
۱۴۳ پرچم کشائی ---------- 196

Marfat.com

باب نمبر 15

تحریک تحفّظِ ختم نبوت

۱۴۴ 1953ء کی تحریکِ تحفّظِ ختم نبوت............ ---------- 198

باب نمبر 16

وادیٔ سون سکیسر

۱۴۵ وادیٔ سون سکیسر کا مسافر---------------- 208

۱۴۶ وادیٔ سون کا مختصر تعارف ---------------- 209

۱۴۷ وادیٔ سون سکیسر کی وجہ تسمیہ ---------------- 211

۱۴۸ کفری کی وجہ تسمیہ ---------------- 211

۱۴۹ کفری کا محلِ وقوع ---------------- 212

باب نمبر 17

مقالات و مضامین

۱۵۰ اقبال کے گمنام درویش (محترم عبدالقادر حسن) ---------- 213

۱۵۱ دو درخت ایک کہانی (محترم عبدالقادر حسن) ---------- 216

۱۵۲ ایک شخص پوری وادی کو ویران کر گیا (مولانا غلام مرتضیٰ اعوان) --- 220

۱۵۳ حضرت الاستاذ ایک گوہر نایاب (قادر بخش اعوان، لاہور)----- 231

۱۵۴ یادگارِ سلف حضرت مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ (مولانا مولا بخش اعوان)237

باب نمبر 18

تلامذہ

۱۵۵ حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ، اوچھالہ ---------- 240

Marfat.com

۱۵۶	حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحبؒ، گوجرانوالہ ------------	241
۱۵۷	صاحبزادہ حضرت مولانا معین الدین صاحب ------------	243
۱۵۸	صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہ اللہ ------------	243
۱۵۹	محترم ڈاکٹر خالد علوی (مرحوم) ڈھاکہ ------------	243
۱۶۰	حضرت مولانا حافظ عبدالقیوم صاحب، ہردوسودھی بالا ------------	243
۱۶۱	حضرت مولانا حافظ میاں احمد رضا صاحب (مرحوم) صدیق آبادی ---	244
۱۶۲	حضرت مولانا قاضی محمد الطاف صاحب (مرحوم) کوٹلی ------------	248
۱۶۳	حضرت مولانا حافظ محمد نور صاحب (مرحوم) رُکھلہ منڈی --------	251
۱۶۴	حضرت مولانا محمد اسلم صاحب نقشبندی (مرحوم) کورڈھی --------	252
۱۶۵	حضرت مولانا محمود شاہ بن حافظ شاہ محمد، دھدھڑ ------------	254
۱۶۶	مولانا حافظ شہاب الدین صاحب (مرحوم) کورڈھی --------	255
۱۶۷	مولانا حافظ قاضی ظہور احمد صاحب، سبھرال ------------	257
۱۶۸	حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب (مرحوم) پھلروان ------------	258
۱۶۹	حضرت مولانا خدا بخش صاحب، ہردوسودھی بالا ------------	260
۱۷۰	حضرت مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم) کورڈھی ------------	262
۱۷۱	حضرت مولانا شاہ محمد صاحب (مرحوم) کُنڈ ------------	263
۱۷۲	حضرت مولانا نور محمد صاحب، اٹک ------------	263
۱۷۳	حضرت مولانا اللہ دتہ صاحب کھوڑوی ------------	263
۱۷۴	حضرت مولانا محمد حسین صاحب، کھوڑوی ------------	264
۱۷۵	حضرت مولانا خان محمد صاحب (مرحوم) کُنڈ ------------	264
۱۷۶	حضرت مولانا خان محمد صاحب، خالق آباد ------------	264
۱۷۷	حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب، کورڈھی ------------	266
۱۷۸	حضرت مولانا غلام مرتضےٰ اعوان صاحب، کورڈھی ------------	267

Marfat.com

۱۷۹ حضرت مولانا مولا بخش اعوان صاحب، اوگالی ---------- 268

۱۸۰ مولانا حافظ مشتاق احمد اعوان صاحب، کورڈھی ---------- 270

۱۸۱ حضرت مولانا حافظ امان اللہ صاحب، کورڈھی ---------- 271

۱۸۲ حضرت مولانا حافظ مقصود احمد صاحب، صدیق آباد ---------- 272

۱۸۳ حافظ محمد امین صاحب، انگوی ---------- 273

۱۸۴ حضرت مولانا حافظ امیر عمر شاہ صاحب نقشبندی، کورڈھی ---------- 274

۱۸۵ مولانا حافظ رشید احمد صاحب، صدیق آبادی ---------- 275

۱۸۶ حضرت مولانا مقصود اکبر بن شیر محمد صاحب، کورڈھی ---------- 276

۱۸۷ حضرت مولانا غوث محمد صاحب، اوچھالی ---------- 276

۱۸۸ حضرت مولانا حافظ شیر خان صاحب، اوچھالی ---------- 277

۱۸۹ حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب، انگوی ---------- 278

۱۹۰ حضرت مولانا حافظ مسعود احمد صاحب، کورڈھی ---------- 278

۱۹۱ قادر بخش بن امیر خان، کورڈھی ---------- 279

باب نمبر 19

خاندان

۱۹۲ شجرۂ نسب ---------- 282

۱۹۳ خاندان کے افراد اور ان کے مختصر حالات ---------- 283

۱۹۴ صاحبزادہ قادر بخش ---------- 283

۱۹۵ حضرت مولانا صاحبزادہ معین الدین صاحب ---------- 283

۱۹۶ صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ ---------- 284

۱۹۷ صاحبزادہ میجر نظام الدین صاحب ---------- 285

۱۹۸ صاحبزادی ...... بنت مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ ---------- 285

Marfat.com

۱۹۹	صاحبزادہ ظہیر الدین ملک	286
۲۰۰	صاحبزادہ غیاث الدین ملک (مرحوم)	286
۲۰۱	صاحبزادہ محمد صہیب ملک (امریکہ)	287
۲۰۲	صاحبزادہ مولانا حافظ قادر بخش صاحب (مہتمم جامعہ اسلامیہ)	287
۲۰۳	صاحبزادہ حافظ محمد عُمیرؒ (شہید)	288
۲۰۴	صاحبزادہ محمد جُنید	291
۲۰۵	صاحبزادہ شاہ فیصل	291
۲۰۶	صاحبزادی...... بنت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ	291
۲۰۷	صاحبزادہ انجینئر محمد اسد ظہیر ملک	292
۲۰۸	صاحبزادی ...... بنت ظہیر الدین ملک	292

باب نمبر 20

متفرقات

۲۰۹	خواہش ہے کہ استاذِ محترم کی قبر پر حاضری دوں	293
۲۱۰	مَیں نے گھر کے صحن میں سبزیاں لگا رکھی تھیں	294
۲۱۱	اہل سُنت والجمَاعت کون؟	294
۲۱۲	مناظرہ	299
۲۱۳	زکوٰۃ نہ دینے کا وبال	301
۲۱۴	اخلاص بھرا پراٹھا	303
۲۱۵	علمِ صحیح کی اصطلاح	304
۲۱۶	حضرت الاستاذؒ کی شان میں مدحیہ اشعار (پنجابی)	306

Marfat.com

حیاتِ مہتاب (حصہ دوم)

۲۱۷ منظوم کلام در مدحتِ استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ ----- 308

۲۱۸ عکسِ تحریر حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ ------------- 310

باب نمبر 21

ولادت، فراغت اور سکول میں تدریسی خدمات

۲۱۹ استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہ اللہ --------- 311

۲۲۰ نسب نامہ، پیدائش، ابتدائی تعلیم ------------ 311

۲۲۱ ابتدائی فارسی تعلیم -------------- 312

۲۲۲ درسِ نظامی کا آغاز ------------- 312

۲۲۳ جدید عصری تعلیم میں ترقی -------------- 314

۲۲۴ احساسِ ذمہ داری -------------- 314

۲۲۵ ناظرہ قرآن کریم کے اختتام پر اظہار مسرت ----------- 315

۲۲۶ سکول یا دیہاتی چوپال ------------- 316

۲۲۷ استاذ کو رجسٹر پر حاضری لگانے سے روک دیا ---------- 316

۲۲۸ معائنہ ٹیم کے تاثرات -------------- 318

باب نمبر 22

شعبۂ حفظ

۲۲۹ آغاز شعبۂ حفظ -------------- 319

باب نمبر 23

۲۳۰ مدرسہ اسلامیہ سے جامعہ اسلامیہ تک ------------ 323

۲۳۱ مرکزی جامع مسجد صدیق آباد اور جامعہ کی تصاویر ------------

Marfat.com

باب نمبر 24

سیاست

۲۳۲ میدانِ سیاست میں قدم ---------------------------- 326

باب نمبر 25

حج بیت اللہ

۲۳۳ سفرِ حج ---------------------------- 329

۲۳۴ الوداعی دُعا ---------------------------- 336

باب نمبر 26

حضرت استاذِ محترم اور تبلیغی کام

۲۳۵ تبلیغی کام سے محبّت ---------------------------- 339

باب نمبر 27

معاشرت، معاملات اور کرامات

۲۳۶ کیا مَیں نے آپ کا کچھ قرض نہیں دینا؟ ---------------------------- 342

۲۳۷ سونے کی بالیاں ---------------------------- 343

۲۳۸ جامعہ اسلامیہ سے تنخواہ لینے کا خیال ---------------------------- 344

۲۳۹ معاملات کی صفائی ---------------------------- 344

۲۴۰ ۱۸ ہزار ووٹ حاصل کئے ---------------------------- 346

۲۴۱ آپ اس کام کے قابل نہیں ---------------------------- 346

۲۴۲ ڈاکوؤں نے حضرت سے سوال ہی نہیں کیا ---------------------------- 348

۲۴۳ حضرتؒ کے حلاف کچھ لکھنا چاہتا تھا ---------------------------- 348

۲۴۴ اللہ تعالےٰ کوئی انتظام کریں گے ---------------------------- 350

Marfat.com

۲۴۵	حضرت استاذِ محترم کی توجہ سے جادو ختم	350
۲۴۶	مسجد کے باہر سے تالا لگا دیا	351
۲۴۷	گستاخی کی سزا	351
۲۴۸	بینائی لوٹ آئی	352
۲۴۹	حادثے سے بچ گئے	354
۲۵۰	حضرتؒ کے وظیفہ سے قاتل کا سراغ مل گیا	354
۲۵۱	چائے کا کپ پینے کی بھی اجازت نہیں	356
۲۵۲	یہ شخص کون ہے؟	356
۲۵۳	آپ تو ہمیں باجماعت نماز پڑھنے کی نصیحت کرتے	358

باب نمبر 28

اخلاقِ حسنہ

۲۵۴	حلم و بُردباری	359
۲۵۵	عجز و انکسار	360
۲۵۶	مَیں سنتا تھا کہ.....	360
۲۵۷	تقویٰ	361
۲۵۸	جو دُعا آپ کے دل سے نکلے گی.....	362
۲۵۹	اس کا بھی ہم پر حق ہے	363
۲۶۰	ماشاءاللہ سالن بہت لذیذ ہے	364
۲۶۱	مہمان نوازی	366
۲۶۲	مَیں آپ کو قتل کر دونگا	366
۲۶۳	اپنی جان خطرے میں ڈال دی	367
۲۶۴	مجاہدِ ختم نبوت پہنچ چکے ہیں	369

Marfat.com

۲۶۵ کوئی بات نہیں آج تک انتظار تھا.................. ---------- 370
۲۶۶ بے تکلّف اور سادہ زندگی کے نرالے انداز ---------- 371
۲۶۷ باب نمبر ۲۹ (کفری سے صدیق آباد تک) ----------
۲۶۸ باب نمبر ۳۰ (تحریکِ تحفّظِ ناموس صحابہ......) ----------

باب نمبر 29

۲۶۹ کُفری سے صدیق آباد تک ---------- 372

باب نمبر 30

۲۷۰ تحریکِ تحفّظ ناموس صحابہؓ اور حضرت استاذِ محترمؒ ---------- 379

باب نمبر 31

۲۷۱ سانحۂ اِرتحال ---------- 385

باب نمبر 32

متفرقات

۲۷۲ بشارت ---------- 393
۲۷۳ نمازِ تہجد ---------- 394
۲۷۴ ایمان کیا ہے؟ ---------- 395
۲۷۵ ہمیں اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلوانی چاہیے ---------- 396
۲۷۶ یہ بجری مدرسہ کی امانت ہے ---------- 398
۲۷۷ ایک ہی تو ڈر ہے ---------- 399
۲۷۸ استاذ جی! نمازِ جنازہ آپ پڑھائیں گے ---------- 401
۲۷۹ واپس چلو یہ انگریزی تعلیم کا نتیجہ ہے ---------- 403
۲۸۰ دس روپے عطیہ دینے والے کے خلوص پر بہت رشک آیا ---------- 404

Marfat.com

۲۸۱ ایک خواب ایک بشارت ---------- 405

۲۸۲ میرا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا ---------- 405

۲۸۳ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ...... ---------- 406

۲۸۴ حافظ صاحب! دُنیا کی عزت مصنوعی اور عارضی ہے ---------- 409

باب نمبر 33

مقالات و مضامین

۲۸۵ میرے استاذِ محترم رحمہ اللہ (مولانا حافظ محمد قاسم، انگوی) ---------- 411

۲۸۶ ماسٹر میاں عبدالغنی، کورڈھی ---------- 417

۲۸۷ میرے اساتذہ میرے مربی (ماسٹر میاں عبدالغنی، کورڈھی) ---------- 418

۲۸۸ موت العالِم موت العالَم (مولانا عبدالرزاق جابہ) ---------- 424

۲۸۹ حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب اور خدمت قرآن (ماسٹر امیر افضل) 427

باب نمبر 34

حضرتؒ کے ممتاز...... اور مشہور تلامذہ

۲۹۰ حافظ ملک محمد عثمان، کورڈھی ---------- 432

۲۹۱ حافظ انور حسین، کورڈھی ---------- 433

۲۹۲ حافظ دوست محمد، کورڈھی ---------- 434

۲۹۳ حافظ ظہور احمد، صدیق آباد ---------- 435

۲۹۴ حافظ محمد صادق، صدیق آباد ---------- 435

۲۹۵ حافظ عبدالرازق، صدیق آباد ---------- 436

۲۹۶ ماسٹر حافظ منظور احمد، صدیق آباد ---------- 436

۲۹۷ ماسٹر حافظ محمد یعقوب، صدیق آباد ---------- 436

۲۹۸ قاری محمد فاروق حیدری نقشبندی، کورڈھی ---------- 437

Marfat.com

۲۹۹	حافظ بشیر احمد، کسووال	438
۳۰۰	حافظ مبشر حسین، صدیق آباد	438
۳۰۱	مولانا حافظ نور محمد، صدیق آباد	439
۳۰۲	ڈاکٹر حافظ حبیب سلطان، صدیق آباد	439
۳۰۳	لیکچرار حافظ عبدالقیوم، صدیق آباد	440
۳۰۴	قاری جاوید سرور، صدیق آباد	440
۳۰۵	مولانا حافظ محمود سرور، صدیق آباد	441
۳۰۶	مولانا محمد نواز، کورڈھی	441
۳۰۷	حافظ محمد احمد، کورڈھی	441
۳۰۸	ماسٹر حافظ احمد رفیق، صدیق آباد	442
۳۰۹	ماسٹر حافظ مختار احمد، صدیق آباد	442
۳۱۰	مولانا حافظ احمد نواز، سُرّکی	443
۳۱۱	مولانا حافظ اعجاز احمد، کورڈھی	443
۳۱۲	مولانا حافظ محمد طلحہ، کورڈھی	444
۳۱۳	حافظ بشیر احمد (مرحوم) کورڈھی	444
۳۱۴	حافظ غلام محمد، کورڈھی	445
۳۱۵	مولانا حافظ عزیز احمد، صدیق آباد	445
۳۱۶	مولانا صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد	446
۳۱۷	مولانا حافظ امیر سلطان، صدیق آباد	446
۳۱۸	مولانا حافظ لیاقت عُثمان، صدیق آباد	447
۳۱۹	مولانا حافظ محمد قاسم، انگہ	447
۳۲۰	مولانا محمد فاروق، انگوی	448
۳۲۱	مولانا محمد طاہر بن مولانا سلطان محمد، ڈیرہ اسماعیل خان	448

Marfat.com

۳۲۲	مولانا محمد عارف بن مولانا سلطان محمد، ڈیرہ اسماعیل خان	449
۳۲۳	حافظ انوار احمد، ملتان	449
۳۲۴	مولانا علی خان، گوہل	450
۳۲۵	مولانا حافظ محمد ادریس بن حافظ میاں محمد، انگوی	451
۳۲۶	مولانا مفتی شفیق احمد، کورڈھی	451
۳۲۷	مولانا مفتی محمد یوسف بن قاری شیر محمد، انگوی	451
۳۲۸	مولانا حافظ حامد میاں، انگوی	452
۳۲۹	مولانا محمد خلیل، انگوی	452
۳۳۰	مولانا حافظ محمد شعیب انور، کورڈھی	453
۳۳۱	مولانا اظہر اقبال، گوہل	453
۳۳۲	مولانا حافظ محمد عطاء اللہ، کورڈھی	454
۳۳۳	مولانا حافظ امیر سلطان بن چیئرمین محمد خان، کورڈھی	455
۳۳۴	مولانا جہان خان، گوہل	455
۳۳۵	مولانا حافظ عبداللہ بن صوفی محمد یوسف، کورڈھی (مشہور تلامذہ)	456
۳۳۶	حافظ محمد فیروز، کورڈھی	457
۳۳۷	حافظ عمر فاروق بن حسین احمد، کورڈھی	457
۳۳۸	حافظ احمد نواز بن میاں محمد، کورڈھی	457
۳۳۹	حافظ محمد عامر سلطان، کورڈھی	458
۳۴۰	مولانا حافظ تصور حسین بن امیر حسین، کورڈھی	458
۳۴۱	حافظ علی ماھی، کورڈھی	458
۳۴۲	حافظ محمد اقبال بن محمد دین، صدیق آباد	459
۳۴۳	حافظ محمد صفدر، کورڈھی	459
۳۴۴	قاری فتح محمد، انگوی	460

Marfat.com

۳۴۵ مولانا محمد ممتاز احمد، کورڈھی ---------- 460
۳۴۶ حافظ خالد حبیب بن محمد اکبر، کورڈھی ---------- 461
۳۴۷ مولانا حافظ نوید اکبر بن محمد اکبر، کورڈھی ---------- 461
۳۴۸ مولانا فیاض احمد، کورڈھی ---------- 462
۳۴۹ حافظ نوید اکرم بن حاجی محمد اکرم، کورڈھی ---------- 462
۳۵۰ مولانا قاضی شعیب احمد، کورڈھی ---------- 462
۳۵۱ قاری اشفاق احمد، صدیق آباد ---------- 463
۳۵۲ مولانا احمد خان بن حاجی اللہ بخش، کورڈھی ---------- 463
۳۵۳ مولانا نذیر احمد، کورڈھی ---------- 464
۳۵۴ حافظ محمد عُبید انور، کورڈھی ---------- 464
۳۵۵ حافظ محمد سعد انور، کورڈھی ---------- 464
۳۵۶ حافظ فلک شیر (امدال) کورڈھی ---------- 465
۳۵۷ حافظ میاں حبیب الرحمٰن (مرحوم) کورڈھی ---------- 465
۳۵۸ حافظ میاں حفیظ الرحمٰن (مرحوم) کورڈھی ---------- 465

باب نمبر 35

جامعہ سے فارغ ہونے والے حفاظ کی دستیاب فہرست ---------- 466
۳۵۹ کتاب ھذا کی تالیف میں درج ذیل کتب سے بقدرِ ضرورت استفادہ کیا گیا۔ 476
۳۶۰ اُن بزرگانِ دین و علمائے کرام کے اسمائے گرامی جو وقتاً فوقتاً جامعہ اسلامیہ میں تشریف لا کر جامعہ کی سرپرستی کرتے رہے۔ ---------- 477

☆☆☆

۱۱۵۳۵۵

Marfat.com

مسجد حرام

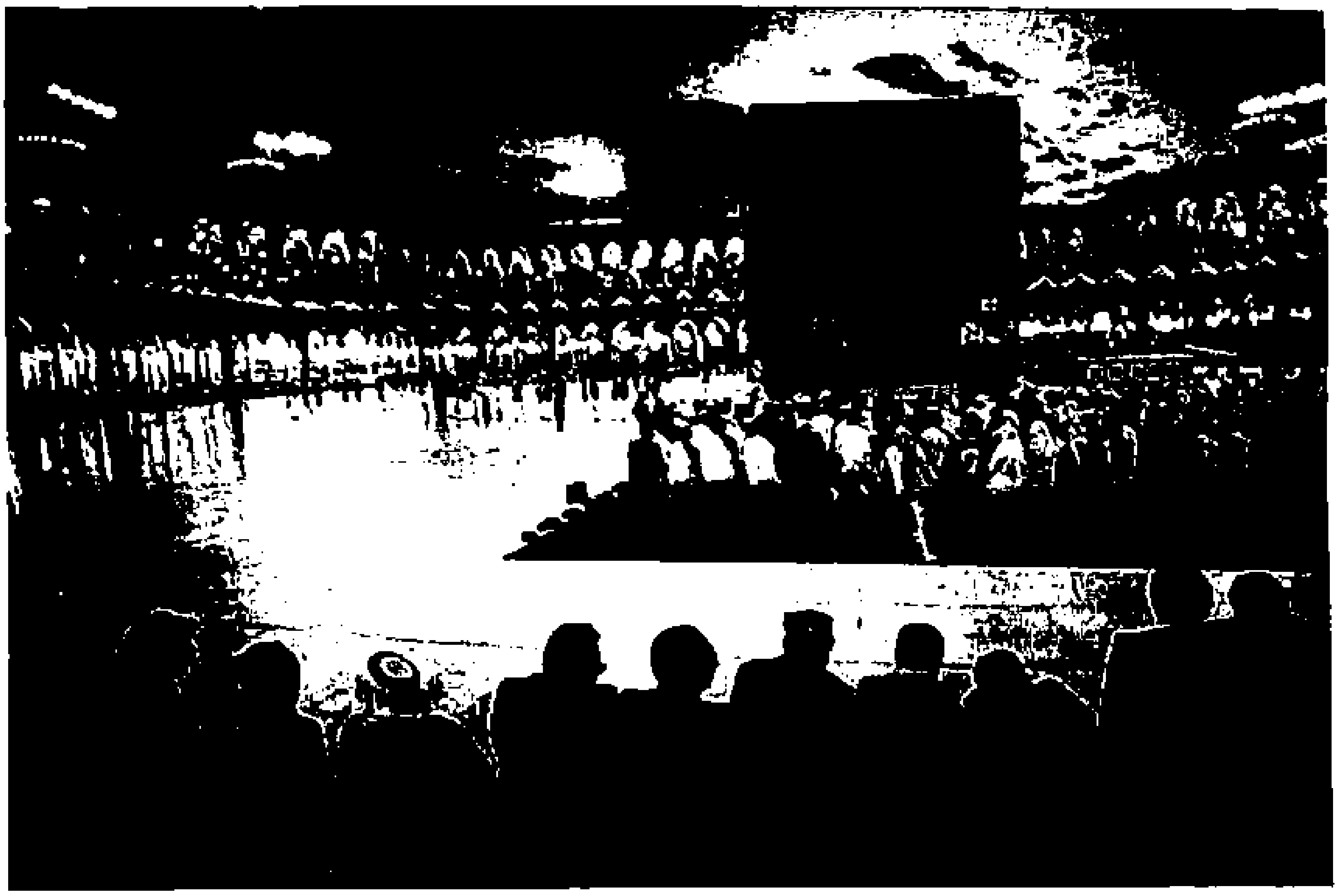

مسجدِ نبوی

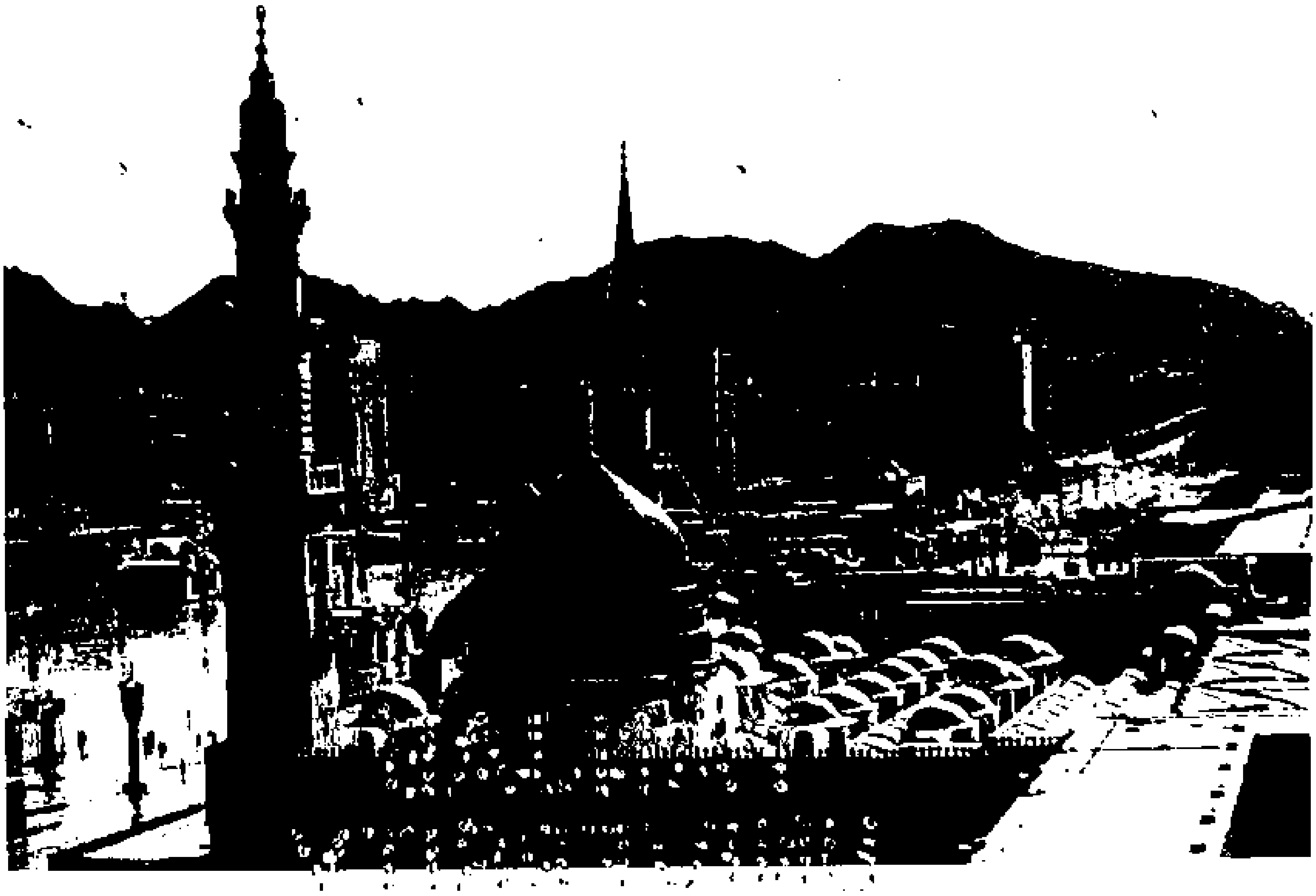

Marfat.com

قبلۂ اول

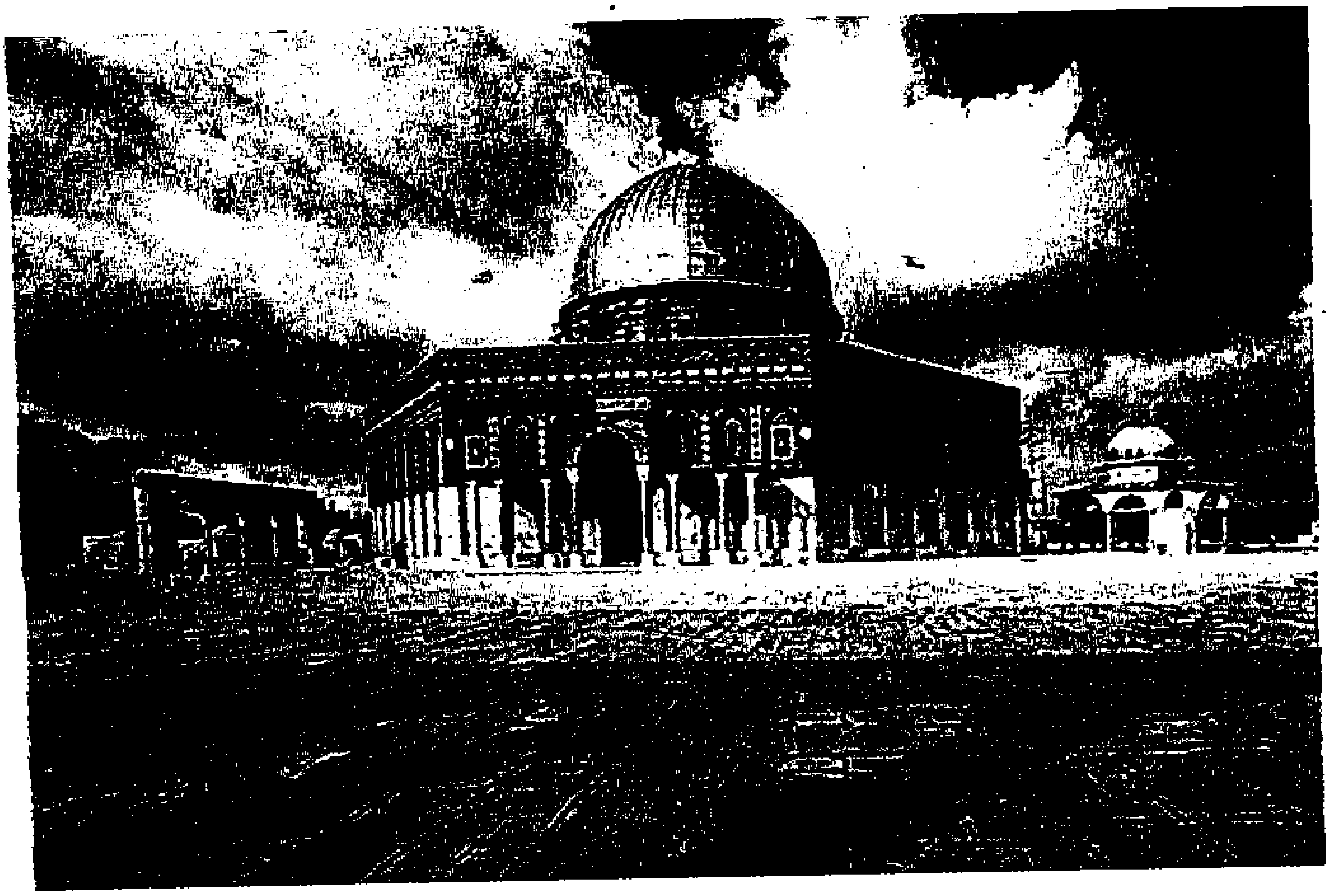

دارالتفسیر دارالعلوم دیوبند

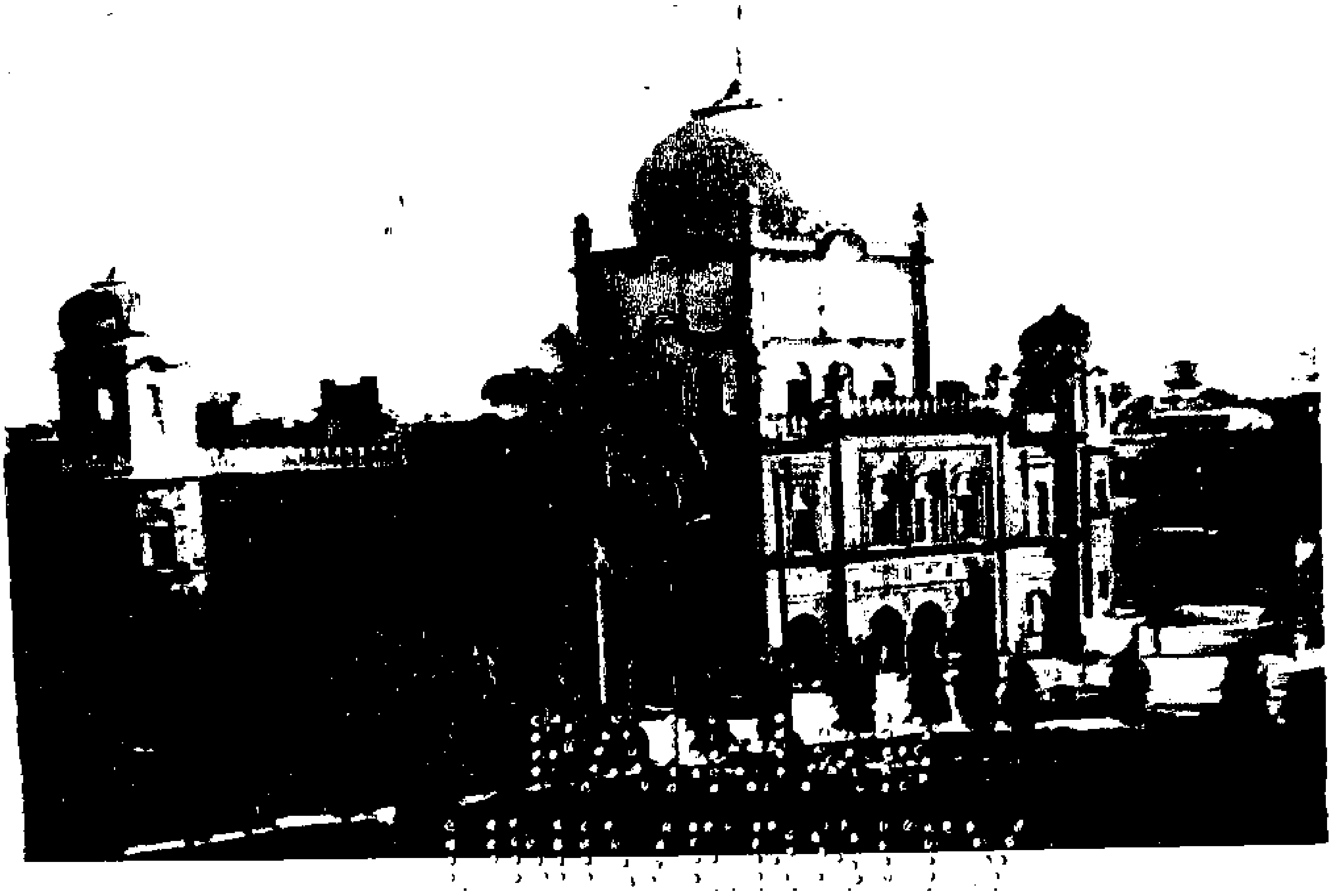

Marfat.com

انتساب

مَیں اپنی اس حقیر سی کاوش اور محنت کو اپنے والدین مرحومین کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کی لازوال قربانیوں، بے پناہ محبتوں، بیحد شفقتوں اور اِخلاص بھری دُعاؤں کے نتیجے میں اِس لائق ہوا کہ مَیں اپنے قابلِ فخر اور عظیم اساتذہ کرام کے حالاتِ زندگی پر کچھ لکھ سکوں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

عرض مؤلف

آغازِ اسلام سے ہی یہ معمول چلا آرہا ہے کہ سعادت مند باوفا اولاد، تلامذہ اور اہل محبّت اپنے اُن روحانی آباء واجداد، اساتذہ کرام، صُلحاء، اولیاء واتقیاء اور مشائخ کے حالات، واقعات، سیرت و کردار کو محفوظ کرتے چلے آتے ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف اور معرفتِ حق کے دریا بہا کر تشنگانِ علم و عمل کو ہمیشہ سے سیراب کیا۔ اخلاص وللّٰہیت کے چھلکتے جام پی کر دین کی نشرواشاعت، غلبہ اسلام اور تعمیرِ انسانیت کے لئے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔

سلف صالحین کے تذکروں کو قلمبند کرنے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ موجودہ نسلیں اپنے عظیم اکابر و مشائخ کے شاندار ماضی اور سبق آموز حالات و واقعات سامنے رکھ کر اپنے حال کی تعمیر کریں، تاکہ موت کے ساتھ شروع ہونے والے حقیقی مستقبل کو تابناک اور محفوظ بنا سکیں، جس کی ابتداء تو سمجھ میں آتی ہے، انتہاء کوئی نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں عُلمائے دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص شان عطا کی ہے اُن کا تعارف اگر مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو یوں ہے کہ وہ خیر القرون کی یادگار تھے، سلف صالحین کا نمونہ تھے، اسلامی مزاج و مذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اُن کے اوصاف و کمالات اور امتیازات کو الفاظ میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن

Marfat.com

مخدوم العلماء استاذِ محترم حضرت مولانا خدا بخش نور اللہ مرقدہ آف صدیق آباد بھی اِسی کاروانِ حق و صداقت کے راہی اور گُلستانِ دین کے انمول پھول تھے۔

راقم کے دِل میں ایک عرصہ سے یہ خواہش مُسلسل کروٹیں لے رہی تھی کہ کاش حضرت رحمہ اُللہ کے حالاتِ زندگی پر حضرتؒ کے گھرانے اور خاندان کا کوئی نیک بخت فرد یا آپ کی ذاتِ اقدس سے علوم و معارف اور طریقت و سلوک کی زنبیلیں بھرنے والا کوئی شاگرد آپ کی حیاتِ مُستعار کے مختلف گوشوں سے پردہ اُٹھا کر ہم جیسے گم کردہ راہ اور منزل سے دُور انسانوں کے ہاتھ میں چراغِ ہدایت تھما دیتا جس کی مدد سے منزل پہ پہنچنا سہل ہو جاتا اور یقین جانیئے کہ بھٹکے ہوئے آہُو کو سُوئے حرم جانے کے لئے ایسی ہی نفوسِ قُدسیہ کی اُجلی اور بے داغ سیرت اور رشکِ ملائکہ کردار ہی راہنما ثابت ہو سکتے ہیں۔

حضرت رحمہ اُللہ تعالیٰ کے وصال کو برسوں بیت گئے لیکن تاحال کسی نے اس اہم کام پر قلم اُٹھانے کی ہمت و جرأت نہیں کی، اور مستقبل قریب یا بعید میں اس کے کوئی آثار دکھائی بھی نہیں دیتے۔

راقم الحروف کو اللہ تعالیٰ نے چار سال تک حضرتؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کی جامع اور موصوف بہ ہمہ صفات شخصیت کو دیکھ کر دل میں یہ شدید داعیہ پید ہو رہا ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی پر ایک مفصل کتاب منظرِ عام پر لائی جائے۔

کون نہیں جانتا کہ حضرت رحمہ اُللہ کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ آپ نے اپنی طویل زندگی، تحصیلِ علوم، درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت، جیسی دینی و قومی خدمات پر قربان کر دی۔ تحصیلِ دین کے لئے آپ نے مصائب و مشکلات کی جن وادیوں کو عبور کیا وہ بذاتِ خود اپنے اندر سینکڑوں عبرتیں لئے ہوئے ہیں۔

راقم الحروف کو گو اپنی نا اہلی، بے بضاعتی، تہی دستی اور عدمِ استعداد کا اعتراف ہے،

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

عرض مؤلف

آغازِ اسلام سے ہی یہ معمول چلا آرہا ہے کہ سعادت مند باوفا اولاد، تلامذہ اور اہل محبّت اپنے اُن روحانی آباء واجداد، اساتذہ کرام، صُلحاء، اولیاء واتقیاء اور مشائخ کے حالات، واقعات، سیرت و کردار کو محفوظ کرتے چلے آتے ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف اور معرفتِ حق کے دریا بہا کر تشنگانِ علم و عمل کو ہمیشہ سے سیراب کیا۔ اخلاص وللّٰہیت کے چھلکتے جام پی کر دین کی نشرواشاعت، غلبہ اسلام اور تعمیرِ انسانیت کے لئے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔

سلف صالحین کے تذکروں کو قلمبند کرنے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ موجودہ نسلیں اپنے عظیم اکابر و مشائخ کے شاندار ماضی اور سبق آموز حالات و واقعات سامنے رکھ کر اپنے حال کی تعمیر کریں، تاکہ موت کے ساتھ شروع ہونے والے حقیقی مستقبل کو تابناک اور محفوظ بنا سکیں، جس کی ابتداء تو سمجھ میں آتی ہے، انتہاء کوئی نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں عُلمائے دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص شان عطا کی ہے اُن کا تعارف اگر مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو یوں ہے کہ وہ خیر القرون کی یادگار تھے، سلف صالحین کا نمونہ تھے، اسلامی مزاج و مذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اُن کے اوصاف و کمالات اور امتیازات کو الفاظ میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن

Marfat.com

مخدوم العلماء استاذِ محترم حضرت مولانا خدا بخش نور اللہ مرقدہ آف صدیق آباد بھی اِسی کاروانِ حق و صداقت کے راہی اور گُلستانِ دین کے انمول پھول تھے۔

راقم کے دِل میں ایک عرصہ سے یہ خواہش مُسلسل کروٹیں لے رہی تھی کہ کاش حضرت رحمہ اُللہ کے حالاتِ زندگی پر حضرتؒ کے گھرانے اور خاندان کا کوئی نیک بخت فرد یا آپ کی ذاتِ اقدس سے علوم و معارف اور طریقت و سلوک کی زنبیلیں بھرنے والا کوئی شاگرد آپ کی حیاتِ مُستعار کے مختلف گوشوں سے پردہ اُٹھا کر ہم جیسے گم کردہ راہ اور منزل سے دُور انسانوں کے ہاتھ میں چراغِ ہدایت تھما دیتا جس کی مدد سے منزل پہ پہنچنا سہل ہو جاتا اور یقین جانیئے کہ بھٹکے ہوئے آہُو کو سُوئے حرم جانے کے لئے ایسی ہی نفوسِ قُدسیہ کی اُجلی اور بے داغ سیرت اور رشکِ ملائکہ کردار ہی راہنما ثابت ہو سکتے ہیں۔

حضرت رحمہ اُللہ تعالےٰ کے وصال کو برسوں بیت گئے لیکن تاحال کسی نے اس اہم کام پر قلم اُٹھانے کی ہمّت و جرأت نہیں کی، اور مستقبل قریب یا بعید میں اس کے کوئی آثار دکھائی بھی نہیں دیتے۔

راقم الحروف کو اللہ تعالےٰ نے چار سال تک حضرتؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کی جامع اور موصوف بہ ہمہ صفات شخصیت کو دیکھ کر دل میں یہ شدید داعیہ پیدا ہو رہا ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی پر ایک مفصل کتاب منظر عام پر لائی جائے۔

کون نہیں جانتا کہ حضرت رحمہ اُللہ کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ آپ نے اپنی طویل زندگی، تحصیلِ علوم، درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت، جیسی دینی و قومی خدمات پر قربان کر دی۔ تحصیلِ دین کے لئے آپ نے مصائب و مشکلات کی جن وادیوں کو عبور کیا وہ بذاتِ خود اپنے اندر سینکڑوں عبرتیں لئے ہوئے ہیں۔

راقم الحروف کو گو اپنی نااہلی، بے بضاعتی، تہی دستی اور عدمِ استعداد کا اعتراف ہے،

Marfat.com

تاہم جب کوئی بندہ اپنے آپ کو محتاج و عاجز سمجھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ کسی عظیم دینی مقصد کو پانے کے لئے قدم اُٹھاتا ہے تو رحمتِ حق اُسے تنہا نہیں چھوڑتی بلکہ اسکا ہاتھ پکڑ کر منزلِ تک پہنچادیتی ہے۔

اسی احساس اور جذبے نے اس ناکارہ کو ہمّت عطا کی وہ حضرت رحمہ اللہ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کے حالاتِ زندگی قلمبند کرنے کے لئے اُن کی سعادت مند اولاد، خاندان کے افراد، تلامذہ، اہل تعلق و محبّت اور مُخلصین سے رابطہ کرے۔

حضرت الاستاذؒ کے حالاتِ زندگی کو جمع کرنے کیلئے اس ناکارہ نے مُختلف افراد و اشخاص سے باضابطہ ملاقاتوں سمیت دیگر وسائل سے روابط تیز تر کردیئے۔ مواد کے حاصل کرنے میں اپنی فیلڈ کے باقی مشاغل مختصر کردیئے یا معطل کردیئے۔ اسی دوران اللہ تعالےٰ نے ناگاہ میرے دل میں شدّت کے ساتھ یہ داعیہ بھی پیدا فرمادیا کہ اُستاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ کے حالاتِ زندگی بھی جمع کروں کیونکہ حضرت الاستاذؒ کے دینی، علمی، روحانی اور حقیقی وارث تو آپ ہی تھے۔ آپ کی اخلاص بھری دینی خدمات ایسی نہیں جنہیں فراموش کیا جاسکے۔ آپ اپنے عظیم باپ کے لائق اور قابلِ فخر فرزند تھے۔ اور ایک گوہرِ نایاب تھے۔ آپ کی دینی خدمات آپ کے ہم عصر عُلماء اور خُدامِ دین کے لئے روشنی کا مینار تھیں۔ بالخصوص قرآنِ کریم کی نشر و اشاعت کے حوالے سے آپ کی مَساعی اور کاوشیں دینی تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے۔ وادیٔ سُون میں باتجوید اور خوبصورت قرآنِ کریم پڑھنے والوں کی جو آج ایک بہت بڑی کھیپ نظر آتی ہے، یہ آپ ہی کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔

اس داعیہ کے پیدا ہونے کے بعد اس ناکارہ نے دونوں عظیم باپ بیٹے کے حالاتِ زندگی جمع کرنے شروع کردیئے۔ یہ کام انتہائی محنت طلب تھا، کیونکہ حضرت الاستاذؒ کا وصال ۱۳ستمبر ۱۹۹۲ء کو ہُوا۔ اگر آپ حساب لگائیں تو یہ بات آپ پر واضح ہوگی کہ حضرتؒ کے وصال کو ۱۹ برس ہوگئے۔ ایسے ہی آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش

Marfat.com

صاحبؒ کا وصال ۱۱ نومبر ۲۰۰۷ء کو ہُوا۔ چنانچہ اُن کے وصال کو ۴ برس ہو گئے۔

اہلِ علم و دانش پر۔ بات چنداں مخفی نہیں کہ جس کے وصال کو جتنا عرصہ زیادہ ہوتا چلا جائے گا۔ اس کے حالات زندگی کو جمع کرنا اُتنا ہی دُشوار اور مشکل ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اس مادی دُنیا میں کسی شخصیت کے حالاتِ زندگی کو جمع کرنے کا سب سے بڑا، اہم اور مضبوط وسیلہ اور ذریعہ تو خود انسان ہی ہے اور انسانوں میں سے بھی خصوصاً وہ افراد جن کا صاحبِ سوانح سے کسی نسبت سے قریبی تعلق رہا ہو۔ مثلاً اولاد، خاندان، تلامذہ، مُریدین، خلفاء اور اہلِ عقیدت و محبّت سے مواد جمع کیا جائے گا۔

دوسری طرف کائنات میں اللہ تعالےٰ کے تکوینی فیصلوں کے پیشِ نظر انسانوں میں اَموات سمیت دیگر تغیّرات اور حوادث رُونما ہوتے رہتے ہیں۔ جن افراد سے ہم نے صاحبِ سوانح کے حالاتِ زندگی جمع کرنے ہیں، اُنہیں کسی وقت بھی موت آسکتی ہے۔ بڑھاپے، بیماری یا کسی ناگہانی حادثہ کی وجہ سے قوتِ حافظہ سے محروم ہو سکتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوں گے جو انتہائی پیرانہ سالی کی بناء پر نہ تو خود بول کر حالات لکھوا سکتے ہیں اور نہ ہی بدستِ خود لکھ کر دے سکتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو حوادث زمانہ سے مجبور ہو کر کسی دُور دراز علاقے میں جا کر آباد ہو گئے۔ اب نہ اُنکی رہائش کا اَتا پتا اور نہ ہی رابطے کی کوئی ممکن صورت نظر آتی ہے۔

اس ناکارہ کو بھی کچھ ایسی ہی صورتِحال کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ حضرتؒ کے صاحبزادے مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سمیت کئی ممتاز، مشہور اور اہلِ علم تلامذہ دُنیا سے جا چکے اور وہ اپنے عظیم استاذِ محترم کی کتابِ زندگی کے کئی ابواب سے متعلق معلومات کا ذخیرہ بھی ساتھ لے گئے۔

تاہم پھر بھی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضرات شیخین (حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخشؒ اور ابن خدا بخشؒ) کے حالاتِ زندگی اس قدر جمع ہو گئے ہیں کہ اہلِ تعلق و محبّت میں سے اگر کوئی اُن کی حیاتِ طیبہ میں سے کچھ روشنی لے کر اپنی حقیقی

Marfat.com

منزل کی طرف چل پڑے تو اِن شاء اللہ بلا خوف و خطر وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔

یہ بڑی ہی ناسپاسی اور احسان فراموشی ہوگی کہ مَیں یہاں اُپنے اُن اہلِ محبّت و تعلق کا ذِکر نہ کروں، جنہوں نے کتاب کی تیاری میں پوری ذمہ داری اور کامل اخلاص کے ساتھ اس ناکارہ کو مواد فراہم کیا۔ بالخصوص استاذِ محترم حضرت مولانا صاحبزادہ معین الدین صاحب، جنہوں نے کتاب کے لئے بنیادی اور اہم مواد فراہم کیا۔ اِن کے علاوہ جناب حافظ مُحمد رمضان صاحب، مولانا خان مُحمد صاحب آف خالق آباد، حافظ مُحمد عُثمان ملک صاحب، حافظ انور حسین صاحب، حافظ مُحمد یعقوب صاحب، حافظ مولانا عزیز احمد صاحب، جناب ماسٹر احمد حسن صاحب، مولانا غلام مرتضےٰ صاحب، جناب حاجی غلام مُصطفےٰ صاحب، مولانا علی خان صاحب اور مولانا صاحبزادہ حافظ خبیب احمد صاحب آف خانقاہ شریف، صدیق آباد وغیرہ مواد کی فراہمی میں سرِ فہرست ہیں۔

اللہ تعالےٰ اِن تمام حضرات کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، اور اس کتاب کو عام مُسلمانوں کے لئے نافع اور اس ناکارہ مؤلف اور اس کے والدین کے لئے ذریعۂ نجات بنائے اور اس کتاب کے مواد کو جمع کرنے اور اِسے کتاب کا حصہ بنانے میں شعوری و غیر شعوری طور پر جو غفلت و کوتاہی ہوئی اُسے اپنی رحمت سے معاف فرمادے۔ اٰمین بحُرمۃ النّبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

ناکارہ

ابو ہارون قادر بخش اعوان

۱۸ ذی الحجۃ ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

﴿حیاتِ آفتاب﴾

یعنی اُستاذ العُلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرقَدَہٗ کے حالات، واقعات، اخلاق، سیرت و کردار اور دینی و علمی خدمات پر مشتمل ایک مُستند دستاویز۔

﴿حصہ اوّل﴾

Marfat.com

حضرتؒ درج ذیل اشعار کے مِصداق تھے

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
اِنہی کے اِتقاء پر ناز کرتی ہے مُسلمانی
اِنہی کی شان کو زیبا نبُوّت کی وِراثت ہے
اِنہی کا کام ہے دینی مَراسم کی نگہبانی
رَہیں دُنیا میں اور دُنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

Marfat.com

مدحیہ اشعار بابت حضرت الاستاذ رحمہ اللہ

(1) مٹا کر ظلمتوں کو سُون میں، سحر کر گئے
نگر نگر کوچہ کوچہ، مثلِ قمر کر گئے

(2) کیا وادی میں، توحید کا پرچم بُلند
شرک و بدعت، کا قلم، سَر کر گئے

(3) حیاتِ ناپائیدار کچھ اس طرح بَسر کر گئے
جو ملا، دِل میں اُس کے گھر کر گئے

(4) نہ رَہا محروم کوئی، اُن کے فیضِ عام سے
وہ سب کو، اَصحابِ عِلم و ہُنر کر گئے

(5) اَغیار کے طعنوں سے سدا صرفِ نظر کر گئے
لاریب، اس راہِ عزیمت میں صبر کر گئے

(6) فِدا کر دی دین پر، اُنھوں نے عُمرِ عزیز
رَب کے ہاں، جمع ڈھیروں اَجر کر گئے

(7) اہلِ ایمان کو، حق وباطل سے باخبر کر گئے
اپنے منصب سے وفا کی، اور عُقبیٰ کو سفر کر گئے

(8) طالبانِ حق وتشنگانِ عُلو مِ نُبوّت کے لیے ساقیؔ
درصورتِ جامعہ، کیا خُوب فکر کر گئے!

(نتیجہ فکر: حافظ محمد ھارون ساقیؔ بن قادر بخش، لاہور)

Marfat.com

عکسِ تحریر مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عکسِ تحریر حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب

از کنگوی
30-8-82

Marz. واجب الاحترام حضرۃ مولٰنا و بالشرف
اولٰنا سید ندیم شاہ ادام اللہ ظلکم علیٰ راس الامۃ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ التماس ہے کہ آپ موضع کنگوی علاقہ سون
سکیسر میں قبل ازیں دو تین دفعہ تشریف لا چکے ہیں اب میں
جو مرض بہت جلدی سے مسلمانوں کے عقائد کو دیمک کی طرح کھا
رہی ہے۔ وہ مرض اس علاقہ میں بھی انسانوں کو
مریض کر رہی ہے۔ اسلئے آپ سے التماس ہے کہ فی سبیل اللہ
اس بڑھتی مرض کا علاج کرنے کے لئے یہاں موضع کنگوی میں
ضرور تشریف لاویں عند اللہ ماجور ہونگے یہ طالبین رقعہ
آپکی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں خدا را انہیں مایوس نہ کرنا
فقط والسلام
خادم العلم والعلماء میاں خدا بخش مقیم کنگوی

Marfat.com

بابؒ نمبر1

خاندانی پس منظر

سیرت سازی میں آباء و اجداد اور خاندان کا اثر

انسان کے مزاج و مذاق کی تشکیل، اس کے فطری جوہر کو جلا بخشنے اور اسکی زندگی کا رُخ طے کرنے میں، خاندان اور قریبی اَجداد کا اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کی تصدیق گزشتہ تاریخ، مسلسل مشاہدات و تجربات سے ہوتی رہتی ہے اور اسکا اِنکار ایک اَمرِ بدیہی کا انکار ہے۔

یہ اَثر انسان پر دو راستوں سے ہوتا ہے، ایک نسلی طور پر کہ یہ خصائص (کمالات ونقائص) باپ سے بیٹے کی طرف اور مُورث سے والد کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ دوسرے ذہنی اور فکری طور پر اس طرح کہ خاندانی روایات، آباء و اَجداد کے قابلِ فخر کارناموں کا تذکرہ، اُصولِ زندگی، عقائد و مُسلمات اور اُن معیارات و اَقدار کی شہرت جنہیں وہ ہمیشہ سینے سے لگائے رہے اور انہیں جان سے زیادہ عزیز تھے۔ محبوب شخصیات کے اَسمائے گرامی جن کی عقیدت و عظمت کے نقشے اُن کی دل کی تختی پر کندہ تھے۔ اور عظیم مقاصد کے لئے اُن کی لازوال قربانیوں کی حکایات اُن کے دل و دماغ کی سادہ لوح پر اَنمٹ اُبھرے حروف کی طرح ہمیشہ کے لئے محفوظ تھیں۔ یہ سب چیزیں شعوری اور غیر شعوری طور پر انسان کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل اور سیرت سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر سوانح نگاروں نے صاحبِ سوانح کے خاندان کا مختصر تعارف، اس کے آباء و اجداد کے حالات و کمالات کا تذکرہ، اسکی سوانح حیات سے پہلے ضروری سمجھا ہے۔ یہ محض ایک رسمِ قدیم کی پیروی اور روایت پرستی نہیں بلکہ انسانی

Marfat.com

زندگی کے گہرے اور وسیع مطالعہ اور حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔ کیونکہ کسی انسان کی شخصیت کے عناصر ترکیبی کا سمجھنا، اسکی پسند و ناپسند، اس کے ترک و انتخاب، اسکی محبّت و نفرت کے اندرونی محرکات، اسکی مثالی اور آئیڈیل شخصیتوں اور قابل تقلید نمونوں کے اختیار کرنے کے اسباب اور مقاصد زندگی کے تعین کی اصل وجہ اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک اس ماحول کا جائزہ نہ لیا جائے جس میں اس نے نشوونما پائی ہو۔

آباء و اجداد کا مختصر تعارف

سلسلہ نسب:

حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش بن میاں نظام الدین بن میاں قادر بخش بن میاں غلام حسن بن میاں شیر محمد رحمہم اللہ تعالےٰ۔ آپ کا سلسلہ نسب اوپر جا کر سیّدنا علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہؒ سے مل جاتا ہے۔ بناء بریں آپ علَوی اور اعوان کہلائے۔ اعوانوں کا ذکر قدرے تفصیل سے بعد میں آئے گا۔

اللہ تعالےٰ اپنے غیبی اور تکوینی اور تکوینی نظام کے تحت انسانوں کی دُنیا و آخرت کی فوز و فلاح، کامیابی و کامرانی کے لئے رِجالُ اللہ ہر زمانے اور علاقے میں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ جنہیں تعلیم و تربیت کا کام سونپا جاتا ہے۔ وہ انبیاء تو نہیں ہوتے لیکن اُن کے نائب ضرور ہوتے ہیں۔ اُن کے شب و روز اُسی فکر و غم میں گزرتے ہیں جو انبیاء کا ہی خاصہ ہے۔ بندگانِ خدا کی رُشد و ہدایت کیلئے اپنے سینے میں وہی درد، جذبہ اور ولولہ رکھتے ہیں جو انبیاء کا حصہ ہے۔

یہ وہ پاکباز، قُدسی صفات اور رشک ملائکہ انسان ہوتے ہیں جن کی زندگی کا نصب العین، اللہ تعالےٰ کی مخلوق کی خدمت اور نفع رسانی ہے۔ جو پُر مشقت اور جفاکشی کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمیشہ محتاط، متواضع، دیانتدار، خداترس اور فرض شناس رہتے

Marfat.com

ہیں۔ انسانوں کی خیر خواہی، وفا شعاری، خدا طلبی، آخرت کوشی، حق گوئی و بیباکی، تقویٰ وطہارت جیسی اعلےٰ صفات سے مزین و سرشار، سراپا شرم حیا و اور مجسمہ صدق و وفا بنے رہتے ہیں۔

عیش و عشرت، مصنوعی تہذیب، پُر فریب زندگی، غیر منظم اور پراگندہ طرزِ حیات، دُنیا کی چمک دمک اور اُس کے حُسن و جمال کے فانی مظاہر، لہو و لعب، خود غرضی و نفس پرستی، اِقتدار پسندی اور جاہ طلبی سے گریزاں۔ بے سروسامانی، تہی دستی اور فقر و فاقہ کی سختی میں بھی شاداں و فرحاں۔ معصیت و بے حیائی کی مستی اور ظلم و تعدی سے کوسوں دُور۔

ضبط و تحمل، صبر و شکر، ایمان و یقین جیسی صفات سے معمور، اللہ تعالےٰ کی محبّت و معرفت، کبریائی و عظمت کی لذت سے مخمور، نفسانی خواہشات، خودرائی و خودسری سے مکمل بیزار اور ہمیشہ رضائے الٰہی کے طلبگار۔

دوستی و دشمنی، خوشی و ناراضی، صلہ رحمی اور قطع رحمی کو حکمِ الٰہی کے تابع بنانے والے۔ اللہ تعالیٰ کی شہنشاہیت اور حقیقی اقتدار کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے، اور اپنے آپ کو اسکی رعایا اور بندۂ فرماں بردار مان لینے والے۔ دُنیا کو اطمینان و سکون کی دولت اور خیر و برکت کی بشارت سُنانے والے۔ انسانی گروہوں کو اُن کے اعلےٰ روحانی و اخلاقی مقصد و کمال تک پہنچانے والے، اصولِ سیاست اور طرزِ حکومت کا اعلےٰ نمونہ پیش کرنے والے۔ گو آٹے میں نمک کے برابر سہی تاہم ہر دَور میں موجود رہے ہیں اور تا صبحِ قیامت موجود رہیں گے۔

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے آباء و اجداد بھی درج بالا کئی صفات سے متصف ایک ایسے ہی سلسلۃ الذھب کی مبارک کڑیاں تھے۔ جنہوں نے اپنی ذات کو کل وقتی دینی خدمات کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اُن کا مُنتہائے فکر اور لیل و نہار کی تمام کاوشوں کا محور یہی اَرفع اور عظیم مقصد تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کی جہدِ مسلسل کے نتیجے میں دین

Marfat.com

مجسّم بن کر انسانوں کی زندگیوں میں نظر آنے لگا۔ انہی لوگوں کی انتھک کوششوں کا ثمرہ ہے کہ اس فتنے کے دور میں بھی عام مُسلمانوں کے سینے میں دین اوراحکام دین کی عظمت موجود ہے۔ اُن کے دل بلکہ انگ انگ سے ایسی آواز آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے جسے ساتھ والا تو شاید اپنی ظاہری قوتِ سامعہ سے نہ سُن سکے، لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ صدا ضرور آرہی ہے کہ "مَیں مُسلمان ہوں، مُسلمان بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور مُسلمان ہو کر مرنا چاہتا ہوں اور مُسلمان بن کر روزِ محشر اُٹھنا چاہتا ہوں۔

یہ لوگ اگرچہ ظاہری اور مادی مال واسباب بہت ہی کم رکھتے تھے۔ روکھی سوکھی کھا کر بھی شاداں وفرحاں رہتے تھے، تاہم خودداری اور بے نیازی کے سرچشمہ اور شرم وحیا کے پیکر تھے، اُن کی زندگیوں کا اہم مقصد گلشن دین کی آبیاری، شریعتِ اسلامیہ کا تحفّظ اور قرآن کریم کی تعلیم اور اشاعت کو عام کرنا تھا۔ مسجد اور مدرسہ کی آبادی اُنکا مُنتہائے نظر تھا۔ یہ لوگ اگرچہ اِسوقت ہمارے اندر موجود نہیں لیکن موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اُن کی حقیقی منزل کا پتا دے گئے ہیں اور وہ خود بارگاہِ الٰہی میں سُرخرو ہو چکے ہیں۔

اپنی نیک کرداری اور دینی خدمات کی وجہ سے دیہاتی اور قصباتی ماحول میں انتہائی عزت وعقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اِن کے حلقۂ اِرادت میں داخل ہو کر اپنی اصلاح کرانے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے والدِ ماجد حضرت میاں نظام الدین مرحوم ومغفور صدیق آباد (کفری) کی مرکزی جامع مسجد کے امام اور استاذ تھے۔ گاؤں کے بچوں اور بچیوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرکے ناظرہ اور حفظ قرآن کریم پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ تقریباً پورے قصبہ کے استاذ تھے اور آپ کی شاگردی پر ساکنانِ قصبہ بجا طور پر فخر کرتے تھے اور چند لمحوں کیلئے آپ کی خدمت میں رہنا اپنے لئے دارَین کی سعادت خیال کرتے تھے۔

Marfat.com

ددھیال:

حضرت میاں شیر محمد صاحب، حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے ددھیال کی اہم اور انتہائی قابلِ احترام شخصیت شمار ہوتے تھے۔ اُن کے مُریدین کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ داوئ سون کے دیہات و قصبات میں کھوڑہ، مردوال، دھدھڑ، جبّی شریف، مِٹھہ ٹوانہ کے علاوہ خود صدیق آباد (کفری) شامل ہے۔

Marfat.com

میاں جی

آپ نے غور کیا ہو گا کہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے آباء واَجداد کے ناموں کے شروع میں "میاں جی" کا سابقہ لگتا ہے۔ غور وخوض کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قصبات ودیہات کی زندگی میں پھیلے ہوئے مکاتب اور مساجد میں قرآن کریم کے حفظ و ناظرہ کی تعلیم کے بعد اردو، فارسی، حساب وغیرہ کی تعلیم کا عام رواج تھا اور یہ ہلکی پھلکی دنیاوی تعلیم بھی آج کل کے اسکولوں کی تعلیم سے کہیں بہتر اور معیاری ہوئی تھی۔ اس قسم کی دینی ودُنیاوی تعلیم کے ایسے اساتذہ "میاں جی" کے لقب سے معروف ومشہور ہوتے تھے۔ جو دینی تعلیم کے علاوہ اپنی ذات میں نیک سیرت اور پاکیزہ کردار ہونے کی وجہ سے لوگوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ جیسے ہمارے اکابر میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے شیخ "میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ" ہو گزرے ہیں۔

ننھیال:

حضرت رحمہ اللہ کے ننھیال موضع "نلّی" ضلع خوشاب کے قاضی خاندان سے تھے جو علاقہ بھر میں اپنی نیکی اور تقویٰ میں معروف تھے اور انتہائی قدرومنزلت، وجاہت والے اور بااثر شخصیات کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ اس خاندان کا اوڑھنا بچھونا بھی قرآن کریم کی تعلیم اور نشرواشاعت تھا۔ دیہاتی ماحول میں قاضی خاندانوں کے احوال پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ بات آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس خاندان کے بڑوں نے بھی دینی خدمت سے ہمیشہ اپنے آپ کو نہ صرف وابستہ رکھا بلکہ دوسرے مُسلمانوں کے اندر بھی یہ ذوق شوق اور جذبہ زندہ رکھے ہوئے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات اِن خاندانوں کی دینی ومذہبی شناخت بھی دھندلی اور رُو بہ زوال ہو جاتی ہے۔ اُمتِ مسلمہ کے مختلف طبقات میں

Marfat.com

مختلف پہلوؤں سے عروج و زوال کی یہ داستانیں آپ کو ہر جگہ بکھری ہوئی ملیں گی۔ تاہم خود بندۂ ناچیز نے ناظرہ قرآن کریم قاضی خاندان کے چشم و چراغ استاذِ محترم قاضی عبدالحق مرحوم و مغفور سے پڑھا ہے۔

خاندانی پیشہ:

حضرت رحمہ اللہ کے ددھیال اور ننھیال سبھی زراعت پیشہ تھے اپنی زرعی اراضی پر خود محنت کرتے اور ان آبائی بارانی زمینوں سے جو فصل اور پیداوار ہوتی اسی پر اُن کی گزر بسر کا دارومدار اور وُہی اُن کا ذریعہ معاش تھا۔ توکل، قناعت اور خودداری اُن کا زیور تھا۔ اُن کی زندگیوں کا محبوب مشغلہ تعلیم و تعلّم، درس و تدریس، خدمتِ دین، انسانیت کی فوز و فلاح اور دعوت و تبلیغ تھا۔ اور یہ سارے کام وہ خالصتاً اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی اور آخرت میں اجر و ثواب کی نیت سے کرتے اور کسی دینی خدمت پر ہرگز کوئی معاوضہ وصول نہ کیا جاتا۔

پاکیزہ ماحول:

آپ کا خاندان ایک بڑا دینی و علمی مرکز تھا۔ جس میں گھر کے اندر اور باہر عبادت کا ذوق، نوافل و تلاوت کا اہتمام، اَہل اللہ اور مَردانِ خدا سے تعلق اور وابستگی، درس و مطالعہ کا ماحول، تہذیب و مَتانت، وضعداری و سنجیدگی، بلند ہمتی و جفاکشی فضا میں رَچی بَسی ہوئی تھی۔ اس سے ایک ہونہار بچہ کے حسّاس و بیدار دل و دماغ کا متاثر ہونا قدرتی اَمر تھا۔ اللہ تعالےٰ نے حسّاس طَبیعت کے ساتھ ساتھ قوتِ حافظہ و قوتِ ذکاوت بھی کمال کی عطا کی تھی۔ اپنے بچپن اور زمانہ طالب علمی کے بعض واقعات و حالات سُناتے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوتِ حافظہ و ذکاوت کے ساتھ قوتِ مُشاہدہ کتنی تیز تھی۔ ذرا گہرائی میں جا کر سوچئے کہ اِن مُشاہدات اور اولیاء اللہ کی صحبتیں اُن کی شخصیت کی تعمیر اور ذوق کی تشکیل میں کس قدر مؤثر ہوں گی۔

Marfat.com

بابؒ نمبر 2

ولادتؒ سے فراغت تک

ولادتؒ:

آپ کی صحیح اور قطعی تاریخ پیدائش، مہینہ اور سن کا پتا نہ چل سکا۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دیہاتی ماحول میں اِن چیزوں کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ یہاں کا معاشرہ انتہائی سادہ اور ہر قسم کے تکلّف سے پاک ہوتا ہے اور اس بات کا بھی علم نہ ہو سکا کہ آیا بیسویں صدی عیسوی کے بالکل آغاز پر برطانیہ کے دورِ حکومت میں دیہاتی زندگی میں یونین کونسل کے دفتر میں نومولود بچوں کی تاریخ پیدائش کے اندراج کا انتظام تھا یا نہیں؟ ممکن ہے کہ یونین کونسل کا وجود ہی نہ ہو۔ اور اگر وجود تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ ضروری ہے کہ دیہاتی فضاؤں میں آزادانہ زندگی گزارنے والوں کے ہاں تاریخ پیدائش کے اندراج کا اہتمام بھی ہو؟ والدین نے خود اندراج کرایا نہ ہی اس کو اہمیت دی۔ شاید والدین نے سوچا ہو گا کہ ہمارے اس صاحبزادے نے کونسا انگریزی فوج میں بھرتی ہونا ہے؟ اس لئے تاریخ پیدائش نہ تو خود لکھنے کا اہتمام کیا ہو اور نہ ہی سرکاری دفاتر میں اسکا اندراج ضروری سمجھا گیا۔ اُن کا خیال ہو گا کہ صاحبزادے نے اپنے آباؤ اجداد کے کام کو ہی سنبھالنا ہے۔ خود راقم الحروف کے والدین یا کسی عزیز رشتہ دار نے اس ناکارہ کی تاریخ پیدائش کو اُوچھالی کی یونین کونسل میں نہیں لکھوایا۔ بعد میں جب قومی شناختی کارڈ کی ضرورت محسوس ہوئی تو اندازے سے تاریخ لکھا دی گئی۔

ہاں حضرت رحمہُ اللہ کے سنِ پیدائش کا ایک اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ خود حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ جب پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تو انگریزی سرکار نے جبری بھرتی میں مجھے بھی پکڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن گاؤں کے بعض بااثر اہلِ محبّت نے مجھے

Marfat.com

مستثنیٰ کروالیا۔ فرماتے تھے کہ اسوقت میں جسمانی اعتبار سے اس لائق تھا کہ انگریزی حکومت مجھے جبراً فوج میں بھرتی کرتی۔ عقل و شعور بھی ایک حد تک بالغ ہو چکا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگِ عظیم کے وقت آپ کی عمر کم از کم تیرہ، چودہ برس کی ہوگی۔ اس صورت میں جبکہ آپکا سن پیدائش ۱۹۰۱ء قرار دیا جائے اور اگر سن پیدائش ۱۸۹۸ء قرار دیا جائے تو آپ کی عمر سترہ سال ہوگی۔

ابتدائی تعلیم:

آپ جب پانچ چھ برس کی عُمر کو پہنچے تو والد ماجد کے ساتھ مسجد میں آنا جانا شروع کر دیا۔ کھیل کود کے زمانہ میں ہی نماز زبانی یاد کر لی تھی۔ مناسب عمر کی حد کو پہنچنے کے بعد قاعدہ بھی شروع کرا دیا گیا۔ قاعدہ کے ختم ہونے پر والد ماجدؒ نے ناظرہ قرآن کریم شروع کرا دیا۔ یاد رہے آپ نے باقاعدہ سکول کی تعلیم حاصل نہیں کی۔

فارسی کی تعلیم:

ناظرہ سے جب فارغ ہوئے تو والد ماجد فارسی کی ابتدائی تعلیم کیلئے اپنے قصبہ کے مولانا میاں محمد صاحب کی خدمت میں لے گئے جو مولانا عبدالرحیم صاحب کے والد گرامی تھے۔ بعد ازاں صدیق آباد سے مشرقی جانب تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دوسرے "سبھرال" نامی گاؤں میں فارسی کے ماہر استاذ مولانا قاضی غلام مصطفٰے (مرحوم و مغفور) کے سپرد کر دیا۔ جہاں حضرتؒ نے پورے ذوق و شوق اور محنت و لگن کے ساتھ گلستان بوستان تک کتابیں پڑھ لیں۔ " آپ کو اللہ تعالےٰ نے بلا کا حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا"۔ اُستاذِ محترم آپ سے کافی متاثر تھے۔ آپ صبح نماز کے بعد پڑھنے کیلئے تشریف لے جاتے اور شام کو واپس تشریف لے آتے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک اس طرح فارسی تعلیم کے لئے مشقتیں اُٹھاتے رہے تاآنکہ آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ بندیال شہر میں فارسی کے بہت بڑے اور شہرۂ آفاق عالم،

Marfat.com

فاضل استاذ ہیں جو نثر کے علاوہ منظوم فارسی میں بڑی دسترس رکھتے ہیں۔ اور اُسے لَے اور ترنم سے پڑھاتے ہیں۔ اس خبر نے آپ کے اندر مزید فارسی پڑھنے کے جذبۂ صادق کو پیدا کر دیا۔

بندیال کا سفر:

بندیال، ضلع خوشاب کا ایک بڑا قصبہ تھا جو پورے ہندوستان میں منظوم فارسی کی تعلیم میں مشہور تھا۔ دُور دراز کے علاقوں سے شوق رکھنے والے طلباپُر مشقت راستوں کو طے کر کے یہاں پہنچتے اور اپنی علمی پیاس کو بُجھاتے۔ حضرت رحمہ اُللہ تعالےٰ بھی اپنے والد ماجد سے مشورہ کے بعد بندیال پہنچے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بڑے بھائی مولانا عطا مُحمد مرحوم و مغفور بھی شریکِ سفر تھے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ طلباء کی ایک کثیر تعداد زیرِ تعلیم ہے اور فارسی زبان پر بھی اچھی خاصی دسترس رکھتے ہیں۔ سینکڑوں اشعار انہیں ازبر تھے۔ فارسی تحریر پر قدرت رکھتے تھے حتیٰ کہ خود سے فارسی اشعار پر بھی طبع آزمائی کرتے۔ حضرت رحمہ اُللہ نے یہاں فارسی کی بڑی کتب پڑھیں۔ مثلاً یوسف زلیخا، سِکندر نامہ، مثنوی مولائے روم۔ دیوانِ حافظ وغیرہ۔

بندیال میں طلباء کے لئے خورد و نوش کے حوالے سے کافی مسائل تھے۔ افلاس، تنگدستی اور فقر و فاقہ نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ کھانا خود جا کر لاتے تھے۔ بعض طلباء کئی کئی میل دُور سے کھانا لاتے تھے، کھانا کیا ہوتا؟ بس پیٹ بھرنے والی بات ہوتی۔ باجرہ، مکئی اور گندم کی روٹی غنیمت سمجھی جاتی۔ لَسّی یا پَلّی مل جائے تو نورٌ علیٰ نُورٌ۔ مدرسے میں بھی دال پکتی لیکن ایسی کہ شوربے سے دال کے دانوں کو تلاش کرنا پڑتا۔ اور شوربا بھی نمک اور مرچ کا مرکب ہوتا۔ بعض اوقات تنگی کا یہ عالم ہوتا کہ روٹی کی کمی کی وجہ سے مدرسہ سے خشک روٹیوں کو تلاش کیا جاتا اور پانی میں بھگو کر نرم کرنے کے بعد کھالیا کرتے۔ ظریفانہ مزاج رکھنے والے بعض طلباء نے اپنی اس تنگدستی اور اسبابِ خورد و نوش کی عدم دستیابی کو طنزاً ایک شعر میں کچھ اس طرح کہا ہے۔

Marfat.com

عجب شہر دیدم بنام بندیال نہ روٹی نہ لسّی نہ لبھدی اے دال

لطیفہ:

حافظ محمد رمضان آف اوچھالی، بانی مسجد فاروق اعظم، اپنے ہی قصبہ میں مولانا محمد دین مرحوم و مغفور سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہے۔ اس وقت اُن کی عمر اسّی سال کے لگ بھگ ہے۔ انہیں اب بھی فارسی کے کئی اشعار یاد ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میرے استاذِ محترم بھی بندیال شہر میں فارسی کی کتب پڑھتے رہے ہیں۔ وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے استاذِ محترم نے ایک دفعہ طلباء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو طالب علموں کی ضرورت ہے جو میرے کام کے سلسلہ میں خوشاب شہر میں مقیم فلاں ملک صاحب (قوم نانچ) کے پاس جائیں۔ استاذِ محترم کا یہ مطالبہ کرنا ہی تھا کہ سبھی طلباء کھڑے ہو گئے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ کام کے سلسلے میں اُسے بھیجا جائے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر استاذِ محترم نے از خود دو طلباء کا انتخاب کر لیا۔ جن کا انتخاب ہُوا وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ طلباء کے دِل کی بات تو استاذِ محترم جان ہی نہ سکے۔

دل کی بات یہ تھی کہ بندیال مدرسے میں طلباء ایک عرصہ سے بے مزہ دال، لسّی اور پَلی کھانے میں استعمال کرتے کرتے اُکتا چکے تھے۔ طبیعت اُچاٹ ہو گئی تھی۔ جب خوشاب کے ملک صاحب کے ہاں جانے کا ذکر چھڑا تو سبھی اس لئے تیار ہو گئے کہ چلو قسمت جاگ اُٹھی ہے کم از کم دو تین وقت کا کھانا تو عُمدہ قسم کا مِل جائے گا۔

یہ وہ دَور تھا کہ بسوں، کاروں کا نام و نشان تک نہیں تھا صرف ایک ٹرین لاہور سے ماڑی انڈس تک جایا کرتی، اس کا بھی ایک وقت مقرر تھا۔ جن دو طلباء کا خوشاب کے ملک صاحب کے ہاں جانے کیلئے انتخاب ہوا وہ شام کو وہاں پہنچ گئے۔ طلباء بڑے عجیب مزاج اور فطرت کے لوگ ہوتے ہیں۔ کھانے کا وقت جب قریب آیا تو شیخ چلّی کی طرح اپنے ذہن میں ملک صاحب کے کھانے کی فہرست تیار کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ ملک صاحب بڑے زمیندار ہیں خوشحال اور مُتموّل شخصیت ہیں۔ بحیثیت مہمان ہمیں

Marfat.com

فلاں فلاں ڈشیں پیش کریں گے۔ دِل ہی دِل میں بڑے خوش، جس کے آثار چہرہ پر نمایاں ہورہے تھے۔

اب کھانے کا وقت آپہنچا۔ ملک صاحب کا نوکر کھانا لے کر مہمان طلباء کے کمرے میں آدھمکا۔ طلباء کے دِل مارے خوشی کے دَھک دَھک کررہے تھے۔ نوکر نے کھانا دسترخوان پر سَجادیا۔ جب طلباء نے کھانے پر نگاہِ اولین ڈالی تو دونوں نے زور زور سے ہنسنا شروع کردیا۔ مسلسل ہنستے چلے جارہے ہیں اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہورَہے ہیں۔ نوکر یہ ساری صورت حال دیکھ کر محوِ حیرت تھا اور سوچ رہا تھا کہ طلباء کی اسقدر ہنسی کی آخر کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ اُس نے سوال کیا کہ آپ لوگ اتنا زیادہ کیوں ہنس رَہے ہیں؟ مجھے بھی بتادیں۔

طلباء کو شدید ہنسی اس لئے آرہی تھی کہ ملک صاحب نے جو کھانا طلباء کو پیش کیا، حُسنِ اتفاق سے اس میں بھی دال تھی۔ اُنہوں نے نوکر سے سوال کیا کہ آپ ہمیں صرف یہ بتادیں کہ ہم دال کو مدرسہ میں چھوڑ کر آئے تھے۔ سفر بذریعہ ٹرین کیا۔ دال ہم سے پہلے ملک صاحب کے ہاں کیسے پہنچ گئی؟ اُسے آخر کس ٹُنے مُخبری کی کہ تمہاری طرف سے سالہاسال کے ستائے ہوئے اسی گھر میں ہیں؟

نوکر دانا تھا، بات اسکی سمجھ میں آگئی۔ کھانا اُٹھا کر واپس لے گیا اور ملک صاحب کو اس سارے واقعہ سے آگاہ کیا چنانچہ اُنہوں نے گھر میں قدرے پُر تکلّف کھانا تیار کرواکے طلباء کو پیش کیا۔

ملتان کا سفر:

آپ بندیال شہر میں فارسی زبان وادب کی معیاری اور بڑی کتابوں سے فارغ ہوئے تو صرف ونحو کی ابتدائی کتب کے لئے واں بھچراں کے قرب وجوار میں کسی مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کو صرف ونحو کی کتابیں شروع کرادی گئیں۔ کچھ عرصہ ابتدائی درجات کی کتابیں پڑھتے رَہے، بعد ازاں بڑے درجات کی کتب کی تعلیم کے

Marfat.com

لئے پہلے پپلاں ضلع میانوالی میں مولانا محمد زمان صاحب سے پھر ضلع ملتان کے کسی معروف مدرسہ میں حضرت مولانا غلام محمود صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ مولانا غلام محمود صاحب رحمہ اللہ اپنے علاقہ کے معروف جید عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ طلباء طویل سفر کی تکالیف اُٹھا کر حاضرِ خدمت ہوتے اور یہاں پر جاری دینی چشمہ سے اپنی پیاس بُجھاتے۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا عطا محمد صاحب رحمہ اللہ درسِ نظامی کی تکمیل کے لئے ملتان کے سفر میں ساتھ تھے تاہم بہت جلد بعض وُجوہات کے پیش نظر تکمیل کئے بغیر واپس آگئے اور اپنے ہی گاؤں میں والدِ ماجدؒ کے ساتھ شعبۂ حفظ و ناظرہ میں بحیثیتِ مُعاونِ مدرس کے کام شروع کر دیا۔

چھچھڑ شریف کا سفر:

حضرت الاستاذؒ کو احادیث کی کتب کے لئے دارالعلوم دیوبند کے اکابر عُلمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی تڑپ تھی لیکن کچھ گھریلو اور کچھ معاشی مسائل نے اس سعادت سے محروم رکھا۔ آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ مولانا سلطان اَعظم صاحب دارالعلوم دیوبند سے تازہ تازہ دورۂ حدیث کر کے واپس وطن تشریف لائے ہیں اور حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردِ خاص ہیں۔ یہ سُن کر چھچھڑ شریف ضلع خوشاب، اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے احادیث کی تکمیل کی۔ مولانا سلطان اَعظم صاحب کو اللہ تعالےٰ نے علم و فضل سے نوازا ہوا تھا اُن کے درس میں علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری کی جھلک نظر آتی تھی۔

حضرت مَوصوف رحمہ اللہ تفسیر، حدیث، اصولِ فقہ، فقہ، منطق و فلسفہ میں اپنے وقت کے رازی شمار ہوتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے کئی فُضلاء منطق و فلسفہ کی بڑی کتب پڑھنے کے لئے حضرت موصوفؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ تلمذ حاصل کرتے۔ آپ متعدد اسباق پڑھاتے جن کے لئے کافی وقت درکار ہوتا تھا۔ چنانچہ صبح کی

Marfat.com

نماز کے بعد سے درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور معمولی وقفوں سے عشاء تک چلتا رہتا۔

آپ کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا۔ مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے فارغ التحصیل اور انتہائی ذہین طلباء بڑے ادب سے حاضرِ خدمت ہو کر علوم و معارف کے خزانے جمع کرتے۔ آپ کا درس نہایت پُر وقار ہوتا۔ غیر ضروری تقریر سے گریز کرتے۔ بامقصد اور جامع مانع گفتگو فرماتے۔ کم استعداد والے طلباء عبارت پڑھنے سے گھبراتے اور بے موقع سوال کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ ذہین اور حاضر دماغ طلباء مختلف الانواع شکوک وشبہات پیش کرتے اور حضرتؒ کی طرف سے ایسے تشفی بخش جوابات ملتے کہ دوبارہ سوال کرنے کی نوبت نہ آتی۔ آپ کو الزامی جواب دینے میں بھی خوب ملکہ حاصل تھا جس کی وجہ سے طلباء خاموش ہو جاتے۔

حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت موصوف رحمہ اللہ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا۔ اپنے گاؤں کے علاوہ قُرب و جَوار کے لوگ اپنی اِصلاح و تزکیہ اور دینی پیاس بجھانے کے لئے اِن کے آباء و اجداد کے پاس حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اس خاندان کو انتہائی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ بزرگوں اور پیروں کی اولاد ہو کر بھی آپ نے علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ تعلیم حاصل کرنے کیلئے مصائب جھیلے، مشقتیں برداشت کیں اور اس مقصد کے لئے دُور دراز کے سفر کئے۔ حالانکہ عام طور پر ناز ونعمت اور ادب و احترام کی فضاؤں میں نشو ونما پانے والے پیر زادے اور صاحبزادے علمی اور روحانی بلندیوں کو کم ہی چھو پاتے ہیں۔

حضرت موصوفؒ نے اپنی علمی پیاس کو بجھانے کیلئے عالمِ اسلام کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث وقت کے امام رازی وغزالی، علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے کیا۔

Marfat.com

حضرت مولانا سلطان اعظمؒ کے والد ماجد کا وصال:

حضرت مولانا سلطان اعظمؒ دورۂ حدیث کے سال میں تھے اور سال کے اختتام میں ابھی دو ماہ باقی تھے کہ گھر سے والد ماجدؒ کے انتقال کا تار پہنچا۔ تار پڑھ کر والدِ ماجد کی جُدائی اور فراق کے صدمے میں ڈوب گئے، رو رہے تھے، بعض ہم سبق طلباء انہیں روتا دیکھ کر جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا مسئلہ ہے؟ انہوں نے والد ماجدؒ کے انتقال کی خبر سنائی، طلباء بھی اس ناگہانی اور غمناک خبر سے متاثر ہوئے۔

یہ خبر ایسے وقت میں پہنچی کہ استاذِ محترم حضرت العلامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہُ اللہ بھی شدید بیمار تھے۔ مولانا موصوفؒ اپنے چند رُفقاء کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کے حجرہ کے دروازہ پر پہنچے۔ حجرہ بڑے بڑے عُلماء کرام اور شاگردوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ استاذِ محترم نے انتہائی کمزوری کے عالم میں اپنی گردن گھما کر دروازے پر نظر ڈالی تو محسوس کیا کہ کوئی طالب علم ہے۔ اہلِ مجلس سے سوال کیا کون ہے؟ کیوں آیا ہے؟ بتلایا گیا کہ حضرت! شاہ پور کے صاحبزادہ صاحب ہیں۔ مولانا سلطان اعظمؒ دارالعلوم دیوبند میں اساتذہ کرام اور طلباء میں "شاہ پور کے صاحبزادہ" مشہور تھے۔ شاہ صاحبؒ نے پوچھا کیوں آئے ہیں؟ بتلایا گیا کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ خبر سُن کر آپ کو بھی صدمہ ہوا۔ چنانچہ اُن کے والد ماجد کے لئے مغفرت کی دُعا کی اور تعزیت کرتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔

مولانا موصوف نے واپس اپنے وطن لوٹنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے روکا نہیں کہ دورۂ حدیث کی تکمیل میں دو ماہ باقی ہیں لہذا ٹھہر جائیں۔ اجازت دے دی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ "صاحبزادہ صاحب! اس سال دورۂ حدیث کے جتنے طلباء ہیں اُن میں آپ سے بڑھ کر سمجھدار اور ذہین کوئی طالب علم نہیں تھا۔ لیکن افسوس کہ والد ماجد کے اچانک انتقال پر آپ کو واپس جانا پڑ رہا ہے" پھر فرمایا۔ "صاحبزادہ صاحب حجرے کے اندر آجائیں" حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پگڑی لے آؤ۔

Marfat.com

حکم کی تعمیل ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے چارپائی پر لیٹے لیٹے صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کرادی۔ حدیث شریف کے پڑھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے سہارا دے کر بٹھایا جائے۔ چنانچہ آپ کو بٹھادیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے عجیب شفقت و محبّت کا مظاہرہ فرمایا اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے سینے سے لگایا۔ خصوصی توجہ فرمائی اور ممکن ہے کہ تصرف بھی فرمایا ہو۔

حضرت مولانا سلطان اعظم صاحب ؒ دورانِ درس بعض اوقات طلباء کو یہ بتلایا کرتے کہ جب استاذِ محترم حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے سینے سے لگایا تو میں نے محسوس کیا کہ پندرہ سال تک مَیں جن علوم و معارف کو سمیٹنے کیلئے سرگرداں رہا اُن سے دوگنا علوم میرے سینے میں منتقل ہوچکے ہیں۔ الوداع کرتے وقت آخر میں حضرت شاہ صاحب ؒ نے نصیحت فرمائی کہ "صاحبزادہ صاحب! یہاں سے واپس جا کر بیٹھ نہ جانا یا اپنے آپکو دُنیاوی مشاغل میں نہ جکڑ دینا، بلکہ جو دین آج تک پڑھتے رہے ہو، اسکی خدمت اور نشرواشاعت کیلئے اپنے آپ کو وقف کردینا"۔

مولانا موصوف ؒ نے اپنے قابل فخر اور انتہائی شفیق استاذِ محترم کی نصیحت کو دل کی تختی پر لکھ لیا اور پھر تادمِ آخر اپنے آپ کو درس و تدریس، وعظ و نصیحت، دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کردیا۔ (راوی: حافظ محمد رمضان، اوچھالی)

تعلیم سے فراغت

احادیث کی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت الاستاذ رحمہ اللہ واپس اپنے آبائی قصبہ صدیق آباد (کفری) تشریف لے آئے۔ جس وقت آپ واپس لوٹ رہے تھے تو پندرہ طلباء جو حضرت ؒ کے ساتھ چھچھ شریف میں پڑھ رہے تھے، نے درخواست کی کہ ہم آپ کے ساتھ صدیق آباد آنے کے خواہش مند ہیں تاکہ آپ ہمیں منطق و فلسفہ کی بڑی کتب پڑھائیں۔ حضرت ؒ نے حامی بھرلی۔ چنانچہ یہ طلباء آپ کے ساتھ صدیق آباد آگئے۔ جن میں دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا قطب الدین

Marfat.com

صاحب مرحوم و مغفور آف اوچھالہ بھی تھے۔ انہوں نے حضرتؒ سے منطق و فلسفہ کی بڑی کتب پڑھی ہیں۔ مولانا قطب الدین صاحب جیّد الاستعداد تھے جو بعد میں مدرسہ "دارالھدیٰ" چوکیرہ ضلع سرگودھا میں صدر المدرسین مقرر ہوئے اور تام دمِ واپسیں اسی مدرسہ میں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے تکمیل حدیث کے بعد اپنے وطن مالوف صدیق آباد میں باقاعدہ درس نظامی کی کتب پڑھانے کا آغاز کر دیا۔ رفتہ رفتہ مقامی و مسافر طلباء جمع ہوتے گئے تا آنکہ طلباء کی تعداد بیس کو جا پہنچی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گلشنِ دین کی بہاروں میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

میرے لئے انتہائی قابلِ احترام شخصیت استاذِ محترم جناب محمد خان صاحب آف صدیق آباد جو اُس وقت گورنمنٹ مڈل سکول اوچھالی کے ہیڈ ماسٹر تھے جب اس ناکارہ راقم الحروف نے سکول میں چھٹی کلاس کے لئے داخلہ لیا، نے پورے یقین اور وثوق کے ساتھ صاحبزادہ خبیب احمد صاحب کے سامنے بیان کیا ہے کہ حضرت الاستاذؒ نے ایک دفعہ میرے سامنے یہ فرمایا تھا کہ میں جھپڑ شریف سے دورہ حدیث کرنے کے بعد تدریس کے لئے مرولہ شریف چلا گیا تھا اور مسافر طلبہ بھی ساتھ ہی چلے گئے تھے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرولہ شریف کو چھوڑنے کے بعد واپس آکر پھر آپ نے صدیق آباد میں درسِ نظامی کا آغاز کیا۔

حضرتؒ دل کے دریا تھے۔ ایک عرصہ دراز تک مسافر طلباء کو کھانا اپنے گھر سے تیار کروا کے بھجواتے رہے جو کھانا خود کھاتے وہی کھانا طلبہ کو بھی کھلاتے رہے۔ طلباء جب زیادہ ہو گئے تو بعض طلبہ کا کھانا اہل محلہ کے گھروں میں بھی لگوا دیا۔ طلبہ خود جا کر گھروں سے لے آتے یا اہل محلہ خود پہنچا دیتے، یہ وہ دَور تھا جبکہ دین، حاملین دین اور طالبین دین کا احترام لوگوں کے دلوں میں موجود تھا۔ بڑی محبّت سے اور سعادتِ دَارین خیال کرتے ہوئے کھانا دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

تعلیمی دَورانیہ

پہلے لوگ قرآن وحدیث، فقہ اور فنون کی کتابیں پڑھنے کے لئے نہ تو آج کی طرح درجہ بندی کے پابند تھے اور نہ ہی تعلیم کو وقت دینے کیلئے بُخل سے کام لیتے تھے۔ پندرہ بیس سال تک علوم دینیہ اور معاونِ علوم وفنون پڑھتے رہتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایک باکمال، راسخ العلم، جید الاستعداد، دقیق النظر، وسیع المطالعہ، عالم وفاضل بن کر سامنے آتے اور معاشرے کی فوز وفلاح، تزکیہ، تعلیم وتربیت اور تعمیر انسانیت میں اپنی زندگیوں کو وقف کر دیتے۔ علوم میں پختگی، استحضار اور دلائل وبراہین کا ایک ایسا ذخیرہ اپنے پاس رکھتے کہ بڑے سے بڑا جدید علوم کا ماہر، فلسفی اور روشن خیال اُن سے پنجہ آزمائی نہیں کر سکتا تھا اور اگر کوئی فریب خوردہ اُن کے مقابلے میں میدانِ مناظرہ میں اُترتا تو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوتا اور آئندہ کے لئے ہمیشہ سے اُن کے مقابلے میں مناظرہ ومباحثہ سے توبہ کر لیتا۔

حضرت رحمہ اللہ کا تعلیمی دَورانیہ بھی تقریباً پندرہ سال پر محیط ہے۔ پڑھتے پڑھتے اتنے جید الاستعداد بن گئے کہ اُن کے استاذِ محترم نچلے درجے کے اسباق زمانہ طالب علمی میں اُن کے حوالے کر دیتے کہ وہ طلبہ کو پڑھائیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ ایک ہی وقت میں متعلم بھی تھے اور معلم بھی۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

نکاحِ مسنون:

تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں کے ایک معزز خاندان جس کے سربراہ ملک غلام حسین اعوان تھے، کی صاحبزادی سے عقدِ نکاح ہوا۔ زوجۂ محترمہ بڑی عبادت گزار اور شب زندہ دار تھیں۔ اُنہوں نے حضرتؒ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ قرآن کریم حفظ وناظرہ اور ضروری فقہی مسائل گاؤں کی بچیوں کو خود پڑھایا کرتی تھیں۔ کثیر تعداد میں گاؤں کی بچیوں نے آپ سے دینی فیض پایا۔

Marfat.com

باب نمبر 3

نصابی کتب

درج ذیل کتب حضرتؒ کے ہاں پڑھائی جاتی تھیں

نمبر شمار	علم وفن	نصابی کتب
۱	صرف واشتقاق عربی	صرف بہائی، میزان الصرف، منشعب، پنج گنج، صرف میر، علم الصیغہ، ابواب الصرف، فصولِ اکبری، شافیہ، قانونچہ شاہ ولایت، مراح الارواح، زنجانی، قانونچہ کھیوالی۔
۲	نحو عربی	نحو میر، شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح ابن عقیل علی الفیہ بن مالک، شرح جامی، متن متین
۳	قراءت	شاطبیہ
۴	ادب عربی	مفید الطالبین نفحۃ العرب، نفحۃ الیمن، مقامات، دیوانِ متنبی، دیوان حماسہ، سبعہ معلقات،
5	اصولِ حدیث	نخبۃ الفکر
۶	اصولِ تفسیر	الفوز لکبیر فی اصول التفسیر
۷	کلام وعقائد	شرح العقائد، مسامرہ، خیالی
۸	بلاغتِ عربی	تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، مطول، اُمورِ عامہ
۹	فتاوٰی	شرح عقود رسم المفتی

Marfat.com

۱۰	فرائض (میراث)	شریفیہ، مختصر السراجی
۱۱	قواعدِ فقہِ حنفی	الاشباہ والنظائر
۱۲	حِکَمُ الشرائع	حجۃ اللہ البالغہ
۱۳	فقہ	نورالایضاح، قدوری، منیۃ المصلی، کنزالدقائق، شرح الوقایہ، ہدایہ (مکمل)
۱۴	اصولِ فقہ	اصول الشاشی، نورالانوار شرح المنار، حسامی، توضیح شرح تنقیح، تلویح شرح توضیح
۱۵	تفسیر	جلالین، بیضاوی، انوار التنزیل، مدارک التنزیل
۱۶	منطق	تیسیرالمنطق، صغریٰ کبریٰ، ایسا غوجی، میر ایسا غوجی، رسالہ شمسیہ (قطبی)، سعدیہ شرح شمسیہ، مرقات، شرح تہذیب، میر قطبی، رسالہ میرزاہد، سلم العلوم، ملاحسن شرح سلم العلوم، حمد اللہ، قاضی مبارک
۱۷	ناظرہ	شریفیہ، رشیدیہ
۱۸	حکمت و فلسفہ	ہدایۃ الحکمۃ، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، صدرا، شمس بازغہ
۱۹	ھیئت	التصریح، ملخص چغمینی، شرح چغمینی، تشریح الافلاک، القانون المسعودی
۲۰	حساب	خلاصۃ الحساب
۲۱	ہندسہ	بست باب، اقلیدس
۲۲	تاریخ	تاریخ الخلفاء، تاریخ ابو الفداء، ابن سعد، تاریخ

Marfat.com

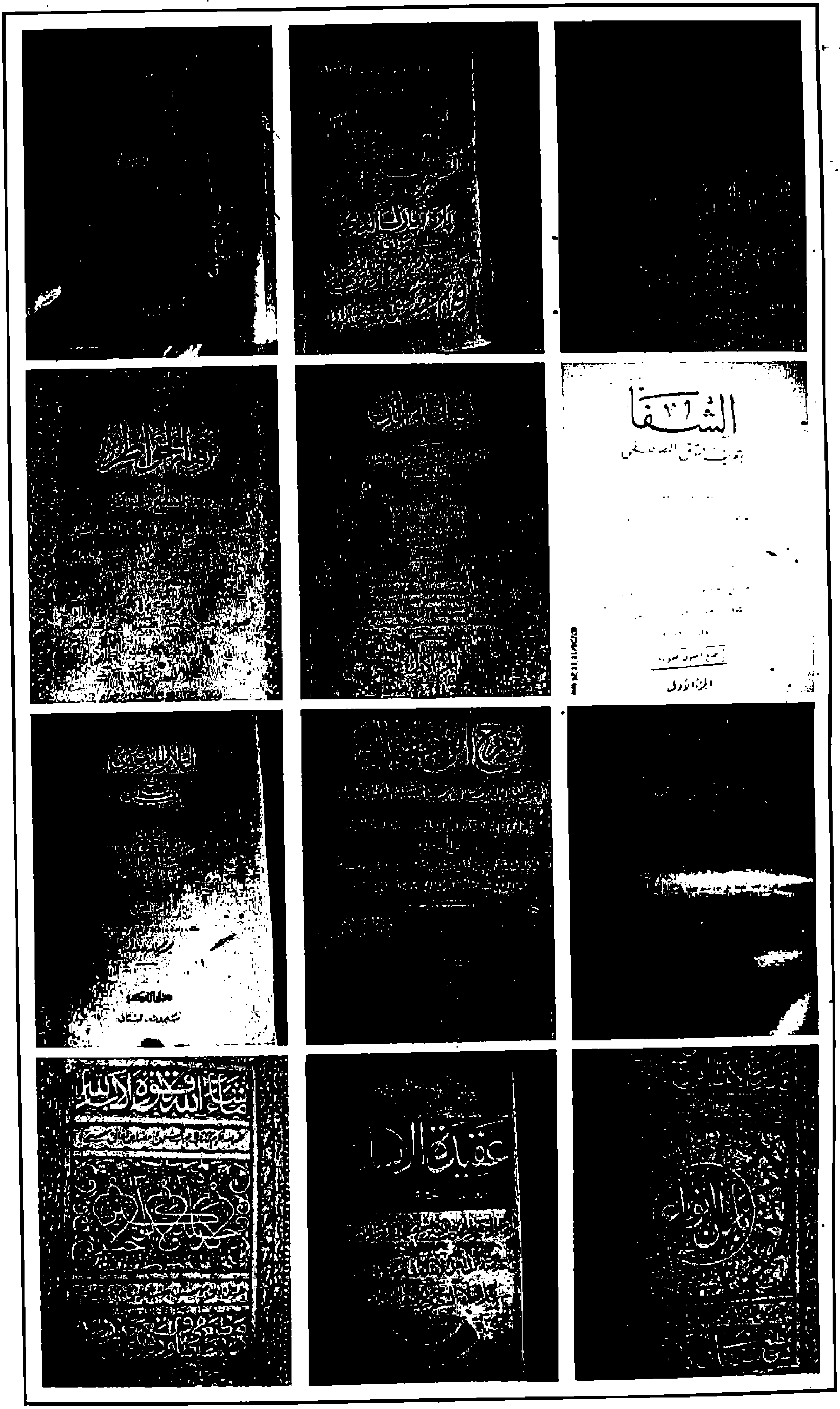

Marfat.com

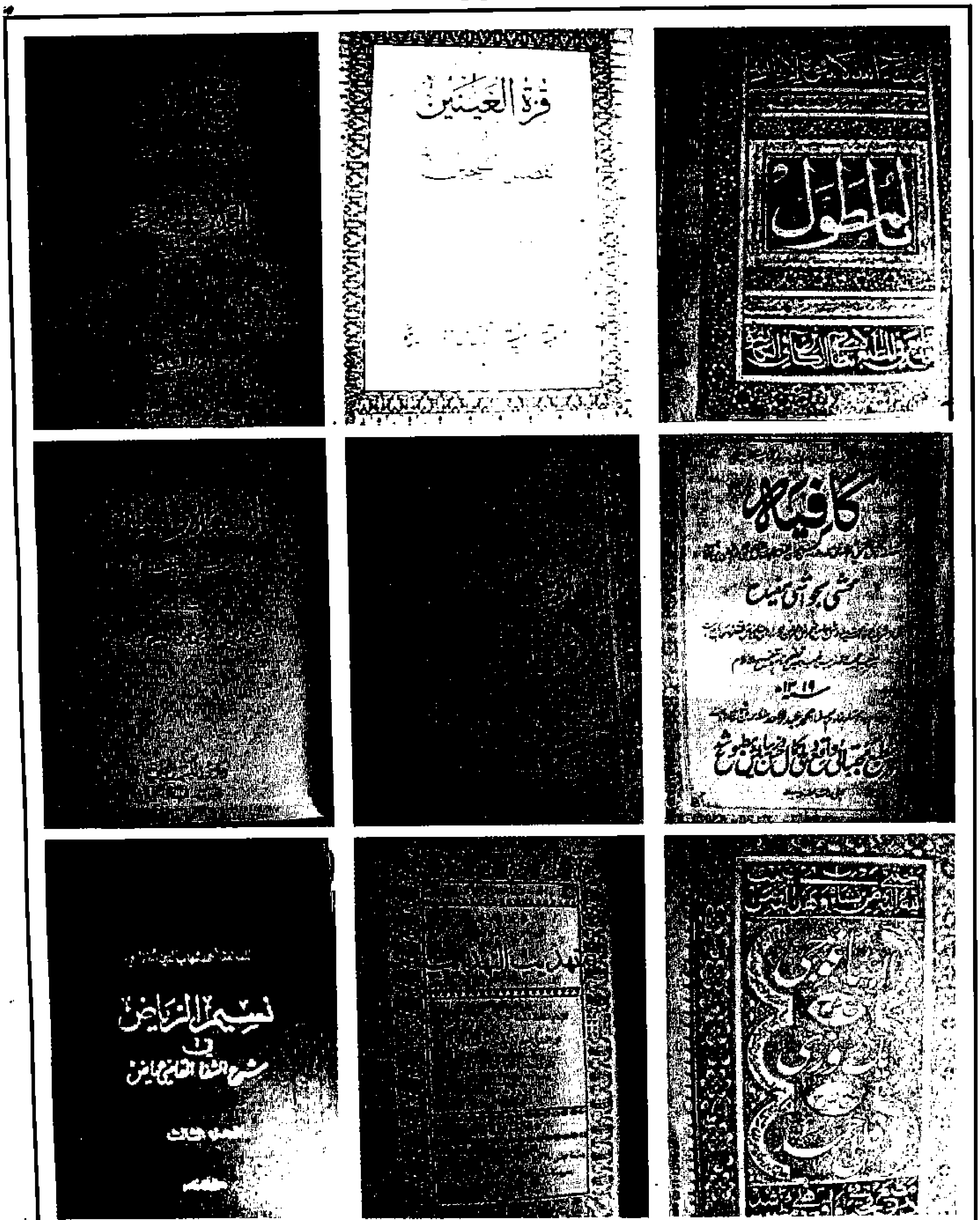
قرة العينين
المطول
نسيم الرياض
في
شرح الطيبي
مشكاة المصابيح

Marfat.com

53C

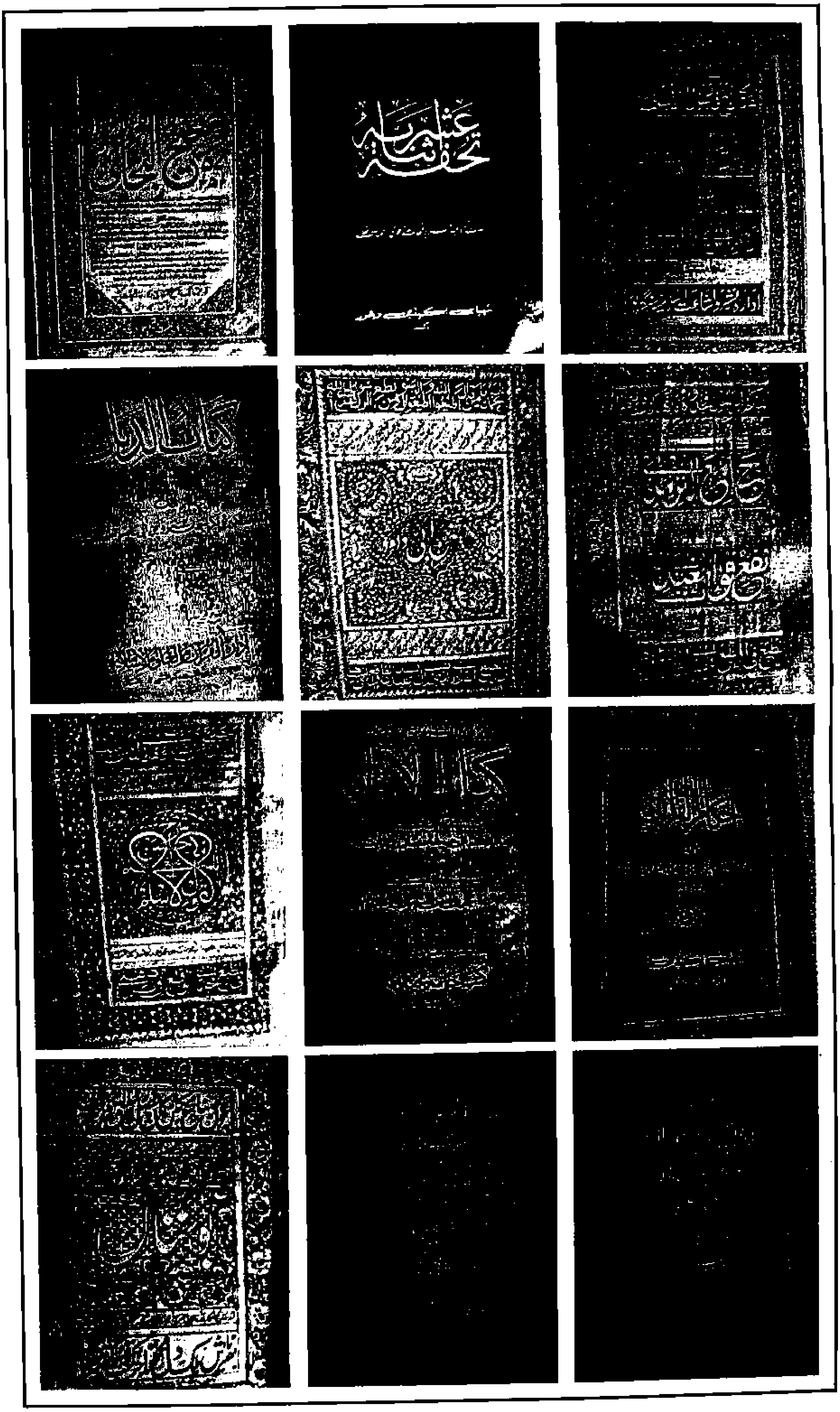

Marfat.com

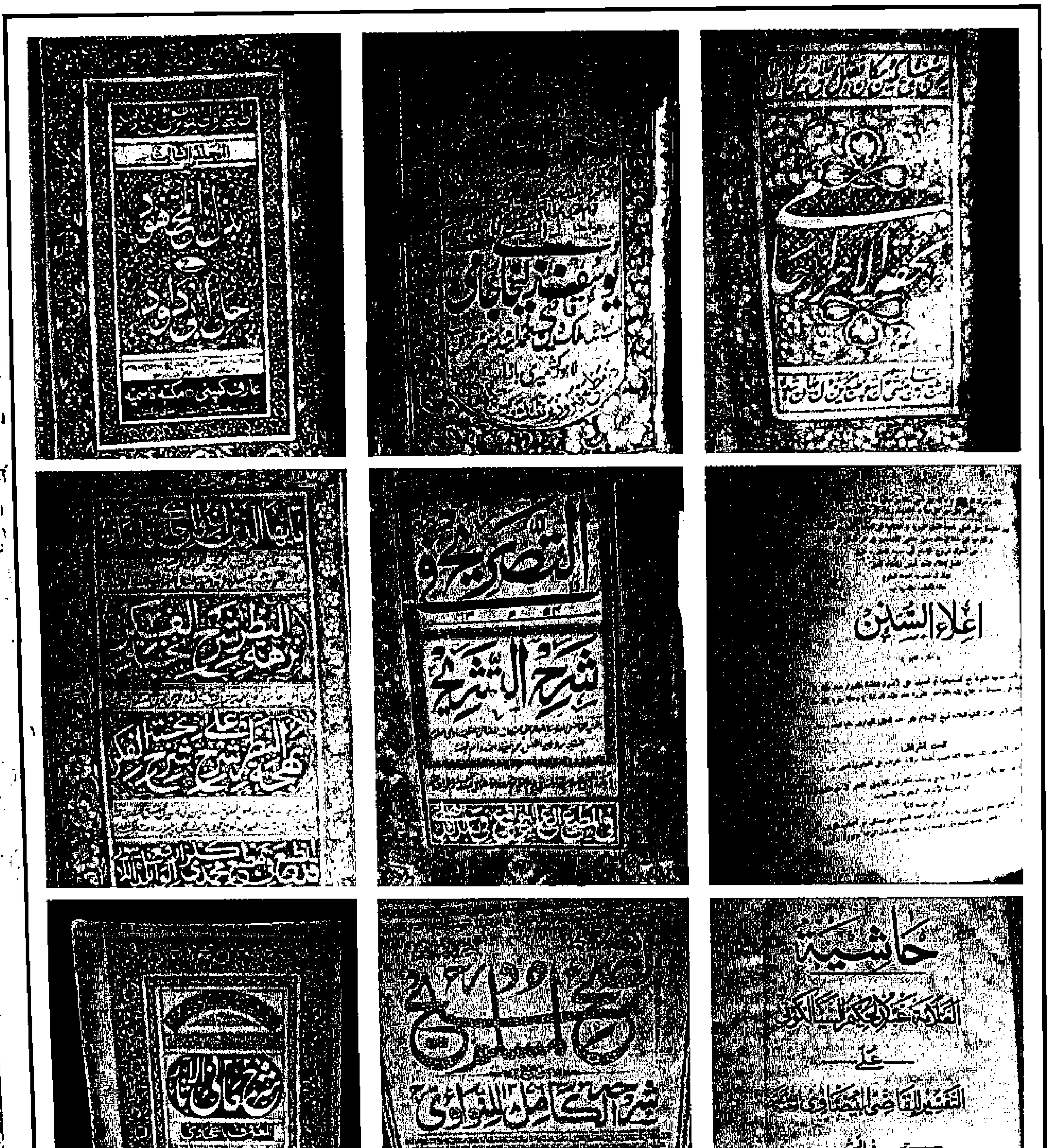

Marfat.com

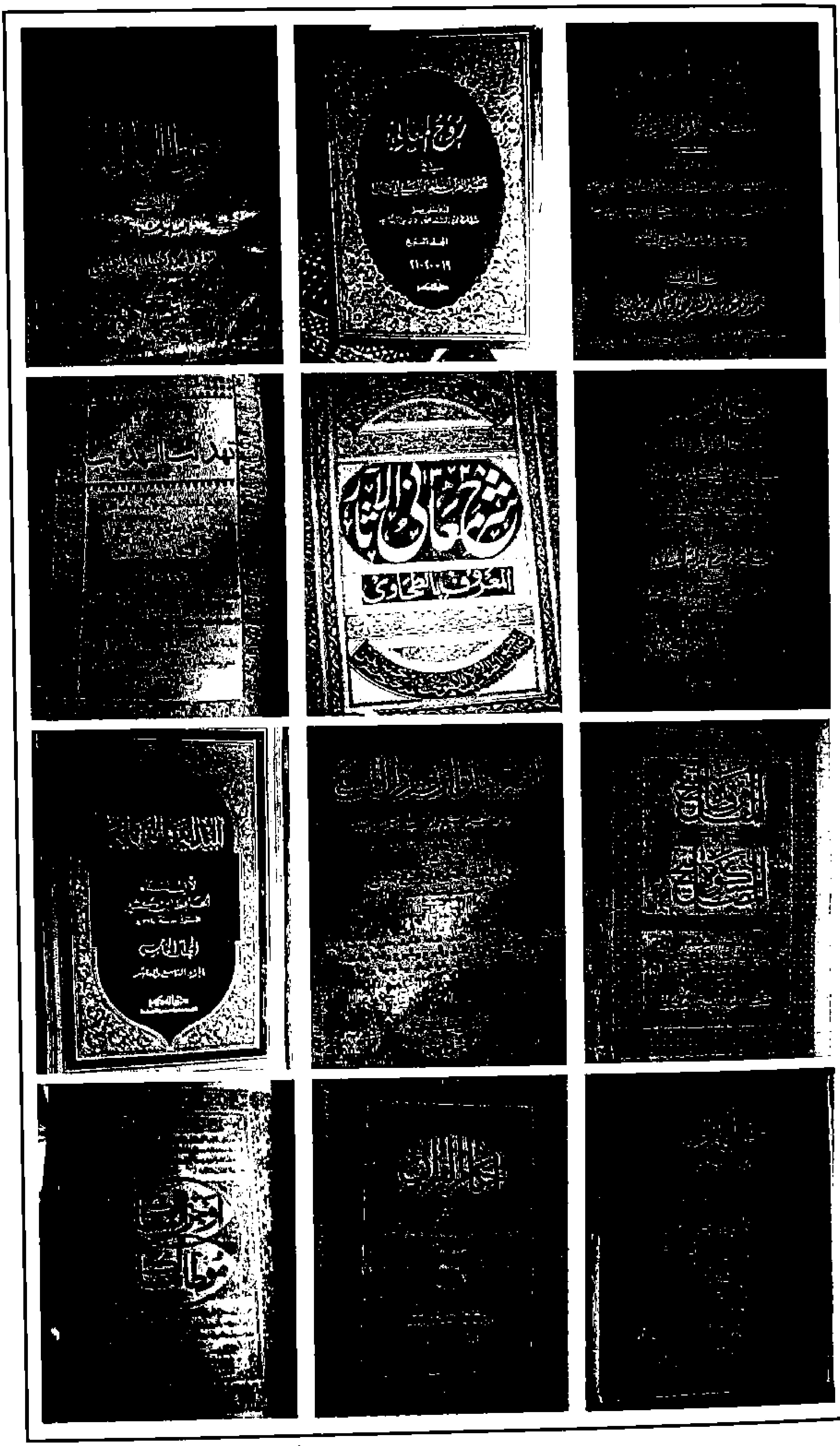

Marfat.com

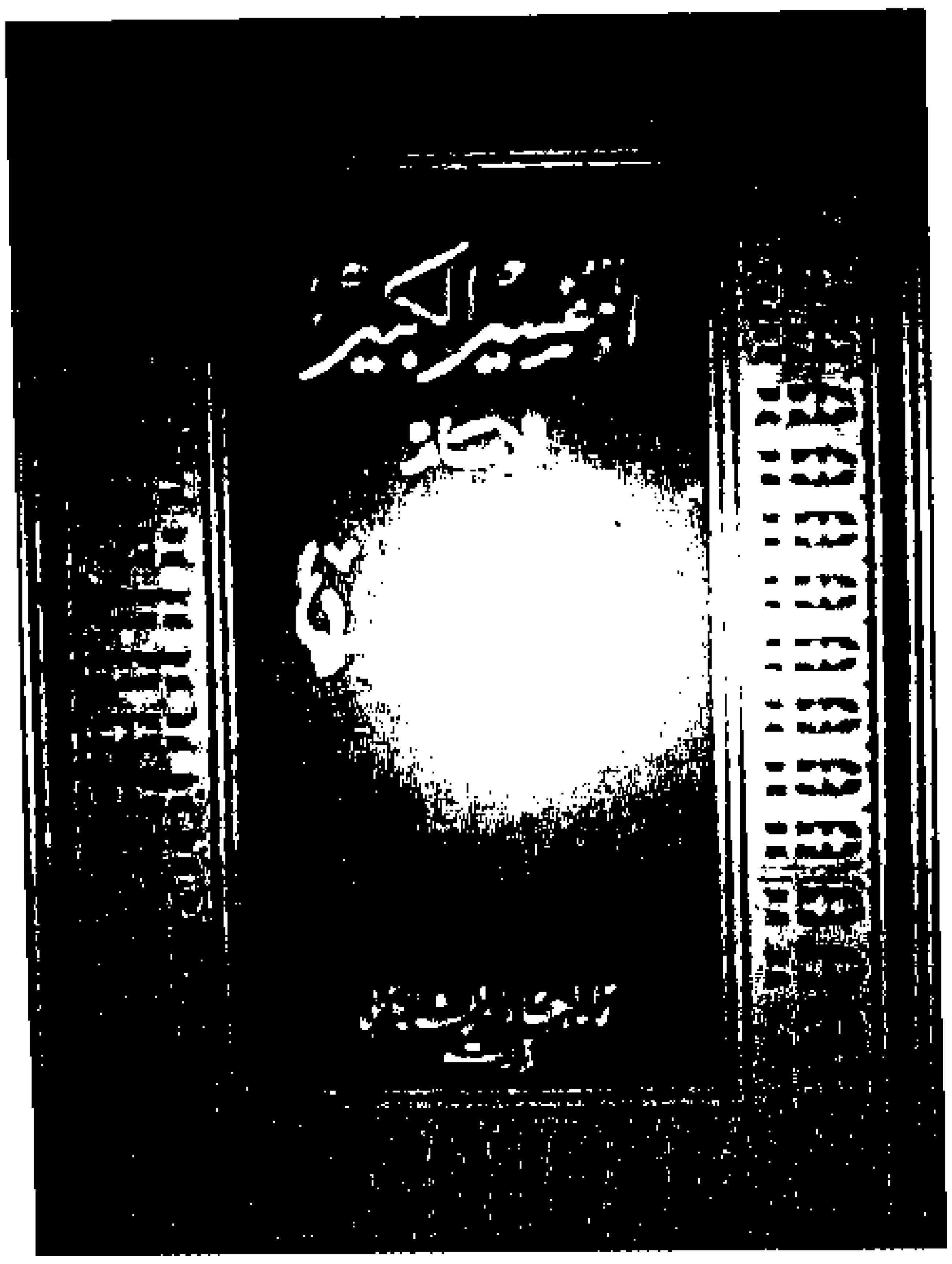

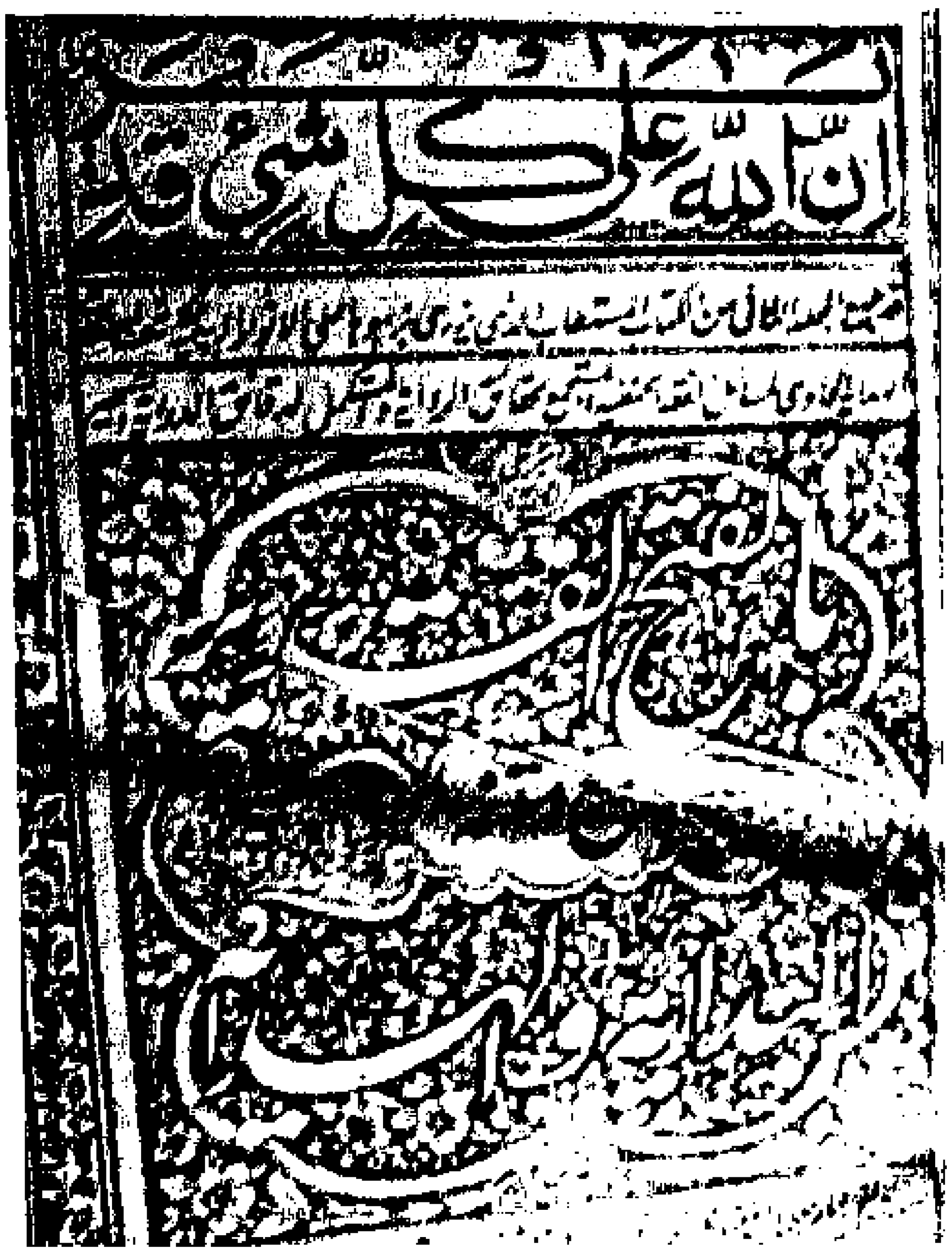

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے کتب خانہ کی بعض کتابوں کے ٹائیٹلز کے عکس جن کو لینے کے لیے ہمارے ساتھ مرکزی جامع مسجد صدیق آباد کے شعبہ حفظ و ناظرہ کے استاذ قاری محمد یوسف صاحب اور اُن کے دو شاگردوں، حافظ محمد سعد عثمان اور محمد وقار ایوب کا تعاون حاصل رہا۔

Marfat.com

		یعقوبی، معارف، طبری، فتوح البلدان
۲۳	العروض والقوافی	محیط الدائرہ، عروض المفتاح
۲۴	حدیث	زادالطالبین، ریاض الصالحین، مشکوٰۃ المصابیح، الجامع الصحیح البخاری، صحیح مُسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، شرح معانی الآثار (طحاوی) کتاب الشمائل، موطاامام مالک و موطاامام محمد
۲۵	فارسی	کریما، نامِ حق، پندنامہ، گُلستان، بوستان، مالابدمنہ، یوسف زُلیخا، سِکندرنامہ، دیوانِ حافظ، مثنوی

Marfat.com

نصابی کتب کا انتخاب

حضرت رحمہ اللہ کے ہاں عصر حاضر کے مدارس اور جامعات کی طرح درجہ بندی نہیں تھی کہ درجہ کو سامنے رکھ کر علوم وفنون کی کتابوں کا انتخاب کیا جاتا، بلکہ جس طرح خود آپ نے اپنے اساتذۂ کرام سے جس ترتیب کے ساتھ کتب پڑھی تھیں، اسی ترتیب سے طلبہ کو بھی پڑھاتے اور ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا کہ آپ نے طلبہ کو کسی کتاب کا بعض حصہ پڑھایا ہو اور بعض کو چھوڑ دیا ہو۔ اکثر عادتِ مبارکہ کتاب کو از اول تا آخر پڑھانے کی تھی اور اسی طرح تعلیمی مدت کے لئے آجکل کی طرح آٹھ سال کی کوئی قید نہ تھی۔ عموماً ذوق رکھنے والے طلباء آٹھ برس سے زیادہ مدت نصابی کتب کو دیتے تھے، جس کی وجہ سے طلبہ میں علومِ متداولہ میں مہارت، رُسوخ اور عُمق جیسی صفات پیدا ہو جاتی تھیں۔

ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ حضرت رحمہ اللہ نے طلباء کے لئے کوئی یومیہ تعلیمی دورانیہ مقرر نہیں کر رکھا تھا۔ جیسا کہ آجکل کے مدارس میں تعلیمی اوقات طے شدہ ہوتے ہیں۔ آپ کی شان بڑی عجیب تھی۔ آپ نے اپنی ذات کو طلبہ کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ طلباء پر انتہائی شفقت فرماتے۔ طلبہ کی ہمدردی وخیر خواہی آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دیکھا گیا کہ آپ تہجد کی نماز کے بعد، نمازِ فجر سے پہلے، نمازِ فجر کے بعد، نمازِ اشراق کے بعد اور صبح کے ناشتہ کے بعد ظہر سے پہلے تک، ظہر کے بعد عصر تک، بعض اوقات عصر کے بعد بھی اور نمازِ مغرب وعشاء کے بعد بھی اسباق پڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ درجہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ کے اسباق جُدا جُدا ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو وقت زیادہ دینا پڑتا تھا۔ طلبہ کو اسباق کا ناغہ نہ کرنے دیتے تھے۔ اگر کسی نے ناغے کا سوچا تو از خود اس کے پاس پہنچ جاتے یا اُسے بُلوا لیتے اور سبق شروع کرا دیتے۔ سبق کے ناغے کو آپ ناپسند فرماتے اور اُسے بڑا نقصان قرار دیتے۔ فرماتے کہ ایک ناغہ کرنے سے بھی طلبہ کے ذوق شوق میں کمی

Marfat.com

آجاتی ہے اور اسباق کا باہمی رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ شیطان کو تحصیل دین جیسے عظیم مقصد سے طلبہ کو ورغلانے کا موقع مل جاتا ہے۔

اندازِ تدریس

اس ناکارہ راقم الحروف نے عرصہ چار سال تک حضرت رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت اور جوتیاں سیدھی کرنے کا شرف نصیب فرمایا۔ متعدد چھوٹی بڑی کتابیں پڑھنے کی توفیق عطا ہوئی۔

مثلاً صرف میں، ابواب الصرف (فارسی) قانونچہ شاہ ولایت نحو میں، نحو میر (فارسی) شرح مائۃ عامل، ہدایت النحو، کافیہ اور شرح جامی فقہ میں، نورالایضاح، قدوری، کنز الدقائق، شرح الوقایہ، اصولِ فقہ میں، اصول الشاشی، نورالانوار، حُسامی ادب میں، نفحۃ العرب، نفحۃ الیمن، مقامات، متنبی، منطق میں ایساغوجی، مرقات، شرح تہذیب اور قطبی، ترجمۂ قرآن پاک اور اسکی تفسیر۔ فارسی کتب میں، کریما، نام حق، پند نامہ، مالا بدمنہ، گُلستان، بوستان۔

علمائے کرام سے سُنا ہے کہ استاذ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہُ اللہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) استاذ اور باپ میں فرق بیان کیا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے، اچھا صاحب! استاذ اور باپ میں فرق یہ ہے کہ باپ تمہارے ظاہری جسم کی نگہداشت کرتا ہے، تمہاری جسمانی تربیت کرتا ہے، تمہارے کھانے پینے، علاج معالجہ، اوڑھنے بچھونے کے علاوہ اپنی وسعت کے مطابق ضروریات زندگی کا انتظام کرتا ہے جبکہ استاذ تمہاری روحانی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اُٹھاتا ہے۔

یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو کہ روح جسم سے افضل ہے مگر اس دُنیا میں جسم کے احکام غالب ہیں اور جسم ہی ہمیں چلتا پھرتا اور دوڑتا بھاگتا نظر آتا ہے۔ لیکن قبر یعنی عالمِ برزخ میں روح کو غلبہ حاصل ہوگا اور پھر عالمِ آخرت میں دونوں برابر ہو جائیں گے۔

Marfat.com

باپ کی ظاہری تربیت بس اس دنیوی زندگی تک رہے گی یا زیادہ سے زیادہ قبر تک چلے جائے گی۔ لیکن استاذ کی تعلیم و تربیت کے اثرات اور نتائج و ثمرات ایک مُسلم کے لئے ابد الآباد تک باقی رہیں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دِن جب اہل جنّت کو جنّت میں داخل کر دیا جائیگا تو اللہ رب العزت اُن سے مخاطِب ہو کر سوال کریں گے، "سَلُونی ماشِئتُم" یعنی "مجھ سے مانگو کیا مانگتے ہو" اس پر جنتی کہیں گے کہ "یا اللہ! آپ راضی ہو جائیں" اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ اگر میں راضی نہ ہوتا تو تمہیں اپنی جنّت میں داخل ہی کیوں کرتا؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے بغیر اسکی جنّت میں داخل ہی کون ہو سکتا ہے؟

اس وقت اہل جنّت ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور اشاروں میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا مانگیں؟ وہ کونسی نعمت ہے؟ جس سے جنّت بھی خالی ہے؟ اسکی تو شان یہ ہے "ولکم فیھا ما تشتھِی اَنْفُسُکمُ" جنّت میں تمہیں وہ کچھ ملے گا جو تم چاہو گے۔ بقول بعض اللہ والوں کے کہ جنّت کیا ہو گی، ایک قسم کی خدائی ہو گی۔ خیر کچھ لوگ کہیں گے کہ عُلمائے کرام کے پاس چلتے ہیں اور اُن سے سوال کریں گے۔ دُنیا میں جب ہمیں کوئی مسئلہ پیش آتا تو ہم عُلمائے کرام کی طرف رُجوع کرتے تھے۔ جب اہلِ جنّت عُلمائے کرام کے پاس جا کر سوال کریں گے تو جواب ملے گا کہ "اللہ تعالےٰ سے اُن کی زیارت کا سوال کرو" چنانچہ اہلِ جنّت عرض کریں گے "اے ہمارے معبودِ حقیقی، اَے ہمارے خالق و مالک، اَے ہمارے پروردگار! اپنی زیارت کرا دیجئے" اس پر اللہ تعالیٰ اہلِ جنّت کو اپنی شان کے مطابق اپنا دیدار کرائیں گے، جس میں وہ لذت ہو گی جسے الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ایک قول کے مطابق "علمائے کرام" سے مراد "اساتذہ کرام" ہیں جن سے اہل جنت سوال

Marfat.com

کریں گے۔ حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس کی یہ گفتگو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ "اساتذہ کرام" کا مقام ایک لحاظ سے حقیقی اور نسبی والدین سے بڑھ کر ہے، کیونکہ والدین اگر جسمانی نشو ونما کے لئے اسباب فراہم کرتے ہیں تو "اساتذہ کرام" روح کو نفسانی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک کرکے اُسے نورانی بنادیتے ہیں۔

اہلِ علم پر یہ بات چنداں مخفی نہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اساتذہ کرام کا کتنا ادب واحترام کرتے تھے۔ کتابوں میں یہ بات ملتی ہے کہ آپؒ نے عُمر بھر اپنے استاذِ محترم کے گھر کی طرف پیٹھ تک نہیں کی اور نہ ہی اس طرف پاؤں پسارے ہیں۔ اس حقیقت کو چھپانا سراسر عدل وانصاف کے خلاف ہوگا کہ علوم تو سینے میں اساتذۂ کرام کی جوتیاں سَر پر رکھنے سے آتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اساتذۂ کرام کے ادب و احترام اور خدمت کے ایسے واقعات ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔

شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے واقعات اساتذۂ کرام کی خدمت اور ادب واحترام کے حوالے سے واقعی قابلِ صد تحسین وآفرین اور لائقِ تقلید ہیں۔ جزیرۂ مالٹا کی جیل میں اپنے استاذِ محترم شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ کے ساتھ اسارت کی زندگی گزار رہے تھے۔ شدید سردی کا موسم تھا، نماز کے لئے پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اپنے شیخ اور استاذِ محترم کو ٹھنڈے پانی کی تکلیف سے بچانے کی خاطر وضو کے لئے پانی کا لوٹا ساری رات اپنے پیٹ کے ساتھ لگائے رکھتے تاکہ پانی کی ٹھنڈک پیٹ کی حرارت سے اعتدال پر آجائے اور استاذِ محترم کو وضو کرنے میں آسانی رہے۔ یہ ایک واقعہ بطورِ عبرت وسبق کے نقل کردیا گیا ورنہ عُلمائے دیوبند کی تاریخ میں ایسے ہزاروں واقعات مل سکتے ہیں۔

آمدم برسرِ مطلب، استاذی واستاذ العلماء نمونۂ اسلاف حضرت مولانا خدا بخش صاحب نور اللہ مرقدہ راقم الحروف کے محبوب اساتذہ میں سے ہیں۔ اُن سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے پر بندہ کو بجا طور پر فخر ہے۔

Marfat.com

حضرت رحمہُ اللہ تعالےٰ کا اندازِ تدریس کیسا تھا؟ اس کو بیان کرنے سے پہلے اس بات کو بیان کرنا ضروری ہے کہ اکابر عُلمائے دیوبند کا اندازِ تدریس کیا تھا؟ واضح رہے کہ اکابر کے ہاں اندازِ تدریس دو طرح کا چلا آرہا ہے۔ ایک تو وہ اندازِ تدریس ہے جو حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمہُ اللہ تعالےٰ کا ہے یعنی مختصر اور جامع۔ مَتنِ کتاب اور کتاب کے متن کے ساتھ اسکی تحریر شدہ شرح کو اس طرح عام فہم اور سہل انداز میں حل کردیں کہ طُلباء کے چہرے کے آثار اور تاثرات اس بات کا نمایاں طور پر اعلان کررہے ہوں کہ سبق سمجھ میں آگیا ہے۔ سبق سمجھ لینے کے بعد طالب علم کا چہرہ پھول کی طرح کِھلا ہوا ہوگا۔ اور اس کے ذوق شوق میں اضافہ ہوجائیگا۔ سبق سمجھ نہ آنے کے بعد طالب علم کا چہرہ مُرجھایا ہوا ہوگا اور مایوسی کے آثار نمایاں ہوں گے۔ دِل بجھ جائے گا، ذوق شوق میں کمی آجائے گی اور حساس طبیعت رکھنے والا طالب علم یہ محسوس کرے گا کہ مَیں وقت ضائع کررہا ہوں۔ حضرت شیخ الهند مولانا محمود حسن قدس سرّہٗ العزیز کے "تراجم بخاری" کو دیکھا جائے تو آپ کو واضح طور پر اس میں اختصار اور جامعیت نظر آئے گی۔ اُن کے ہاں ترجمۃ الباب پر مختصر اور جامع تقریر ہوتی تھی۔ عبارت کی تصحیح اور باب کے مضمون پر توجہ مرکوز رہتی۔

دورۂ حدیث شریف کے زمانہ میں احادیث کے ترجمہ کے بجائے ترجمۃ الباب کی تطبیق اور اس کے ذیل میں آنے والی روایات سے فقہی مسائل کا استنباط، فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالےٰ کے اختلاف اور اُن کے کتاب اللہ، سُنتِ رسول اللہ، اجماع اور قیاس سے تفصیلی دلائل بیان کرنے کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ رحمہُ اللہ تعالےٰ کا مسلک، اس کے دلائل اور وجہِ ترجیح کو بیان کیا جاتا۔ یہی طریقہ اور اندازِ تدریس حضرت شیخ الهند کے تلامذہ میں سے شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنی رحمہُ اللہ تعالےٰ کا تھا۔ مشکل سے مشکل ترین بات کو انتہائی سادہ اور عام فہم الفاظ میں شاگردوں کے دل ودماغ میں اُتار دینا، اُن کا خاصہ تھا۔

Marfat.com

تدریس کا دوسرا انداز وہ تھا جس سے استاذ الاساتذہ آیۃٌ من آیات اللہ محدثِ عظیم حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مشہور تھے۔ جن کے ہاں مذکورہ بالا طریقہ کے ساتھ ساتھ علوم وفنون کا استحضار بھی پایا جاتا تھا۔ ایک ایک مسئلے پر "مالہ اور ماعلیہ" کے اعتبار سے طویل از طویل ابحاث کی جاتی تھیں۔ فقہی مسائل کا استدلال، نحوی، صرفی، منطقی اور فلسفی بحثیں ہوتی تھیں۔ عقلی اور نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے جاتے تھے۔ تردیدِ مذاہب باطلہ کا بھی ایک طویل سلسلہ جاری رہتا۔

استاذُ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا طرزِ تدریس حضرت شیخ الہند اور مولانا سیّد حسین احمد رحمہما اللہ تعالےٰ جیسا مختصر اور جامع تھا۔

مرولہ شریف میں تدریس

درسِ نظامی سے فراغت کے بعد حضرتؒ واپس اپنے وطن مالوف صدیق آباد (کفری) تشریف لے آئے۔ چند دنوں کے بعد خواجہ مُحمد حسین مرولوی کی طرف سے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور درخواست کی کہ خواجہ صاحب کی خواہش ہے کہ آپ مرولہ شریف تدریس کے لیے تشریف لائیں۔ خواجہ صاحب مرحوم کا میلان علمائے دیوبند کی طرف تھا۔ اور وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ علم عُلمائے دیوبند کے پاس ہے۔ جیسا کہ مولوی مُحمد عمر اچھروی متعصب بریلوی نے اپنے بیٹے عبد الوہاب کو عُلمائے دیوبند کے دینی مرکز جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ دلوایا۔ کسی عقیدت مند بریلوی نے حیرت میں ڈوب کر سوال کیا کہ آپ دیوبندیوں سے مناظرے کرتے ہیں اور اُن کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں لیکن اپنے بیٹے کو دیوبندیوں کے مدرسہ میں داخلہ دلوا رکھا ہے، کیوں؟ اس پر مولوی مُحمد عمر اچھروی نے اندر کی بات کہہ دی، کہا کہ: بریلویوں کے مدرسہ میں بیٹے کو داخل کرا کر جاہل تو نہیں بنانا، علم تو عُلمائے دیوبند کے پاس ہے"۔ خواجہ مُحمد حسین مرولوی مرحوم اگرچہ مسلک بریلوی سے تعلق رکھتے تھے تاہم متعصب نہیں تھے بلکہ ایک درجہ میں عُلمائے دیوبند سے محبّت کرتے تھے اور طبعی رجحان بھی رکھتے تھے۔

Marfat.com

اُنہیں اپنے مدرسہ میں تدریس کے لیے مسلک بریلوی کا کوئی ذی استعداد اور جید عالم دین نظر نہیں آیا تو ان کی نظرِ انتخاب حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ پر پڑی اور اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج کر اپنے ہاں تدریس کی درخواست کی۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ حضرتؒ اگر تشریف لاتے ہیں تو صاحبزادگان کو بھی علم کی دولت نصیب ہو سکتی ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ، خواجہ صاحب کی درخواست پر مرولہ تشریف لے گئے اور تدریس کا آغاز کر دیا۔ آپ کی آمد کی خبر پا کر مضافات سے کئی اور طلبہ بھی جمع ہو گئے۔ صاحبزادگان تو عموماً محنت سے جی چراتے ہیں اُن کے مزاج میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ بچپن ہی سے مُریدین دست بوسی اور قدم بوسی شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے اُن میں غرور و تکبّر اور بڑا ہونے کی ذہنیت دھیرے دھیرے پرورش پاتی رہتی ہے۔ علم کے لیے محنت و مشقت کے وہ عادی نہیں ہوتے اس لیے دوسرے طلبہ سے وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ مرولہ شریف کے صاحبزادگان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے طلبہ خوب محنت کرتے، راتوں کو بیدار رہ کر تکرار اور مطالعہ میں مصروف رہتے اور استاذِ محترم کی محبّت اور شفقت کے مستحق ٹھہرتے، ذہین اور محنتی طلبہ کی طرف اساتذہ کرام کا میلان، توجہ اور محبّت ایک فطری عمل ہے۔ حضرت الاستاذؒ کی محنت اور توجہ صاحبزادگان کے مقابلہ میں دوسرے طلبہ کی طرف زیادہ تھی۔ اس چیز کو انہوں نے محسوس کیا اور اپنے والد صاحب خواجہ مُحمد حسین مرحوم سے حضرتؒ کی شکایت کی۔ انہیں بھی یہ بات اچھی نہ لگی اور حضرتؒ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور کہا کہ آپ دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں صاحبزادگان کو ترجیح دیں۔ لیکن حضرتؒ کا ضمیر اسے کیسے گوارا کر سکتا تھا؟ بس یہ اختلاف کی بنیاد تھی، جس کے بعد حضرتؒ نے تدریس سے معذرت کر لی اور واپس صدیق آباد لوٹ آئے اور یہاں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھ کر تدریس کا کام شروع کر دیا۔

(راوی: ماسٹر احمد حسن، صدیق آباد)

Marfat.com

ذوقِ مطالعہ

اللہ تعالےٰ نے آپ کو عمر طویل عطا فرمائی تھی۔ عمر کا ایک تہائی حصہ تو آپ نے تحصیلِ علومِ دینیہ میں لگا دیا، جبکہ باقی دو تہائی درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت میں قربان کر دیا۔ ذوقِ مطالعہ کیسا تھا؟ بس یوں کہہ سکتے ہیں کہ کتب بینی اور مطالعہ آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی آپ یا تو درسی و نصابی کتب کا مطالعہ کر رہے ہوتے یا آپ کے ہاتھ میں اُمہات الکتب میں سے کوئی کتاب ہوتی اور اس میں مستغرق ہوتے۔ مطالعہ کا ذوق شوق عمر کے آخری حصہ تک مسلسل رہا۔ صبح نمازِ اشراق کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد واپس مسجد میں تشریف لے آتے اور اپنے دارالمطالعہ "مشرقی حجرے" میں بیٹھ جاتے اور کتاب لیکر اس میں ڈوب جاتے۔ عام طور پر درج ذیل کتب کا مطالعہ فرماتے۔

حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، تحفہ اثنا عشریہ، اشعۃ اللمعات، دُرِ مختار (فتاویٰ شامیہ) فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر، کنز الدقائق، ہدایہ، فتح الباری شرح بخاری، تفسیر ابن کثیر عربی، تفسیر روح المعانی عربی، اردو تفاسیر میں معارف القرآن اور تفسیر عثمانی بھی دیکھ لیتے۔ حضرتؒ کا مزاج اُردو زبان میں لکھی گئی کتب کا مطالعہ کرنے کا نہ تھا۔ بس عربی و فارسی زبان میں لکھی گئی کتب کا مطالعہ شوق سے فرماتے۔ مطالعہ کا ذوق الحمد للہ عمر کے آخری حصہ تک باقی رہا۔ چورانوے سال کی عمر تک قوتِ بینائی اور قوتِ سماع بالکل صحیح رہیں۔ کتب کا باریک سے باریک حاشیہ بھی پڑھ لیتے تھے۔

خطابت

حضرت رحمہ اللہ ایک عرصہ دراز تک مرکزی جامع مسجد صدیق آباد میں جمعہ کا خطبہ دیتے رہے۔ نمازِ جمعہ سے پہلے آپ کا عام فہم، سادہ، بے تکلف، مدلل اور پُراثر و

Marfat.com

پُرکشش پنجابی زبان میں بیان ہوتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) نہیں تھا۔ لوگ آپ کا بیان سُننے کے لئے وادئ سون کے کئی قصبات و دیہات سے حاضر ہوتے تھے، جن میں کورڈھی، اوچھالی، انگہ، سبھرال اور کھوڑہ جیسی آبادیاں سرفہرست ہیں۔ آپ کا بیان سننے کے لئے اہل محبّت وعقیدت ہمہ تن گوش ہوتے۔ قریب قریب اور مل کر بیٹھتے۔ یہ حضرتؒ کے زہد و تقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، خدا ترسی و خدا شناسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کا بیان سننے کے بعد سامعین کو عمل کی توفیق ملتی اور آپ کی گراں بہا اور سوز و گداز سے لبریز باتیں صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھتے بلکہ آگے دوسرے لوگوں تک پہنچاتے۔ اہلِ علاقہ آپ کی باتوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور انہیں اہمیت دیتے اور اُن پر عمل کرنے کی فکر اور کوشش کرتے۔

ایک زمانہ تک صرف آپ کی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی جاتی رہی ہے، کسی دوسرے شخص کو آپ کے مقابلہ میں علیحدہ نمازِ جمعہ پڑھانے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ شہر کے اتحاد و اتفاق کی یہ بڑی قابل قدر، خوش کن صورتحال تھی۔ اسی طرح عیدین کی نمازیں بھی پورا شہر آپ کی اقتداء میں پڑھتا تھا۔ اور ایسے مواقع پر بعض اوقات آپ معاشرے میں پائی جانے والی غیر شرعی رسومات و بدعات پر سیر حاصل بحث کر کے سامعین لوان کے ترک کرنے کی ترغیب دیتے۔ خصوصاً غمی و خوشی کے موقع پر سوسائٹی میں جاری رسومات و بدعات کے خلاف اعلانِ جہاد کرتے۔ لوگوں کو ان کے بُرے نتائج سے آگاہ کرتے اور آپ پوری فکری و عملی توانیاں خرچ کر کے معاشرے کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی سعی کرتے۔

اندازِ بیان کچھ اس طرح تھا کہ ایک آیت تلاوت فرماتے، پھر اس کا ترجمہ و تشریح بیان کر دیتے، بعد ازاں اس موضوع سے متعلق احادیث کو پیش فرماتے۔ آیتِ کریمہ کا شانِ نزول اور اگر متعلقہ واقعات ہوتے تو وہ بھی بیان فرمادیتے۔ خوش الحانی اور ترنم کا ذوق اور مزاج نہیں تھا۔ تاہم سادہ گفتگو میں کمال درجہ کی کشش اور تاثیر ہوتی تھی۔

Marfat.com

ایک وقت آیا کہ شہر کے اتحاد و اتفاق کو کسی کی نظر بد لگ گئی بعض لوگوں نے مسلکی تناؤ کی کیفیت پیدا کر کے اپنا علیحدہ جمعہ و عیدین شروع کرا دیئے۔ اُن کا حال یہ تھا کہ جس مبارک اور نورانی درخت سے پھل توڑ توڑ کے کھاتے رہے، احسان فراموشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسی پر سنگ باری شروع کر دی جس سر چشمۂ حیات سے کئی سال تک اپنی تشنگی مٹاتے رہے اُسی میں خاک ڈال کر گدلا کرنا شروع کر دیا۔ محوِ حیرت ہوں کہ کیا اللہ کی اس دھرتی پر ایسے طوطا چشم بے مرّوت اور منت فراموش تلامذہ بھی موجود ہیں!۔

Marfat.com

باب نمبر 4

فتویٰ نویسی

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ اور اِفتاء

ناکارہ راقم الحروف نے ۱۹۸۶ء میں دَورۂ حدیث کیا۔ کسی موقع پر استاذِ محترم حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ "دین کے جتنے علمی، تحقیقی شعبے ہیں اُن میں سے مشکل ترین اِفتاء کا شعبہ ہے" حقیقت بھی یہی ہے، اِفتاء کا شعبہ دقیق، اہم ترین اور مُفتی کو تھکا دینے والا ہے۔ فقہ کی لاکھوں ملتی جُلتی جزئیات اور اُن کے متعلقہ احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق سے حکم کا فرق محسوس کرنا گہرے اور وسیع علم کا تقاضا کرتا ہے۔ اِفتاء ہر کس وناکس عالم ومدرس کا کام نہیں۔ اس کے لئے فقہ سے کامل مناسبت، قوتِ ذہنیہ اور فکریہ میں خاص قسم کی استعداد وصلاحیت اور مادۂ تفقہ ضروری ہے۔

اِفتاء ایک حسّاس اور اہم ترین ذمہ داری ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اَسلاف اس منصب اور ذمہ داری کو قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے اور جن کو وہ اپنے سے علم وعمل میں برتر خیال کرتے تھے یہ ذمہ داری اُس کے سپرد کرنا چاہتے تھے۔ جو حضرات ڈرتے ڈرتے اس ذمہ داری کو قبول کرتے، اُن کا یہ حال تھا کہ اگر پوچھے گئے مسئلہ کی صحیح صورت معلوم نہ ہوتی تو بِلا تکلّف کہہ دیتے "لَا اَدرِی" "مَیں نہیں جانتا یا وقت مانگ لیتے کہ مَیں تحقیق کرونگا یا اپنے بڑوں سے پوچھ کر ہی بتا سکتا ہوں اور اسمیں وہ اپنی توہین نہیں سمجھتے تھے کہ سائل ہمارے بارے میں کیا رائے رکھے گا۔ دل میں چونکہ خوفِ خدا اور فکرِ آخرت موجود تھی اس لئے کھینچ تان، تکلّف و تصنع کو کسی حال میں پسند نہ فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بغیر سوچے سمجھے سائل

Marfat.com

کے ہر سوال کا جواب دینے لگے وہ "پاگل" ہے۔

اِنَّ مَنْ اَفْتٰے النَّاسَ فِیْ کُلِّ مَا یُسْأَلُوْنَہٗ عَنْہُ لَمَجْنُوْن

جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کا جواب دینے کیلئے تیار بیٹھا رہے وہ "پاگل" ہے۔

حضرت سعید بن سحنونؒ فرماتے ہیں:

اَجْرَأُ النَّاسِ عَلَے الْفُتْیَا اَقَلُّھُمْ عِلْمًا

فتویٰ دینے میں بڑا بیباک وہ شخص ہوتا ہے جو کم علم ہوتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ فتوے پر جری ہونا قلّتِ علم، ناتجربہ کاری اور بھولے پن کی دلیل ہے، اس لئے کہ جب آدمی علم میں کم تر ہوتا ہے تو پھر وہ جہالت کی بنیاد پر ہر سوال کا جواب دینا شروع کر دیتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس مفتی کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو گیا وہ پوری تحقیق اور غور و خوض کے بعد فتویٰ دیگا۔ اگر معلوم نہ ہو گا تو کہہ دیگا "دوسرے علمائے کرام سے پوچھ لیں یا تحقیق کے بعد ہی کچھ بتا سکوں گا" اور جو احساسِ ذمہ داری سے خالی ہو گا اور صرف اپنے مفتی ہونے کا رُعب قائم رکھنے کا خواہشمند ہو گا وہ بغیر علم و تحقیق کے جوابات دیتا چلا جائے گا تاکہ میرے بارے میں کوئی شخص یہ رائے قائم نہ کر لے کہ کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جنکا مَیں جواب نہیں دے سکتا۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ایسا سوچنے والا جاہل ہے۔

اس سلسلے میں فقیہ الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قیمتی اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل، مدلل ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں:

یاایھا الناسُ مَن عَلِم شیئًا فَلیقُل بِہٖ وَمَن لَم یَعلَمْ فَلیَقُل اللّٰہُ اعلَمُ، فَاِنَّ مِن العِلمِ اَنْ تَقُوْلَ لِمَا لاتَعلَمُ اللّٰہُ اَعْلَمُ۔ قَالَ اللہ تعالٰے لنبیّہٖ، قُل ما اَسْئَلُکُمْ

Marfat.com

عَلَيهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَامِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (متفق علیہ)

اے لوگو! جو شخص کسی چیز کا علم رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ اُسے بیان کر دے اور جسے علم نہ ہو اُسے کہہ دینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، کیونکہ یہ بھی علم ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر (محمد رسول اللہ ﷺ) سے فرمایا ہے کہ آپ فرمادیں کہ مَیں تم سے اُجرت کا طلبگار نہیں ہوں اور نہ تکلّف کرنے والوں میں سے ہوں۔

مُفتی ہر وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کا درج ذیل ارشادِ مبارک سامنے رکھے۔ آپ نے فرمایا۔ مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي جَهَنَّمَ وَمَنْ اَفْتٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰى مَنْ اَفْتَاهُ" (ابوداؤد)

ترجمہ: جو شخص میرے خلاف وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور جو مُفتی بغیر علم کے کسی مسئلے کا جواب دے گا اس کا گناہ اُسی کے سر ہوگا۔

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فقہی بصیرت عطا کی تھی۔ بے شمار فقہی جزئیات ہر وقت مستحضر رہتی تھیں۔ آپ خوب تحقیق اور غور و خوض کے بعد ہی فتویٰ جاری فرماتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ پر اہل علاقہ کے علاوہ قرب و جوار کے اضلاع کے نہ صرف عوام الناس اعتماد کرتے تھے بلکہ بڑے بڑے اہلِ علم جن میں بعض فضلائے دارالعلوم دیوبند بھی ہوتے، وہ بھی اعتماد کرتے تھے۔ صدیق آباد (کفری) کے بالکل سیدھ میں شمالی جانب "انگہ" قصبہ میں دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا قاضی جلیل الرحمٰن مرحوم و مغفور، حضرت مولانا مُفتی محمد شفیع (فاضل دارالعلوم دیوبند) مرحوم و مغفور، ابلاک سرگودھا۔ حضرت مولانا سیّد امیر مرحوم و مغفور (فاضل دارالعلوم دیوبند) آف کوروڑھی، حضرت مولانا قطب الدین مرحوم و مغفور (فاضل دارالعلوم

Marfat.com

دیوبند) صدر المدرسین دار الھدیٰ چوکیرہ (سرگودھا) وغیرہ آپ کے فتاویٰ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔

جب آپ کسی بھی شعبہ ہائے زندگی سے متعلق فتویٰ جاری فرمادیتے تو اُسے چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کئی مرتبہ فتویٰ جاری کرنے کی وجہ سے آپ کو عدالت نے طلب کیا آپ نے عدالت میں بھی بلاخوف وخطر اپنا فتویٰ صادر کیا اور فاضل جج کی تشفی کیلئے کتاب کا صفحہ کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیتے۔ جج کو بھی اُن کا فتویٰ طوعاً کرھاً ماننا پڑتا۔

آپ کے پاس اگرچہ ہر قسم کے مسائل آتے رہتے اور آپ اُن کا جواب تحریر فرماتے، تاہم خاص علاقائی مزاج کے مطابق نکاح، طلاق، عدت، بیوی کا نان نفقہ، خلع، یمین، میراث اور اِکادُکا اغوا جیسے سنگین جرائم کے لئے استفتاء آتے رہتے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو علاقہ بھر میں جو عزت و عظمت عطا کر رکھی تھی اس کا اثر یہ تھا کہ جب آپ فتویٰ جاری فرمادیتے تو پھر اسکی مخالفت کی جرأت وہمّت کسی کو نہ ہوتی تھی۔ آپ کی زندگی میں ایک دَور ایسا بھی گزرا ہے جبکہ عیدین اور رمضان شریف کا چاند دیکھنے کیلئے باقاعدہ سرکاری طور پر رویتِ ہلال کمیٹی کا وجود عمل میں نہیں آیا تھا اور لوگ چاند دیکھ کر ہی سارے احکام بجالاتے۔ ایسے مواقع پر حضرت الاستاذ رحمہ اللہ ہی عیدین اور رمضان شریف کے روزوں کا فیصلہ شرعی شہادتوں کی بنیاد پر کیا کرتے۔

جب عوام الناس کے سامنے آپ کا فتویٰ آجاتا تو اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے۔

اِفتاء کے لئے عموماً فتاویٰ شامی، فتح القدیر، البدائع الصنائع اور فتاویٰ قاضیخان جیسی امہات الکتب زیرِ مطالعہ رہتیں۔

Marfat.com

اِفتاء اور بعض سبق آموز واقعاتؒ

بیل حلال ہے

وادیٔ سون کے مرکزی قصبہ نوشہرہ سے ایک جُڑواں گاؤں ''ڈھاکہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کے ایک شخص نے اپنا ایک قیمتی اور خوبصورت بیل ذبح کیا۔ کسی دوسرے شخص نے اُسے شُبہ میں ڈال دیا کہ بیل چونکہ شرعی ضابطہ کے تحت ذبح نہیں ہُوا، اس لئے اس کا کھانا حرام ہے۔ چنانچہ چند آدمی بیل کا بُریدہ سر اُٹھا کر پہلے نوشہرہ آئے اور کسی بریلوی مسلک کے عالم سے مسئلہ دریافت کیا تو اُس نے آگے صدیق آباد (کفری) مکان شریف پر بھیج دیا کہ آپ کا یہ مسئلہ وہاں سے حل ہوگا۔ مکان شریف پر میاں عبدالحمید مرحوم تشریف فرماتے اُنہوں نے فرمایا کہ جاؤ بیل کا سر اُٹھا کر حضرت مولانا خدا بخشؒ (استاذ جی) کے پاس لے جاؤ۔ اُن کے بغیر یہ مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا۔ واضح رَہے کہ میاں صاحب مسلک بریلوی سے تعلق رکھتے تھے، تاہم معتدل تھے۔ تعصب اور تشدُّد سے پاک تھے۔ اہم اور پیچیدہ مسائل کے لئے اپنے مُریدوں اور عقیدت مندوں کو حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے پاس بھیجتے رہتے تھے۔ حضرتؒ نے بیل کے سر کو دیکھا اور فیصلہ دیدیا کہ بیل حلال ہے لہذا اس کا گوشت استعمال کیا جاسکتا ہے۔

حضرت الاستاذؒ کے خلاف مقدمہ

(2) ایک شخص نے منکوحہ عورت کو اغوا کر لیا اور کھلم کھُلا اسکو بیوی بنا کر گھر میں رکھ لیا۔ اس کا یہ قابلِ صد نفریں اور مکروہ عمل سراسر حدود اللہ سے بغاوت تھی۔ حضرتؒ نے پوری جرأت واستقامت کے ساتھ اس کے خلاف فتویٰ جاری فرمایا کہ ''عام مُسلمان اُس سے تمام تعلقات اور روابط ختم کر دیں''۔ فتویٰ کا فوری اثر ہوا اور عوام الناس نے اس شخص سے اپنا میل جول ختم کر دیا، جس کے نتیجے میں اس باغی شخص نے حضرتؒ کے خلاف عدالت

Marfat.com

میں مقدمہ دائر کر دیا۔ کئی مرتبہ آپ کو خوشاب کی عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ بالآخر عدالت نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور مدعی جو کہ بدمعاش طرز کا آدمی تھا، مسجد میں خود چل کر آیا اور حضرتؒ سے معافی کا طلبگار ہوا۔ آپ نے بلاتوقف اُسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد مذکورہ شخص نے اِغواء کردہ عورت کے خاوند سے طلاق لی اور پھر عدت گزرنے کے بعد اُس کے ساتھ شرعی طریقے سے نکاح کیا۔

(راوی۔ صاحبزادہ مولانا معین الدین و حافظ انور حسین)

حضرت الاستاذؒ کے خلاف مقدمہ

(2) ایک شخص نے منکوحہ عورت کو اغوا کر لیا اور کھلم کھلا اسکو بیوی بنا کر گھر میں رکھ لیا۔ اس کا یہ قابلِ صد نفریں اور مکروہ عمل سراسر حدود اللہ سے بغاوت تھی۔ حضرتؒ نے پوری جرأت و استقامت کے ساتھ اس کے خلاف فتویٰ جاری فرمایا کہ ”عام مُسلمان اُس سے تمام تعلقات اور روابط ختم کر دیں“۔ فتویٰ کا فوری اثر ہوا اور عوام الناس نے اس شخص سے اپنا میل جول ختم کر دیا، جس کے نتیجے میں اس باغی شخص نے حضرتؒ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ کئی مرتبہ آپ کو خوشاب کی عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ بالآخر عدالت نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور مدعی جو کہ بدمعاش طرز کا آدمی تھا، مسجد میں خود چل کر آیا اور حضرتؒ سے معافی کا طلبگار ہوا۔ آپ نے بلاتوقف اُسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد مذکورہ شخص نے اِغواء کردہ عورت کے خاوند سے طلاق لی اور پھر عدت گزرنے کے بعد اُس کے ساتھ شرعی طریقے سے نکاح کیا۔

عدالت نکاح فسخ نہیں کر سکتی

(3) حافظ محمد رمضان آف اوچھالی بیان کرتے ہیں کہ اوچھالی قصبہ میں باپ نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کر دیا۔ لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد، رخصتی سے پہلے بذریعہ عدالت بعض رشتہ داروں نے نکاح فسخ کرا لیا اور کسی دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا۔ پہلا فریق جس

Marfat.com

کا نکاح بچپن میں ہو چکا تھا، حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ کی خدمت میں فتویٰ لینے کے لئے پہنچ گیا۔ تفصیلی صورتِ حال سے حضرتؒ کو آگاہ کیا گیا تو آپ نے فتویٰ جاری کیا کہ "پہلا نکاح باقی ہے اور عدالت اُسے فسخ نہیں کر سکتی"۔ لہٰذا اب مسئلے کا حل یہ ہے کہ یا تو دوسرا فریق پہلے اور حقیقی خاوند سے طلاق لیں، اگر ایسا نہیں کرتے تو عام مُسلمان اس فریق سے مکمل سوشل بائیکاٹ کریں۔ فتویٰ جاری ہونے کے بعد اس قصبہ کے باسیوں نے ان لوگوں سے معاشرتی بائیکاٹ کر دیا۔ دوسرا فریق بائیکاٹ اور فتویٰ کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکا اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اب نجات کی صورت یہ ہے کہ پہلے فریق کو کسی نہ کسی طرح راضی کر کے طلاق لے لیں اور پھر شرعی ضابطہ کے تحت نیا نکاح کریں۔ چنانچہ فریقِ اول کو دس ہزار روپے دے کر خاوند سے طلاق لی اور بعد ازاں نیا نکاح ہُوا۔

فتویٰ کے اندر حضرتؒ نے یہ واضح کیا۔ "فَاِنْ زَوَّجَھما الابُ والجدُّ یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لھما بعد بلوغھما"

یعنی نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح اگر باپ یا دادا نے کیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد انہیں ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ (شرح البدایہ)

مغویہ خاتون کا پہلا نکاح باقی ہے

(5) ضلع سرگودھا میں ایک آبادی "بڈھ رانجا" نام کے ساتھ مشہور ہے، جہاں سے ایک شادی شدہ عورت اغوا ہو گئی۔ اغوا کنندگان مضبوط اور طاقتور پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ اِن کے مقابلہ میں خاتون کے ورثاء بھی کچھ کم اثر نہ رکھتے تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اُن کا پلڑا بھی فریق مخالف پر بھاری نہیں تو کم از کم برابر تھا۔ اغوا کنندگان نے اغواء کے بعد کسی طرح عدالت سے نکاح فسخ کرا لیا۔ عجیب سی صورت حال تھی کہ فریقین میں سے ہر ایک فریق عدالتی فیصلے اور عُلمائے کرام سے لئے گئے اپنے اپنے حق میں فتاویٰ لئے پھر رہا تھا۔ اس باہمی کشمکش اور تناؤ میں کئی سال گزر گئے۔ اس دَوران ایک دوسرے

Marfat.com

کے خلاف عدالتوں میں مقدمات بھی چلتے رہے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ فریقین یکے بعد دیگرے اپنے مسئلے کے حل کے لئے ضلع سرگودھا کے کسی معروف مدرسہ میں جا پہنچے۔ وہاں کے عُلمائے کرام کے سامنے صورتحال رکھی اور اپنے پاس موجود ڈھیروں فتاویٰ اور عدالتی فیصلے پیش کئے۔ فریقین نے یہ مسئلہ اسقدر پیچیدہ بنادیا تھا کہ انہوں نے تمام فتاویٰ اور عدالتی فیصلوں کو سامنے رکھتے ہوئے کسی نتیجہ پر پہنچنے سے معذرت کرلی اور یہ مشورہ دیا کہ "وادیٔ سُون سکیسر" کے قصبہ صدیق آباد (کفری) میں ایک عالم دین اور مُفتی ہیں جو مولانا خدا بخش صاحب کے نام سے معروف ہیں، اُمید ہے کہ آپ کا مسئلہ وہ حل کردیں گے۔ چنانچہ فریقین حضرت الاستاذ رحمہ اُللہ کی خدمت میں حاضری سے پہلے یہ فیصلہ بھی کرتے ہیں کہ مولانا خدا بخش صاحب جو فتویٰ دیں گے اس کے مطابق فریقین کو بہر صورت عمل کرنا ہوگا۔

خاتون کے ورثاء کی پارٹی کے ساتھ حافظ انور حسین صاحب کے ایک عزیز اور رشتہ دار محمد نواز آف بولا ضلع خوشاب بھی موجود تھے۔ جنہوں نے حضرتؒ کی خدمت میں آنے سے پہلے حافظ انور حسین صاحب آف صدیق آباد سے رابطہ کیا اور ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ یہ بھی کہا کہ فریقین کے تقریباً چودہ پندرہ آدمی دوپہر کا کھانا آپ کے ہاں سے کھائیں گے۔ حافظ صاحب نے حامی بھرلی اور وقت سے پہلے کھانا تیار کرالیا۔

دونوں فریق مناسب وقت پر مسلح ہو کر صدیق آباد (کفری) کی مرکزی جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ حضرت رحمہ اُللہ کو پہلے ہی اطلاع ہو چکی تھی۔ فریقین کے تمام افراد نے مسلح ہو کر مسجد کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔ شاید اُن کا خیال ہوگا کہ مولوی صاحب کے پاس مسلح ہو کر جائیں گے تو وہ مرعوب ہو جائیں، لیکن حضرتؒ کی تو شان ہی نرالی تھی، وہ تو اپنے رب کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ آپ نے یہ صورت حال دیکھ کر سبھی کو ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ "بندوقیں" مَیں نے دیکھی ہوئی ہیں، مسجد کی حدود سے باہر بیٹھو اور میرے پاس غیر مسلح ہو کر صرف وہ افراد آئیں جو قدرے سنجیدہ اور سمجھدار

Marfat.com

قسم کے ہیں اور اپنا سابقہ تمام ریکارڈ بھی ساتھ لے آئیں۔ چنانچہ چار پانچ اشخاص کا انتخاب ہوا اور باقی سبھی کو مسجد کی حُدود سے باہر بٹھادیا گیا۔ (واضح رَہے کہ یہ لوگ اغواء کردہ خاتون کو بھی اپنے ساتھ لائے تھے)۔

حضرتؒ نے تمام ریکارڈ جن میں عدالتی فیصلے اور مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے عُلمائے کرام کے فتاویٰ تھے، دیکھا اور فیصلہ صادر فرمایا کہ "مغویہ خاتون کا پہلا نکاح باقی ہے اور اغواکنندگان کے فتاویٰ اور عدالتی فیصلوں کی کوئی حیثیّت نہیں"۔ حضرتؒ کے فیصلے کے بعد اغواشدہ خاتون ورثاء کے حوالے کردی گئی اور یوں کئی سالوں سے فریقین کے درمیان جاری جھگڑا اختتام کو پہنچا۔

فیصلے کے بعد فریقین نے سکون واطمینان کا سانس لیا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حافظ انور حسین صاحب کے ہاں سے کھانا کھایا اور واپس لوٹ گئے۔

(راوی: حافظ انور حسین، کورڈھی)

گستاخی کی سزا

موضع صدیق آباد (کفری) کے ایک شخص نے منکوحہ عورت کو اغواء کرکے بطور بیوی اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔ شرعی اعتبار سے یہ ایک انتہائی سنگین جُرم تھا، جسے مُسلم معاشرے میں کسی طرح برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا۔ شُدہ شُدہ یہ بات حضرت رحمہُ اللہ تک جاپہنچی۔ آپ نے بحیثیت مُفتی فتویٰ جاری فرمایا کہ "مذکورہ شخص فی الفور اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دے، یا کسی طرح اُس کے ورثاء تک پہنچادے اور اپنے اس فعل پر علانیہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو تمام مُسلمان اس سے سوشل بائیکاٹ کردیں"۔ یہ فتویٰ بڑی تیزی کے ساتھ شہر میں پھیل گیا، اور عام مُسلمان بھی فتویٰ سُن کر حرکت میں آگئے۔

ایک دوسرا شخص جو مُغوِی (اِغواء کرنے والے) کا رشتہ دار تھا اور اپنے خیال کے

Marfat.com

مطابق بدمعاش بھی تھا۔ بدمعاش بایں معنےٰ کہ عام بندگانِ خدا کو بلاوجہ بچھو کی طرح ڈستا رہتا تھا۔ اُسے اس فتویٰ سے کچھ زیادہ ہی تکلیف پہنچی۔ حضرت رحمہ اُللہ چونکہ عموماً کچھ وقت نکال کر باہر کھیتوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح کے ایک موقع پر حضرتؒ جا رہے تھے یا واپس تشریف لا رہے تھے۔ اُس مُوذی شخص نے کفری کے لاری اڈہ کے قریب حضرتؒ کو دیکھ کر آپؒ کی شان میں اس طرح گستاخی کی کہ آپ کے حق میں اُول فُول بکنے لگا اور شاید آپ کی طرف پتھر بھی پھینکے۔ کسی عقیدت مند نے اسکی اس گستاخی پر طیش میں آکر حضرتؒ سے اجازت طلب کی تا کہ اسکا دماغ درست کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ''اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو، ان شاء اللہ زندگی بھر ذلیل ہوتا رہے گا''۔

حضرت رحمہ اُللہ کی بدُعا قبول ہوئی کہ چہرے پر لعنت برستی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ لوگ اُسے کہتے ہیں کہ مسجد میں جا کر نماز تو پڑھ لیا کرو تو کہنے لگا کہ گھر سے باہر نکلوں تو مجھے بلائیں اور چڑیلیں پریشان کرتی ہیں۔ یوں وہ گھر میں بند ہو کر رہ گیا۔

(راوی: صوفی محمد شیر، صدیق آباد)

الحمد للہ شرعی مسائل میں ہماری طرف رجوع کرتے ہیں

مولانا حافظ مقصود احمد آف صدیق آباد بیان کرتے ہیں کہ استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ شرینہہ کے درخت کے نیچے چارپائی پر تشریف فرما تھے اور ہم شعبہ حفظ کے چند ساتھی مسجد کے کسی کام میں مصروف تھے کہ اس دوران دو شخص حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دیر تک حضرتؒ سے گفتگو کرتے رہے بالآخر مصافحہ کرکے واپس چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد حضرتؒ نے ہمیں بلایا اور فرمایا: میں ''مرولہ شریف'' میں پڑھاتا رہا ہوں۔ یہ دو شخص جو ابھی مجھ سے اُٹھ کر گئے ہیں، مرولہ شریف سے آئے تھے اور طلاق کا کوئی مسئلہ حل کرانا چاہتے تھے۔ میں نے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی توفیق سے حل کر دیا"۔ اس کے بعد فرمایا: یہ لوگ یعنی مرولہ شریف کے باشندے مسلکاً ہم سے اختلاف رکھنے کے باوجود، مسائل میں ہماری طرف رجوع کرتے ہیں اور مسئلہ پوچھ کر قلبی اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ تھے تو بریلوی لیکن بریلوی علماء کے پاس ان کی تسلی نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے یہ میری طرف رجوع کرتے ہیں"۔ (راوی: مولانا حافظ مقصود احمد صاحب، صدیق آباد)

طلاق نہیں ہوئی

حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش رحمہ اُللہ شریہنہ کے تاریخی درخت کے نیچے چارپائی بچھا کر اور گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر جلوہ افروز تھے کہ اسی دوران قصبہ مردوال کے معروف خطیب حضرت مولانا مُحمد دین صاحب طلاق کا کوئی مسئلہ حل کرانے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت اُن کے ہاتھ میں دارالعلوم کراچی سے پوچھے گئے مسئلہ طلاق کا جواب تھا۔ دارالعلوم نے مسئلہ طلاق پر جواب دیا کہ طلاق ہو گئی۔ تصدیق کے لئے وہ جواب حضرت الاستاذؒ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: "طلاق واقع نہیں ہوئی"۔ مولانا اظہر اقبال سے فرمایا: "اظہر جی اندر سے کنزالد قائق لے کر آئیں"۔ چنانچہ کتاب آپ کے سامنے لائی گئی۔ فرمایا: مولانا مُحمد دین صاحب کو دیں"۔ پھر مولانا سے مخاطب ہو کر فرمایا: صفحہ نمبر فلاں اور سطر نمبر فلاں کا متن اور حاشیہ دیکھیں"۔ فرمایا! یہ متن اور اسکا حاشیہ دارالعلوم کراچی کے جواب پر لکھ کر واپس کر دیں۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دارالعلوم کراچی سے دوبارہ جواب آیا کہ "واقعی طلاق نہیں ہوئی"۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے کمال درجہ کی فقہی بصیرت عطا کی تھی۔ بے شمار فقہی جزئیات کا استحضار تھا۔ بڑی بڑی کتابوں اور فتاویٰ کے متوں اور حواشی ازبر ہوتے۔

(راوی: مولانا علی خان، گوہل)

Marfat.com

رمضان شریف کی توہین پر
معاشرتی بائیکاٹ کا فتویٰ

وادیٔ سون کی روایات میں سے ایک روایت یہ چلی آ رہی ہے کہ گندم کی کٹائی کے موقع پر بعض اوقات وَنگار ہوتی تھی (ونگار کا مفہوم یہ کہ وادیٔ سون کا کوئی باشندہ اپنے کسی کام کے لئے جسے وہ خود نمٹا نہیں سکتا، اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب سے درخواست کرتا کہ آپ میرے اس کام میں شریک ہو کر میرے ساتھ تعاون کریں تاکہ میں جلد از جلد فارغ ہو جاؤں اور اس موقع پر مدعوین کی معقول ضیافت کرتا)۔

رمضان شریف کا مہینہ تھا اور قوم شہال صدیق آباد کے ایک شخص نے گندم کی کٹائی کے لئے وَنگار کا انتظام کیا۔ بہت سارے مرُدوں کو کٹائی کے لئے بُلایا۔ ماحول کو گرم رکھنے کے لئے ایک ڈھوچی کو بھی مدعو کیا جو دورانِ کٹائی ڈھول بجا کر شرکاءِ کار کو گندم کی کٹائی میں بیدار رکھتا اور کام میں تیزی کا سبب بنتا۔

میزبان نے مسلمان ہو کر یہ ظلم ڈھایا کہ دن کو علانیہ تنور گرم کئے اُن میں روٹی پکائی، گوشت تیار کیا گیا، حلوے پکے، رمضان شریف میں سارا دن علانیہ پانی اور شربت کے جام چلتے رہے۔ یہ حرکت سراسر رمضان کی توہین تھی۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو یہ خبر پہنچی تو رمضان شریف کی علانیہ یہ توہین ناقابلِ تحمل ہوئی، آپ نے فتویٰ جاری فرمایا کہ "فلاں شخص سے مُسلمان معاشرتی بائیکاٹ کریں" فتویٰ پر فوراً عمل ہوا۔ مذکورہ شخص بائیکاٹ کا سامنا نہ کر سکا۔ مجبور ہو کر حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے اس گناہ پر توبہ کی۔ حضرتؒ نے اُسے نصیحت فرمائی کہ اولاً تو مُسلمان کو ہر قسم کے گناہ سے بچنا چاہیے لیکن بعض جرائم ایسے سنگین ہوتے ہیں کہ جن میں شریعت کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ان حالات میں ایمان خطرے میں ہوتا ہے اور بندہ گویا عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہا ہوتا ہے۔ بندہ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

کی گرفت اور عذاب سے کبھی نڈر اور بے خوف نہ ہو۔ (راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

مَیں کسی صورت اپنا بیان نہیں بدلوں گا

حضرت مولانا خدا بخش صاحب آف سودھی بالا، حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اعوان قوم کی کئی گوتیں ہیں جن میں ایک شہال بھی ہے جو صدیق آباد میں رہائش پذیر ہے۔ اس گوت کے ایک شخص نے حضرت الاستاذؒ سے گزارش کر کے ایک خاتون کا نکاح پڑھوالیا۔ دوسرے لفظوں میں اُس نے آپ کو اعتماد میں لے کر دھوکہ دیا۔ خاتون پہلے ہی سے منکوحہ تھی۔ فریق مخالف نے مقدمہ دائر کر دیا۔ جس کی زد میں حضرت الاستاذؒ بھی آگئے۔ مولانا خدا بخش صاحب آف سودھی بالا فرماتے ہیں کہ میں اور حضرتؒ عدالتی تاریخ کے لئے اکٹھے جاتے تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ کے گھر والے، شاگرد اور اہلِ عقیدت کافی پریشان تھے اور حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نکاح پڑھانے سے انکار کر دیں۔ اِن دنوں حضرتؒ کے معاشی حالات اچھے نہیں تھے۔ عُسرت کی زندگی گزر رہی تھی۔ اس کے باوجود آپ نے جواب دیا "مجھے دھوکہ دیا گیا۔ میرے علم میں یہ بات قطعاً نہیں تھی کہ خاتون پہلے سے منکوحہ ہے نہ مجھے کوئی لالچ تھا۔ عدالت میں سچ بیان کرونگا۔ خواہ جو کچھ بھی ہو جائے۔ اگر عدالت نے مجھے کوئی سزا دے دی تو مشیت الٰہی سمجھوں گا"۔ مولانا خدا بخش جو اس واقعہ کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ ہم بہت پریشان تھے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ شاید جج حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو سزا سنائے گا۔ ہمیں پریشان دیکھ کر تسلی دیتے ہیں اور خود اپنا حال یہ تھا کہ چہرے پر سکون واطمینان کے آثار نظر آتے تھے۔ آپ کو پورا یقین تھا کہ جج مجھے سزا نہیں دیگا۔ حق اور سچ کی فتح ہو گی۔ چنانچہ جج نے حضرت رحمہ اللہ کے نورانی چہرے کو دیکھا اور پھر فیصلہ صادر کیا۔ "جن لوگوں نے دوسرا نکاح پڑھایا ہے وہ مُجرم ہیں۔ مُجرم کو سزا ملنی چاہیے اسکے علاوہ آپ نے ایک روحانی اور علمی

Marfat.com

شخصیت کو دھوکہ دے کر نکاح پڑھوایا ہے۔ یہ جُرم اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ تم لوگ سخت سزا کے مستحق ہو لیکن یاد رکھو اس صالح اور نورانی چہرے کو دیکھ کر تُم جیسے مُجرموں کو بھی بری کر رہا ہوں۔ چنانچہ آپ کو عدالت سے باعزت طور پر رِہا کر دیا گیا۔ واضح رَہے کہ یہ واقعہ پاکستان بننے سے پہلے کا ہے۔ (راوی: مولانا خدا بخش آف سودھی بالا)

مولانا قاضی ظہور احمد صاحب نے صحیح مسئلہ بتایا

ایک دفعہ حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کی خدمت میں ایک ذبح شدہ بکرے کا سر لایا گیا تاکہ بتایا جائے کہ آیا ذبح شریعت کے مطابق ہے اور بکرا حلال ہے یا شریعت کے خلاف اور بکرا حرام ہے؟ ذبح چونکہ مشکوک ہو چکی تھی اس لئے وضاحت مطلوب تھی۔ حضرتؒ نے پہلے خود بکرے کا کٹا ہُوا سَر دیکھا اور اس کے بعد شاگردوں کے پاس بھیج دیا کہ تحقیق کر کے بتائیں، بکرا حلال ہے یا حرام؟ تمام طلبہ نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق رائے دی۔ لیکن حضرت الاستاذؒ کی مَنشا کے مطابق صحیح جواب مولانا قاضی ظہور احمد صاحب آف سبھرال نے دیا۔ (راوی: مولانا محمود شاہ، دھدھڑ)

میرے استاذِ محترم سے سہو گیا ہے

ایک دفعہ ایک تحریر شُدہ فتویٰ حضرت الاستاذؒ کے سامنے پیش کیا گیا کہ آیا اس کا جواب صحیح ہے یا غلط؟ واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ کسی نے ایک اِستفتاء لکھا اور اس کا جواب پیرِ طریقت خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی مرحوم سے مانگا۔ خواجہ صاحب نے جواب اپنی فقہی بصیرت کے مطابق دیدیا۔ مُستفتی یہ جواب لے کر مولانا سلطان اعظم صاحب رحمہُ اللہ کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس پر ایک بڑے عالم ہونے کی حیثیّت سے تائیدی دستخط کریں۔ مولانا سلطان اعظم صاحبؒ نے فتویٰ دیکھا اور پھر اس پر تائیدی دستخط کر دیئے۔ یہاں سے پھر یہ فتویٰ حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں تائیدی دستخط کے لئے پیش کیا گیا۔ حضرتؒ نے اِستفتاء کا جواب جو خواجہ قمر الدین صاحب مرحوم نے

Marfat.com

دیا تھا، بنظرِ غائر دیکھا تو فرمایا: اس فتویٰ پر میرے استاذِ محترم ؒ کے تائیدی دستخط ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُن سے سہو ہو گیا ہے۔ فرمایا: حضرت استاذِ محترم کو خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی مرحوم کے فتویٰ پر تائیدی دستخط نہیں کرنے چاہیے تھے کیونکہ خواجہ صاحب مرحوم کا جواب غلط ہے۔

اس کے بعد حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ نے اس استفتاء کا صحیح جواب لکھ کر اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا سلطان اعظم صاحب ؒ آف چھپھڑ شریف کے پاس بھیجا تو مولانا سلطان اعظم صاحب ؒ نے جواب دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالے کا شکر ہے کہ خدا بخش زندہ تھا جس نے مجھے جہنم میں جانے سے بچالیا"۔ اس صحیح جواب کے بعد مولانا سلطان اعظم صاحب ؒ نے سابقہ مسئلے سے رُجوع فرمالیا اور اپنی تائید ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ (روایت کنندہ: مولانا محمود شاہ، دھدھڑ)

Marfat.com

باب نمبر 5

حج بیت اللہ

ہزار روپے میں حج

راقم الحروف کے حافظہ میں یہ بات محفوظ ہے کہ ایک موقع پر مولانا شیر محمد مرحوم و مغفور آف کورڈھی، نے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے خواب کا ذکر کیا کہ آپ طلباء کو اسباق پڑھانے کے بعد شرینہ کے تاریخی درخت کے نیچے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنھما کی زیارت ہوئی۔ جب بیدار ہوئے تو مولانا مرحوم کے سامنے خواب کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا، میرا حج کا ارادہ بن گیا ہے۔ اس کے بعد حج کی تیاریوں میں لگ گئے۔ آپ نے 1959 میں حج کیا۔ وزارتِ مذہبی اُمور کے ہاں سولہ سو (1600) روپے جمع کرائے تھے۔ اُن میں سے چھ سو روپے (600) حکومتِ پاکستان نے واپس لوٹا دیئے تھے۔ حج کے لئے روانگی سے لے کر واپسی تک تقریباً چار ماہ لگ گئے تھے۔ سمندری سفر تھا۔ وہاں جا کر بیمار بھی ہو گئے تھے تاہم اللہ تعالےٰ نے فضل و کرم فرمایا اور صحت کی نعمت نصیب ہوئی۔ جب گھر سے روانگی کا وقت آیا تو آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا معین الدین صاحب کراچی تک رفیق سفر رہے اور واپسی پر استقبال اور خدمت کی نیت سے دوبارہ تشریف لے گئے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا عطا محمد مرحوم و مغفور نے چند روز نواب شاہ میں قیام کا کہا لیکن آپ نے معذرت کر لی۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حرمین شریفین سے باقاعدہ خطوط بھیجتے رہے جنہیں پہنچتے پہنچتے ایک ماہ لگ جاتا تھا۔ تاہم جو خطوط آپ نے ارسال کئے پند و نصائح کا مرقع تھے۔

Marfat.com

کس مسیحا نے لکھا ہے یہ مُرقع نسخہ
ہر دوا میں نظر آتی ہے اثر کی صورت

افسوس یہ ہے کہ یہ قیمتی اور عالی مضامین سے لبریز خطوط تلاشِ بسیار کے بعد بھی نہ مل سکے۔

جس وقت آپ نے حج کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالٰی نے وقت سے پہلے ہی سفرِ حج کے اخراجات کی غیبی صورت پیدا فرما دی تھی۔ آپ کی معاشی ضروریات گھر کی حد تک تو اللہ تعالٰی نے اس طرح پوری کیں کہ آپ کے سُسرال والوں نے اپنی آبائی زرعی زمین جس کا رقبہ چار بیگھے تھا' بیچنے کا ارادہ کیا تو حضرتؒ نے اپنی ذات کے لئے مذکورہ بالا زمین بعوض اسّی روپے خرید لی۔

حج کے سفری اخراجات کا انتظام اللہ تعالٰی نے یوں فرمایا کہ آپ کے بڑے بھائی مولانا عطا محمد (مرحوم)، بہاولپور کے کسی گاؤں میں وہاں کے بعض مقامی لوگوں کی درخواست پر مسجد کے لئے امام و خطیب کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ اسی دَوران حکومت پاکستان نے لوگوں کو سندھ میں اقساط پر زمینیں دینے کا پروگرام بنایا۔ یہ بات بڑے بھائی صاحب کے علم میں آئی تو انہوں نے زمین خریدنے کا پروگرام بنایا۔ اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ تھوڑی زمین مل نہیں سکتی تھی اور رقم کا انتظام بھی ایک مشکل مرحلہ تھا۔ اس کے لئے انہوں نے سب سے پہلے حضرت الاستاذؒ سے مشورہ کیا اور ترغیب بھی دی، آپ نے بھی بحیثیت شریک خریدنے کا ارادہ کر لیا۔ اس کے علاوہ اپنے قریبی عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دی جن میں کرنل محمد صادق صاحب کے والد صاحب بھی تھے۔ اس طرح چھ سات آدمیوں کی جماعت تیار ہو گئی اور مشترکہ طور پر اڑتالیس ایکڑ زمین بالاقساط چار ہزار روپے کے عوض میں خرید لی گئی۔

زمین کو قابلِ کاشت بنانے اور اس کی نگرانی کے لئے آپ کے بڑے بھائی مستقل طور پر نواب شاہ رہائش پذیر ہو گئے۔ حضرتؒ نے اپنی زمین ٹھیکے پر دیدی اور اپنی رہائش

Marfat.com

صدیق آباد (کفری) میں رکھی اور عمر بھر خدمتِ دین میں مشغول رہے تاہم سال میں دو ماہ کے لئے سندھ تشریف لے جاتے اور کوئی نہ کوئی طالب بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ ہوتا اور اس کے اسباق جاری رہتے۔ عموماً آپ کے ساتھ مولانا شیر محمد (مرحوم) آف کوڑھی یا حافظ عبدالقیوم خطیب جامع مسجد طارق روڈ کراچی، سفر میں ہوتے۔

حضرت رحمہُ اللہ کو سال بھر میں ٹھیکہ کی مد میں دو، تین سو روپے مل جاتے۔ آپ اس میں سے کچھ ہر سال پس انداز کرتے رہے۔ جس وقت آپ نے حج کا ارادہ فرمایا اسوقت تک آپ کے پاس سفری اخراجات کے لئے ایک مناسب رقم جمع ہو چکی تھی۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس سال حضرتؒ نے حج کیا اس وقت پاکستان کی کرنسی اسقدر مضبوط تھی کہ پاکستانی ایک روپے کے عوض تین سعودی ریال ملتے تھے۔

اب صورتحال یہ ہے کہ پاکستانی کرنسی سنگین تنزّل کا شکار ہے۔ پچیّس [۲۵] روپے کے بدلے ایک سعودی ریال ملتا ہے۔

Marfat.com

باب ؒ نمبر 6

راهئ آخرت ؒ

مرض الوفات کا آغاز

حضرت الاستاذؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ ظہر کی نماز کے بعد عصر تک طلبہ کے اسباق میں مصروف رہتے، اگر کچھ وقت بچ گیا تو اپنے ذاتی مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ غالباً نماز عصر کے بعد وضو کر کے مسجد کے صحن میں داخل ہوئے ہی تھے کہ ناگاہ آپ کی لاٹھی جس پر سہارا لگائے ہوئے تھے، پھسل گئی اور آپ صحن میں گر گئے۔

طلبہ فوراً اٹھا کر حجرے میں لے آئے۔ تحقیق کے بعد پتا چلا کہ کولھے کی حساس ہڈی نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔ آپ کو شدید درد بھی ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی نقل و حرکت بھی ختم ہو گئی۔ نمازوں کو آپ نے مجبوراً چارپائی پر اشاروں سے پڑھنا شروع کر دیا۔ وضو کی جگہ تیمم نے لے لی۔ پہلی ہی فرصت میں ہڈیوں کے ماہرین سے رابطہ کیا گیا۔ بتایا گیا کہ "جھاٹلہ" کے کوئی صاحب ہڈیوں کے ماہر ہیں۔ اُنہیں لایا گیا۔ اُنہوں نے آکر اپنی سمجھ بُوجھ اور تجربہ کی بنیاد پر علاج شروع کر دیا۔ دیسی قسم کا پلستر اور مالش کرتے رہے۔ چند ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہُوا۔ ان کے علاوہ "بِلّہ" جو، جوہر آباد کے مضافات میں ایک چھوٹی سی آبادی ہے، سے ہڈیوں کے ماہر ایک دوسرے شخص بلائے گئے، وہ بھی اپنی سی کوشش کرتے رہے، لیکن نتیجہ کیا تھا؟ "مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی" مختلف اوقات میں ہڈیوں کے سپیشلسٹ ڈاکٹرز بھی پنجہ آزمائی کرتے رہے، تاہم سبھی اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔ بھلا صحت کیسے ملتی؟ کیونکہ محبوبِ حقیقی سے ملاقات کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ تقریباً ایک سال سے زیادہ عرصہ تک آپ اس تکلیف میں مبتلا رہے۔ اس دوران خاندان

Marfat.com

کے بعض خوش نصیبوں اور تلامذہ کو خدمت کا موقع ملتا رہا۔ جن میں حضرتؒ کے تینوں صاحبزادگان (صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب، صاحبزادہ مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب، صاحبزادہ میجر نظام الدین صاحب) پوتوں میں صاحبزادہ مولانا حافظ قادر بخش صاحب، صاحبزادہ مُحمد فیصل صاحب کو بھی درجہ بدرجہ یہ سعادت نصیب ہوتی رہی۔ تلامذہ میں سے حافظ انور حسین صاحب، مولانا علی خان آف گوہلاں اور کئی دوسرے شاگرد اور اہلِ عقیدت و محبّت اس خدمت میں وقتاً فوقتاً شریک ہو کر حضرتؒ سے دعائیں لیتے رہے۔

سفرِ آخرتؒ

آپ کے وصال و فراق کا وقت بڑی تیزی کے ساتھ اب قریب آرہا تھا۔ اہلِ خاندان، اعزہ و اقرباء، تلامِذہ اور اہلِ تعلق کی نبضیں تیز ہو رہی تھیں۔ اور ان کی بے قراری اور بے چینی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔ بالآخر جدائی کی گھڑی انتہائی قریب آگئی۔ یہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء کا دن تھا۔ اہلِ مُحلہ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے لیے مسجد میں جمع ہو رہے تھے اور اس مادی کائنات کا آفتاب دن بھر اپنی شعاعیں بکھیرنے کے بعد انہیں سمیٹ کر غروب ہوا۔ اور مشرق کی طرف سے چڑھتی رات نے دھیرے دھیرے کرۂ ارض کی ہر چیز کو اپنی سیاہ چادر میں لپیٹنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں بعد مسجد کے میناروں سے اللہ کے مُنادی کی آواز بلند ہوئی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر.......لا الہ الا اللہ۔ اذاں ختم ہی ہو پائی تھی کہ ساتھ ہی، آہ! علوم و عرفان اور روحانیت کے آفتاب نے بھی ترانوے سال تک اپنی کرنیں بکھیرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُنہیں سمیٹنے کا اشارہ دیدیا۔ بس اَذان کے ختم ہوتے ہی نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ اس وقت آپ کے پاس حافظ انور حسین صاحب تھے۔ اس کیفیت کا مشاہدہ کرتے ہوئے اُن کا جگر بھی لہو ہو رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے علوم و معارف کے اس ناپید اکنار سمندر کی موجوں میں سکون

Marfat.com

آگیا۔ اور یوں حضرت الاستاذؒ نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ کسی نے خوب کہا ہے

ع تم کیا گئے رونقِ ہستی چلی گئی

زمزموں کے جس کے، لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ آواز اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے
تاریک ہو گئی ہے شبستانِ اولیاء
اِک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خاموش ہے

آئے عشّاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب اُنہیں ڈھونڈ چراغ رُخِ زیبا لے کر

نماز مغرب کے بعد سب سے پہلے آپ کے صاحبزادے مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب آپ کے حجرے میں داخل ہوئے۔ وصال کی خبر پاکر آنسوؤں کی برسات میں "اِنّا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ اس کے بعد صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب، صاحبزادہ میجر نظام الدین صاحب اور دوسرے اَعزہ واَقارِب، تلامذہ اور اہلِ محبّت کی ایک کثیر تعداد جمع ہوگئی۔

آپ کے انتقال کی خبر پوری وادی میں جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً پھیل گئی۔ اگلے دن علے الصبح اہل عقیدت و محبّت اور تلامذہ نے قریہ قریہ، بستی بستی سے جوق در جوق آنا شروع کر دیا۔ قریبی اضلاع کے علاوہ کراچی، لاہور اور اسلام آباد تک اہل تعلق نے اپنے اپنے وسائل استعمال کر کے جامعہ اسلامیہ کے وسیع و عریض احاطہ میں نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جمع ہونا شروع کر دیا۔ لوگ آتے گئے اور مسجد میں جمع ہو کر تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول ہوگئے اور حضرتؒ کی روح پُر فتوح کو ایصالِ ثواب کرتے رہے۔ حضرتؒ کی میت کو شہر سے باہر جامعہ اسلامیہ میں غسل کیلئے لایا

Marfat.com

گیا۔ غسل میں صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب، حاجی غلام مصطفےٰ صاحب، مولانا غلام مرتضےٰ صاحب، مولانا صاحبزادہ قادر بخش صاحب، مولانا محمود سرور صاحب اور صاحبزادہ میجر نظام الدین جیسے خوش قسمت حضرات نے حصہ لیا۔

ظہر کی نماز تک انسانوں کا ایک جمِ غفیر جمع ہو گیا۔ نمازِ جنازہ کے لیے جامعہ اسلامیہ میں جو جگہ مختص کی گئی وہ تنگیٔ داماں کی شکایت کرنے لگی تو صفوں کو ڈیڑھ فٹ کا فاصلہ دیکر مزید گنجائش پیدا کی گئی۔ ظہر کے بعد نمازِ جنازہ پڑھنے کا اعلان ہُوا۔ لوگ صفیں ترتیب دینے لگے۔ اس موقع پر موجود بعض عُلمائے کرام نے مختصر تعزیتی بیانات کیے، اور حضرتؒ کی قابلِ رشک و تقلید دینی خدمات پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ بعد ازاں حضرتؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے فوراً بعد آپ کا جنازہ دیدارِ عام کے لیے رکھ دیا گیا۔ لوگ پروانہ وار دیدار کے لیے ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اُن کی زبانوں پر بے ساختہ "سبحان اللہ" کا کلمہ جاری ہوتا۔ اور ساتھ ہی ساتھ آپ کی جدائی پر دھاڑیں مار مار کر رو بھی رہے تھے۔ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ دائیں بائیں لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے۔ کیونکہ ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ حضرتؒ کے جنازے کو کندھا دے۔ آپ کی وصیت کے مطابق عام قبرستان میں قبر تیار کی گئی۔ جامعہ اسلامیہ سے قبرستان تک کا دو فرلانگ کا راستہ تقریباً ایک گھنٹے میں طے ہوا۔ قبرستان میں بھی اہلِ عقیدت و محبّت کی ایک کثیر تعداد جمع ہو گئی۔ آپ کی میت کو قبر میں اتارنے کے لیے ہر شخص بیتاب تھا۔ آخر کار یہ قرعہ مولانا شیر مُحمد آف کورڈھی اور حافظ مُحمد عُثمان ملک کے نام نکلا، وہ اس طرح کہ بقول حافظ صاحب کے کہ مولانا شیر مُحمد اور میں نے باہمی مشورہ کیا کہ حضرتؒ کی میت کو لحد میں اتارنے کی سعادت اگر ہمیں مل جائے تو زہے نصیب۔ چنانچہ استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب کی خدمت میں درخواست کی گئی، جو منظور ہو گئی۔

Marfat.com

این سعادت بزور بازو نیست

پسماندگان

آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے، مولانا صاحبزادہ معین الدین، مولانا صاحبزادہ حافظ محمد بخش، صاحبزادہ میجر نظام الدین اور ایک بیٹی سعادت بی بی سوگوار چھوڑے۔

مولانا حافظ مقصود احمد کا سچا خواب

مولانا حافظ مقصود احمد صاحب نے اپنے اہلِ خانہ سمیت اپنے وطن مالوف صدیق آباد، آنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے پیر کے دن کی ٹرین کی ٹکٹیں بھی بک کروالیں۔ پیر سے پہلی شَبِ جمعہ کو حافظ صاحب خواب دیکھتے ہیں کہ حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کا وِصال ہو گیا ہے اور میں اُن کے غسل، کفن دفن اور نماز جنازہ میں شریک ہُوا۔ بیداری کے بعد کافی پریشان تھے اپنا یہ خواب گھر والوں کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ حضرتؒ کچھ عرصہ سے بیمار تو ہیں، ہو نہ ہو خواب سچا ہو، لہذا ہمیں پیر کے روز کی ٹکٹ منسوخ کروا کر ہفتہ کے روز سفر شروع کر دینا چاہیے۔ تاکہ اُن کے کفن دفن اور نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ ٹکٹ منسوخ کروا کر ہفتہ کی لے لیں اور سفر شروع کر دیا۔

اتوار کے روز وہ ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے اپنے گھر صدیق آباد میں پہنچ گئے۔ حافظ صاحب نے نماز عصر، بابا حاجی غلام محمد کی مسجد میں ادا کی۔ مسجد میں سہ روزہ کی مقامی جماعت آئی ہوئی تھی جس میں حافظ منظور احمد (ماسٹر) حافظ ظہور احمد، ماسٹر شیر خان وغیرہ بھی تھے۔ حافظ صاحب نے حافظ منظور احمد سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ خواب سچا ہو گا۔ حافظ منظور احمد نے امیر صاحب سے اجازت لی اور واپس گھر چلے گئے تاکہ کسی ٹیچر ساتھی کو پیر کی رخصت کا کہہ دیں۔

Marfat.com

مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا، اور عشاء کی نماز سے پہلے ہی مساجد میں حضرتؒ کے وصال کے اعلانات شروع ہو گئے۔ حافظ منظور احمد صاحب چونکہ مغرب سے پہلے ہی چلے گئے تھے انہوں نے استاذ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ کو حافظ مقصود احمد کا خواب بتلادیا تھا جو تھوڑی دیر بعد سچا ثابت ہوا۔

حضرتؒ کے وصال کے اعلان کے بعد مولانا مقصود احمد، حافظ مختار احمد، ماسٹر خدا بخش، حافظ غلام مُحمد اور منظور حسین بھی اپنے اپنے ڈیروں سے صدیق آباد چلے گئے۔ استاذ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ مسجد میں تشریف فرماتھے اور صحن تعزیت کے لیے آنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی حضرتؒ نے بلالیا اور مجمع عام کے سامنے پوچھا۔ "آپ نے کیا خواب دیکھا ہے "میں نے سارا خواب تفصیل سے بتادیا، فرمایا: آپ کا خواب سچا ثابت ہوا "۔ لہذا اب آپ غُسل، کفن دفن جیسے اعمال وغیرہ میں ساتھ ساتھ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سعادت لکھی تھی، دُور کا سفر کر کے یہاں پہنچے اور بروقت پہنچے تاکہ حضرتؒ کے وصال کے بعد جو حقوق اُن کے ہم سب پر واجب تھے اُن میں آپ شریک ہو سکیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(راوی: مولانا مقصود احمد، صدیق آباد)

آخرت کی تیاری

حضرت مولانا صاحبزادہ معین الدین صاحب مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے اپنے وصال سے چند دن پہلے مجھ سے مخاطِب ہو کر فرمایا "معین الدین ! اب مجھے دُنیا سے چلے جانا چاہیے "مَیں نے عرض کی کہ "ابا جی ! الحمد اللہ اب آپ کی صحت پہلے کی بہ نسبت اچھی ہے "فرمایا "نہیں اب مجھے اپنے رب کے پاس چلے جانا چاہیے"۔

Marfat.com

موت سے پہلے بشارت ؒ

حضرت الاستاذ رحمہ اُللہ کے پوتے مولانا قادر بخش فاضل جامعہ اشرفیہ، بیان فرماتے ہیں، کہ حضرتؒ کی خدمت کے لئے دن رات ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی رہتی تھیں۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک مخصوص وقت میں چند گھنٹوں کے لئے خادم کی حیثیت سے مجھے چندماہ تک یہ سعادت نصیب ہوتی رہی۔ میرے ساتھ خدمت میں مولانا علی خان ساکن گوہلاں، بھی شریک تھے۔ آپ نے وصال سے تین دن پہلے روزانہ ایک وقتِ معین پر سوال کیا "قادر بخش! یہ سفید لباس میں ملبوس خوبصورت اور نورانی چہروں والے مہمان کون تھے؟ مَیں اُنہیں پہچان نہیں سکا۔ عرض کی۔ "باباجی مَیں نے کوئی مہمان نہیں دیکھے۔ اس جواب پر خاموش ہوگئے۔ دوسرے دن بھی یہی سوال وجواب ہوئے، پھر خاموش ہوگئے۔ تیسرے دن پھر سوال کیا تو مَیں نے حسب سابق لاعلمی کا اظہار کیا تو ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا "سوھریا! آنے جانے والوں کا خیال رکھا کر"۔

سفید لباس میں ملبوس خوبصورت چہروں والے فرشتے ہی ہوسکتے ہیں جو حضرت الاستاذ رحمہ اُللہ کے اللہ کے ہاں مقبول و محبوب ہونے اور حُسنِ خاتمہ پر دلیل تھے۔

Marfat.com

بابؒ نمبر 7

حق گوئی اور بیباکی

آپ مسجد سے نکل جائیں

استاذِ محترم حضرت مولانا مُفتی خدابخش صاحبؒ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ سے پہلے بیان فرمارہے تھے۔ جب نمازِ جمعہ پڑھانے کاارادہ فرمایاتواس سے پہلے گاؤں کے ایک بااثر ملک صاحب سے بھرے مجمع میں مخاطب ہوکر فرمایا۔ آپ مسجد سے نکل جائیں تاکہ ہم نماز جمعہ ادا کرسکیں۔ اس شخص نے حضرت سے عرض کی کہ میرا قصور کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا: ’’قصور تمہارا بہت بڑا ہے اور وہ یہ کہ فلاں شخص نے غیر کی منکوحہ اِغوا کرکے اپنے گھرمیں رکھی ہوئی ہے‘‘۔ اس شخص نے کہااس میں میرا کیا قصور ہے ؟غیر کی منکوحہ تواس نے اِغوا کی ہے مَیں نے تونہیں کی۔ آپ نے فرمایا: ہاں بلاشبہ عورت کواس نے اِغوا کیالیکن وہ شخص اپنی ذاتی اور عُرفی حَیثیّت سے اتنابڑاقدم نہیں اُٹھاسکتا۔ اس نے خلافِ شریعت یہ سنگین قدم تمہارے بھروساپر اُٹھایاہے اورآپ اسکی پشت پناہی کررہے ہیں اور اُسے قوت فراہم کرکے تحفّظ دے رَہے ہیں۔ لہٰذا تم اس سنگین جُرم میں برابر کے شریک ہو۔ اس لئے تم مسلمانوں کی صفوں میں شامل نہیں ہوسکتے‘‘۔ بااثرملک صاحب نے کہا ’’حضرت! یہ مسجد میرے مُحلّے کی ہے آپ اس سے مجھے باہر نکال رَہے ہیں اسمیں میری رُسوائی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ مسجد نہ میری ملکیت ہے اور نہ آپ کی ملکیت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے، اس میں اللہ ہی کا قانون چلے گا۔ لہٰذا آپ مسجد سے باہر چلے جائیں"۔ اس ساری صورتحال کودیکھ کر مسجد کے نمازیوں نے بھی غضبناک ہوکراس شخص کو مسجد سے نکل جانے کا کہا۔ بالآخر وہ شخص مجبور ہوکر مسجد سے نکل گیا۔ تب حضرت رحمہ اللہ نے عام مُسلمانوں کو نمازِ جمعہ پڑھائی۔

Marfat.com

قارئین محترم! ذرا غور فرمائیں کہ دیہاتی، قصباتی زندگی میں اس قسم کے واقعات انسان کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو اپنے گاؤں میں نہ صرف خاندانی اعتبار سے مضبوط ہے بلکہ عُرفی وجاہت بھی رکھتا ہے اُسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جب وہ کسی سے کوئی بات کہتا ہے تو اسکی بات مانی جاتی ہے۔ خاصا بااثر انسان ہے ایسے شخص کو ایک درویش صفت عالم جمعہ کے روز اللہ کے گھر میں مجمع عام کے سامنے یہ کہتا ہے کہ آپ مسجد سے نکل جائیں تو اس نے اپنی کتنی تذلیل محسوس کی ہوگی؟ دل ہی دل میں وہ کس قدر سیخ پا ہو رہا ہوگا؟ پھر وہ مسجد میں اکیلا نہیں ہوگا بلکہ اس کے خاندان کے افراد بھی موجود ہوں گے۔ اس سب کچھ کے باوجود وہ مجبور ہو کر مسجد سے باہر چلا جاتا ہے اور کوئی آدمی اسکی حمایت میں کھڑا نہیں ہوتا، سب اپنے آپ کو اس بزرگ عالم دین کے سامنے مجبور اور بے بس محسوس کر رہے ہیں۔ اس واقعہ سے حضرت استاذِ محترم ؒ کی عُرفی حَیثیّت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ نے کس درجہ کی عزت عطا کی تھی؟ کسی نے سچ کہا ہے کہ اللہ والے اَبدان پر نہیں بلکہ قلوب پر حکومت کرتے ہیں۔

(راوی: مولانا خدا بخش صاحب آف ہر دو سودھی بالا)

وَحدت الوُجُود اور وَحدت الشُہُود

وحدت الوجود کو ایک مثال سے سے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ کوئی بادشاہ کسی فریادی اور مظلوم سے کہے کہ "کیا تم نے پولیس میں رپٹ لکھوائی؟ کسی وکیل سے مشورہ بھی کیا؟" اس پر وہ عرض کرے، عالیجاہ! پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ بادشاہ، پولیس اور وکیل سب ایک ہی ہیں، اور ان میں کچھ فرق نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے پولیس اور وکیل کسی شمار میں نہیں۔ اختیارات تو سارے آپ کے پاس ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مخلوق اور خالق ایک نہیں۔ اس مسئلے کا عنوان ایک اور بھی ہے "ہمہ اُوست" ظاہر ہے "ہمہ" اور "اُو" ایک نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ "اُو" کے سامنے

Marfat.com

"ہمہ" کالعدم ہے۔ گویا کہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنے ممکنات اور موجودات ہیں انکی ہستی اللہ تعالیٰ کی ہستی کے مقابلے میں کسی شمار میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وجود کامل ہے اور باقی موجودات کا وجود ناقص ہے۔ کامل کے سامنے ناقص کا وجود بس ظاہری ہے حقیقی نہیں۔ ناقص کے وجود کو اگر کامل کا ظِل اور سایہ کہہ دیں تو مناسب ہو گا۔

مزید توضیح کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر صفت کے دو مرتبے ہیں، ایک کامل اور دوسرا ناقص۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کامل کے سامنے ناقص ہمیشہ کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ اسکی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ضلع کا ڈی سی اپنے کسی اجلاس اور میٹنگ میں شانِ حکومت کا اظہار کر رہا ہو اور اپنے اقتدار اور اختیارات کے پیشِ نظر کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ناگاہ ملک کا وزیر اعظم بغیر اطلاع کے اپنی پوری شان و شوکت اور پروٹوکول کے ساتھ ڈی سی کے اجلاس میں آپہنچتا ہے۔ اسکو دیکھتے ہی ڈی سی صاحب کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ اپنے اقتدار اور اختیارات کا دعویٰ اور نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔ وزیر اعظم کے اقتدار اور اختیارات کے مقابلہ میں اپنے اقتدار و اختیارات کا نام و نشان نہیں پاتا۔ زمین میں گڑا جاتا ہے۔ نہ آواز نکلتی ہے اور نہ سر اوپر کو اُٹھاتا ہے۔ گو وہ اس وقت بھی ڈی سی ہے اور اس کا ضلعی اقتدار اور اختیارات سلب نہیں ہوئے۔ مگر کالعدم ضرور ہیں۔ پس اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اُن کو وجود دیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وجودِ کامل کے سامنے اُن کا وجود نہایت ناقص، کمزور اور حقیر ہے۔ یہی مطلب ہے "وحدۃ الوجود" کا۔ صوفیاء کرام اللہ تعالیٰ کے وجودِ کامل کے سامنے باقی ممکنات و موجودات کو کالعدم سمجھتے ہیں گویا کہ ہے ہی نہیں۔

بس وجود ایک ہی ہے اور "وحدۃ الوجود" کا لغوی معنےٰ "وجود کا ایک ہونا" ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود" میں اختلاف لفظی ہے۔ مگر چونکہ وحدۃ الوجود کے معنٰی عوام میں غلط مشہور ہو گئے اس

Marfat.com

لئے بعض محققین نے اس کا عنوان بدل دیا۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "جاہل صوفیوں کے فتنہ سے اُمت کی حفاظت کے لئے اہل ارشاد نے وحدۃ الوجود کی اصطلاح کو وحدۃ الشہود سے بدل دیا ہے۔ اس میں فتنہ کا خطرہ نہیں کیونکہ غیر کے وجود کی نفی نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جملہ موجودات میں سے شہود اور اِلتفات (توجہ) صرف ایک ذات کی طرف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود جیسے مسائل، تصوف و سلوک کی خاص اصطلاحات ہیں اور نازک خیال کئے جاتے ہیں۔ عوام الناس ان کی حقیقت کو سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہیں۔ اکثر اوقات لوگ اِن مسائل کی وجہ سے ضلالت و گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر بعض اوقات ممکنات و موجودات اور اللہ تعالٰے کے وجود کے اتحاد اور ایک ہو جانے کے قائل ہو کر صریح کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یہی کچھ صدیق آباد (وادئ سون) میں بھی ہوا کہ ایک گروہ اِن نازک مسائل میں اُلجھ کر نہ صرف یہ کہ گمراہی میں مبتلا ہوا بلکہ بعض تو صریح کفر میں چلے گئے۔

چنانچہ ایسے بھٹکے کہ نماز، روزہ ہی سے انکار کر دیا۔ اُن کا یہ عقیدہ بن گیا کہ عبادت سے مقصود تو اللہ تعالٰے کی رضا ہے اور وہ ہمیں حاصل ہے کیونکہ ہم ہر وقت اللہ تعالٰے کے سامنے ہیں۔ اس گمراہ فرقے کے ایک شخص کا طریقۂ عبادت اس طرح تھا کہ طلوعِ آفتاب کے وقت صرف چہرہ دھو کر قعدہ کی شکل میں پندرہ، بیس منٹ کے لئے بیٹھ جاتا اور کہتا کہ میری نماز ہو گئی۔ اُن کے ایک گرو ظہور الحق قادری نامی شخص نے ۴۹ چک سرگودھا میں "آستانۂ فضل" کے نام سے ضلالت خانہ بنا رکھا ہے جہاں بیٹھ کر وہ دین کے نام سے تخریب کاری کرتا ہے اور لوگوں کے عقائد تباہ و برباد کرنے کیلئے اپنے ابلیسی جال بچھاتا ہے۔

حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب ؒ کو جب اس باطل اور گمراہ فرقہ کے عقائد کا علم ہوا تو آپ نے اُن کے عقائد کو کفریہ قرار دیا جس کے بعد خوف زدہ ہو کر

Marfat.com

بعض افراد نے اہلِ اسلام کی طرح دوبارہ نماز، روزہ شروع کر دیا۔ تاہم بعض اپنے عقائد پر تادمِ واپسیں قائم رہے۔ اُن میں سے ایک شخص نے اپنی ساری عُمر ظہور الحق قادری کے "آستانۂ فضل" پر گزار دی اور بالآخر وہیں عبرتناک موت سے دوچار ہوا۔

(راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

حضرت الاستاذؒ نے کئی بُری رسومات اور بے حیائی کے کاموں کو روک دیا

ڈاکٹر حافظ حبیب سلطان صاحب اور پروفیسر حافظ عبدالقیوم صاحب کے والدِ گرامی بیان کرتے ہیں کہ: اُستاذ جیؒ نے ہمارے ہاں معاشرے میں پھیلی ہوئی رسوماتِ بد اور بے حیائی کے کاموں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ عیدین کے موقع پر ہمارے ہاں ایک بے حیائی کے کام کا کھلے عام مظاہرہ ہوتا تھا۔ وہ اس طرح کہ بڑے بڑے درختوں کے ساتھ خاص قسم کی خودرو گھاس سے تیار شدہ رَسّے باندھ کر بطورِ جھولا استعمال ہوتے اور پھر نوجوان مرد و زن جو کہ غیر محرم ہوتے تھے، ایک ساتھ جھولا لیتے تھے۔ حضرتؒ نے اس بے حیائی کی مذمت فرمائی اور لوگوں کو اس سے روک دیا۔ اسی طرح اس موقع پر باقاعدہ رسمِ چراغاں ادا کی جاتی۔ شادی بیاہ کے موقع پر بعض لوگ طوائفوں کو بلاتے اور اس کے ساتھ ساتھ مخصوص علاقائی آلاتِ موسیقی کا اہتمام کیا جاتا۔ یہ وہ کبائر تھے جنکا اِرتکاب کھلے عام کیا جاتا۔ حضرتؒ نے سب پر پابندی لگا دی۔

ایجابؑ و قبول بلند آواز سے اور مجمعِ عام میں ہونا چاہیے

ایک شادی کے موقع پر حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ اور میاں عبدالحمید صاحب مرحوم اکھٹے تھے۔ مجلس نکاح کا انعقاد بھی اسی موقع پر ہونا تھا۔ نکاح کے وقت میاں عبدالحمید صاحب نے فرمایا کہ: ایجاب و قبول پَست آواز اور محدود لوگوں میں ہونا چاہیے۔ میاں صاحب چونکہ عالم نہیں تھے اور حضرت الاستاذؒ تو ایک

Marfat.com

مُتبحّر عالم اور منجھے ہوئے مُفتی تھے۔ اس لئے فوراً مسئلہ واضح کیا۔

فرمایا: ایجاب و قبول پست آواز میں نہیں بلکہ بلند آواز میں ہو اور مجمعِ عام میں ہونا چاہیے کیونکہ نکاح کا مقصد ہی یہ ہے کہ سوسائٹی کے عام لوگوں کو اچھی طرح علم ہو جائے کہ فلاں ابن فلاں اور فلانہ بنتِ فلاں نکاح کے بدھن میں آچکے ہیں اور میاں بیوی بن چکے ہیں، تاکہ لوگ کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

(راوی: والدِ گرامی ڈاکٹر حافظ حَبیب سلطان، صدیق آباد)

پیر سیال نے ہمیں بچالیا

مولانا خان محمد صاحب آف خالق آباد فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب آف مکان شریف (صدیق آباد) میرے ہم سبق تھے۔ 50-1949 میں ہم دونوں نے صرف و نحو کی بنیادی کتابیں حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب سے ایک ساتھ پڑھی ہیں۔ میں 1950ء میں بیمار ہو گیا تو ساتھ چھوٹ گیا تاہم صاحبزادہ صاحب ایک سال بعد بھی حضرتؒ سے پڑھتے رہے۔

مولانا بیان کرتے ہیں کہ 1970ء میں حضرت استاذِ محترمؒ نے مجھے حکم دیا کہ ہمیں گندم اور بھوسا کی ضرورت ہے۔ آپ خالق آباد کی طرف سے لے کر آئیں جو معاوضہ ہو گا ادا کر دیا جائے گا۔ مَیں نے حکم کی تعمیل کی اور ٹرک لے کر رات کو صدیق آباد میں مسجد پپلاں والی کے پاس پہنچ گیا۔ ٹرک کو گندم اور بھوسا سے خالی کر دیا، بعد ازاں دوسرے ساتھیوں کے تعاون سے رات گئے تک حضرتؒ کے گھر پہنچاتے رہے۔

حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو فرمایا "رات کا اکثر حصہ گزر چکا ہے آپ لوگ تھکے ہوئے ہیں اس لئے آرام کر لیں۔ صبح تفصیلی ملاقات ہو گی۔ حضرتؒ کا یہ حکم ازراہ شفقت تھا۔ صبح تازہ دم ہو کر اُٹھا نمازِ فجر ادا کی اور حضرتؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ خیر و عافیت دریافت کی۔ بعد ازاں حضرتؒ کے عزیز و اقارب، دوست واحباب اور تلامذہ سے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیسے ہیں؟ بالخصوص اپنے ہم سبق ساتھی

Marfat.com

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کیسے ہیں؟ اور اُن کی سرگرمیاں کیا ہیں؟ میرے اس سوال پر حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا: بھائی اب تو وہ ہمارے سخت مخالف ہیں"۔ اس کے بعد حضرتؒ نے ایک واقعہ سنایا۔ فرمایا: شہال گوت کے دو شخص کنویں سے گھاس کاٹ کر لا رہے تھے۔ ہر ایک نے گھاس کی گٹھری اپنے سر پر رکھی ہوئی تھی۔ دونوں کا تعلق دینی حوالے سے علیحدہ علیحدہ شخصیات کے ساتھ تھا۔ ایک میاں عبدالحمید صاحب مرحوم کا مُرید تھا جبکہ دوسرے کا تعلق مجھ سے تھا۔ جس کا تعلق میاں عبدالحمید صاحب مرحوم سے تھا سوئے اتفاق سے دورانِ سفر اسکی گٹھری سے سانپ لڑھک آیا۔ یہ دیکھ کر اس نے گٹھری پھینک دی۔ قصہ مختصر کہ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے سانپ کے ضرر سے بچالیا۔ اطمینان حاصل ہونے کے بعد میاں صاحب کے مُرید نے کہا کہ "ہمیں پیر سیال نے بچالیا" کیونکہ پیر سیال کا فرمان ہے کہ سانپ مینڈک ہوتے ہیں جبکہ جس شخص کا مجھ سے تعلق تھا اس نے کہا کہ "اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں سانپ جیسے دشمن سے محفوظ رکھا"۔ ہوتے ہوتے جھگڑا طول پکڑ گیا۔ جھگڑے کی بنیاد چونکہ دونوں کے عقیدے کا اختلاف تھا۔ ایک شخص اپنے نفع اور نقصان کا مالک پیر سیال کو سمجھتا ہے جبکہ دوسرا اللہ رب العزت کو سمجھتا ہے۔ خلیج بڑھتی گئی۔ عیدالاضحےٰ کا زمانہ بالکل قریب تھا۔ میرے ساتھ عقیدت رکھنے والے شخص نے اپنی قربانی کا حصہ ایسی گائے میں ڈال رکھا تھا جس میں چھ شرکاء کا تعلق میاں عبدالحمید صاحب مرحوم سے تھا۔ عقیدے کے اختلاف کے پیشِ نظر اِن چھ اشخاص نے اس کا حصہ خارج کر دیا۔

عیدالاضحےٰ چونکہ بالکل قریب تھی اس لئے یہ جھگڑا میرے (یعنی حضرت الاستاذؒ کے) پاس لایا گیا۔ میں نے کہا خواہ مخواہ جھگڑے کو طول نہ دو۔ اور امت کے اندر افتراق اور انتشار پیدا نہ کرو۔ اس کا حصہ اپنی گائے میں رہنے دو۔ باقی اس نے جو یہ بات کہی ہے کہ "اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں سانپ جیسے دشمن سے محفوظ رکھا" سو فیصد صحیح

Marfat.com

ہے۔ ایک مومن کا عقیدہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مومن توحید پرست ہوتا ہے نہ کہ مشرک، اور پیر سیال کے کہنے سے سانپ مینڈک نہیں بن جاتے۔ تاہم انہوں نے ہمارے ساتھی کا حصہ قربانی کی گائے سے نکال دیا۔ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس واقعے کے بعد صاحبزادہ عزیز احمد صاحب میری سخت مخالفت کرتے ہیں۔ (حالانکہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب حضرتؒ کے شاگرد تھے۔ احسان فراموشی کا یہ بھی ایک انوکھا واقعہ ہے)۔ (راوی: مولانا خان محمد صاحب، خالق آباد)

ایم ٹی مذہب والے

صدیق آباد (کفری) میں مولوی غلام رسول صاحب کا انتقال ہوا۔ موصوف حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے معتقد اور محبّت کرنے والوں میں سے تھے۔ نمازِ جنازہ آپ نے پڑھانی تھی۔ سرگودھا سے ایم ٹی مذہب سے تعلق رکھنے والے پانچ چھ آدمی، جنکا رشتہ مولوی غلام رسول مرحوم سے تھا، بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرتؒ کی تحقیق کے مطابق یہ لوگ اپنے باطل عقائد و نظریات کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج تھے، جس کی وجہ سے وہ مُسلمانوں کی صفوں میں شریک ہو کر نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ہاں صفوں سے نکل کر باہر کھڑے رہنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ اِن لوگوں نے جرأت کی اور مُسلمانوں کی صفوں میں گھُس گئے۔ مجمع میں سے کسی شخص نے ہمّت نہ کی کہ انہیں روک دیتا۔ حضرت رحمہ اللہ کے علم میں یہ بات آئی کہ یہ لوگ کافر ہو کر ہماری صفوں میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ آپ نے نمازِ جنازہ پڑھانے سے پہلے مجمع کے سامنے پوری ہمّت و جرأت کے ساتھ اعلان فرمایا۔ "ایم ٹی مذہب والے ہماری صفوں سے نکل جائیں"۔ بعض مصلحت پسند اور دینی غیرت سے خالی لوگوں نے کہا کہ "استاذ جی" کچھ نہیں ہوتا۔ اتنی سختی نہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ "اگر یہ لوگ ہماری صفوں سے نہیں نکلتے تو مَیں نکل جاتا ہوں"۔ یہ فرما کر آپ چل پڑے۔ اہل

Marfat.com

شہر نے جب حضرتؒ کو جاتے ہوئے دیکھا تو سب نے صفیں توڑ دیں اور اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ایم ٹی مذہب کے چند آدمی خود بخود صفوں سے نکل کر علیحدہ کھڑے ہو گئے۔ تب حضرتؒ واپس تشریف لائے اور آپ نے باقی سب لوگوں کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی۔ (راوی۔ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب، حافظ انور حسین)

نوٹ: وادیٔ سون کے متعدد گھرانے ضلع سرگودھا اور دوسرے اضلاع کے چکوک میں رہائش پذیر ہیں۔ غالباً ضلع سرگودھا کے کسی علاقے میں ایک نام نہاد "سیّد" نے کفریہ عقائد و نظریات پر مشتمل ایک تحریک شروع کی، جس کا نام اس نے "ایم ٹی" تجویز کیا (جس کا مطلب ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طالب) جو لوگ اس تحریک میں شامل ہوتے انہیں بنیادی طور پر یہ تعلیم دی جاتی کہ نماز، روزہ کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہ داڑھی وغیرہ رکھنا ایک فضول عمل ہے۔ اس فتنے میں اکثر دنیاوی ٹھاٹ باٹھ رکھنے والے اور بااثر لوگ شامل ہو گئے۔

حضرت رحمہُ اللہ اس صورت حال کو دیکھ کر بے چین ہو گئے، کیونکہ اہل ایمان کا ایمان خطرے میں تھا۔ آپ نے اس تحریک اور فتنے کے تعاقب کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے ضلع سرگودھا کے چکوک میں تشریف لے گئے اور قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل سے انہیں ایک باطل فرقہ ثابت کیا جس کا اسلام کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ نہیں اور وہاں کے مُسلمانوں پر واضح کیا کہ تمہارا اور ان کا راستہ جُدا جُدا ہے۔ آپ اِن لوگوں سے مکمل طور پر لاتعلق ہو جائیں۔ انہیں اپنی مساجد، عیدین کی نماز، نمازِ جنازہ میں آنے سے روک دیں۔ ان کی غمی و خوشی میں شرکت حرام ہے اور ان سے رشتے ناتے جوڑنا بھی ناجائز ہے۔

اس باطل فرقہ کے لوگ اگرچہ دُنیاوی حیثیت سے بااثر اور اہلِ ثروت تھے، لیکن اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے حضرت رحمہُ اللہ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ اللہ نے آپ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا اور وہ اپنا دفاع کرنے میں ناکام رہے۔ اس طرح یہ تحریک

Marfat.com

آپ کی شب و روز کی کوششوں کے نتیجے میں اپنی موت آپ مرگئی۔ اس تحریک میں اگرچہ آپ کی برادری کے کچھ لوگ بھی شامل ہوگئے، جس کی وجہ سے بعض آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم آپ نے کسی خونی رشتہ اور برادری کے تعلق کو اِعلائے کلمۃ اللہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ عالم و مُفتی ہونے کی حیثیّت سے اپنی شرعی ذمہ داری کو نبھانے کا حق ادا کردیا۔ مخلوق سے نظریں اُٹھا کر صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کی ذات پر بھروسا کیا اور دنیا کی تمام وجاہتیں پوری جرأت و حوصلہ، بے خوفی و بے نیازی کے ساتھ اپنے قدموں سے مَسل دیں۔ اللّٰھم اغفرلہٗ مغفرۃ کاملۃ

حضرتؒ دینی اُمور میں کسی بھی شخص کا، خواہ وہ کتنا ہی صاحبِ ثروت اور صاحبِ مرتبہ ہوتا، قطعاً لحاظ نہیں کرتے تھے۔ حق اور سچ کا اعلان ببانگِ دُہل کرتے۔ خواہ کسی کو کیسی ہی تکلیف پہنچے اور وہ کتنا ہی سیخ پا کیوں نہ ہو۔ نہ کسی سے دَبتے، نہ بکتے اور نہ جھکتے تھے۔

آپ نے اعوان تنظیم کے منشور کی پروانہ کی

(4) حق گوئی و حق پرستی زندگی بھر آپ کا شعار رہا۔ دوسرے لفظوں میں آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اِظہارِ حق بلاخوف و خطر آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ذرا غور تو کیجئے کہ پاکستان بن جانے کے بعد ہمارے علاقہ وادیٔ سون کو شاہ پور کے ساتھ ملا کر ایک یونٹ بنادیا گیا جس میں ''اعوان تنظیم'' کا نعرہ بڑے عروج پر تھا۔ اعوانوں کا فرزند ہوتے ہوئے اور اُن میں رہتے ہوئے اُن کی مخالفت کرنا اور تحریک چلانا اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ مگر حضرت رحمہ اُللہ نے علانیہ اور ڈنکے کی چوٹ پر جماعت اسلامی کے امیدوار اظہار الحق کے حق میں جاندار اور پُرزور تحریک چلائی اور اپنے زیرِ اثر حلقہ میں پوری جرأت و استقامت اور بے خوفی سے حصہ لیا اور ''اعوان تنظیم کے منشور کی ذرّہ برابر بھی پروانہ کی۔

Marfat.com

باب ؒ نمبر 8

معاشرت، معاملات اور کراماتؒ

طلباء کی خیر خواہی

حضرت رحمہ اللہ تعالٰی گھر سے صبح ناشتہ کر کے جامع مسجد میں طلباء کو اسباق پڑھانے کے لئے تشریف لاتے، ہم طلباء، حضرت رحمہ اللہ تعالٰی کی تشریف آوری سے پہلے سرس (شریہنہ) کے درخت کے نیچے سایے میں ایک چارپائی رکھ دیتے اور اس کے اوپر کھیس بچھا کر کوئی تکیہ یا گاؤ تکیہ وغیرہ بھی سجادیتے۔ آپ عام طور پر چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور طلباء آپ کے سامنے کتاب کھول کر بیٹھ جاتے اور سبق پڑھ لیتے۔ طلباء کے مسجد کے ہال یا کسی حُجرے میں ہونے کی وجہ سے بعض اوقات حضرت رحمہ اللہ تعالٰی کو طلباء کی طرف سے انتظار کی زحمت بھی اُٹھانا پڑتی۔ انتظار کی وجہ سے نفس پر گرانی کا اثر ظاہر ہونا ایک طبعی امر ہے۔ لیکن حضرت رحمہ اللہ تعالٰی چونکہ طلباء پر انتہائی شفیق تھے، اس لئے بہت کچھ برداشت فرمالیتے۔

راقم الحروف کو اپنا واقعہ آج تک بخوبی یاد ہے اور دماغ کی تختی پر اسطرح نقش ہے جیسے پتھر پر کوئی چیز کرید کر نقش کرلی جاتی ہے۔ اس ناکارہ نے حسبِ معمول درخت کے سایے میں چارپائی وغیرہ بچھادی اور خود "جنوبی حجرے" میں جاکر بیٹھ گیا۔ نفس نے مشورہ دیا کہ آج اسباق کی چھُٹی کرو۔ حضرت رحمہ اللہ تعالٰی گھر سے اسباق پڑھانے کیلیے تشریف لائیں گے۔ کچھ دیر تک انتظار کریں گے لیکن بالآخر اُٹھ کر چلے جائیں گے۔ طالب علمی کا زمانہ غفلت کا زمانہ ہوتا ہے اور اپنے نفع ونقصان کا بھی پورا احساس نہیں ہوتا۔ پختگی، سنجیدگی، احساسِ ذمہ داری، نفع ونقصان کی پہچان تو عُمر کے ساتھ ساتھ آتی ہے۔ یا پھر استاذِ محترم کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ اور پٹائی کا خوف ہو تو نفس سیدھا

Marfat.com

رہتا ہے اور بغاوت پر جرأت نہیں کرتا۔ حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں تو ڈانٹ ڈپٹ اور مار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہر وقت طلباء کے حق میں انتہائی شفقت و محبّت کا مظاہرہ ہوتا۔ اِن حالات میں نفس ضرور شرارت کرتا ہے۔

قصہ مختصر، حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ گھر سے تشریف لے آئے اور چارپائی پر رونق افروز ہوئے اور راقم الحروف کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ میرا نفس مجھے بہکانے میں کامیاب ہو چکا تھا جسکی وجہ سے میں نے سبق نہ پڑھنے کا عزم مصمم کر لیا۔ "جنوبی حجرے" میں چھپا بیٹھا ہوں، حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کی قبر پر کروڑ ھا رحمتیں نازل ہوں، کسقدر تحمل اور بُردباری کا مظاہرہ فرمایا! کم از کم آدھا گھنٹہ آپ نے اس ناکارہ کا انتظار فرمایا ہو گا۔ بالآخر تنگ آکر آہستہ آہستہ میرے حجرے کی طرف چل پڑے۔ میں نے آپ کے چلنے کی آواز کو محسوس کر لیا اور اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھ گیا۔ اس وقت بندہ پر جو کیفیت طاری تھی اس کو میرے سوا کون سمجھ سکتا تھا۔ نفسِ امارہ، اب نفسِ لوّامہ بن چکا تھا اور مسلسل مجھے ملامت کر رہا تھا۔ تا آنکہ حضرت رحمہ اللہ بندہ کے حجرے کے دروازے تک پہنچ گئے، دیکھ کر فوراً احترام میں کھڑا ہو گیا۔

آپ نے فرمایا: حافظ صاحب سبق پڑھ لیں"۔ حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے شفقت و محبّت بھرا یہ جُملہ سُن کر ندامت و شرمندگی کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ کتاب اُٹھا کر حضرت رحمہ اللہ کے پیچھے پیچھے نظریں جھکائے چل رہا تھا، اور دِل ہی دل میں اپنے آپ سے مخاطِب ہُوا۔ اے فلاں بن فلاں تجھ میں شرم و حیا کی بھی کوئی رمق باقی ہے؟ کیا تُو حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کو کوئی ماہانہ وظیفہ دیتا ہے کہ اب اُن کی ذمہ داری اور فرائض میں یہ ہے کہ تجھے تلاش کر کے اسباق پڑھائیں؟ تُو سبق پڑھے یا نہ پڑھے حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ نے تمہاری خاطر دن کے بارہ بجے تک بیٹھنا ہے؟ یقیناً ایسی کوئی بات نہیں۔ تو اب حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ تمہیں کوئی معقول سزا دیتے۔ تمہیں خوب شرمندہ کرتے یا مدرسے سے ہی فارغ کر دیتے کیونکہ یہ

Marfat.com

جُرم ہی ایسا تھا جو مُرتکب کے لئے سزا کو واجب کرتا ہے۔ ایسے عظیم محسن کو اذیت پہنچانا کہاں کی دانائی اور دانش مندی تھی؟ لیکن قُربان جایئے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحمّل وبُردباری، اور شفقت و محبّت پر کہ راقم الحروف کے لئے کسی قسم کے سخت الفاظ استعمال نہیں فرمائے، ڈانٹا نہ پیٹا حتیٰ کہ چہرے پر ناگواری کے آثار بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک ادنیٰ سے طالب علم کے حق میں اس اذیت (ایذا)، حماقت، جہالت اور غفلت پر "ادب واحترام" کی ایسی مثال قائم کر دی جس کے مظاہرے دُنیا میں بہت کم دیکھنے کو ملیں گے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

تعظیم کے نرالے انداز

صدیق آباد (کفری) سے شمال مشرق میں حضرت رحمہ اللہ کی چند بیگھے زرعی زمین تھی جس میں موسم کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی فصل ضرور بوتے تھے۔ اسکی دیکھ بھال کے لئے عموماً کھیتوں میں تشریف لے جاتے تھے اور تنہا جانے کا معمول نہ تھا بلکہ ایک دو طالب علم ضرور ساتھ لے جاتے اور انہیں درسی کتب ساتھ لانے کا حکم فرماتے۔ پھر کسی پگڈنڈی پر یا کسی درخت کے سایے تلے بیٹھ کر طلبہ کو اسباق پڑھا دیتے۔ اس ناکارہ نے "شرح جامی" کے متعدد اسباق اسی طرح پگڈنڈیوں پر یا پھر معروف بیری کے درخت کے سایے تلے پڑھے ہیں۔

جب آپ باہر کھیتوں میں تشریف لے جانے کا اراد فرماتے تو طلبہ کو ساتھ جانے کا حکم فرماتے۔ طلبہ اپنی کتابوں کو کسی رومال یا کپڑے میں لپیٹ کر بغل میں لے لیتے۔ واضح رہے کہ آپ جس مرکزی جامع مسجد میں نمازیں اور جمعہ پڑھاتے تھے، وہاں سے قصبہ سے باہر نکلنے تک محتاط اندازے کے مطابق پندرہ سے بیس منٹ تک خرچ ہوتے ہوں گے۔ آپ کی چال اور رفتار انتہائی معتدل، باوقار، باحیا، متانت وسنجیدگی سے

Marfat.com

لبریز ہوتی۔ اپنی نگاہوں کو پورے اہتمام کے ساتھ زمین پر گاڑے رکھتے۔ گرمیوں کے موسم میں سایے کے لئے اپنے سر پر چھتری کو کھول لیتے اور اگر گرمی کی شدت کم ہوتی تو ایک بڑی چادر سر پر رکھ لیتے۔ طلبہ قدرے فاصلے پر آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوتے۔ جب آپ چلتے تو کسی قدر زمین کی طرف جُھکے ہوتے۔ یوں محسوس ہوتا جیسے کسی نشیبی زمین کی طرف قدم بڑھا رہے ہوں۔ رفتار کا یہ انداز مَسنُون رفتار کے عین مطابق ہے۔

آپ جب مسجد سے باہر قدم رکھتے تو اہلِ شہر کی طرف سے ادب واحترام اور تعظیم کے نرالے انداز دیکھنے کو ملتے۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بچے اور کیا نوجوان سبھی گلی کوچوں میں نگاہیں فرشِ راہ کئے ہوتے۔ ہر ایک آگے بڑھ کر سلام کرتا اور حضرتؒ کی خیر و عافیت دریافت کرتا۔ آپ سلام کا جواب دیتے اور سرِ راہ ملاقات کرنے والوں کی خیریت دریافت کرتے۔ آپ پوچھ لیتے، کیا شغل ہے؟ جواباً اگر کوئی شخص اپنی مصروفیت بتاتا تو خوش ہوتے اور دُعاؤں سے نوازتے۔ اگر کوئی کہتا کہ فارغ ہوں تو نصیحت فرماتے کہ اپنے آپ کو مصروف رکھو۔ اپنی معاش کے لئے کوئی محنت مزدوری ضرور کرو۔ فارغ رہنا شریف اور دانا لوگوں کا کام نہیں۔ وقت بہت قیمتی ہے اسکی قدر کرو۔

راستہ چلتے چلتے اہلِ عقیدت و محبّت روک لیتے۔ خیریت پوچھنے کے بعد دُعائیں لیتے۔ خصوصاً بڑی عمر کے بزرگ مرد و خواتین ملاقات کے دَوران اپنی علاقائی زبان میں، مخصوص دُعائیہ کلمات کے ساتھ استقبال کرتے۔ وہ دُعائیہ جملے کچھ اس طرح ہیں۔

"رَدبلائیں تے دُور بلائیں استاذ جی ہوراں نیاں" علاقائی زبان میں اِن دُعائیہ جملوں میں بے پناہ، عقیدت و محبّت، ہمدردی و خیر خواہی، ادب واحترام اور تعظیم کا اظہار ہے۔ اس دُعائیہ جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام قسم کے حوادِث، بلیّات اور مصائب و آلام سے محفوظ اور امن وامان میں رکھے۔ خیر و عافیت ہی آپ کا مقدر ہو۔ حاسدین کے حسد اور شر پسندوں کے شَر سے حفاظت ہو۔

Marfat.com

جواب میں حضرتؒ بھی دعائیں دیتے۔ آپ اہلِ محبّت سے صحت کا سوال کرتے۔ اہلِ خانہ اور بیوی بچوں کے بارے سوال فرماتے کہ وہ کیسے ہیں؟ کیسی گزر رہی ہے؟ دودھ کے لئے کوئی گائے، بھینس یا بکری پال رکھی ہے؟ زرعی زمینوں کی پیداوار کے بارے سوال کرلیتے۔ مثلاً جوار کی فصل کیسی ہے؟ گندم کی فصل کا کیا حال ہے؟ گندم کتنی مقدار میں ملی ہے؟ ملاقاتی کے گھر کے افراد میں سے کوئی گھر سے دُور ملازمت، تجارت یا محنت مزدوری کے لئے گیا ہوتا تو پوچھ لیتے کہ فلاں شخص رخصت لے کر گھر آئے ہیں یا نہیں؟ کب آئیں گے؟ اُن کی صحت کیسی ہے؟ بعض اوقات کوئی بزرگ یا نوجوان فرطِ عقیدت میں دست بوسی بھی کرلیتا۔

راستہ چلتے ہوئے اگر کوئی شخص آپ کو دیکھ لیتا تو تعظیم بجالانے کی خاطر راستہ سے ہٹ کر ایک جانب کھڑا ہو جاتا، حضرتؒ کے قریب آجانے پر سلام کرتا اور دعائیں دیتا اور حضرتؒ سے دعائیں لیتا۔ راستہ میں جو لوگ بیٹھے ہوتے آپ کو آتا دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو جاتے اور اپنے ننگے سروں کو ڈھانپ لیتے۔ کوئی سگریٹ پی رہا ہوتا تو پھینک دیتا۔ خواتین آپ کو دیکھ کر دیواروں کے ساتھ لگ جاتیں اور اپنے لباس خصوصاً اوڑھنی کی فکر کرتیں کہ کہیں سر سے سِرک تو نہیں گئی۔ پورے فکر واہتمام کے ساتھ اپنے سَروں کو ڈھانپ لیتیں۔ کئی نوجوان جو راستوں پر مجلس جمائے بیٹھے ہوتے آپ کو دیکھ کر مارے خوف کے رفو چکر ہو جاتے۔

بیمار کے لئے عمل

حافظ ظہور احمد بیان کرتے ہیں کہ ہم تین طلباء حضرت رحمہُ اللہ کی خدمت میں موجود تھے، تین سے مراد خود راوی، حافظ میاں حبیب الرحمٰن (مرحوم) آف کورڈھی اور حافظ اللہ بخش آف سرکی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اگر سات دفعہ الحمد شریف کو پڑھ لیا جائے اور اول و آخر تین تین دفعہ درود شریف پڑھ لیں اور پھر کسی بیمار انسان

Marfat.com

یا مویشی پر دم کر دیں تو اللہ تعالےٰ فضل فرما دیتے ہیں۔ حافظ ظہور احمد صاحب کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ ہماری بھینس نے دودھ دینے سے انکار کر دیا تو گھر والوں نے مجھے گُندھے آٹے کا "پیڑا" دیا کہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دم کرالائیں۔ میں مسجد میں پہنچا تو معلوم ہُوا کہ حضرتؒ تشریف نہیں رکھتے۔ مجھے حضرت کی بات یاد تھی۔ مَیں نے خود حضرتؒ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق "الحمد شریف" پڑھ کر "پیڑے" پر دم کر دیا اور لا کر بھینس کو کِھلا دیا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بھینس صحیح ہو گئی اور اُس نے دودھ دیدیا۔ میں نے گھر والوں کو نہیں بتایا کہ حضرتؒ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے مَیں نے خود دم کر دیا تھا۔ اُنہوں نے یہی سمجھا کہ مَیں نے حضرتؒ سے دم کرایا ہے۔ یہ سارا واقعہ بعد میں حضرتؒ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور زبان پر مارے خوش کے یہ الفاظ جاری تھے۔ "واہ بھائی واہ، واہ بھائی واہ" اور مسلسل تبسّم فرمارہے تھے اور آپ کا چہرہ پھُول کی طرح کِھلا ہُوا تھا۔ (راوی: حافظ ظہور احمد، صدیق آباد)

بیمار کی عیادت

آپ کو جب پتا چلتا کہ فلاں صاحب بیمار ہیں تو آپ پورے اہتمام سے عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ بعض اوقات کسی طالب علم کو ساتھ لے لیتے۔ میاں عبد الحمید صاحب مرحوم کی بیماری کی خبر پہنچی تو حافظ ظہور احمد سے پوچھا کہ "میاں صاحب کی طَبیعت کیسی ہے؟" انہوں نے بتایا کافی ضَعیف اور کمزور ہیں اور حالت تسلّی بخش نہیں ہے"۔ فرمایا۔ "اچھا عیادت کے لئے حاضر ہوں گے" چنانچہ تشریف لے گئے۔ اتفاقاً حافظ ظہور احمد بھی وہاں موجود تھے۔ میاں صاحب کو کسی نے اطلاع دی کہ "اُستاذ جی" تشریف لا رہے ہیں۔ خدام سے فرمایا کہ "مجھے سہارے سے بٹھا دو" (واضح رہے کہ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے اور کچھ عرصہ ایک ساتھ پڑھتے بھی رہے ہیں)۔ میاں صاحب کو خدام نے سہارے سے بٹھا دیا حالانکہ

Marfat.com

ضعف بہت زیادہ تھا۔

آپ نے یہ جو فرمایا کہ مجھے سہارے سے بٹھادو، یہ صرف "استاذ جی" کے احترام میں فرمایا۔ اس دوران میں حضرت الاستاذؒ، حضرت میاں عبدالحمید کے بنگلہ میں پہنچ گئے۔ سلام کیا اور مزاج پوچھا۔ میاں صاحب نے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور پھر نیچے کر دیا، زیادہ بول نہیں سکتے تھے۔ اس پر حضرتؒ نے دُعا دی "اللہ تعالےٰ آپ کو صحت دے" اس کے ساتھ اور کئی دُعائیں دیں اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فرمایا میاں صاحب کو لٹادو۔ کمزوری ہے، انہیں تکلیف ہو رہی ہے"۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ چند دن کے بعد ہی میاں عبدالحمید صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس اندوہناک خبر کے پاتے ہی حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ پھر تشریف لے گئے۔ برآمدے کے سامنے میاں صاحب (مرحوم) کی میت چارپائی پر پڑی تھی۔ چہرے کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ چہرے سے کپڑا اُٹھایا اور "انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا" اور پھر فرمایا "اللہ تعالےٰ آپ کی آخرت کی منزلیں آسان کر دیں اور مغفرت کے فیصلے فرمائے" اس کے بعد پیچھے ہٹ کر برآمدے کے ایک کنارے لاٹھی کے سہارے غم زدہ حالت میں بیٹھ گئے۔ سر کو جھکایا ہوا تھا اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے "پہلے تو ہم دونوں اکٹھے فیصلے کیا کرتے تھے، اب آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے" اور پھر رونے لگے۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت کھُل کر سامنے آتی ہے کہ اکابر میں محبّت اور احترام تھا جسے اَصاغر نے اپنے مادی اور دُنیاوی مفادات کی خاطر نفرتوں، عداوتوں اور عدمِ احترام میں تبدیل کر دیا۔ اے کاش یہ لوگ اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کے گرداب سے نکل کر اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پسند اور ناپسند کو سامنے رکھتے تو سادہ لوح اور عام مُسلمان باہم دست و گریبان نہ ہوتے اور محبّت واحترام کی فضا میں مِل جل کر دین کی خدمت کرتے۔

Marfat.com

میاں صاحب نے ازراہِ محبّت بوسہ دیا

(2) حضرت الاستاذ رحمہ اللہ جب سبق پڑھا چکے تو راقم سطور سے فرمایا "حافظ صاحب! میاں عبدالحمید صاحب علیل ہیں اُن کی عیادت کے لئے چلتے ہیں۔ چنانچہ آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ آگے آگے اور مَیں پیچھے پیچھے تھا۔ مکان شریف پر پہنچ گئے۔ میاں صاحب مرحوم مسجد سے متصل شمالی جانب ہوادار کمرے میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت اُن کے پاس کوئی آدمی نہیں تھا۔

میاں صاحب احتراماً اُٹھنا چاہتے تھے لیکن کیسے اُٹھتے؟ ضعف بہت زیادہ تھا۔ حضرتؒ نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی سلام کیا اور خیریت معلوم کی۔ میاں صاحب نے انتہائی آہستہ آواز میں فرمایا "اللہ تعالیٰ فضل و کرم اور رحمت کا معاملہ فرماویں گے"۔ حضرتؒ نے تسلی دیتے ہوئے اور مسنون کلمات استعمال کرتے ہوئے فرمایا "لَا بَاسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰه" گھبرانے کی ضرورت نہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں کو دھونے کا ذریعہ بنے گی" اور اس کے علاوہ ڈھیروں دعائیں دیں۔ اس ناکارہ کو وہ منظر کبھی نہیں بھولے گا جب میاں صاحبؒ مرحوم نے اپنے کمزور اور لرزتے ہاتھوں سے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر ازراہِ محبّت بوسہ دیا اور ساتھ ہی آنکھیں چھلک پڑیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرتؒ کی آنکھیں بھی اشک بار ہوگئیں اور بھرّائی ہوئی آواز کے ساتھ صحت و عافیت کی دُعائیں دیں اور پھر زیادہ دیر نہ بیٹھ پائے، اجازت لی اور واپس تشریف لے آئے۔

وِصال کے بعد کرامت کا ظہور

حافظ مبشر حسین آف صدیق آباد، بیان کرتے ہیں کہ مَیں مدرسہ اسلامیہ سے حفظ اور کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد سرگودھا بلاک نمبر ۱۴ کی مسجد میں بطورِ امام و خطیب مقرر ہوا۔ مَیں نے مسجد کی حدود میں اپنی ضرورت کے لئے مختصر سی لائبریری بنا رکھی

Marfat.com

تھی۔ حلقۂ احباب میں سے کوئی نہ کوئی دوست کبھی عاریتاً کوئی کتاب لے کر چلا جاتا اور چند دن کے بعد واپس کر دیتا۔ مجھے یاد رہتا تھا کہ کتاب کون لے گیا ہے؟ ایسے ہی بہشتی زیور کوئی ساتھی لے گیا اور تقریباً چھ ماہ گزر گئے اس کا کوئی پتا نہیں۔ حلقۂ احباب میں سے سب سے پوچھ لیا۔ لیکن اس کا کوئی سُراغ نہ ملا۔ ایک دن اسی پریشانی میں سو گیا، رات کو خواب میں حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا "حافظ صاحب پریشان کیوں ہیں"؟ عرض کی، حضرت بہشتی زیور کوئی لے گیا لیکن سمجھ میں نہیں آرہا کہ کون لے گیا ہے؟ فرمایا: آپ نے سرگودھا القمر مارکیٹ میں حافظ ظہور احمد (کپڑے والے) سے پوچھا ہے؟ وہ لے گیا ہے۔ حافظ مبشر حسین کہتے ہیں کہ میں جب صبح بیدار ہُوا تو حیرت بھی ہوئی اور پریشان بھی تھا۔ سوچنے لگا کہ حافظ ظہور احمد کا آنا جانا تو میرے ہاں ہے نہیں۔ کتاب اس کے پاس کیسے ہو سکتی ہے! لیکن حضرتؒ نے فرمایا تھا، اس لئے جانا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ ایک دن وقت نکال کر حافظ ظہور احمد کے ہاں القمر مارکیٹ میں چلا گیا۔ حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ خیر و عافیت پوچھنے کے بعد ڈرتے ڈرتے آہستہ آواز میں کہا کہ بھائی آپ بہشتی زیور (کتاب) پڑھنے کیلئے لائے تھے۔ چھ ماہ گزرنے کو ہیں لیکن تاحال آپ نے واپس نہیں لوٹائی۔ حافظ صاحب نے اقرار کیا کہ بے شک کتاب لایا تھا۔ یہ میری کوتاہی اور غفلت ہے کہ میں آپ کو واپس نہ لوٹا سکا۔ کتاب گھر میں پڑی ہے پہلی فرصت میں پہنچا دونگا۔

واضح رہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات بعد وصال کے بھی ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ یہ حضرت رحمہُ اللہ کی کرامت تھی کہ خواب میں تشریف لاکر اپنے ایک شاگرد کی راہنمائی فرمائی کہ تمہاری کتاب فلاں کے پاس ہے، جا کر لے لو۔

اہلِ محلہ کے مقابلے میں طلباء کی حمایت

صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ کو طلباء سے انتہائی

Marfat.com

محبت تھی۔ اُن سے بڑھ کر کوئی عزیز نہ تھا حتیٰ کہ ہم بحیثیت اولاد اگر کبھی طلباء کی شکایت کرتے تو الزام ہمارے ہی اوپر عائد ہوتا اور سرزنش بھی ہماری ہی ہوتی۔ حافظ ظہور احمد ساکن صدیق آباد (کفری) مدرسہ اسلامیہ کے قدیم طلباء میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ طلباء کو بعد نمازِ عصر کھیل کود کی مکمل آزادی تھی۔ بعض اوقات آداب مسجد میں بھی کوتاہی ہو جاتی۔ ایک مرتبہ غالباً نمازِ عصر کے بعد طلباء مسجد کے صحن میں کھیل رہے تھے اسی دَوران اہل محلہ میں سے دو بزرگ نمازی، بابا شیر مؤذن صاحب اور بابا عالم شیر صاحب اڑدال مغرب کی نماز کے لئے قدرے وقت سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے۔ اُنہوں نے مسجد کے صحن میں طلباء کو کھیلتے دیکھ کر ڈانٹا اور بُرا بھلا کہا۔ اس واقعے کا علم جب حضرت رحمہُ اللہ کو ہُوا تو دونوں بزرگوں کی خوب خبر لی۔ اور فرمایا کہ ”خبردار! انہیں ڈانٹنے کی ضرورت نہیں یہ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز ہیں“۔ اور سنو! اِن کا گھر، کھیل کا میدان، مسجد اور مدرسہ سب کچھ یہی ہے“۔ بعد میں طلباء کو تنہائی میں بلایا اور فہمائش کر دی کہ مسجد کے آداب کی پاسداری بہت ضروری ہے۔ اس میں غفلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔

فاترالعقل شخص کی دلجوئی

حضرت رحمہُ اللہ کی جامع مسجد کے بالکل پڑوس میں ایک شخص عطا مُحمد نامی رہتا تھا جو عقلی اعتبار سے معذور تھا، تاہم اُسے نماز پڑھنے کا شوق تھا اگرچہ اسکی نماز حقیقت میں نماز نہ ہوتی تھی، کیونکہ نہ تو وہ قرأت کرتا اور نہ ہی تشہد پڑھتا اور نہ ہی رکوع و سجود، قومہ و جلسہ میں مخصوص کلمات پڑھتا تھا، اگرچہ پڑھتا ہُوا محسوس ہوتا لیکن بالکل غلط پڑھتا تھا، کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ کیا پڑھتا ہے۔ بعض اوقات طلباء اس سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتے رہتے، جواباً وہ جو کچھ کہتا، طلباء کے لئے تفننِ طبع اور تفریح کا ذریعہ بن جاتا۔ جو طالب علم اس کے قریب نماز کیلئے کھڑا ہو جاتا تو نماز میں اسکی پھرتی دیکھ کر اپنی

Marfat.com

نماز خراب کر بیٹھتا۔ جیسا بھی تھا اُسے مسجد اور نماز سے محبّت تھی۔ اُسے اذان دینے کا بھی بہت شوق تھا لیکن طلباء اسے دینے نہیں دیتے تھے، اس پر دل شکستہ ہو کر حضرت الاستاذ رحمہ اللہ سے شکایت کرتا کہ طلباء مجھے اذان نہیں دینے دیتے۔ آپؒ اسکی دل جوئی کی خاطر طلباء سے فرماتے۔ "عطا محمد کو اذان سے مت روکو" طلبہ عرض کرتے کہ حضرت ! یہ اذان غلط دیتا ہے ہم اسے مائیک کے سامنے کیسے کھڑا کر سکتے ہیں؟ آپ فرماتے کہ "اذان کہنے دو لیکن ایمپلی فائر کو آف رکھو تاکہ آواز باہر محلے میں نہ جائے۔ چنانچہ طلباء اُسے مائیک کے سامنے کھڑا کر دیتے اور ایمپلی فائر کو آف ہی رکھتے، اذان دینے کے بعد اسکی خوشی قابلِ دید ہوتی، تاہم بیچارے کو یہ خبر نہ ہوتی کہ لاوڈ سپیکر سیٹ تو آف تھا۔

گستاخی پر گرفت

موضع صدیق آباد (کفری) کے ایک شخص نے منکوحہ عورت کو اغواء کر کے بطور بیوی اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔ شرعی اعتبار سے یہ ایک انتہائی سنگین جرم تھا، جسے مُسلم معاشرے میں کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ شُدہ شدہ یہ بات حضرت رحمہُ اللہ تک جا پہنچی۔ آپ نے بحیثیت مُفتی فتویٰ جاری فرمایا کہ "مذکورہ شخص فی الفور اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دے، یا کسی طرح اُس کے ورثاء تک پہنچادے اور اپنے اس فعل پر علانیہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو تمام مُسلمان اس سے سوشل بائیکاٹ کر دیں"۔ یہ فتویٰ بڑی تیزی کے ساتھ شہر میں پھیل گیا، اور عام مُسلمان بھی فتویٰ سُن کر حرکت میں آ گئے۔

ایک دوسرا شخص جو مُغوِی (اِغواء کرنے والے) کا رشتہ دار تھا اور اپنے خیال کے مطابق بدمعاش بھی تھا۔ بدمعاش بایں معنےٰ کہ عام بندگانِ خدا کو بلاوجہ بچھو کی طرح ڈستا رہتا تھا۔ اُسے اس فتویٰ سے کچھ زیادہ ہی تکلیف پہنچی۔ حضرت رحمہُ اللہ چونکہ

Marfat.com

عموماً کچھ وقت نکال کر باہر کھیتوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح کے ایک موقع پر حضرتؒ جارہے تھے یا واپس تشریف لا رہے تھے۔ اُس مُوذی شخص نے کفری کے لاری اڈہ کے قریب حضرتؒ کو دیکھ کر آپؒ کی شان میں اس طرح گستاخی کی کہ آپ کے حق میں اُول فُول بکنے لگا اور شاید آپ کی طرف پتھر بھی پھینکے۔ کسی عقیدت مند نے اسکی اس گستاخی پر طیش میں آکر حضرتؒ سے اجازت طلب کی تاکہ اسکا دماغ درست کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ "اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو، ان شاء اللہ زندگی بھر ذلیل ہوتا رہے گا"۔

حضرت رحمہ اللہ کی بددُعا قبول ہوئی کہ چہرے پر لعنت برستی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ لوگ اُسے کہتے ہیں کہ مسجد میں جاکر نماز تو پڑھ لیا کرو تو کہنے لگا کہ گھر سے باہر نکلوں تو مجھے بلائیں اور چڑیلیں پریشان کرتی ہیں۔ یوں وہ گھر میں بند ہو کر رہ گیا۔

(راوی: صوفی محمد شیر، صدیق آباد)

① خواب کی تعبیر

وادیٔ سون کے دو خاندان مال و دولت اور اپنی عُرفی عزت و وَجاہت میں کافی معروف تھے۔ میاں سلطان بخش اعوان آف کھوڑہ اور میاں کرم بخش اعوان آف پدھراڑ سے وادی کا بچہ بچہ واقف تھا۔ دونوں مضبوط قسم کے ٹرانسپورٹر تھے اور اس میدان میں دونوں میں کافی چپقلش اور کشمکش چلتی رہتی۔ میاں خدا بخش اعوان کا جوان سال بیٹا کسی ویرانے میں مقتول پایا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ ہمارے حریف نے اسے قتل کیا ہے۔ فریق مخالف کی ٹرانسپورٹ کمپنی "سپر اعوان" کے نام سے مشہور تھی۔ جبکہ دوسری کمپنی "اعوان" کے نام سے مشہور تھی۔ کچھ عرصہ بعد ملک گل زمان اعوان آف ڈھاکہ جو کہ "سپر اعوان" کے مینجر تھے، قتل ہوگئے۔ انہوں نے "اعوان" ٹرانسپورٹ کمپنی کے پانچ اہم اور سرکردہ افراد کے خلاف دفعہ ۳۰۲ کے تحت ایف آئی آر درج کرادی۔ مقدمہ چلتا رہا، تاریخیں پڑتی

Marfat.com

رہیں۔ جب سیشن کورٹ سرگودھا سے فیصلہ ہونے میں چند دن باقی رہ گئے تو میاں خدا بخش اعوان آف کھوڑہ ایک رات سحری کے وقت ایک خواب دیکھتے ہیں۔ جسے وہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میں کار پر سوار ہو کر خوشاب کے اپنے آفس سے نکل رہا تھا۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ بکرا ہے جو ناگاہ گاڑی کے نیچے آکر مر جاتا ہے، میں گھبرا کر باہر نکلتا ہوں اور بکرے کو گاڑی کے نیچے سے نکالتا ہوں اور پھر کار میں سوار ہو کر آگے بڑھتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر ایک سیاہ بکرا کار کے نیچے آجاتا ہے۔ میں پریشان ہو کر باہر آتا ہوں اور اُسے کار کے نیچے سے نکالتا ہوں اور پھر آگے بڑھتا ہوں اب ناگاہ تین سیاہ بکرے کار کے آگے آئے اور پھر پیچھے ہٹ گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوا تو فوراً بذریعہ کار صدیق آباد (کفری) حضرت الاستاذ مولانا خدا بخش صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صبح کی نماز مرکزی جامع مسجد میں ہی ادا کی اور نماز کے بعد حضرتؒ کی سامنے اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے اس کی درج ذیل تعبیر دی"۔

فرمایا: سب سے پہلے تو پانچ سیاہ رنگ کے بکرے صدقہ کریں۔ خواب کی تعبیر یہ ہے کہ جو دو بکرے کار کے نیچے آکر مر گئے ہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عدالت سے دو آدمیوں کو پھانسی ہوگی، اور تین بکرے جو سامنے آکر پیچھے ہٹ گئے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ تین آدمیوں کو عمر قید ہوگی۔ پانچ بکرے ذبح کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ ان شاء اللہ اُوپر کی عدالت میں اپیل کے بعد سب بری ہو جائیں گے۔ عدالت سے جب فیصلہ آیا تو بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرتؒ نے تعبیر دی۔ میاں خدا بخش صاحب نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ عدالت نے سیشن کورٹ کا فیصلہ برقرار رکھا۔ انہوں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی بالآخر عدالت عظمیٰ نے پانچوں افراد کو بری کر دیا۔

(راوی: حافظ انور حسین، کورڈھی)

Marfat.com

روزی تو یہ ہوئی حلال!

حضرت رحمہ اللہ اگر کسی شخص کو رزق حلال کے حصول میں محنت و مشقت اُٹھاتے اور پسینہ بہاتے دیکھ لیتے تو اس پر بہت ہی مسرت کا اظہار فرماتے۔ جناب ماسٹر نصیر احمد صاحب آف صدیق آباد، بیان کرتے ہیں کہ ایک عرصہ تک محمد آصف صاحب کی زرعی زمین ہمارے پاس رہی ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ بیلوں کے ذریعے زمین میں ہل چلایا جاتا تھا۔ اسی طرح کے ایک موقع پر ہل چلا رہے تھے۔ گرد وغبار سے اَٹے ہوئے اور پسینے میں شرابور تھے۔ حضرتؒ حسبِ عادت ہمارے پاس سے گزرے، ہماری قابلِ رحم حالت کو دیکھ کر رُک گئے اور آپ کا چہرہ پھول کی مانند کھل گیا۔ اور ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: واہ بھائی واہ، واہ بھائی واہ، روزی تو یہ ہوئی حلال کی۔ جس میں بندہ پسینہ پسینہ ہو جائے آپکی یہ محنت و مشقت قابلِ رشک و تحسین ہے۔

(راوی: ماسٹر نصیر احمد، صدیق آباد)

اللہ تعالیٰ اسے حافظ قرآن بنائے

وادیٔ سون کی ایک سرد ترین رات تھی جب حضرت والد صاحب (مولانا احمد رضا صاحب) کو اطلاع دی گئی کہ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدا بخش صاحب کی طبیعت انتہائی ناساز ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد حضرت والد صاحب بے قرار ہو گئے اور اپنے محبوب اور شفیق و مہربان استاذِ محترم کی عیادت کے لیے چل پڑے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں بھی ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں چھوٹا سا بچہ تھا۔ سردی شدید تھی اور رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا تھا۔ ان حالات میں میرا ساتھ نہ جانا مناسب تھا۔ والد صاحب مسلسل مجھے سمجھا رہے تھے کہ آپ ساتھ نہ آئیں لیکن میں جانے پر اصرار کر رہا تھا اور تیار ہو کر ساتھ چلنے لگا۔ والد صاحب مجبور ہو گئے اور مجھے ساتھ لیکر حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ اپنی مرکزی جامع مسجد کے مشرقی حجرے میں

Marfat.com

چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اھل عقیدت و محبّت چاروں طرف سے آپکو گھیر ے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضرت الاستاذؒ نے فرمایا: اسے ساتھ کیوں لائے ہو؟" والد صاحب نے عرض کی "حضرت ! منع کرنے کے باوجود ساتھ آگیا"۔ بعد ازاں والد صاحب نے حضرتؒ سے میرے لیے دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضرتؒ نے دعا کی۔ "اللہ تعالیٰ اسے حافظ قرآن بنائے"۔ حضرتؒ کی دعا نے اثر دکھایا اور آپ کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل و کرم سے مجھے حافظ قرآن بنا دیا۔

(راوی: مولانا صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

قرض کب واپس لوٹاؤ گے

حافظ محمد یعقوب صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرتؒ سے قرض مانگا آپ نے فرمایا: ضرور دوں گا، لیکن یہ طے کرو کہ کب واپس لوٹاؤ گے؟ آپ کی گفتگو سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید آپ مجھ پر عدم اطمینان کا اظہار فرما رہے ہیں۔ میں نے اس بات کو ظاہر بھی کر دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں بلکہ میرے پیش نظر یہ ہے کہ فرض کریں آپ کہتے ہیں کہ میں یہ قرض چھ ماہ کے بعد لوٹا دوں گا۔ آپ چھ ماہ کے بعد میرے پاس آکر کہتے ہیں، استاد جی! میں تا حال قرض لوٹانے کی وسعت نہیں رکھتا۔ اس پر میں چھ ماہ کی مدت مزید بڑھا دوں گا جس پر مجھے دوہرا ثواب ملے گا"۔ فرمایا: قرض کی واپسی کی مدت طے کرنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ شریعت کا حکم ہے کہ قرض کی واپسی کی مدت طے کر لیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس کو قرآن کریم نے ذکر کیا ہے قال اللہ تعالیٰ "وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ" اگر مقروض تنگ دست ہے تو قرض کی مدت بڑھا دو۔ اس پر قرض خواہ کو دوہرا ثواب ملے گا۔ مَیں تو ثواب کا حریص ہوں عدم اطمینان کا اظہار نہیں کر رہا"۔ (راوی: حافظ محمد یعقوب)

Marfat.com

آپ کے قرض سے دس۱۰ روپے کم ہوگئے

حافظ نور محمد آف صدیق آباد، نہایت صالح اور متقی انسان ہیں۔ آج کل جنازہ گاہ کی مسجد کے امام ہیں۔ انہوں نے حفظ اور موقوف علیہ تک کتابیں جامعہ اسلامیہ میں پڑھی ہیں۔ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کے پابند ہیں۔ معاشی اعتبار سے کافی کمزور تھے۔ حضرتؒ کو بھی اس بات کا علم تھا۔ ایک موقع پر حافظ نور محمد صاحب نے حضرتؒ سے قرض مانگا۔ آپ نے فرمایا: ضرور دونگا لیکن پہلے یہ طے کریں کہ کب واپس لوٹاؤ گے؟ حافظ صاحب نے کوئی مدت بتلا دی۔ قرض کی واپسی کی جب طے شدہ مدت پوری ہوگئی تو حافظ صاحب نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی، حضرت! تاحال واپسی کی وسعت نہیں رکھتا، آپ مدت بڑھا دیتے اور ساتھ ہی حافظ صاحب سے فرمایا: حافظ جی! یہ لو دس روپے آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ حافظ صاحب ہدیہ پر عملاً قبضہ کر لیتے تو پھر فرماتے۔ آپ نے میرا سو روپیہ (فرض کریں) قرض دینا تھا۔ یہ دس روپے اس قرض کی مد میں مجھے دیدیں۔ حافظ صاحب دے دیتے۔ آپ فرماتے اب آپ کے ذمہ ۹۰ روپے واجب الادا ہیں۔ اس طرح حضرتؒ نے تھوڑا تھوڑا ہدیہ پیش کر کے حافظ صاحب کا سارا قرض اتار دیا تھا۔ (راوی حافظ محمد یعقوب صدیق آباد)

بیٹے آپ کا کام دیکھ کر خوشی ہوئی

حضرت مولانا محمد دین بن میاں احمد صاحب کی شخصیت وادیٔ سون مردوال میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، اُن کی دینی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ جس اخلاص و للہیت، جانفشانی اور مجاہدہ کے ساتھ انہوں نے کام کیا وہ نہ صرف یہ کہ قابل تحسین ہے بلکہ وادیٔ سون کے دوسرے علمائے حق کے لئے ایک نمونہ بھی ہے۔ اجنبی اور پردیسی ہو کر مردوال جیسی ملکائی فضا میں جس انداز سے انہوں نے کام کیا یہ انہی کا حصہ تھا۔

جاہلی اور جبلی ماحول میں مضبوطی کے ساتھ جڑیں پکڑنے والی رسومات اور بدعات کا

Marfat.com

جس طرح انہوں نے دیوانہ وار مقابلہ کیا یہ یقیناً مُبلغین اسلام اور خدامِ دین کے لئے قابلِ رشک و تقلید ہے۔ اعوانوں اور ملکوں کی حکومت میں رہتے ہوئے شادی کے موقع پر اُن کے مرغوب و محبوب مشاغل اور تفریحات پر پابندی لگانا اور اُن کی طرف سے متوقع ردِّعمل کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی مدد شامل حال رہی اور مولانا دین محمد صاحب نے پوری ہمّت و بصیرت اور حکمت و دانائی سے اَنہونی کو ہونی بنادیا۔ مردوال شہر کے اندر یہ ایک بہت بڑا انقلاب اور تبدیلی تھی۔

شادی کے موقع پر مولانا صاحب نے ڈھول اور اسکی تھاپ پر رقص و سرود، بینڈ باجوں جیسے شیطانی کاموں اور خرافات پر سخت پابندی لگا رکھی تھی۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ جمعۃ المبارک کے موقع پر مردوال میں تشریف لائے۔ مَیں نے اللہ تعالےٰ کی توفیق سے یہاں جو ٹوٹی پھوٹی محنت کی ہے اس کے نتائج اور ثمرات سے تفصیلاً حضرتؒ کو آگاہ کیا۔ تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "بیٹا آپ کا کام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی"۔ مردوال جیسے شہر میں اجنبی اور پردیسی ہو کر آپ نے جو معاشرے میں اصلاحات نافذ کر رکھی ہیں اُن پر حیرت اس لئے ہوتی ہے کہ ہم اس علاقہ کے باشندے ہو کر ایسی اصلاحات نافذ نہ کر سکے۔ (راوی: مولانا محمد دین صاحب، مردوال)

یاد رَہے کہ مولانا محمد دین صاحب سہریالی (ٹمن) کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۳۵ء کو اپنے آبائی گاؤں سہریالی میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ کے بعد حفظ میں مشغول ہو گئے اور ۱۹۵۶ء میں حفظ کی تکمیل کی۔ حفظ میں آپ کے استاذ حافظ غلام ربانی صاحب تھے۔

۱۹۵۷ میں دینی کتب کی تعلیم کا آغاز کر دیا۔ کریما سے لیکر یوسف زلیخا جیسی فارسی زبان ادب کی تمام کتب اور صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم کتب سے لے کر دورۂ حدیث تک ساری کتابیں حضرت مولانا فضل احمد صاحب سے پڑھیں، مولانا فضل احمد صاحب حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ ۱۹۶۴ء سے لے کر تاحال

Marfat.com

مولانا صاحب سے پانچ سو سے زائد بچے اور تقریباً بیس بچیاں قرآنِ کریم حفظ کر چکی ہیں۔ اور ناظرہ پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کی تعداد اعدادو شمار سے باہر ہے۔ ۴۸ سال سے آپ مردوال شہر کی جامع مسجد تالاب والی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ شرک وبدعت اور جاہلی رسومات کے خلاف آپ کی قربانیاں ناقابلِ فراموش ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی محنتوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اگر میں وہاں موجود ہوتا تو............

مولانا مُحمد دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مُبتدِعین اور شرپسندوں نے میری مسجد پر قبضہ کرنے کی ناپاک اور ناکام کوشش کی۔ یہ لوگ اس حقیقت سے کلی طور پر غافل ہیں کہ الحمد اللہ پورے شہر مردوال کی ہمدردیاں بندہ کے ساتھ ہیں۔ شرپسندوں اور دہشت گردوں کی تعداد صرف پانچ تھی۔ یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم لے کر مسجد میں داخل ہوئے، اِدھر مَیں بھی پوری جرأت، ہمّت و استقامت اور اللہ تعالےٰ پر بھروسے اور نصرت کا کامل یقین کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوا اور اُن کے پلید اور قابلِ صد نفریں منصوبوں کو خاک میں ملادیا۔ چنانچہ اعدائے دین خائب وخاسر واپس لوٹے۔

حضرت اقدس مُفتی مولانا خدابخش صاحبؒ کو بتایا تو بہت خوش ہوئے اور مجھے دعائیں دیں اور یوں فرمایا :اگر میں اس دن وہاں موجود ہوتا تو حق کی حمایت میں مولانا مُحمد دین صاحب کے دوش بدوش مسجد میں بے خوف وخطر داخل ہوتا"۔

(راوی: مولانا مُحمد دین صاحب، مردوال)

آپ کی اختتامی دُعا انتہائی رقت انگیز تھی

حضرت مولانا حافظ عُبید اللہ صاحب عالمی مجلس تحفّظِ ختم نبوت کے مُبلغ ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران بندہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری

Marfat.com

رحمہُ اللہ کے حکم پر بحیثیت مبلغ عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے ولی کامل استاذ العُلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہُ اللہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سلامِ مسنون کے بعد حضرتؒ کی خیر و عافیت دریافت کی اور ساتھ ہی اپنی آمد کی غرض بھی بیان کر دی۔ اس پر آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور بندہ کو حکم دیا کہ عام مُسلمانوں کے سامنے عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع بیان کریں۔ حالانکہ اس وقت پولیس میری تلاش میں تھی۔ مَیں نے عرض کی کہ حضرت! جہاں علم و عمل کا آفتابِ نیم روز اپنی ضیاء افشانی کر رہا ہو وہاں چراغِ سحر کو مقابلے میں رکھ دینا کیا حیثیّت رکھتا ہے؟ میرے نزدیک یہ سُوئے ادب ہے لیکن آپ نے انتہائی محبّت و شفقت سے مجھے حکم دیا کہ بیان کریں۔ چنانچہ بندہ نے حضرتؒ کے حکم کی تعمیل کی۔ میرے بیان کے بعد آپ نے اختتامی دُعا فرمائی۔ آپ کی دُعا انتہائی رِقت انگیز، جامع اور پُر اثر تھی۔ آپ کی اس دُعا کا پُر کیف منظر آج بھی میری نگاہوں میں گھوم رہا ہے۔ مزید بر آں، آپ نے اپنی دُعا میں مجھ جیسے نالائق اور نفس و شیطان کی غلامی کے مارے ہوئے انسان کو بھی یاد رکھا۔ میں یہ سُن کر پانی پانی ہو گیا، یہ سوچ کر کہاں مَیں اور کہاں یہ ولی کامل! اس واقعہ کو تقریباً ۶۰ سال ہونے کو ہیں لیکن آپ کی دُعا کا اثر آج بھی محسوس کر رہا ہوں۔

(راوی: خادمِ احرار مولانا حافظ عبید اللہ صاحب)

۲ خوابؒ کی تعبیر

میرے دادا جی حاجی شیر محمد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک ایسا خواب دیکھا کہ بیدار ہونے کے بعد بہت پریشان نظر آنے لگے۔ اُنہوں نے اپنی پریشانی کے حل کیلئے حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ سلام کے بعد اپنا پریشان کن خواب بیان کیا۔

عرض کی، حضرت! مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسجد کے محراب میں پیشاب

Marfat.com

کررہا ہوں۔ اہلِ علم پر یہ بات چنداں مخفی نہیں کہ خواب بعض اوقات بڑے خوفناک اور پریشان کن ہوتے ہیں لیکن اُن کی تعبیر بہت اچھی ہوتی ہے، جیسا کہ خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی ملکہ زبیدہ کو بھیانک خواب آیا لیکن جب اس کی تعبیر محمد بن سیرینؒ سے معلوم کرائی تو انتہائی خوش کن تھی۔ یہ خواب بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

حضرت الاستاذؒ نے خواب سننے کے بعد فرمایا، حاجی صاحب! مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں حُفّاظ پیدا فرمائیں گے۔ چنانچہ خواب کی تعبیر حقیقت بن کر سامنے آئی، وہ اس طرح کہ دادا جی کی تمام اولاد خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، سبھی کی اولاد میں حافظ پیدا ہوئے۔ (راوی: مولانا محمد ممتاز صاحب، کوڑھی)

علی خان جی! انسان کو سُنت ....

ناکارہ علی خان نے داڑھی کو بالکل نہیں چھیڑا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ مَیں نے قینچی کو داڑھی سے دُور رکھا۔ داڑھی جس انداز میں اور جس سمت میں بڑھتی رہی۔ مَیں نے اُسے کچھ نہیں کہا۔ داڑھی ماشاء اللہ تینوں اطراف میں خوب پھیلی، لمبی تھی اور گھنی بھی۔ اپنی سُستی یہ تھی کہ نہ تو تیل لگاتا اور نہ ہی کنگھی کرتا۔ ملنگوں کی طرح پراگندہ اور بکھرے ہُوئے بال اور بعض اوقات غبار آلود بھی ہو جاتے۔ اگر کوئی چھوٹا بچہ دیکھے تو مارے خوف کے رونا شروع کردے۔ میری اس حالت کو دیکھ کر حضرت الاستاذؒ نے مجھے محبّت اور شفقت بھرے انداز میں نصیحت فرمائی:

"علی خان جی! انسان کو داڑھی جیسی سُنت اپنے چہرے پر اس طرح سجانی چاہیے کہ دیکھنے والوں کو خوشنما اور بھلی معلوم ہو۔ داڑھی اسقدر خوبصورت اور سنوار کر رکھیں کہ جن کی داڑھی نہیں اُنہیں اسکی رغبت ہو۔ آپ اس طرح کریں کہ تینوں اطراف سے داڑھی کو مُٹھی میں لے کر زائد کو قینچی سے کاٹ دیں اور اسکو صابن سے دھویا کریں پھر تیل لگا کر کنگھی بھی کیا کریں۔ (راوی: مولانا علی خان، گوہل)

Marfat.com

زُبان کی لُکنت دُور ہو گئی

مولانا حافظ مسعود احمد آف کورڈھی بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں نے مدرسہ اسلامیہ، متصل مرکزی جامع میں صدیق آباد میں درسِ نظامی کی غرض سے داخلہ لیا تو سب سے پہلے حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ سے شرفِ تلمذ حاصل ہُوا۔ آپ نے ہمیں "صرف بہائی" شروع کرائی۔ میرے ہم سبق مولانا مشتاق احمد صاحب تھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میری زبان میں لُکنت تھی جس کی وجہ سے "صرف" کا سبق حضرت ؒ کو سناتے ہوئے سخت دِقّت پیش آتی۔ میں نے اپنی یہ پریشانی حضرت الاستاذ ؒ کے سامنے پیش کی۔ اس پر آپ نے مجھے دَم فرمایا، دم کیا تھا؟ در حقیقت حضرت ؒ کی کرامت تھی۔ آپ کے دم کا نقد اثر ظاہر ہوا اور الحمدُ اللہ میری زبان کی لُکنت ہمیشہ کے لئے دُور ہو گئی۔ (راوی: مولانا حافظ مسعود احمد، کورڈھی)

دونوں بزرگوں نے باہم ادب کی پاسداری کی

جناب ماسٹر نذیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ صدیق آباد کے ایک شخص کا حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہ اللہ اور میاں عبد الحمید صاحب مرحوم سے عقیدت و محبّت کا تعلق تھا۔ ایک موقع پر اُس نے دونوں بزرگوں کو دعوت دے کر جمع کیا۔ حُسنِ اتفاق سے یہ دونوں بزرگ میزبان کے گھر میں ایک ہی وقت میں کچھ اس طرح داخل ہوئے کہ حضرت الاستاذ ؒ تو گھر کے غربی دروازے سے اور میاں عبد الحمید صاحب شرقی دروازے سے داخل ہوئے اور دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر ادب بجالانے کا حیران کن مظاہرہ کیا۔ چنانچہ حضرت الاستاذ ؒ نے ادباً قدرے تیز چل کر میاں صاحب مرحوم کا مصافحہ کرنے کی کوشش کی جبکہ میاں صاحب نے بھی حضرت الاستاذ ؒ کی شخصیت کے سامنے آنے پر انتہائی تیز چل کر اور قدرے جھک کر مصافحہ کرنے کی کوشش کی۔ (راوی: ماسٹر نذیر احمد صاحب، صدیق آباد)

Marfat.com

میں نے گھر کے صحن میں سبزیاں لگا رکھی تھیں

ایک خاتون نے مجھ سے بیان کیا کہ میں سکول ٹیچر تھی۔ حضرت رحمہ اللہ سے عقیدت رکھتی تھی۔ اُن کے بلند علمی مقام اور تقویٰ سے بہت متاثر تھی۔ میں نے اپنے گھر کے صحن میں سبزیاں لگا رکھی تھیں۔ ایک دفعہ ریت لے کر حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی کہ اسے دم کر دیں تاکہ اسے سبزیوں پر ڈال دوں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں بیماریوں سے محفوظ رکھیں اور سبزی بھی زیادہ ہو۔ بیان کرتی ہیں کہ ریت ڈالنے کے بعد الحمدللہ سبزی خوب اور وافر مقدار میں ہوئی اور بیماریوں سے بھی محفوظ رہی۔

(راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

جنات آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے

جن دنوں آپ کا گھرانہ جادو کی آزمائش سے گزر رہا تھا۔ گھر کا ہر فرد جنّات کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف اور اذیت سے متاثر تھا۔ مال و متاع کو شدید نقصان پہنچا۔ شیاطین گھی میں تیل ملا دیتے اور آٹے میں راکھ، پتھر برساتے جس سے اہل خانہ زخمی ہوئے، کپڑوں کو آگ لگا دیتے یہاں تک کہ بعض اوقات بدن پر موجود کپڑوں کو آگ لگ جاتی۔ اسی طرح کے ایک موقع پر استاذ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کے بدن پر موجود کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ دشمنوں نے آپ پر شدید اور خطرناک قسم کا جادو کیا بالآخر یہ گھرانہ ابتلاء و آزمائش میں سُرخرو ہوا۔

ایک موقع پر جِنّات نے اُس بھُوسے کو کمرے کے اندر آگ لگا دی جو مویشیوں کے لیے سال بھر کی ضرورت کے تحت محفوظ کیا گیا تھا۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ خشک بھوسے پر آگ کس قدر تیزی کیساتھ شعلہ زن ہوتی ہے۔ جب جِنّات کی طرف سے لگائی گئی آگ نے بھوسے کو اپنی لپیٹ میں لیا، بظاہر تو اس کے بُجھنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ لکڑی سے بنی ہوئی چھت کو بھی آگ اپنی لپیٹ میں لیکر راکھ میں

Marfat.com

تبدیل کر سکتی تھی۔ خوش قسمتی سے آگ لگتے ہی حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخشؒ صاحب تشریف لے آئے۔ یہ حضرتؒ کی کرامت ہی تھی کہ آگ پر فوری طور پر قابو پالیا گیا۔

جادو کے دو سالہ آزمائشی عرصے میں یہ ایک حیران کن اور عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ حضرتؒ کے گھرانے کا کوئی فردِ جنّات کی طرف سے پہنچنے والی اذیت سے محفوظ نہ رہ سکا تاہم جنات کو حضرتؒ کے قریب آنے اور انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ (راوی: مولانا حافظ مقصود احمد، صدیق آباد)

گھر سے کھلا کر پڑھاؤں گا

جھاوریاں ضلع سرگودھا کا ایک مشہور قصبہ ہے، یہاں کے ایک بااثر اور کھاتے پیتے گھرانے کے شخص نے حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ سے درخواست کی کہ میرا بیٹا ظفر حیات عالم دین بن کر گھر آگیا ہے، اب اس کی خواہش ہے کہ درسِ نظامی کی کتب مختصر مدت میں کسی بڑے اور جید عالم دین سے دُہرا لے۔ ہماری نظرِ انتخاب آپ پر پڑی ہے۔ آپ ہمارے ہاں جھاوریاں میں تشریف لے آئیں۔ اس دینی خدمت پر منہ مانگی تنخواہ پیش کی جائے گی۔ آپ نے بڑی ہی بے نیازی سے فرمایا "معذرت میں وہاں نہیں آسکتا، البتہ آپ لوگوں کو مشورہ دونگا کہ صاحبزادے ظفر حیات کو میرے ہاں صدیق آباد (کفری) بھیج دیں، اُسے بغیر تنخواہ کے پڑھاؤں گا اور جو کھانا گھر سے خود کھاؤں گا اُسے بھی کِھلاؤں گا"۔ چنانچہ ظفر حیات حضرتؒ کے ہاں صدیق آباد آگیا۔ اپنا مقصد حل ہونے تک یہاں مقیم رہا۔ اس کے لئے کھانا حضرتؒ کے گھر سے آتا رہا۔ جب کتابیں اس نے دُہرا لیں تو اس نے استاذِ محترم سے واپس جانے کی اجازت طلب کی اور پھر اپنے وطنِ مالوف لوٹ گیا۔

یہ طالب علم جتنا عرصہ یہاں مقیم رہا تو حضرتؒ کی علمی برتری، اندازِ تفہیم، دینی حمیت، خوداری، اِستغناء، اخلاقِ عالیہ، سادہ اور بے تکلّف زندگی، زہد و تقویٰ، بلا

Marfat.com

معاوضہ دینی خدمات اور طلباء سے بے پناہ محبّت و شفقت جیسی صفات سے بہت متاثر ہو کر واپس لوٹا۔ (راوی۔ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب)

ہاں، اللہ قبول فرمالے

حاجی نذر محمد صاحب آف صدیق آباد (تبلیغی ساتھی) بیان کرتے ہیں کہ جب مدرسہ کے لیے ابوبکر صدیق چوک پر ۳۶ کنال کا وسیع قطعۂ ارض خریدنے کا ارادہ کیا تو یہ بات حضرتؒ کے علم میں آئی۔ آپ مرکزی جامع مسجد میں وضو کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اتنی دور شہر سے باہر پڑھنے کون جائے گا؟ حاجی نذر محمد صاحب نے عرض کی، حضرت! آپ دعا فرمائیں، اللہ قبول فرمالے"۔ یہ جملہ سن کر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور فرمایا: ہاں اللہ قبول فرمالے۔ ہاں، اللہ قبول فرمالے۔ ہاں، اللہ قبول فرما لے"۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرتؒ کے اس جملے کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ انشاءاللہ ہم جگہ لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ (راوی: حاجی نذیر محمد، صدیق آباد)

جب فرصت ملے تو قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرو

ایک نیک صالح بیوہ خاتون حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضرت! میری راہنمائی فرمائیں کہ میں کونسا عمل کروں جس کا اجر و ثواب زیادہ ہو؟ آپ نے فرمایا: جب بھی فرصت ملے قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرو"۔ قارئین! اگر کوئی پیشہ ورقسم کا پیر ہوتا تو یہی کہتا کہ اتنی بار افضل الذکر "لاالٰہ اِلاَّ اللہ پڑھو" اتنی بار استغفار پڑھو، اتنی بار دورد شریف پڑھو۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ سارے مذکورہ بالا اَوراد و وظائف بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں ان پر اجر و ثواب کی بشارتیں ہیں۔ لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ یہ سارے اذکار مستحب ہیں جو کریگا وہ اجر و ثواب کا مستحق ہے اور جو نہ کرے لائق ملامت نہیں۔ آج لوگوں کا عجیب ذہن بن گیا ہے یا جاہل پیروں نے بنادیا ہے کہ مُریدوں کی زندگیوں سے فرائضؔ و واجبات اور سُنتِ مُوکدہ

Marfat.com

غائب ہیں اور گناہوں کے کاموں میں شب و روز ملوث ہیں۔ پیشہ ور اور دکاندار قسم کے پیروں کو یہ نہیں سوجھتی کہ ہمارے مُریدوں کی زندگیوں میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے فرائض نظر آتے ہیں یا نہیں؟ یہ لوگ گناہوں سے بچتے ہیں یا نہیں؟ پیروں نے جن چیزوں پر نگاہ رکھنی تھی اُن سے تو آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور جو کام استحباب کے درجہ میں ہیں اُن پر زور دیا جاتا ہے۔ انہیں ڈیوٹی اور اوور ٹائم میں کوئی فرق محسوس ہی نہیں ہوتا۔ سُنو اَے قوم کے مُقتداوٴ! فرائض و واجبات، سُنت موکدہ اور گناہوں سے اِجتناب یہ مُومن کی ڈیوٹی ہے۔ ڈیوٹی میں اگر کوتاہی اور غفلت ہو تو اس پر بندہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ مثلاً یا تو تنخواہ کاٹ لی جائے گی یا دوسری جگہ ٹرانسفر کر دی جائے گی۔ یا پہلی دفعہ وارننگ دے دی جائے گی کہ اگر آئندہ ڈیوٹی میں کوتاہی کی تو ملازمت سے فارغ کر دیے جاؤ گے۔ یا پہلی ہی دفعہ ڈیوٹی میں غفلت برتنے پر فارغ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اپنے آپ کو مومن کہلانے والا اپنے ڈیوٹی (فرائض، واجبات، سُنتِ موکدہ کی ادائیگی اور گناہوں سے اجتناب) میں غفلت کا مرتکب ہوا تو دنیا میں کسی بھی سزا کا مستحق بن سکتا ہے اور بغیر توبہ کے دُنیا سے چلا گیا تو آخرت میں جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے۔ ہر وقت خطرہ موجود ہے۔

ایک شخص ایسا ہے کہ وہ فرائض و واجبات اور سنت موکدہ ادا کرتا ہے اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے لیکن کوئی نفلی عبادت نہیں کرتا، وظائف کا پابند نہیں، تو یہ شخص آخرت میں کامیاب ہے۔ کیونکہ ڈیوٹی اس نے ادا کر دی، نفلی عبادت اور وظائف تو اوور ٹائم ہے۔ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جو لگائے گا معاوضہ پائے گا اور جو نہیں لگائے گا اس پر کوئی گرفت اور ملامت نہیں۔ اس میں اختیار ہے جبکہ ڈیوٹی میں اختیار نہیں کہ چاہے تو کرے، چاہے تو نہ کرے۔

حضرت الاستاذؒ انتہائی دُور بین اور دُور اندیش انسان تھے وہ کوئی پیشہ ور پیر اور جاہل مذہبی پیشوا نہیں تھے۔ ایک جید عالم دین اور اونچے درجے کے مُفتی تھے۔ وہ عام

Marfat.com

مُسلمانوں کے اعمال پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اُن کے نفع اور نقصان کا بخوبی ادراک رکھتے تھے انہوں نے بیوہ خاتون کے سوال کے جواب میں وہ چیز بتلائی جو کہ ڈیوٹی میں شامل ہے نہ کہ اوور ٹائم۔ عام مُسلمانوں میں نماز کے حوالے سے بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے۔ خواتین میں مردوں کے مقابلہ میں اس (نماز) میں زیادہ غفلت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے حضرتؒ نے اُسے فرصت کے وقت قضا نمازوں کی ادائیگی کی نصیحت فرمائی۔ (راوی: مولانا صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

Marfat.com

بابؒ نمبر 9

خوفِؒ خدا اور تعلق مع اللہ

گائے کا صدقہ

جن دنوں آپ جادُو کی آزمائش سے گزر رہے تھے اور جس کی وجہ سے آپ کا کافی نقصان ہو چکا تھا اور مُسلسل ہو رہا تھا۔ ہوتا کچھ اس طرح تھا کہ جنّات گھر سے کوئی لحاف، چادر، کرتہ یا کوئی قابلِ استعمال کپڑا اُٹھا لیتے جسے حضرتؒ کے گھر والے فضا میں بُلند ہوتا ہُوا کُھلی آنکھوں سے دیکھتے اور پھر ناگاہ اس میں آگ بھڑک اُٹھتی۔ شیاطین کوئی اینٹ، پتھر پھینک کر اہل خانہ میں سے کسی فرد کو خون میں نہلا دیتے۔ گھر میں ہانڈی تیار ہے اس میں راکھ ڈال دیتے۔ دُودھ، دودھ کر برتن میں رکھا ہے، اس میں مٹی کا تیل ڈال دیتے، چائے تیار ہے اس میں مرچیں ملا دیتے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ عاملوں اور اپنے ذاتی عملیات کے ذریعے جادُو کے اثرات ختم کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ تاہم اس دَوران آپ کے چہرے پر پریشانی کے آثار کسی طرح بھی دِکھائی نہیں دیتے تھے۔ آپ کی باجماعت نمازوں، روزانہ کی تلاوت اور اَوراد و ظائف میں ذرّہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ نقصان زیادہ ہو جانے کی وجہ سے ایسے مواقع پر انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ جو چیز محفوظ کی جا سکتی ہے اُسے اسباب کی دُنیا میں محفوظ کر لینا چاہیے تاکہ بعد میں اپنے اور اہلخانہ کی ضروریات میں استعمال کر سکیں۔

عام لوگ تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے، ہو جانے والے اپنے نقصان کا رونا روتے ہیں تاکہ اُن کی ہمدردیاں حاصل کی جا سکیں اور اس سے بھی بڑھ کر دین و ایمان اور آخرت کے حوالے سے یہ نقصان کر بیٹھتے ہیں کہ اپنے محسنِ حقیقی سے شکوہ و شکایت شروع کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ اس آزمائش میں پُر سکون تھے اور قضاوقدر کے فیصلے پر یقین کرتے ہوئے صبر و شکر کی کیفیت میں ڈوبے رہتے تھے۔ جس کے بعد صالحین مقاماتِ رفیعہ اور قُربِ الٰہی جیسے انعامات سے نوازے جاتے ہیں۔ اہل اللہ کی سوچ اور فکر میں اور عام انسانوں کی سوچ میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

ایک موقع پر آپ نے اہلخانہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''کیا اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ نہیں دینا چاہیے؟'' کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے ''اِنَّ الصَّدَقَةَ تَرُدُّ الْبَلَاءَ'' صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے یعنی جو مُصیبت آنے والی ہے اُسے روک دیتا ہے اور جو آچکی اُسے اُٹھا دیتا ہے۔ آپ کے اس سوال پر اہلِ خانہ نے عرض کی ''ضرور صدقہ دینا چاہیے'' اہلِ خانہ کا خیال تھا کہ پانچ سو روپے صدقہ کر دیں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا ''فلاں عُمدہ اور خوبصورت گائے اللہ کے لئے ذبح کر دو'' اور گوشت مستحقین میں تقسیم کرا دیں۔ گھر والے یہ سُن کر حیرت میں ڈوب گئے تاہم آپ نے جو فیصلہ کیا اسکی تعمیل کی گئی۔ گائے ذبح کی گئی اور گوشت غرباء میں تقسیم کر دیا گیا۔

آخری لمحات میں فکرِ نماز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ'' (رواہُ مُسلم) بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ''نماز، دینِ اسلام کا ایسا عظیم رکن اور شعار ہے، اور حقیقتِ ایمان سے اسکا ایسا گہرا تعلق ہے کہ اسکو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مجھے میرے خلیل اور محبوب ﷺ نے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہارے (بدن) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں آگ میں جلا دیا جائے اور خبردار کبھی بالارادہ نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے دانستہ اور عمداً نماز چھوڑ دی تو اس کے بارے میں وہ ذمہ داری ختم ہو گئی جو اللہ تعالےٰ کی طرف

Marfat.com

سے اُس کے وفادار اور صاحبِ ایمان بندوں کے لئے ہے" اور خبر دار شراب کبھی نہ پینا کیونکہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے (سنن ابن ماجہ) اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز کے بارے میں قریب قریب اِنہی الفاظ میں تاکید و تنبیہ فرمائی ہے لیکن اس کے آخری الفاظ تارکِ نماز کے بارے میں یہ ہیں۔

"فَمَنْ تَرَکَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ" (رواہُ طبرانی)

ترجمہ: جس نے دانستہ نماز چھوڑ دی تو وہ ہماری ملت سے خارج ہو گیا۔

درج بالا احادیث سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ نماز ایمان کی ایسی اہم نشانی اور اسلام کا ایک خاص الخاص شعار ہے کہ اسکا چھوڑ دینا بظاہر اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کا اللہ اور رسول سے اور اسلام سے تعلق نہیں رہا اور اُس نے اپنے آپ کو ملّتِ اسلامیہ سے الگ کر لیا۔ اِن احادیث سے امام احمد بن حنبل رحمہُ اللہ اور بعض دوسرے اکابرِ امت نے تو یہ سمجھا ہے کہ نماز جان بوجھ کر چھوڑ دینے سے آدمی قطعاً مُرتد ہو جاتا ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ اگر وہ اسی حال میں مَر جائے تو اسکی نمازِ جنازہ بھی نہ پڑھی جائے اور مُسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت بھی نہ دی جائے گی۔ بہر حال اس کے احکام وہی ہونگے جو مرتد کے ہوتے ہیں۔ گویا اِن حضرات کے نزدیک کسی مُسلمان کا نماز چھوڑ دینا بُت یا صَلیب کے سامنے سجدہ کرنے یا اللہ تعالےٰ یا اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنے کی طرح کا ایک عمل ہے جس سے آدمی قطعاً کافر ہو جاتا ہے، خواہ اس کے عقیدے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

لیکن دوسرے ائمہ مجتہدین کی رائے یہ ہے کہ ترکِ نماز اگرچہ ایک کافرانہ عمل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے صرف غفلت اور کوتاہی سے نماز چھوڑ دی اور اس کے دل میں نماز سے اِنکار اور عقیدہ میں کوئی انحراف پیدا نہیں ہوا تو اگرچہ وہ دنیا و آخرت میں سخت ترین سزا کا مستحق ہے لیکن اسلام اور ملتِ

Marfat.com

اسلامیہ سے اس کا تعلق بالکل ٹوٹا نہیں اور اُس پر مُرتد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

اِن حضرات کے نزدیک درج بالا احادیث میں ترک نماز کو جو کفر کہا گیا ہے اس کا مطلب کافرانہ عمل ہے اور اس گناہ کی انتہائی شدت اور سنگینی ظاہر کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی گئی، جس طرح کسی مُضر غذا یا دوا کے لئے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بالکل زہر ہے۔

نماز ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن اور فریضہ ہے جس سے کوئی چھوٹا بڑا، امیر غریب، پیر مُرید، رعیت بادشاہ، امتی اور پیغمبر مُستثنیٰ نہیں۔ جب تک ہوش وحواس قائم ہیں۔ نماز فرض ہے، کسی کو معاف نہیں ہو سکتی خواہ ولایت اور قُربِ الٰہی کے کتنے ہی مراتب طے کرلے۔

یہ دعویٰ انتہائی جہالت و گمراہی پر مبنی ہے کہ کوئی یہ کہے "ہم پہنچے ہوئے ہیں، ہمیں نماز روزہ کی ضرورت نہیں" سر تاجِ اولیاء حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے سامنے کسی شخص نے ایک جماعت کا ذکر کیا کہ جس کا دعویٰ ہے "نَحْنُ وَصَلْنَا لاحاجةَ لنا إلى الصلوٰة والصيام" "ہم پہنچے ہوئے ہیں لہذا ہمیں نماز روزہ کی ضرورت نہیں۔ فرمایا۔ "صَدَقُوْا فِی الْوُصُوْلِ وَلٰكِنْ اِلٰى سَقَرَ" وہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں کہ ہم پہنچے ہوئے ہیں لیکن "جُنیدؒ" سے پوچھو کہ وہ فرض نماز اور روزہ چھوڑ کر کہاں پہنچے ہیں' ہاں وہ جہنم میں ضرور پہنچے ہیں۔

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہُ اللہ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک کمرہ نور سے روشن ہو گیا اور آواز آئی "اے ہمارے بندے عبد القادر! تم نے ہماری بہت عبادت کی ہے۔ بندگی کا حق ادا کر دیا' ہمیں راضی کر لیا۔ اب آپ کو نماز وغیرہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا، "لعین مَیں نے پہچان لیا تو ابلیس ہے" وہ واقعی ابلیس تھا اور ایک جال پھینک رہا تھا لیکن مقابلے میں بھی کوئی عام شخص نہ تھا، شیخ عبد القادر جیلانیؒ تھے۔ ابلیس نے دوسرا حملہ کیا اور کہا "اے عبد القادر! تجھے تیرے علم نے بچا لیا" فرمایا۔ ملعون علم نے نہیں بچایا، مجھے میرے رب کے فضل اور رحمت نے بچا لیا۔ یہ جواب سُن کر ابلیس بھاگ گیا۔

Marfat.com

بے نمازی کے بارے میں ائمہ، مجتہدین اور بزرگانِ دین کے ارشاداتؒ

☆ بے نمازی کو قید میں ڈالا جائے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے۔ (امام اعظم ابو حنیفہؒ)

☆ بادشاہِ اسلام بے نماز کو قتل کرنے کا حکم دے۔ (امام مالکؒ)

☆ بے نماز واجب القتل ہے۔ (امام شافعیؒ)

☆ ترکِ نماز کفر ہے۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

☆ بے نمازی مر جائے تو اسکی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ہی اُسکو مُسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ (شیخ عبد القادر جیلانیؒ)

☆ بے نماز سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔ (حضرت سلطان باہوؒ)

☆ بے نماز کو قرض نہ دو، جو شخص قرضِ خداوندی کی پروا نہیں کرتا، وہ تمہارے قرض کی کیا پروا کریگا۔

☆ جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے، موت کے وقت اُس سے ایمان چھین لیا جاتا ہے۔ (شیخ فرید الدین گنج شکرؒ)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ "قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔

اگر آپ نے سیرۃُ النبی ﷺ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو یاد ہو گا کہ وصال سے ایک دن پہلے سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اَلصَّلٰوۃُ الصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" یہ آپ کی آخری وصیت تھی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ جملے آپ نے کئی بار دُہرائے۔ آپ کی اِس نصیحت کا مطلب یہ تھا کہ اے میری اُمت کے لوگوں نماز کی حفاظت کرنا، اسمیں ہرگز سستی نہ کرنا۔ اپنے وقت پر باجماعت ادا کرنا اور نماز کے

Marfat.com

آداب کی مکمل رعایت کرنا اور اس کے علاوہ اپنے غلام اور لونڈیوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آنا۔

نماز کے حوالے سے اس ناکارہ نے بات طویل کر دی، جس کی وجہ نماز کی اہمیت و عظمت کا اظہار تھا اور بعض جاہل اور دھوکہ باز پیروں اور صاحبزادگان اور گدی نشینوں کے غلط عقائد و نظریات، طرزِ عمل اور دَعاوِی کا اِبطال تھا جو اپنے مُریدین کے مجمع اور بے پردہ اور نیم برہنہ عورتوں کے جھُرمٹ میں بیٹھ کر فرض نمازیں ضائع کر دیتے ہیں اور جب کوئی اعتراض کرے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہماری نماز تو دل کی ہوتی ہے اس لئے کہ ہم کاملین میں سے ہیں اور جو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں وہ ناقص لوگ ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی نمازیں مدینہ طیبہ جا کر پڑھتے ہیں۔ یا ہمیں نماز روزہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ہم واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔

اب ہم اپنے اصل عنوان کی طرف آتے ہیں کہ حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے پوتے مولانا صاحبزادہ قادر بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرتؒ کی خدمت پر مامور تھا۔ وصال سے چند دن پہلے کسی نہ کسی وقت غشی طاری ہو جاتی تھی۔ جب افاقہ ہوتا تو سب سے پہلا سوال یہ ہوتا "کیا نماز کا وقت ہو گیا؟" اگر نماز کا وقت ہوتا تو ہم عرض کر دیتے۔ آپ کے پاس ایک پتھر پڑا رہتا، فوراً تیمم کرتے اور لیٹے لیٹے اِشاروں سے نماز پڑھتے آپ کے ہاں نماز کا غیر معمولی اہتمام تھا۔ آپ کی تو تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوٹی، بھلا فرض نماز کو چھوڑ دینا کیسے گوارا کر سکتے تھے؟۔ رحمہُ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

فکرِ آخرت

مستری عطا محمد (مرحوم) آف صدیق آباد ایک صالح انسان تھے۔ عُلمائے کرام اور اولیاء اللہ سے محبّت کرنے والے تھے۔ ٹھوس عقیدے کے مالک تھے۔ موت تک عقیدۂ توحید سے وابستہ رَہے۔ حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل پوچھتے رہتے تھے اور حضرتؒ سے عقیدت و محبّت بھی

Marfat.com

کمال درجہ کی رکھتے تھے۔ حضرتؒ بھی اُن سے محبّت و شفقت کا معاملہ فرماتے۔

مستری عطا محمد مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں حضرت رحمہُ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ طلبہ کو درسِ حدیث دے رہے تھے۔ احادیث کا مضمون قیامت کے احوال و واقعات سے متعلق تھا۔ احادیث کی روشنی میں آپ بیان فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے مخلصین اور صالحین بندوں کے ساتھ انعام و اکرام کا کیسا معاملہ فرمائیں گے؟ اور انہیں کس قدر اجر و ثواب سے نوازیں گے؟ احادیث کا مفہوم انتہائی مؤثر اور قابلِ رشک تھا۔

میں نے یہ مضمون سُن کر عرض کی، حضرت! آپ تو بڑے خوش قسمت اور سعادت مند ہیں۔ تہجد کے وقت سے لے کر رات گئے تک باوضو مسجد میں بیٹھ کر دین پڑھاتے رہتے ہیں ہر لمحہ قال اللہ تعالٰے اور قال الرسول ﷺ کی مسحور کن صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ یہ سُن کر آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں اور فرمایا: عطا محمد آخرت کا سفر درپیش ہے اور مَیں توشہ سفر سے خالی ہوں۔ زادِ راہ نہ ہُوا تو سفر کیسے کٹے گا اور کیا بنے گا؟ یہ فکر کھائے جارہی ہے۔ مستری عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں دیکھ رہا تھا کہ آپ مسلسل آنسو بہائے جارہے تھے۔ (راوی: مستری عطا محمد، صدیق آباد)

سراپا تسلیم و رضا

حضرت الاستاذ مولانا خدا بخش صاحبؒ کے گھرانے پر دشمنوں نے جادو کر دیا۔ جسکی وجہ سے گھر کے سامان کا کافی نقصان ہوگیا۔ یہ خبر پوری وادی میں تیزی کے ساتھ پھیل گئی۔ میرے دادا جی نے میرے والدِ محترم کو صدیق آباد بھیجا کہ جاکر حضرت الاستاذؒ سے اظہار ہمدردی اور تعزیت کریں۔ والد صاحب حاضرِ خدمت ہوئے اور مالی نقصان پر افسوس کا اظہار کیا۔ آپ نے مُسکرا کر جواب دیا "محمد بخش چند کپڑے چمکیلے لے آیا وہی جل جاتے ہیں"۔ مَیں یہ سُن کر بیحد متاثر ہوا کہ آپ کا حد سے زیادہ نقصان ہوا لیکن آپ بہت مطمئن اور سراپا تسلیم و رضا بنے ہوئے تھے۔ آپ کے چہرے کو دیکھ

Marfat.com

کر کوئی شخص یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں۔

(راوی: مولانا محمد ممتاز احمد، کوڑھی)

آپ تلاوت سُن کر بے ہوش ہو گئے

ہمارے اسلاف عظمت و محبّت، عقیدت و احترام سے تلاوت کرتے اور سُنتے تھے۔ جس کے نتیجے میں انہیں فیوض و برکات اور بڑے بڑے درجات نصیب ہوئے۔ ایسی ہی تلاوت مطلوب و مقصود ہے۔ رسمی اور سرسری تلاوت اور اسکی سماعت سے اس کے حقیقی ثمرات ظاہر نہیں ہوتے جو پہلے لوگوں کو حاصل ہوتے رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے قلوب میں قرآن کریم کی عظمت انتہا درجہ کی تھی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جب تلاوت کے لئے قرآن کریم کھولتے تو اُن پر غشی طاری ہو جاتی اور اسی حالت میں زبان پر یہ کلمات جاری ہو جاتے۔

"ھُوَ کَلَامُ رَبِّیْ، ھُوَ کَلَامُ رَبِّیْ" یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے۔ اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ حافظ محمد فیروز آف کوڑھی، مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) کی جامع مسجد میں حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ سے قرآنِ کریم حفظ کر رہے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مَیں مسجد کے بیرونی ہال میں مزے لے لے کر تلاوت کر رہا تھا۔ (حافظ محمد فیروز بہت خوبصورت لہجہ میں تلاوت کیا کرتے تھے، مؤلف) اور حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ مسجد کے صحن میں مولانا عبدالقیوم صاحب آف کراچی، کو سبق پڑھا رہے تھے۔ اِسی دوران ایک شخص دوڑتا ہوا مسجد کے ہال میں داخل ہوا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "بس کرو" میں نے دریافت کیا، کیا مسئلہ ہے؟ کہا حضرت ؒ پر تمہاری تلاوت کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی ہے اور طلباء آپ کو ہوش میں لانے کیلئے پاؤں کے تلوے مَل رہے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ مَیں بھی تلاوت ختم کر کے باہر صحن میں آیا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ؒ بیہوش پڑے ہیں اور طلبہ نے آپ کو گھیرا ہُوا

Marfat.com

ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ ہوش میں آ گئے، طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "حافظ فیروز سے کہو کہ تلاوت جاری رکھے، تلاوت ختم کیوں کر دی ہے؟" آپ کو قرآنِ کریم سے والہانہ تعلق اور عشق تھا۔

اپنے سے پہلے تہجد کیلئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پایا

مجھے اللہ تعالیٰ نے جوانی کے زمانہ میں اپنے فضل سے تہجد کو توفیق عطا فرمائی۔ کئی سال تک میں مسلسل بلاناغہ نمازِ تہجد کے لئے مرکزی جامع مسجد صدیق آباد میں حاضر ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں بندہ نے عجیب صورتِ حال کا مشاہدہ کیا کہ ہمیشہ اپنے سے پہلے تہجد کے لئے مسجد میں استاذ جی (حضرت مولانا خدا بخش صاحبؒ) کو پایا۔ حالانکہ آپ عُمر رسیدہ تھے اور آپکا گھر بھی میرے گھر کے مقابلہ میں دُور تھا۔ لیکن میں تہجد کے لئے کبھی بھی آپ سے سَبقت نہ لے سکا۔ (راوی: منصب زرگر آف صدیق آباد)

اللہ کا ولی جا رہا ہے

محترم حافظ عبدالرحمٰن صاحب وادیٔ سون، اوچھالہ کے باشندے ہیں اور علمائے حق، عُلمائے دیوبند کے مسلک کی جامع مسجد کے خطیب ہیں اور قبرستان والی مسجد جہاں ایک عرصہ تک حضرت مولانا قطب الدین صاحب فاضلِ دارالعلوم دیوبند پڑھاتے رَہے ہیں، کے امام بھی ہیں۔

صاحبزادہ خبیب احمد صاحب حافظ عبدالرحمٰن صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب آف مکان شریف صدیق آباد، تعلیم کے سلسلہ میں اوچھالہ میں قیام پذیر رَہے ہیں۔ حافظ عبدالرحمٰن کے والدِ محترم میاں عبدالرءوف صاحب بیان کرتے ہیں۔ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کا قیام ہمارے ہاں تھا اور میرا تعلق استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب اور میاں عبدالحمید صاحب سے رَہا ہے۔ دونوں بزرگوں کے پاس آنا جانا لگا رہتا تھا۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب کا کہنا ہے کہ میرے

Marfat.com

والدِ محترم میاں عبدالرءوف صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدابخش صاحبؒ مکان شریف کے پاس سے گزر رہے تھے کہ میاں عبدالحمید صاحب نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے اہلخانہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''جس نے اللہ کا ولی دیکھنا ہو تو دیکھ لے، وہ جا رہا ہے۔ (راوی: صاحبزادہ خبیب احمد صاحب، صدیق آباد)

تہجدؒ کی نماز میں زار و قطار رو رہے تھے

عید الاضحیٰ کے موقع پر ملک کے عام دینی مدارس کی طرح جامعہ اسلامیہ میں بھی چمڑے اور کھالوں کو جمع کرنے کا اہتمام اور فکر کی جاتی تھی۔ جامعہ کے طلبہ اس مقصد کے لئے کافی محنت اور تگ و دَو کرتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ انکو ذمہ داریاں سونپی جاتی بلکہ طلبہ از خود دینی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنا نام اس خدمت کے لئے پیش کر دیتے۔ صدیق آباد کی مرکزی جامع مسجد کے متصل شمالی جانب ایک حجرہ تھا جو ''کالا حجرہ'' کے نام سے مشہور تھا۔ عید الاضحیٰ کے دنوں میں عموماً اس میں چمڑے جمع کئے جاتے اور پھر انہیں فوری طور پر نمک لگایا جاتا، تاکہ خراب ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔ چمڑوں کو نمک لگانا انتہائی مشکل کام تھا جو طلبہ کو تھکا دیتا تھا اور یہ نمک لگانے کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا۔ اس کالے حجرے سے ایک چھوٹا سا دروازہ جامع مسجد کے اندرونی ہال میں کھلتا تھا۔

ڈاکٹر حافظ حبیب سلطان صاحب، جامعہ اسلامیہ کے شعبۂ حفظ کے طالب علم تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد چمڑوں کو نمک لگانے کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔ ممکن ہے اُن کے معاون دو تین طلبہ اور بھی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نمک لگاتے لگاتے تھک کر چور ہو گیا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور مَیں وہیں سو گیا۔ ناگاہ کسی شخص کے رونے کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا۔ مَیں نے غور کیا تو محسوس ہوا کہ رونے کی آواز مسجد کے اندرونی ہال سے آ رہی ہے۔ مَیں بے قرار ہو کر

Marfat.com

کالے حجرے کے چھوٹے دروازے سے مسجد کے ہال میں داخل ہوا تا کہ معلوم کروں کہ رونے والا کون ہے؟ کیا منظر دیکھتا ہوں کہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب ؒ نمازِ تہجد میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہیں اور اسطرح سسکیاں لے لے کر رو رہے ہیں جیسے ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کے بچھڑ جانے پر روتا ہے۔

اِک ہُوک سی دل میں اٹھتی ہے اِک درد جگر میں ہوتا ہے
ہم راتوں اُٹھ اُٹھ روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے

ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت الاستاذؒ طلبہ پر بیحد شفیق اور مہربان تھے۔ اپنی حقیقی اولاد سے بڑھ کر محبّت کرتے۔ اہلِ محلہ یا نمازیوں میں سے اگر کوئی طلبہ کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو پھر حضرتؒ کا غصہ دیدنی ہوتا۔ ایک دفعہ حضرتؒ نے مجھے سو روپے دیئے اور فرمایا کہ طلبہ کا اکرام کرو۔ ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس سو روپے سے کھڈی حلوے کی ڈش تیار کر کے طلباء کو پیش کی ہو۔ موسمِ سرما میں عموماً یہی ڈش تیار ہوتی تھی۔

حضرتؒ اگرچہ حافظ نہیں تھے تاہم تفسیر پڑھا پڑھا کر قرآنِ کریم کے معانی اور مضامین اتنے مستحضر ہو گئے تھے کہ اگر نمازِ تراویح میں کوئی حافظ غلط پڑھتا تو فوراً گرفت کرتے اور پھر صحیح لقمہ دیتے۔ مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ زمانۂ حفظ میں رمضان شریف کی آمد پر ایک حافظ صاحب نے مرکزی جامع مسجد میں نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سنایا۔ دسویں پارے میں حافظ صاحب کو سہو ہُوا تو حضرت الاستاذؒ نے گرفت کی اور بالکل صحیح لقمہ دیا۔

ڈاکٹر صاحب اور ان کے برادرِ صغیر پروفیسر حافظ عبدالقیوم صاحب زمانۂ حفظ میں نعتؐ خوانی کا شوق بھی رکھتے تھے۔ چونکہ دونوں حَسَنُ الصوت تھے اس لئے اساتذہ کرام، طلبہ اور عام مسلمان مختلف دینی جلسوں اور تقاریب میں حمدِ باری تعالےٰ، نعتِ رسول مقبول ﷺ، مدحِ صحابہؓ پر منظوم کلام سُنانے کی فرمائش کرتے رہتے تھے۔

Marfat.com

حضرت الاستاذؒ بھی بعض اوقات دونوں بھائیوں سے کچھ نہ کچھ سُنانے کی فرمائش کرتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر مدحِ صحابہؓ کے عنوان پر منظوم کلام سُنانے کی فرمائش کی۔
منظوم کلام کا آغاز کچھ اس طرح ہوتا تھا۔

خُدا دے دین نوں دُنیاتے چمکایا صحابہؓ نے
لکھاں بھُلیاں اَتے بھٹکاں نوں راہ لایا صحابہؓ نے

حضرت الاستاذؒ کے دل میں صحابہ کرامؓ کی عظمت و محبّت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بس سُنتے ہی آنکھیں چھلک پڑیں۔ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی ہمّت عطا کی تھی۔ عُمر کے آخری حصہ تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ اللہ رب العزت نے آپ کو طویل عُمر عطا کی تھی۔ ۹۳ سال کی عُمر تک نہ بینائی کمزور ہوئی اور نہ ہی قوتِ سماعت میں کوئی فرق پڑا۔
آپ کے مزاج پر توحید کا غلبہ تھا۔ شرک و بدعت سے انتہائی نفرت تھی۔ بعض اوقات طلبہ کو جمع کر کے توحیدِ باری تعالیٰ پر قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر سُناتے اور سمجھاتے۔ آپ کا اندازِ بیان انتہائی سادہ لیکن پُر اثر ہوتا تھا۔

عُمر کے ساتھ توحیدی مزاج میں ترقی

حضرتؒ جمعہ کے موقع پر خود بیان فرمایا کرتے۔ جب عُمر زیادہ ہوگئی اور ضعف بڑھنے لگا تو پھر یہ ذمہ داری اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ کو سونپ دی۔ حضرتؒ کا مزاج توحیدی تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا جارہا تھا۔ آپ کو شرک اور بدعت سے انتہائی نفرت تھی۔ اگر کسی عالم کی توحید کے موضوع پر تقریر سنتے تو بہت خوشی ہوتی اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ آپ کے صاحبزادے حافظ مُحمد بخش صاحب کو تبلیغی کام سے گہرا لگاؤ تھا۔ کبھی کبھار چلہ اور سہ روزہ کے لیے چلے جاتے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں حضرتؒ اپنے عزیز شاگرد مولانا احمد رضا صاحبؒ کو حکم دیتے کہ وہ جمعہ پڑھائیں۔ اس انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ حضرت والد صاحب (مولانا احمد

Marfat.com

رضا صاحب) کے مزاج پر بھی توحید کا غلبہ تھا۔ اُن کا بیان بھی حضرتؒ پورے ذوق شوق سے سنتے اور مسرت کا اظہار فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ باقاعدہ اور اہتمام کے ساتھ حضرت والد صاحب کو ہدایت فرماتے کہ اہل بدعت و ہوا کا دماغ درست کر دیں۔ حضرت والد صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا: عُلمائے دیو بند کو اللہ تعالیٰ نے عجیب شان عطا کی ہے۔ توحیدی مزاج تو انہیں اپنے اساتذہ کرام کی تعلیم و تربیت سے نصیب ہو ہی جاتا، لیکن یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ جُوں جُوں ان حضرات کی عمر بڑھتی چلی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اُن کے توحیدی مزاج میں بھی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ گویا کہ توحید باری تعالیٰ اُنکا مزاج بن جاتی ہے۔

حضرت الاستاذؒ کا حال بھی یہی تھا کہ جوں جوں عمر بڑھتی چلی جارہی تھی، اسی درجہ میں توحیدی مزاج میں اضافہ اور ترقی ہوتی جارہی تھی۔ فرمایا: حضرت الاستاذؒ جب کسی موقع پر ملک کے مشہور اور نامور عُلمائے کرام کو بیانات کے لیے دعوت دیتے تو بیان کے دوران خود سٹیج پر تشریف نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے مشرقی حجرے میں بیٹھ کر علمائے کرام کے بیانات سنتے تھے۔ یہ آپ کی تواضع اور عاجزی تھی۔ البتہ دو عالم ایسے تھے جن کا بیان سٹیج پر بیٹھ کر سنا کرتے، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہ عُلماء توحید باری تعالیٰ پر کھل کر بیان کیا کرتے تھے۔ یہ دو عالم کون تھے؟ حضرت مولانا مُحمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ۔

(راوی: صاحبزادہ خبیب احمد صدیق آباد)

اِتّباعِ سُنّت کا اہتمام

یہ ناکارہ زمانۂ طالب علمی میں بالخصوص درجۂ کتب کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے صدیق آباد (کفری) کی قدیمی مرکزی جامع مسجد سے متصل جنوبی سمت میں ایک تنگ و تاریک حجرے میں قیام پذیر تھا جو مسجد و مدرسہ کے خاص ماحول میں "اُتلا حجرہ" یعنی جنوبی حجرہ کے نام سے معروف تھا۔ پست چھت، دیواریں پتھر کی،

Marfat.com

قدرے اُن میں کجی، کوئی کھڑکی اور روشندان روشنی اور ہوا کے آنے کیلئے نہ تھا۔ دیواروں اور فرش پر گُندھی مٹی سے لپائی ہوتی تھی۔ اندر ہی اندر سے ایک کھڑکی متصل مغربی جانب، دوسرے حُجرے میں نصب تھی جو عموماً بند رہتی اور طلباء کے خادمِ خاص صوفی مُحمد شیر صاحب کا اس دوسرے حجرے پر قبضہ تھا جس کا ایک دروازہ مغربی جانب گلی کی طرف کھُلتا تھا۔ ایک عرصہ تک صوفی مُحمد شیر صاحب نے اس میں کریانہ سٹور بنائے رکھا۔ راقم الحروف عشاء کی نماز کے بعد لالٹین جلا کر رات گئے تک اگلے دن کے اسباق کا مطالعہ کرتا۔ سردیوں کا موسم تھا اور راقم مطالعہ میں مشغول تھا کہ ناگاہ حضرتؒ تشریف لائے، بندہ اِحتراماً کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔

"حافظ صاحب" آپ رات کو میرے حجرے میں سویا کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اہلِ اِسلام کو چاہیے کہ نہ تو رات کو تنہا سویا کریں اور نہ ہی اکیلے جنگل و صحرا کا سفر کیا کریں۔ کیونکہ بعض اوقات شیاطین انسانوں کو پریشان کرتے ہیں"۔

حضرتؒ کا رات کو قیام عموماً جامع مسجد سے مشرقی جانب ایک حجرے میں ہُوا کرتا تھا جو "مشرقی حجرہ" مشہور تھا۔ آپ کی لائبریری اسی حجرے میں تھی۔ آپ دوپہر کو اسی میں قیلولہ فرماتے اور اسی میں رات کو قیام ہوتا تھا۔ طلباء کے اسباق سے فارغ ہو کر آپ امہات الکتب کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے اور دیر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ اس حجرے میں دو تین چارپائیاں ہر وقت بچھی رہتیں۔ یہ حجرہ بھی "جنوبی حجرے" کی طرح کا تھا، ہاں قدرے بڑا تھا۔ دو الماریاں اور دو روشندان بھی اس میں نصب تھے۔ چھت بھی کسی نہ کسی درجے میں سلیقہ کی تھی۔ یہ حجرہ تاحال اُسی ھیئت پر قائم ہے۔

حضرتؒ کے حکم پر اس ناکارہ نے اُسی رات سے "مشرقی حجرہ" میں سونا شروع کر دیا۔ اس واقعہ سے یہ بات کھُل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کے ہاں سُنّت کا کس قدر اہتمام تھا۔ ہم جب حضرتؒ کی عمومی زندگی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ہر موقع پر اللہ و رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت ہی نظر آتی ہے۔ آپ دوسروں کو بھی احکامِ خداوندی کی بجا آوری

Marfat.com

اور احیاءِ سُنت کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپ کا ظاہری حُلیہ اور شکل وصورت جہاں حسن وجمال کا پیکر تھی اور چہرے پر تقویٰ وطہارت کے آثار اور صُلحا کا نور نمایاں تھا وہاں آپ کے بدن پر سُنّت بھی جھلکتی تھی۔ سر پر مسنُون پٹے خوبصورت داڑھی اور لباس میں کرتا، تہ بند آدھی پنڈلی تک۔ سَر پر گرمیوں میں سفید کپڑے کی ٹوپی اور موسم سرما میں گرم رنگدار ٹوپی، عیدین اور جمعہ کے موقع پر سفید پگڑی، اور سردیوں میں کبھی کبھار لمبا خوبصورت کیمل کلر کوٹ استعمال فرماتے تھے۔ اور پاؤں میں سُرخ رنگ کا سادے چمڑے سے تیار شدہ کھُسّہ استعمال فرماتے۔

ذوقِ عبادتؒ اور نمازِ تہجد

اہلِ علم پر یہ امر چنداں مخفی نہیں کہ ایک عالم باعمل کی پوری زندگی عبادت میں شمار ہوتی ہے۔ وہ اگر بظاہر کسی دنیاوی کام میں بھی مشغول ہیں تو اُسے بھی اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں اور یوں وہ بھی دین اور عبادت کا حصہ بن جاتا ہے۔

حضرت رحمہُ اللہ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، گفتار، رفتار، خوردونوش، سونا جاگنا، ہر ہر عمل سے سُنت کا نور چھلکتا تھا۔ آپ دائماً شب زندہ دار تھے۔ مرض الوفات تک آپ کی نمازِ تہجد کبھی نہ چھوٹی۔ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک رات کو اپنے گھر پر ہی آرام کرنے کی عادت رہی۔ آپ کا مکان مسجد سے پانچ سات منٹ کے فاصلے پر تھا جبکہ میرا مکان مسجد کے بالکل قریب تھا۔ حضرتؒ سحری کے وقت حسبِ عادت ہاتھ میں لالٹین لئے میرے گھر کے پاس سے گزرتے، ہم آپ کے قدموں کی آہٹ بخوبی سُنتے۔ فرماتے ہیں کہ ہم جیسے صحتمند، توانا اور جوان خوابِ غفلت میں پڑے سوئے ہوتے اور آپ رات کی تاریکیوں میں اپنے رب کے سامنے سربسجود ہوتے سردی ہو یا گرمی، بارش کا موسم ہو یا آندھی وطوفان کی حالت، نمازِ تہجد میں ناغہ نہ ہونے پایا۔

سُرکیؒ کے حافظ اللہ بخش کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے مَیں بھی سبق یاد کرنے کیلئے سحری کے وقت اُٹھ جاتا۔ ایک دن مَیں نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض

Marfat.com

کی کہ حضرتؒ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ایک خدمت کا موقع فراہم کریں وہ اس صورت میں کہ نمازِ تہجد کے لئے پانی کا لوٹا ہمیشہ مَیں پہلے سے ہی تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا کرونگا۔ آپ نے قدرے سکوت کے ساتھ ارشاد فرمایا "بھائی مشکل تو ہے"مَیں نے عرض کی کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے مَیں یہ خدمت انجام دونگا۔ حضرتؒ نے اس خدمت کو قبول فرمالیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور جب تک حفظ کے زمانہ میں بندہ مدرسہ اسلامیہ میں مقیم رہا یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اس خدمت کے نتیجے میں حضرتؒ سے ڈھیروں دُعائیں لیتا تھا۔ حافظ اللہ بخش کہتے ہیں کہ میرا حافظہ کمزور تھا۔ بڑی محنت کرتا تھا پھر بھی بھول جاتا تھا لیکن حضرتؒ کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ نے مجھے کامیابی سے ہمکنار فرمایا کہ حفظ کی سعادت مجھے نصیب ہوئی اور فراغت کے بعد ہر سال نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سناتا رہا۔ بقول حافظ صاحب کے کہ آپ نمازِ تہجد سے فراغت کے بعد صبح کی اذان ہونے تک لیٹ جاتے۔ نیند آئے یا نہ آئے۔ آپ فرماتے تھے کہ "حافظ صاحب! یہ بھی سُنّت ہے"۔

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ حفظ مکمل کرنے کے بعد میں آرمی میں بھرتی ہو گیا۔ تقریباً تیس سال تک ملازمت کی۔ نہایت عزت و کامیابی کے ساتھ وقت گزارا۔ مڈل پاس تھا نائب صوبیدار ریٹائرڈ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب حضرتؒ کی دعاؤں کی برکت تھی کہ مسلسل کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا چلا گیا اور مقاصد کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

خوف کے وقت کا عمل

ایک دفعہ علاقہ وادیٔ سون میں شدید طوفان آیا، جس میں بارش بھی تھی، ہر چیز متاثر ہو رہی تھی۔ صدیق آباد (کفری) میں خوف کی کیفیت طاری تھی۔ لوگ مارے ڈر کے اپنے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے بیٹھ گئے، جبکہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اسی حالت میں اپنے گھر سے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، وضو کرتے ہیں اور مسجد میں آ کر نماز میں مشغول

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔ نماز آپ کی طویل تھی۔ فارغ ہوئے تو پھر دُعا میں ڈوب گئے اور خوب گریہ کے ساتھ دُعا کرتے رہے اور اسوقت تک مسلسل دُعا میں مشغول رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان کی وجہ سے پیدا ہونے والی خوفناک کیفیت کو دُور نہیں فرمادیا۔ طوفان تھم گیا تو آپ گھر تشریف لے گئے۔

اَحادیث مبارکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت اور معمول اسی طرح کا ملتا ہے کہ جب طوفان آتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور خوف کی کیفیت کے ساتھ مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز و دُعا میں مشغول ہو جاتے اور اس وقت تک مشغول رہتے تا آنکہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے یہ کیفیت دُور فرمادیتے۔

Marfat.com

باب ؒ نمبر 10

اخلاقِ حسنہ

حضرت الاستاذؒ نے اپنا کھانا طالب علم کو دے دیا

حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخشؒ صاحب کے دَور میں طلبہ مدرسہ اسلامیہ متصل مرکزی جامع مسجد صدیق آباد، میں کتابیں پڑھتے تھے۔ طلبہ محلے میں جاکر لوگوں کے گھروں سے کھانا لے کر آتے تھے جو اس زمانے کی اصطلاح کے مطابق وظیفہ کہلاتا تھا۔ اہلِ محلہ بھی طلبہ کو محبّت سے وظیفہ دیتے تھے۔ حضرت رحمہ اللہ کے گھر سے بھی صبح کے وقت روٹی اور لسّی آیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو حضرتؒ اپنا کھانا گھر سے لے کر مدرسہ تشریف لائے جبکہ طلبہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ نے طلبہ سے سوال کیا۔ سب نے کھانا کھالیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ایک طالب علم رہ گیا ہے باقی سب نے کھالیا ہے۔ جو رہ گیا ہے اس کے لئے کھانا نہیں بچا۔ اسی دوران وہ طالب علم بھی آگیا۔ حضرتؒ نے اپنا کھانا اُٹھا کر اس کے حوالے کر دیا اور خود رات کو بھوکے سو گئے۔ (راوی: بھائی محمد اسحاق، جابہ)

مَیں نے مسئلہ غلط بتادیا تھا

ماسٹر نذیر احمد صاحب صدیق آباد بیان کرتے ہیں کہ استاذ جی حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ نے ایک دفعہ ہمارے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے پاس نکاح کا پیچیدہ مسئلہ پیش ہوا۔ مَیں نے اس وقت اپنی فقہی بصیرت کے مطابق جواب دیدیا۔ بعد میں جب بڑی کتب میں اس مسئلہ کی تفصیلات نظر سے گزریں اور مَیں نے اس مسئلے پر غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کی مسئلہ بتانے میں مجھ

Marfat.com

سے خطا ہو گئی۔ اصل جواب کچھ اَور ہے۔ اس کے فوراً بعد میں مسئلہ پوچھنے والے کی چوپال (دارے) پر گیا اور اُسے بتایا کہ مسئلہ بتانے میں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ اصل مسئلہ اس طرح ہے۔ اس پر اس شخص نے یہ کہہ کر اِنکار کر دیا کہ "ہم تو پہلے مسئلے کے مطابق عمل کریں گے۔ اب آپ جو مسئلہ بتا رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے دوسرے مخالف فریق سے آپ مل گئے ہیں۔ یہ ملی بھگت کا نتیجہ ہے"۔ چنانچہ انہوں نے پہلے غلط مسئلے پر عمل کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس غلط مسئلے میں اُن کا کوئی مفاد تھا اور نئے مسئلے میں انہوں نے نقصان اور خسارہ دیکھا۔ اس لئے غلط مسئلے پر ڈٹے رہے۔

(راوی: ماسٹر نذیر احمد صاحب)

حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کے اس واقعہ سے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ میں کس درجہ خوفِ خدا تھا! آخرت میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جواب دہی کا احساس کتنا غالب تھا! تبھی تو مسئلہ پوچھنے والے کے گھر میں پہنچ گئے اور اُسے بتا دیا کہ پہلے جواب میں غلطی ہو گئی اصل جواب یہ ہے۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ ایسا کام وہی شخص کر سکتا ہے جس میں تواضع اور انکسار کی صفت کا غلبہ ہو گا۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص ہوتا تو غلط مسئلہ بتانے کے بعد اس پر جم جاتا۔ مُستفتی کے پیچھے قطعاً نہ جاتا کیونکہ اس میں اپنی توہین و تذلیل خیال کرتا۔ لیکن حضرت الاستاذؒ نے اپنی عزت اور عافیت اسی میں سمجھی کہ پہلے فتویٰ سے رجوع کر لوں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

میں باغ پر آجاؤں گا

حافظ محمد یعقوب آف صدیق آباد، مدرسہ اسلامیہ کے قدیم طلبہ میں سے ہیں۔ اُن کے گھر اور مرکزی مسجد کی دیوار ایک تھی۔ حضرتؒ کو اُن سے روزانہ کا واسطہ اور تعلق تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ ہمارے گھرانے سے بہت محبّت کرتے تھے اور انتہائی شفیق بھی تھے۔ عیدین کے روز پورے اہتمام کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لاتے۔ حافظ صاحب حضرتؒ کی تواضع اور اپنے ساتھ تعلق کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

"میرے والد صاحب (اکمل دین) اور چچا جان (مزمل دین) میں کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ اسے ختم کرانے کیلئے والد صاحب نے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ کا کچھ وقت چاہیے۔ آپ نے فرمایا: "میں باغ پر آجاؤں گا"۔

حافظ صاحب کی شہر کی جنوبی جانب چشمہ کے قریب کچھ زرعی زمین تھی۔ اُن کے والد صاحب دن کو اس کی دیکھ بھال کے لیے وہاں چلے جاتے تھے۔ باغ تک پہنچنا کافی محنت طلب کام تھا۔ سفر لمبا اور اس کے پہاڑی نشیب و فراز مسافر کو تھکا دیتے تھے۔ حضرتؒ نے بایں عظمت، اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اور گوناگوں علمی مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تنہا باغ پر تشریف لے گئے۔ آپ باغ کے کھیتوں کی پگڈنڈی پر چل رہے تھے اور درختوں کی آڑ کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ حافظ صاحب کے والد صاحب اپنی زمینوں میں ہل چلا رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص آرہا ہے۔ دور ہی سے باآواز بلند قدرے سخت لہجے میں کہا "کون ہے؟" حضرتؒ نے جواباً فرمایا: میں خدا بخش ہوں"۔ جب اکمل دین صاحب نے حضرتؒ کو پہچان لیا تو انتہائی شرمندہ ہوئے۔ ہَل کو چھوڑ کر استقبال کے لیے حاضر ہوئے اور اپنے سخت لہجہ پر معذرت کی۔ آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں، زمینداروں کے لہجے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے کام سے گھبرائے ہوئے ہوتے ہیں"۔ اس کے بعد باغ کے کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر اکمل دین صاحب کی پوری بات توجہ سے سُنی اور فرمایا: "میں تم دونوں بھائیوں کے جھگڑے کو مٹانے کی ان شاء اللہ کوشش کروں گا اگرچہ تمھارے بھائی کی طرف سے میں مطمئن نہیں تاہم اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں گے"۔

(راوی: حافظ ماسٹر محمد یعقوب، صدیق آباد)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا

حافظ محمد یعقوب صاحب نے میٹرک کے بعد مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ حافظ قرآن بننے کا شوق تھا۔ ۱۹۷۰ء سے حفظ کا آغاز کیا اور ۱۹۷۳ء میں بحمد اللہ تعالیٰ تکمیل ہوئی۔

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ جب ۲۴واں پارہ پڑھ رہا تھا تو میرے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ اس ناگہانی حادثہ پر بہت پریشان رہتا۔ اور اس پریشانی کی وجہ سے ۱۹۷۹ء تک قرآن پاک نماز تراویح میں نہ سنا سکا۔ ۱۹۸۰ء میں اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور میں نے خانقاہ شریف پر پہلی بار نماز تراویح میں قرآن کریم سنایا۔

۲۷ویں شب کو تکمیلِ قرآن کریم کے بعد مسرت کے جذبات میں ڈوبا ہوا، مَیں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے، چہرے پر تبسّم تھا۔ مجھے نماز تراویح میں کامیابی کیساتھ قرآن کریم سنانے پر مبارک باد دی اور معانقہ فرمایا۔ حضرتؒ کے مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کے ساتھ ایسے تعلق اور محبّت نے ہمیشہ مجھے شاداں و فرحاں رکھا۔ میں سوچتا تھا کہ کہاں میں اور کہاں حضرتؒ کی ذات اقدس! چہ نسبتِ خاک را با عالم پاک'

یہ عجیب بات ہے کہ حضرتؒ کے ساتھ عقیدت و محبّت رکھنے والے سبھی یہی محسوس کرتے تھے کہ حضرتؒ کا جو تعلق اور محبّت میرے ساتھ ہے اور کسی کے ساتھ نہیں۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بھائی کے انتقال کے بعد میں حضرتؒ سے اپنی پریشانی کا اظہار کرتا تھا اور حفظ میں اپنی کمزوری کو ذکر کرتا، اور دعا کے لیے درخواست کرتا۔ حضرت دعا فرماتے: ان شاء اللہ آپ حافظ بن جائیں گے "۔ بیان کرتے ہیں کہ یہ حضرتؒ کی دعا کا ثمرہ تھا کہ میں حافظ بن گیا اور بالآخر نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے میں کامیاب ہو گیا۔ (راوی: حافظ ماسٹر محمد یعقوب)

والدہ سے کہیں، دیسی گھی لے آئے

حافظ محمد یعقوب صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں چوتھا پارہ پڑھ رہا تھا۔ نماز عصر کے بعد مسجد کے بیرونی مسقف حصے میں بیٹھا سبق یاد کر رہا تھا۔ حضرتؒ مسجد کے اندرونی

Marfat.com

حصے میں جائے نماز پر بیٹھ کر اپنے وظائف میں مشغول تھے۔ اچانک باہر تشریف لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: حافظ جی! یہ دس روپے لے لیں اور اپنی والدہ سے کہیں کہ دیسی گھی لے آئے"۔ میں نے دس روپے لے کر عرض کی، حضرت! میں خود گھی لیکر آپ کے گھر پہنچادوں گا۔ آپ نے فرمایا: یہ دیسی گھی آپ کے لیے ہے۔ کیونکہ آپ حفظ کے لیے محنت کرتے ہیں اس سے دماغ کو تقویت پہنچے گی"۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دیسی گھی آٹھ روپے کلو ملتا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا طلبہ کے ساتھ کتنا شفقت، مہربانی اور محبّت والا تعلق تھا۔ (راوی: حافظ محمد یعقوب)

نماز جنازہ آپ خود پڑھائیں

مولانا محمود سرور صاحب جامعہ فاروقیہ کراچی کے فُضلاء میں سے ہیں۔ راقم الحروف کے ساتھی ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں شعبہ حفظ میں اکٹھے تھے۔ گو بندہ سینئر طالب علم تھا اور وہ جونیئر تھے۔ مولانا کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے والد صاحب (محمد سرور صاحب) حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ نماز جنازہ آپ پڑھائیں گے۔ حضرتؒ میں کمال درجہ کی تواضع اور عاجزی تھی۔ فرمایا، نہیں جی نہیں نماز جنازہ آپ پڑھائیں گے، یہ آپ کا حق" ہے۔ محمد سرور صاحب نے اصرار کیا لیکن حضرتؒ نہ مانے۔ آپ نے محمد سرور صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔ اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

بعض لوگوں کے مزاج میں تعلی ہوتی ہے اور وہ احساس برتری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اُن کو بڑے نصیحت کرکے جاتے ہیں کہ عام مُسلمانوں میں زیادہ گھل مل کر نہ رہا کرو۔ اُن کی ہر غمی اور خوشی میں شرکت نہ کیا کرو۔ اس سے رُعب اور عزت میں کمی آجاتی ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت اور تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے عام طور پر نماز جنازہ میں شرکت سے گریز کرتے ہیں اور صرف

Marfat.com

اس نمازِ جنازہ میں شرکت کریں گے جس کے بارے میں اُن کو یقین ہوتا ہے کہ ہم ہی پڑھائیں گے کسی اور کی اقتداء میں نمازِ جنازہ پڑھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اگر بالفرض کسی نمازِ جنازہ میں اس یقین کے ساتھ شرکت کی کہ ہم ہی پڑھائیں گے، جب وہاں پہنچے تو صورتِ حال اُن کی توقعات کے خلاف سامنے آئی۔ وُرثاء نے کسی اور کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا کہہ دیا۔ اس پر احتجاج کیا اور نمازِ جنازہ پڑھنے کا بائیکاٹ کر دیا۔ خود اور بعض دوسرے چند گنے چنے اہلِ تعلق کو لیکر واپس لوٹ گئے۔

یاللعجب! نمازِ جنازہ پڑھنے کا بائیکاٹ پورے عالمِ اسلام میں پہلی بار دیکھنے اور سننے کو ملا۔ ورنہ اسلامی تاریخ اس بھونڈی حرکت سے خالی نظر آتی ہے۔

(راوی: مولانا محمود سرور فاضل جامعہ فاروقیہ)

تواضع وانکسار

جناب ماسٹر نصیر احمد آف صدیق آباد، بیان کرتے ہیں کہ حضرت رحمہُ اللہ کے وصال سے چند دن پہلے مَیں مرکزی جامع کے شرقی حجرے میں بہ نیت عیادت حاضر ہوا۔ اس وقت چند اور لوگ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کافی کمزور محسوس ہو رہے تھے۔ سہارے سے آپکو بٹھایا گیا تھا۔ بولنے کی ہمّت نہیں تھی۔ اگر کچھ بولتے تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں دودھ کا کپ تھا۔ خود پینے سے پہلے اپنے قریب میں بیٹھے ایک شخص کی طرف دودھ کا کپ بڑھا دیا۔ اس نے ایک گھونٹ پی لیا۔ آپ نے اگلے شخص کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس طرح ہوتے ہوتے سب سے آخر میں آپ نے دودھ نوش فرمایا۔ (راوی: ماسٹر نصیر احمد، صدیق آباد)

مُسلمانوں کے لئے ایثار کا جذبہ

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ ایک دفعہ (بھناکہ) کورڈھی تشریف لائے۔ میرے والد صاحب (مرحوم) زرعی زمین میں ہل چلا رہے تھے۔ آپ نے کھیت کے ایک

Marfat.com

کنارے پر اپنی چادر زمین پر بچھائی اور اس کے اُوپر تشریف فرما ہوئے۔ اس دوران گفتگو بھی چلتی رہی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو چادر کو لپیٹ کر وہیں چھوڑ گئے۔ والد صاحب کو بھی محسوس نہ ہوا کہ حضرتؒ چادر لپیٹ کر چھوڑے جا رہے ہیں۔ والد صاحب ہل سے فارغ ہونے کے بعد چادر کو دیکھ کر سنبھال لیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ شاید حضرتؒ بھول گئے ہیں۔ اگلے دن میں نے پڑھنے کے لئے صدیق آباد (کفری) جانا تھا۔ والد صاحب نے چادر میرے سپرد کر دی کہ حضرتؒ کو دے دینا۔ مَیں نے چادر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دی اور عرض کی کہ آپ ہمارے والد صاحب کے ہاں تشریف لائے تھے اور واپسی پر چادر بھُول آئے۔ اس پر حضرتؒ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''یہ چادر غوث محمد کی ہے''۔ (غوث محمد مرحوم حافظ محمد فیروز کے والد ہیں) مَیں نے عرض کی کہ حضرت! یہ چادر تو آپ کی ہے۔ فرمایا: ''یہ چادر میں غوث محمد کے لئے لے گیا تھا کہ یہ غریب اور نادار آدمی ہے اسے استعمال کریگا۔ حضرتؒ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ چادر میں بھولا نہیں تھا بلکہ قصداً چھوڑ کر آیا تھا۔ یہ حضرتؒ کا ایثار تھا کہ یہ چادر دوسرے مُسلمان بھائی کے کام آجائے حالانکہ اپنی ضرورت بھی تھی۔

(راوی: حافظ محمد فیروز، کورڈھی)

نفس کل بھی طلب کرے گا

حضرت رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے میجر نظام الدین صاحب کے وی آئی پی مہمان تشریف لائے۔ اُن کے احترام و اکرام میں حضرتؒ کے گھر پر عُمدہ قسم کا مُختلف الانواع کھانا تیار ہوا۔ جب دستر خوان پر کئی قسم کے لذیذ کھانے چُنے گئے تو حضرتؒ نے اپنے معمول کے مطابق گندم کی چپاتی کے ساتھ صرف ایک سادہ سالن اور تھوڑا سا کھڈی حلوا تناول فرمایا۔ دستر خوان پر بیٹھے بعض اہلِ محبّت نے دوسرے مختلف الانواع کھانے تناول فرمانے کی درخواست کی تو فرمایا کہ میرے لئے

Marfat.com

یہی کافی ہے۔ یہ عام سادہ سا کھانا بسہولت گھر میں مُیسر ہے اگر آج یہ عُمدہ و لذیز قسم کے مختلف الانواع کھانے کھاؤں گا تو نفس کل پھر اِن کا تقاضا کریگا اور کل اسے یہ کھانے نہیں مل سکیں گے۔ لہذا نفس کی عادت بگاڑنا مناسب نہیں۔ (راوی حافظ انور حسین)

حِلم و بُردباری

حافظ محمد عُثمان ملک آف کورڈھی بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرے دو ساتھی (مولانا) مقصود اکبر مرحوم اور حافظ میاں نصیر احمد شرینہہ کے تاریخی درخت کے سائے تلے حضرت الاستاذ رحمہ اُللہ سے غالباً فارسی میں فقہ کی کتاب "مالابُدّ منہ" کا سبق پڑھ رہے تھے۔ اُس روز جو مسئلہ آپ ہمیں سمجھا رہے تھے۔ اس کا تعلق بدنِ انسانی کے اس حصے سے تھا، جو مقامِ شرم و حیا کہلاتا ہے۔ حضرتؒ کو اللہ تعالےٰ نے ایسی شرم و حیا عطا کی تھی جو شاید کسی کنواری لڑکی میں بھی نہ ہو۔ آپ جب انسانی بدن کے اُن حصوں سے متعلق فقہی مسائل بیان فرماتے جن کا ذکر واضح اور کھُلے الفاظ میں خلافِ تہذیب شمار ہوتا ہے تو آپ اُن حصوں کے اصل ناموں کے بجائے انتہائی تہذیب، شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے متبادل الفاظ استعمال فرماتے، جس سے طلبہ کو فقہی مسئلہ بھی سمجھ آجاتا اور حیا کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔ اس طرزِ عمل سے طلبہ کی تربیت بھی ہوتی رہتی تھی۔

مسئلے کی نوعیت شاید کچھ اس طرح کی تھی کہ اگر اس حصے میں زخم وغیرہ ہو جائے تو پھر کیا کرنا ہوگا؟ مسئلہ سُن کر حافظ محمد عُثمان ملک کی، ضبط کرنے کے باوجود مخصوص طرز کی ہنسی نکل گئی، اُن کی دیکھا دیکھی دونوں ہم سبق ساتھی بھی ہنسنے لگے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ تینوں ساتھی حضرتؒ کی موجودگی میں ہنستے چلے جا رہے ہیں، ہنسی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ تا آنکہ تینوں اسی حالت میں اُٹھ کر مسجد میں چلے گئے۔

حضرت رحمہ اُللہ کا حِلم اور بُردباری کمال درجہ کی تھی، کچھ نہیں فرمایا، نہ چہرے پر

Marfat.com

ناراضی کے آثار ظاہر ہوئے، طلبہ کی ہنسی جب کسی قدر تھم گئی اور اطمینان ہوا تو دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئے، آپ نے دوبارہ اسی مسئلے کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن طلبہ کی جسارت دیکھئے پھر ہنسنا شروع کر دیا اور اسی حالت میں اُٹھ کر چلے گئے، آپ نے اس بار بھی بیحد حِلم کا مظاہرہ کیا اور کوئی لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ تیسری مرتبہ طلبہ پھر سبق کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ نے مسئلہ شروع کیا ہی تھا کہ طلبہ نے پھر ہنسنا شروع کر دیا۔ اب حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے اُن کی اصلاح کے لئے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا۔ اور وہ جملہ بھی نہ صرف یہ کہ غیض و غضب سے خالی تھا بلکہ شفقت و محبّت سے لبریز تھا۔ حافظ محمد عُثمان ملک نے چونکہ پہلی مرتبہ دَورانِ سبق ہنسی کا آغاز کیا تھا اس لئے خاص طور پر آپ اُن سے مخاطِب ہوئے، فرمایا، ”حافظ صاحب! انسان کو زندگی میں کبھی اس نوعیت کی بیماریاں بھی لگ جاتی ہیں جن کے بعد ایسے مسائل پوچھنے اور سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے“۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ کے اس جملے کے بعد مَیں ندامت و شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو گیا، جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ پڑے اور مَیں اس میں چلا جاؤں۔

بندہ راقم نے اپنے اساتذہ میں سے کسی استاذِ محترم کا حِلم اس درجہ کا نہیں دیکھا، ہاں حِلم و بُردباری کا اتنا وافر حصہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کو عطا فرمایا تھا۔ اللّٰہم اغفر لہٗ وارحمہٗ

بڑی تنخواہ کو ٹھکرا دیا

حضرت رحمہ اللہ کا علمی تفوق اور علوم میں رُسوخ کی شہرت سُن کر ضلع میانوالی سے کچھ لوگ حاضرِ خدمت ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ہاں بہ حیثیت صدر مدرس تشریف لے آئیں۔ آپ کو BA-BT یعنی بی ایڈ ٹیچر کی تنخواہ سے دوگنی پیش کی جائے گی۔ اس وقت بی ایڈ ٹیچر کی تنخواہ پینتالیس ۴۵ روپے تھی۔ اُن کا مطلب گویا یہ تھا کہ آپ کو

Marfat.com

اس دینی خدمت پر ماہانہ نوّے روپے بصورتِ تنخواہ پیش کئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں دودھ کے لئے ایک بھینس اور رہائش کیلئے عُمدہ قسم کا گھر بھی فراہم کریں گے۔ نوّے روپے ماہانہ تنخواہ کی پیشکش ایک بہت بڑی پیشکش تھی جسے حضرتؒ نے بصد شکریہ ٹھکرادیا اور فرمایا کہ "بھائی میں اپنے مفادات کی خاطر اگر آپ کی پیشکش قبول کرلیتا ہوں تو نفس کے لئے تو انتہائی خوشی کا مقام ہے اور اتنی بڑی تنخواہ کے بعد زندگی تو شاہانہ انداز کی گزرے گی۔ لیکن وادیٔ سون کے اُن لوگوں کا کیا ہوگا جو اپنے مسائل حل کرانے کے لئے گاہ بہ گاہ میرے پاس آتے رہتے ہیں اور مطمئن ہوکر واپس لوٹتے ہیں؟ کیا یہ ان کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی؟ مَیں نے دین اس لئے نہیں پڑھا کہ اُس پر بڑی بڑی تنخواہوں کو وصول کرکے آن بان والی زندگی گزاروں گا۔ مَیں نے دین اللہ کی رضا کے لئے پڑھا ہے۔ میرا معاشی مسئلہ اللہ تعالےٰ نے عزت کی ساتھ چلایا ہوا ہے، اس لئے میں اہلِ علاقہ کو چھوڑ کر باہر نہیں جاسکتا۔ (راوی حاجی مظہر حسین صاحب، صدیق آباد)

رِقّتِ قلب

آپؒ بے حد رقیق القلب اور نرم دل تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانباز و جاں نثار شاگرد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں کے اُن جگر دوز گوشوں سے پردہ اُٹھایا جاتا، جن میں دینِ حنیف کی دعوت و تبلیغ اور نشرواشاعت کے نتیجے میں اُٹھنے والے مصائب وآلام کے طوفانوں سے انہیں واسطہ پڑا۔ طویل آزمائشوں اور صبر آزما حوادث کی بھٹیوں سے گزرنا اورامتحانات و غموم وھُموم کے سمندروں کو عبور کرنا پڑا۔ یہ سارے واقعات وحالات جب بھی حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ سنتے تو عجیب کیفیت طاری ہوجاتی، دیر تک آنسو برساتے رہتے۔ اور اس ناکارہ کو وہ منظر اب تک نہیں بھولا کہ جب آپ کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے صحابہ کرامؓ کی شانِ عظمت، رفعتِ کردار، دین کی خاطر اُن کی بے مثال قربانیوں اور انتھک کاوشوں کے

Marfat.com

مضمون پر مشتمل ایک خوبصورت اور باترنم منظوم کلام سُنایا گیا، جس کا پہلا پنجابی شعر کچھ اس طرح تھا۔

خدا دے دین نوں دُنیاتے چمکایا صحابہؓ نے
لکھاں بھلیاں اَتے بھٹکاں نوں راہ لایا صحابہؓ نے

بس اب کیا تھا؟ آپ کے سُرخ وسفید رُخساروں پر موتیوں کی طرح آنسو ڈھلکنے لگے۔ کلامِ منظوم کے آخر تک یہی حالت رہی۔ آنسو چھلک رہے تھے اور آپ انہیں اپنی چادر سے پونچھتے جارہے تھے، اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ بندہ کے زمانہ طالب علمی میں مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) کے ایک طالب علم حافظ محمد ریاض اڑدال کا حفظ مکمل ہوا تو اس پُر مسرت موقع پر حافظ صاحب کے گھر والوں نے بطورِ اظہارِ تشکّر کے ایک دینی جلسہ کے انعقاد کا پروگرام بنایا۔ جلسہ کے عُلمائے کرام اور نعتؒ خوان حضرات سے وقت لینا اور اشتہار کی چھپائی کی ذمہ داری اس ناکارہ کو سونپی گئی۔ مُلک کے مشہور نعتؒ خوان اور ثناخوانِ مُصطفٰے ﷺ جناب حافظ محمد شریف منچن آباد تشریف لائے۔ نمازِ عشاء کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کی عادتِ مبارکہ عام طور پر یہ تھی کہ بعد نماز عشاء جلسہ کی کچھ کاروائی دیکھنے اور سُننے کے بعد سونے کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ جلسہ کے موقع پر بھی آپ حسب معمول تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر چلے گئے۔ اگلے دن جب حضرت صبح ناشتہ کے بعد طلبہ کو اسباق پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو معروف شریہنہ کے درخت کے سائے میں آپ کو حافظ محمد شریف منچن آبادی کی مترنم، پُردرد پُراثر اور سوز و گداز سے لبریز خوبصورت آواز میں عظمتِ صحابہؓ کے مضمون پر منظوم کلام سنایا گیا، جس کے بعد آپ پر رقت طاری ہوگئی اور پھر آنسوؤں کی برسات شروع ہوگئی۔

Marfat.com

بیعتِ سلوک

عالم تھا باعمل تھا عالی دماغ تھا
انجمن دیوبند میں وہ روشن چراغ تھا

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ ایک متبحّر عالم وفاضل ہونے کے ساتھ ساتھ سلوک و تصوف کے بھی بلند مقام پر فائز تھے اور عالم باعمل اور شیخ کامل بھی تھے۔ شیخ العرب و العجم سیّد حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہُ العزیز سے باقاعدہ بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، اور اُن کے تعلیم کردہ وظائف و اَوراد پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ حضرت مولانا مُفتی محمد شفیع صاحب (مرحوم) بلاک نمبر ا سرگودھا والوں کا وطنِ مالوف "گنجیال" ضلع خوشاب ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے اور حضرت مدنی رحمہُ اللہ کے شاگرد تھے۔ اِن کی دعوت پر حضرت مدنیؒ گنجیال تشریف لائے، بیان ہوا۔ اس موقع پر کئی لوگ حضرت مدنیؒ کے حلقہ اِرادت میں داخل ہوئے اور آپ سے اِصلاحی تعلق قائم کیا۔ اسی مقام پر حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ نے حضرت مدنیؒ سے بیعتِ سلوک کی۔ غالباً اس کے بعد پھر عمر بھر شیخ کامل اور مُرید باصفا میں ملاقات نہ ہوسکی۔

حضرت الاستاذؒ نے پیر صاحب آف مرولہ شریف کی تعریف فرمائی

جناب ماسٹر نذیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ استاذ جی حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص پیر صاحب مرولہ شریف والوں کا قریبی رشتہ دار تھا، جو بڑا ہی مُوذی اور بُرا انسان تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے بہت پریشان تھی۔ وہ موقع بہ موقع طاقت اور دنیاوی وجاہت کے نشے میں مست ہو کر اللہ کے بندوں کو ذلیل ورُسوا کرتا رہتا۔ اُن پر ظلم ڈھاتا اور انکی عزت خاک میں ملاتا رہتا۔ لوگ پیر صاحب کی رشتہ داری کا خیال کرکے خاموش ہوجاتے۔ لیکن یادرکھیں ظلم زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ ظالم ایک دن ضرور گرفت میں آجاتا ہے۔ "تنگ آمد بجنگ

Marfat.com

آمد" کی کہاوت تو آپ نے سُنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جاری قاعدہ وضابطہ "مکافاتِ عمل" حرکت میں آیا، وہ اس طرح کہ مرولہ شریف کے ایک چوہدری صاحب، پیر صاحب کے اس ظالم رشتہ دار کو شکار کے بہانے ساتھ لے گئے اور قتل کر کے دریا کے قریب دفن کر دیا۔ پیر صاحب آف مرولہ شریف کو جب اس قتل کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا: اچھا ہُوا، ایسے ظالم، ذلیل اور بد بخت انسان کا انجام اسی طرح ہوتا ہے۔

حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ نے یہ واقعہ سُنا کر پیر صاحب آف مرولہ شریف کی تعریف فرمائی۔ (راوی: ماسٹر نذیر احمد صاحب، صدیق آباد)

خیال رہے کہ بیان جھگڑے کا سبب نہ بنے

حاجی شیر شاہ صاحب آف اوگالی بڑے ٹھوس عقیدے کے مالک، نیک، صالح اور باکردار انسان ہیں۔ علاقے بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھتے جاتے ہیں۔ مسلک عُلمائے دیوبند کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہتے۔ حضرات شیخین (حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ اور حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب) سے گہری عقیدت اور محبّت رکھتے تھے، جامعہ اسلامیہ صدیق آباد کے لیے اُن کی مُخلصانہ کوششیں اور قربانیاں تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں، جسے کبھی بھلایا نہ جاسکے گا۔

حضرت والد صاحبؒ (مولانا احمد رضا صاحب) بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حاجی صاحب رات کے وقت بندوق لٹکائے، گھوڑی پر سوار ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور کہا ہمارا اہل بدعت (بریلویوں) سے مقابلہ ہے۔ اُن کی کوشش ہے کہ کوٹلی کی جامع مسجد میں اُن کے مسلک کا عالم جمعہ پڑھائے جبکہ اہل حق عُلمائے دیوبند سے محبّت رکھنے والے غیور مُسلمانوں کی خواہش یہ ہے کہ ہمارا عالم جمعہ پڑھائے۔ اپنی اپنی اس خواہش پر عمل درآمد کرانے کے لیے ہر دو فریق مسلح ہیں۔ حاجی صاحب نے کہا کہ کل کوٹلی کی جامع مسجد میں جمعہ آپ پڑھائیں گے۔ حضرت والد صاحب نے وعدہ کر لیا۔ اس کے بعد جمعہ کے روز علی الصبح حضرت والد صاحب اپنے استاد محترمؒ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور اس سلسلے میں حضرتؒ سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: آپ جمعہ پڑھانے کے لیے ضرور تشریف لے جائیں لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ بیان کی وجہ سے فساد نہ ہو۔ کیونکہ تجربہ یہ ہے کہ بعض اوقات لوگ اپنی ذاتی دشمنیوں کا بدلہ مسلکی بنیادوں پر لینے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ ایسے شر پسند عناصر کو موقع نہیں ملنا چاہیے۔ خدانخواستہ اگر آپ کی تقریر سے ہر دو فریق میں جھگڑا ہو جاتا ہے یا کوئی آدمی قتل ہو جاتا ہے تو اس سے آپ کی اور مسلک عُلماء دیو بند کی بدنامی ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے گھر کا ادب واحترام پامال ہوگا۔ ہاں البتہ توحید کھل کر اور خوبصورت انداز میں ضرور بیان کریں"۔

فریق مخالف اپنی طرف سے حضرت مولانا قاضی شفیق الرحمٰن صاحب انگوی کو لیکر آئے۔ جب دونوں عُلماء کی باہمی ملاقات ہوئی اور تعارف ہوا تو پتا چلا کہ دونوں مرکز علوم اسلامیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فضلاء میں سے ہیں۔ اس صورت حال کے بعد ہم میں سے کوئی کیونکر دوسرے کے خلاف تقریر کر سکتا تھا۔ کیونکہ ہم دونوں نے ایک ہی علم کے سرچشمہ سے پانی پیا تھا۔ دونوں عُلمائے دیو بند کے صُحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے۔ جھگڑا ہی ختم ہو گیا ہم دونوں نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ باری باری دونوں بیان کریں گے۔ چنانچہ پہلے حضرت مولانا قاضی شفیق الرحمٰن صاحب نے بیان کیا۔ قاضی صاحب کو دوران تقریر یا بعد میں کسی اہلِ عقیدت و تعلق کے انتقال کی اطلاع ملی وہ تو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے چلے گئے، اس کے بعد حضرت والد صاحب نے تقریر کی اور بعد ازاں نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز جمعہ سے جب فارغ ہوئے تو "زمین دار جٹ" کہہ رہے تھے۔ "چس نہی آئی مولوی آپس وِچ مِل گئے نے"۔ ہاں! جٹوں کو مزہ تو تب آتا جب فساد اور جھگڑے کی صورت پیدا ہوتی اور مسجد کی مقدس زمین خون سے رنگین ہوتی۔ حضرت الاستاذؒ کی نصیحت نے لوگوں کو مسلکی بنیادوں پر فساد اور جھگڑا کھڑا کرنے کی سازش کو خاک میں ملا دیا۔ (قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید) (راوی: صاحبزادہ خبیب احمد)

Marfat.com

باب ؒ نمبر 11

تحصیلِ دین کے لئے تکالیف کا تحمل

نہ کھانا ہے نہ کتاب

(1) صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب اور حافظ محمد انور حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ دینی تعلیم کے لئے اپنے مجاہدات و مصائب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ ”میں جب پڑھنے کے لئے بندیال کے ایک مدرسے میں پہنچا تو چند گھنٹے تو میرے اس طرح گزرے کہ مجھ سے کسی نے سوال تک نہیں کیا کہ تم کون ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟ بالآخر ایک طالب علم نے اجنبی چہرہ دیکھ کر سوال کیا ”بھائی کون ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟“ میں نے جواب دیا کہ طالب علم ہوں اور پڑھنے آیا ہوں۔ اُس نے مجھے اُستاذِ محترم کے سامنے پیش کر دیا۔ اُستاذِ محترم نے سوال و جواب کے بعد فرمایا۔ ”پڑھائیں گے لیکن نہ کھانے کا انتظام ہے اور نہ کتابیں ہیں“۔ میں نے عرض کی، میں کھانے کے لئے تو نہیں آیا ہوں۔ اس جواب پر اُستاذِ محترم بڑے متاثر ہوئے۔ پھر فرمایا ”اچھا انتظار کرو“ چند گھنٹے گزرنے کے بعد فرمایا کہ ”کھانے کا انتظام ہو گیا لیکن تین میل دُور سے خود لانا ہو گا“ اور کتاب نہ ہونے کی وجہ سے فرمایا کہ کاغذ کا انتظام کرو۔ میں نے ضرورت کے درجے میں انتظام کر لیا۔ چنانچہ اُستاذِ محترم مجھے ”صَرف“ کا سبق زبانی لکھ کر دیتے اور میں یاد کرتا تھا۔ اسباق پڑھنے کے بعد عین دوپہر کے وقت جبکہ جسم کو جھلسا دینے والی گرم لُو مسلسل چل رہی ہوتی، میں پاپیادہ تین میل کا سفر طے کر کے متعین مقام پر پہنچتا تو عام طور پر یہ صورت پیش آتی کہ گھر میں کوئی نہیں ہوتا تھا۔ محنت و مشقت کے عادی غریب کاشتکار اور اُن کی خواتین کھیتوں میں چلے جاتے اور درویشوں کا کھانا گھر کی دیوار میں بنے کسی ”طاق“ میں رکھ دیتے۔ باجرہ اور مکئی کی عموماً روٹی میسر ہوتی

Marfat.com

تھی اور اگر گندم کی مل جاتی تو ہماری عید ہو جاتی۔

روٹی کے ساتھ اگر لسّی (چھاچھ) یا پتّلی مل جاتی تو بسا غنیمت، اور اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر بجالاتے۔ فرمایا کہ جب کھانا لے کر واپس لوٹتا تو جسم تھکاوٹ سے چُور چُور ہوتا اور کپڑے پسینے سے شرابور۔ بندیال میں تعلیمی غرض سے قیام کے دَوران حضرتؒ کے بڑے بھائی مولانا عطا محمد مرحوم و مغفور بھی ساتھ تھے۔ فرمایا ہم دونوں بھائیوں نے کھانا لانے کے لئے باری مقرر کر رکھی تھی۔

کپڑے دھونے کے لئے صابن نہیں ملتا تھا

۲ فرمایا کہ کپڑے دھونے کے لئے صابن نہیں ملتا تھا۔ تاہم جب کپڑے دھونے کی ضرورت محسوس ہوتی تو جنگل کی ایک خاص قسم کی جڑی بوٹی کے خشک پتوں کو جمع کر کے کسی بڑے اور کھلے منہ والے برتن میں ڈالتے اور اوپر سے کافی مقدار میں پانی اُنڈیل دیتے۔ نیچے آگ جلا کر خوب اُبال لیتے۔ اس طرح وہ گاڑھا قسم کا محلُول تیار ہو جاتا۔ اب اس میں کپڑے ڈال دیتے۔ کچھ دیر تک کپڑوں کو اندر ہی رہنے دیتے۔ اس دَوران کپڑوں کی میل اُتر کر پانی میں حل ہو جاتی اور ہم کپڑوں کو اُس محلُول سے نکال کر صاف پانی سے دھو کر خشک کرنے کے لئے چٹانوں پر ڈال دیتے تھے۔

(راوی: صوفی محمد شیر، صدیق آباد)

کبھی تازہ اور کبھی باسی روٹی

۳ چیچہ شریف میں قیام کے دَوران طلباء روٹی لینے اہل محلہ کے گھروں میں جاتے تو کبھی تازہ روٹی مل جاتی اور کبھی باسی۔ فرمایا ہم مطالعہ میں مصروف ہوتے تو باری والے طلباء روٹی کو تقسیم کر کے مطالعہ کے دَوران ہی ہمارے ہاتھوں پر رکھ دیتے۔ مطالعہ بھی جاری رہتا اور روٹی کے لقمے توڑ توڑ کر منہ میں ڈالتے رہتے۔ سالن میسر نہیں ہوتا تھا۔

Marfat.com

دو دو دن تک روٹی نہ ملتی

④ بندیال میں بھی تعلیم کے زمانہ میں ایسے حالات پیش آئے کہ دو دو دن تک روٹی نہیں ملتی تھی۔ مجبور ہو کر خشک باسی روٹی کو کسی "طاق" وغیرہ سے نکالتے اور پانی سے بھگو کر کھالیتے تھے۔ بدن میں کسی نہ کسی درجہ میں قوت پیدا ہو جاتی اور اس پر بھی صابر و شاکر رہ کر اپنے عظیم مقصد کو پانے کی فکر میں لگے رہتے۔ (راوی، صوفی محمد شیر صاحب)

بندیال سے گاؤں تک پیدل سفر

⑤ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت والد صاحب رحمہُ اللہ تعالےٰ بندیال میں بغرض تعلیم قیام پذیر تھے تو ایک ماہ کے بعد گھر تشریف لاتے۔ تعجّب خیز بات یہ ہے کہ بندیال سے لے کر اپنے گاؤں تک کا سارا سفر پیدل طے کرتے، حالانکہ اس سفر کے دوران دشوار گزار پہاڑی درّوں اور پُر خطر راستوں کو عبور کرنا پڑتا۔ بندیال سے لے کر گاؤں تک کا سفر تقریباً ساٹھ میل ہے۔ غور فرمائیں کہ یہ لوگ کس قدر باہمّت، حوصلہ مند اور اصحابِ عزیمت و استقامت تھے۔ سب کچھ بصد خوشی برداشت کرتے تھے اور کبھی بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ کیونکہ حصولِ علم کا شوق اور عشق انہیں کشاں کشاں لئے پھر رہا تھا اور اُس نے ہر مشکل کو آسان کر دیا تھا۔

سال بھر کے لئے ایک روپے

⑥ تعلیم کی غرض سے جب ملتان تشریف لے گئے تو وہاں سے تعلیمی سال مکمل ہونے کے بعد ہی تشریف لاتے۔ واپسی پر سفر خرچ کے علاوہ صرف ایک روپیہ نقد جیب خرچ کے لئے ملتا تھا۔ جس نے پورے سال کی ضروریات کو پورا کرنا ہوتا تھا۔ ہماری عقل تو یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ یہ حضرات ایک روپیہ سے پورے سال کی ضروریات کو کیسے پورا کیا کرتے تھے؟ ہاں ہمیں اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ پر تو پورا یقین ہے وہی

Marfat.com

حیرت انگریز اور معجزانہ طور پر اس ایک روپے میں برکات عطا فرماتے ہوں گے۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے دین سیکھنے کے لئے جو مجاہدات کیے اور اس میراثِ نبوت کو پانے کے لئے جو مصائب برداشت کیے یہ اُنہی کا کام تھا۔ اس کے نتیجے میں علوم ومعارف کے جو سمندر سمیٹے یہ بھی انہیں کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں اور وسیع رحمت سے خوب نوازا اور عظمت وجلالت، علم ومعرفت کے اس مقامِ رفیع پر بٹھایا جس کے لئے بادشاہ ترستے ہیں حالانکہ اسبابِ عزت وعظمت کی اُن کے ہاں کمی نہیں اور اطمینان وسکون کے وہ خزینے عطا ہوئے ہیں جنہیں کوئی مال دار اور سرمایہ دار اربوں کھربوں ڈالر خرچ کرنے کے بعد بھی نہ حاصل کر سکے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے بزرگوں کا مقولہ ہے۔ ”جو ہماری انتہا کو دیکھے وہ ناکام اور جو ابتداء کو دیکھے وہ کامیاب“ اس لئے کہ ابتدائی زندگی مجاہدوں میں گزرتی ہے، اور اخیر میں فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں، اگر کوئی اِن فتوحات کو دیکھ کر آخری زندگی کو معیار بنائے گا تو وہ ناکام ہو جائے گا“۔ ارشاد فرمایا: رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد“۔ دیکھو حنا (مہندی) کی پتی جب رگڑ دی جائے تو وہ رنگین بنا دیتی ہے اور اگر بغیر رگڑے ہوئے، اُس کے پتے رکھ دیئے جائیں تو کچھ نہ ہوگا“۔

کھانے کا انتظام نہیں

تھل ضلع میانوالی کے مشہور قصبہ ”واں بھچراں“ کے جنوب میں ”نواں جنڈاوالا“ نامی ایک آبادی ہے جس میں ایک معروف عالمِ دین رہائش پذیر تھے، جن کے پاس دُور دراز علاقوں سے دین کے پیاسے حاضر خدمت ہوتے اور علومِ دینیہ کے چھلکتے جام پی کر اپنے پیاس بجھاتے۔

حضرت الاستاذؒ بھی اپنے بڑے بھائی سمیت اُن بزرگ عالمِ دین کی شہرت سُن کر

Marfat.com

عازِم سفر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر استاذِ محترم کی خدمت میں اپنی آمد کی غرض وغایت بیان کی۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ "دین پڑھاؤں گا لیکن کھانے کا انتظام نہیں ہے"۔ دونوں بھائیوں نے عرض کی کہ حضرت ! کوئی صورت کھانے کی بن سکتی ہے ؟ تو اُنہوں نے قدرے خاموشی کے بعد فرمایا "ہاں ! صورت بن سکتی ہے لیکن انتہائی مجاہدہ طلب ہے۔ فرمایا کہ یہاں سے چار میل دُور ایک گھر ہے وہاں سے دونوں وقت کا کھانا اکٹھا لانا ہوگا۔ حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ نے کھانا لانے کے لئے اس مجاہدے کو بصد خوشی قبول فرمالیا۔ کیونکہ کھانا تو ایک ضرورت تھی اصل مقصود و مطلوب تو عُلومِ دینیہ کی تحصیل تھی۔ صبح اسباق سے فارغ ہونے کے بعد عین دوپہر کے وقت جبکہ آفتاب آگ برسا رہا ہوتا اور تھل کے ریگستان، انگاروں کی طرح گرم ہوچکے ہوتے اور آگ کے شعلوں کی مانند گرم لُو کے غضبناک تھپیڑے ایک اجنبی مُسافر سے ٹکرا کر آگے بڑھ جاتے۔ اِن حالات میں ذرا تصور کی دُنیا میں ڈوب کر اپنے دل سے پوچھئے کہ اس مُسافر اور طالبِ دین پر کیا گزرتی ہوگی لیکن ایک عظیم اور اعلیٰ مقصد کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس طالب علم کو ہمّت و حوصلہ بھی عطا کر دیا کہ وہ سفر کے شدائد و مصائب سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ ہم دونوں بھائیوں نے کھانا لانے کیلئے باری مقرر کر رکھی تھی۔ دو وقت کا کھانا ایک ہی وقت ملتا۔ صبح کو روٹی تازی اور رات کو باسی کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

روٹی کے خشک ٹکڑوں کا تحفہ

بھائی اور بہن کا رشتہ بڑا ہی محبّت بھرا، بے تکلّف اور مقدس ہوتا ہے اسی رشتے اور تعلق کی بناء پر ایک دفعہ حضرتؒ کی ہمشیرہ نے اُن سے کہا کہ بھائی تو اپنی بہنوں کے لیے تحائف لایا کرتے ہیں، آپ نے مجھے کبھی کوئی تحفہ لا کر نہیں دیا۔ یہ وہ زمانہ جب حضرتؒ بندیال میں کسی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ عسرت اور تنگی کا زمانہ تھا۔ طلبا

Marfat.com

کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔ وہ بہن کے لیے کیا تحفہ لے کر آتے؟ تاہم حضرتؒ نے یہ بات ذہن میں رکھ لی۔ اگلی بار جب بندیال سے گھر تشریف لائے تو بہن کے لیے ایک تحفہ بھی لائے۔ اس زمانہ میں آج کل کی طرح سفر میں بیگ وغیرہ تو استعمال نہیں ہوتے تھے ایک گٹھری میں سامان سفر کو باندھ لیا جاتا اور مسافر اپنی راہ لیتا۔ بندیال سے گھر کو لوٹتے وقت حضرتؒ نے اپنی گٹھری تیار کی اور ہمشیرہ کا تحفہ اس میں محفوظ کر لیا۔ گھر پہنچ کر ہمشیرہ سے کہا کہ تمھارے لیے تحفہ لے کر آیا ہوں۔ بہن بڑی خوش ہوئی کہ بھائی جان تحفہ لیکر آئے ہیں۔ تحفہ سامنے آنے سے پہلے تک یہ تجسّس مسلسل رہا کہ خدا جانے کیا تحفہ لے کر آئے ہیں؟ جب گٹھری کھولی تو اندر سے خشک روٹی کے ٹکڑے نکلے، اٹھا کر بہن کو پیش کر دیئے۔ بہن نے یہ صورت حال دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا، اور کہا: بھلا یہ بھی کوئی تحفہ ہے؟ کیا روٹی مجھے گھر سے نہیں ملتی؟ فرمایا: ہماری تو یہ محبوب چیز ہے، مدرسہ میں جب کھانے کو اور کوئی چیز میسر نہ ہو تو ان محفوظ کیے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو پانی میں بھگو کر، نرم ہو جانے کے بعد کھا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہیں۔ اگر آپ یہ تحفہ نہیں لیتی تو ہمیں واپس کر دو۔ ہم دوبارہ انہیں مدرسہ میں لے جا کر بوقت ضرورت کھا لیں گے۔

حضرتؒ کے اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سیکھنے کے لیے اُنھوں نے کتنی قربانیاں دیں ہیں۔ دوسری یہ کہ اگر تازہ روٹی میسر نہ ہوتی تو خشک روٹی کو غنیمت جان کر کھا لیا اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

(راویہ: والدہ محترمہ مولانا صاحبزادہ خبیب احمد)

Marfat.com

باب ؒ نمبر 12

اِستغناء اور خودداری

سوال کا نتیجہ ذلت ہے

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ علماء و طلباء کو باوقعت اور عزت دار بن کے رہنا چاہیے، جسکی صورت یہ ہے کہ طبقہ اُمراء اور اہلِ دنیا سے بے نیاز اور مُستغنی ہو کے رہیں۔ یاد رکھیں کہ عزت کا مدار استغناء ہی ہے اور ذلت کا مدار احتیاج ہے۔ عزت و ذلت میں لباس و وضع کو دخل نہیں۔ ایک شخص پھٹے پرانے اور پیوند لگے لباس میں ملبوس ہو اور عالم اور صاحبِ تقویٰ ہو تو ناممکن ہے کہ اہل اسلام میں اسکی عزت و وقعت نہ ہو۔ ایک شخص جُبہ و دستار پہنے ہوئے ہو اور وہ خواہ کیسے ہی مہذب انداز میں سوال کرے، ذلت ضرور ہوگی بالخصوص جبکہ سوال بھی اپنی ذات کے لئے ہو۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ سوال کا نتیجہ لازمی ذلت ہے۔ میں عُلماء سے کہتا ہوں کہ کھانے کو نہ ملے تو اپنے گھر میں بیٹھو، مزدوری کر کے کھاؤ، گھر کے کسی کونے میں مر جاؤ مگر ہاتھ کسی کے سامنے مت پھیلاؤ۔ فرمایا، میرے نزدیک ہفت اقلیم کی سلطنت کی بحمد للہ کوئی حقیقت نہیں۔ مجھے فاقہ سے بیٹھے رہنا اور گھر کے اندر مر جانا گوارا ہے مگر کسی کے سامنے اپنی حاجت کو ظاہر کرنا گوارا نہیں۔ امیروں، نوابوں کی پروا نہ کریں اور اپنے فاقہ ہی میں مست رہیں۔ جب عُلماء، اللہ تعالیٰ کے دین کا کام کریں گے، تو کیا حق تعالےٰ اُن کو بھول جائیں گے؟

عُلماء نے جب اُمراء کے سامنے ہاتھ پھیلایا تو اُن کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ اُمراء نے اپنی اولادوں کو اسی وجہ سے عربی اور دین پڑھانا چھوڑ دیا اور بعض تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی اولاد کو گدا (فقیر) بنانا منظور نہیں۔

Marfat.com

فرمایا کہ ہمارے اکابر کا طریقہ یہ رہا ہے کہ صاف صاف اور کھری کھری بات کرتے تھے۔ کیونکہ کسی سے کوئی طمع نہیں تھا اور جب کسی سے طمع ہو گا تو بات ایسی گول مول ہو گی کہ کسی کو نہ چُبھے۔ کوئی ناراض نہ ہو۔ صلح کلّی بن کر پھر زندگی گزارنا ہو گی۔ اس طرح ضمیر مُردہ ہو جاتا ہے۔ بندوں کی رضا پیشِ نظر ہوتی ہے اللہ تعالےٰ کی رضا پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کسی کا احسان بلاوجہ لینے کی ضرورت نہیں۔

فرمایا، کہ اُمراء، دُنیا لے کر تم سے مستغنی ہو گئے تم دین لے کر اُن سے مستغنی ہو جاؤ۔ مَیں اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ اگر اہلِ علم دُنیا سے مستغنی ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ اُن کی غیب سے مدد کریں گے، بلکہ خود یہی اہلِ دُنیا جو آج عُلماء کو ذلیل سمجھتے ہیں، اس وقت اُن کو معزز سمجھنے لگیں گے اور اُن کے محتاج ہوں گے، کیونکہ ہر مُسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے جس طرح اپنی ضروریات کے لئے کم و بیش دُنیا کی ضرورت ہے، دین کی اس سے زیادہ ضرورت ہے۔ خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، رئیس ہو یا غریب۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عُلماء کے پاس بقدرِ ضرورت دُنیا موجود ہے اور اہلِ دُنیا کے پاس دین کچھ بھی نہیں تو اُن کو ہر معاملہ میں مثلاً موت و حیات، نماز روزہ اور باقی تمام احکام کے جاننے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کے لئے عُلماء کی احتیاج ہے اور اگر کوئی کہے کہ مجھے دین کی ضرورت نہیں تو وہ مُسلمان ہی نہیں۔ غرض ایک وقت ایسا آئے گا کہ اہلِ دُنیا خود عُلماء کے پاس چل کر آئیں گے۔ پس عُلماء کو اُمراء اور اہلِ دنیا سے بالکل مستغنی رہنا چاہیے اور اللہ تعالےٰ کے دین کو سمجھنے، سمجھانے اور اس پر عمل کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم لوگوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا نہیں کرتے۔ اگر اللہ تعالےٰ سے حقیقی تعلق پیدا ہو جائے تو پھر کسی کی پروا نہ رہے۔

فرمایا: علم، کمال ہے اور کمال کا خاصہ استغناء ہے۔ دیکھئے بڑھئی، لوہار جب اپنے فن میں کامل ہو جاتے ہیں تو کیسے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ لوگ خود چل کر ہمارے پاس آئیں گے۔ تو کیا علم اِن ذلیل کاموں کے برابر بھی اثر نہیں رکھتا؟

Marfat.com

ضرور رکھتا ہے، اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جس عالم میں استغناء نہیں اس میں کمال نہیں۔ جن لوگوں کو آپ عالم کہتے ہیں وہ در حقیقت واعظ ہیں جنہوں نے چند اُردو، فارسی کے رسالے پڑھ لئے ہیں۔ اُن کو علم کی ہوا بھی نہیں لگی، یہ لوگ اپنے آپ کو عُلماء کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔

فرمایا: عُلماء کو عوام اور جہلا کے تابع بن کر نہ رہنا چاہیے اس سے دین کی عظمت و احترام اُن کے دلوں سے نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ آج جو عوام کی ہمّت و جرأت بڑھ گئی ہے کہ وہ اہلِ علم کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اسکا سبب خود اہلِ علم ہیں اور یہ سب عُلماء کے ڈھیلے پن کا نتیجہ ہے۔

فرمایا: دین کی عظمت و وقعت کو محفوظ رکھنے کے لئے مَیں امراء سے از خود تعلق پیدا نہیں کرتا، ہاں وہ خود ہی تعلق پیدا کرنا چاہیں تو انکار بھی نہیں کرتا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ "جب امیر تمہارے پاس دین کی وجہ سے آیا تو وہ امیر نہیں وہ "نِعْمَ الْاَمِیْرُ" ہو گیا۔ دُنیا دار سمجھ کر ہرگز اس سے بے التفاتی نہیں کرنی چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ عُلماء، دین کے امین ہیں جب تک کہ وہ اُمراء سے مخالطت اور میل جول نہ کریں، اور جب وہ اُمراء میں گھسنے لگیں تو وہ دین کے ڈاکو ہیں۔

یہ ساری تمہید اس ناکارہ نے اس لئے باندھی ہے کہ جس استغناء، بے نیازی اور خودداری کی گفتگو ہو رہی ہے اور جو در حقیقت علماء کا زیور ہے۔ یہ استغناء اور خودداری کمال درجہ کی حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی ذات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اپنے گھر میں عزت کے ساتھ ملنے والی دال روٹی میں اتنے شاداں و فرحاں کہ بیان سے باہر ہے۔ مخلوق سے نظریں پھیر لی تھیں۔ شاہوں کا سا جاہ و جلال۔ کوئی بڑے سے بڑا صاحب منصب، سرمایہ دار، مالدار، جاگیر دار اور لاؤ لشکر والا نگاہوں میں جچتا ہی نہ تھا اور نہ ہی قطعاً کسی سے مرعوب ہوتے تھے۔ اپنے دینی منصب کی لاج رکھنے کا حق ادا کر دیا۔ ہمیشہ بلا خوف و خطر حق کو

Marfat.com

اظہار کیا۔ ہمت و جرأت کے ساتھ فیصلہ کیا، خواہ وہ کسی کے بھی خلاف جارہا ہو۔ ذرا بھی اس کی پروا نہیں کرتے تھے۔ کسی کی کیا جرأت کہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو جھکا سکتا؟ آپ کی خدمت میں آنے والا بڑے سے بڑا آدمی، دُنیاوی وجاہت کا حامل، سہما رہتا۔ انتہائی محتاط ہو کر نرمی سے گفتگو کرتا۔ اس خوف کے پیشِ نظر کہ کہیں حضرتؒ کی شانِ عظمت اور مزاج کے خلاف کوئی بات نہ ہو جائے۔ جس کے نتیجے میں دُھتکار دیا جائے۔

دس ہزار روپے پیش کئے

حضرت رحمہ اللہ کے استغناء کا ایک واقعہ آج تک دل و دماغ میں تازہ ہے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جب کسی دشمن کی طرف سے جادو کیے جانے کی وجہ سے آپ اور آپ کا سارا گھرانہ ایک بڑی آزمائش میں مبتلا تھا۔ جادُو کی وجہ سے کافی مالی نقصان ہو چکا تھا اور اسکی شہرت پوری وادی میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ مُختلف قصبات و دیہات سے اہلِ عقیدت و محبّت اظہارِ ہمدردی اور تعزیت کے لئے حاضر ہو رہے تھے۔ ان لوگوں میں سے بعض علاقے کی بااثر اور صاحبِ ثروت شخصیات بھی حاضر ہو رہی تھیں۔ جن میں کھوڑہ کی ایک بااثر، مالدار اور بارُعب شخصیت بھی حضرتؒ کی خدمت میں اظہارِ ہمدردی اور تعزیت کے لئے حاضر ہوئی۔ جس کو اہلِ علاقہ میاں سلطان بخش اعوان کے نام سے جانتے ہیں۔ میاں صاحب بڑے قد کاٹھ، بارعب، وجیہہ اور مجلس میں رنگ بھرنے والے انسان تھے۔

ہُوا کچھ یوں کہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نمازِ عصر سے فارغ ہو کر شہر کی اپنی قدیمی مرکزی جامع مسجد کے اندرونی حال میں محراب کے اندر، موسم سرما میں اُون سے بنی گرم چادر اپنے بدن پر لپیٹے وظائف میں مشغول تھے۔ یہ ناکارہ بھی پاس موجود تھا۔ اِسی دَوران کسی نے آکر اِطلاع دی کہ کھوڑہ سے میاں سلطان بخش اعوان آئے ہیں، ملاقات کی اجازت چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: مسجد میں آجائیں، میاں صاحب اجازت ملنے پر حاضر خدمت ہوئے۔ سلام مسنون کے بعد نظریں جھکائے دوزانو ہو کر حضرتؒ کے سامنے بیٹھ گئے۔

Marfat.com

میں نے خاص طور پر یہ بات نوٹ کی کہ میاں صاحب کی آمد پر حضرتؒ کی نشست اور ھیئت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آپ محراب کی دیوار کے ساتھ پُر سکون اور باوقار انداز میں تشریف فرما تھے۔ میاں صاحب کی دُنیاوی وجاہت، مالداری اور شان و شوکت کا ذرا برابر بھی اثر حضرتؒ پر نہ پڑا۔ نہ آپ نے اپنی ھیئت بدلی اور نہ کھڑے ہو کر استقبال کیا۔

میاں سلطان بخش اعوان نے جادُو سے ہونے والے نقصان پر ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی دس ہزار روپے بطورِ ھدیہ پیش کیا۔ دس ہزار روپے اسّی کی دہائی میں ایک بڑی رقم شمار ہوتی تھی۔ لیکن آپ نے بصد شکریہ واپس کر دی اور فرمایا کہ میاں صاحب اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے ہر نعمت اس نے دی رکھی ہے۔ یہ رقم کسی اور مستحق کو دیدیں۔ میاں صاحب نے کافی اصرار کیا لیکن حضرتؒ کی شانِ استغناء اور خودداری و بے نیازی میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ بالآخر میاں صاحب نے ناامید ہو کر رقم جیب میں ڈالی اور اجازت لے کر واپس آ گئے۔

لفافے میں بند رقم پیش کی

اسی طرح کا ایک واقعہ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ علاقہ کی اسی طرح کی ایک اور بااثر شخصیت جن کا جنرل ضیاء الحق مرحوم کے ابتدائی دورِ حکومت میں کروڑوں کاروبار تھا اور سیاسی اثرورُسوخ کافی رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ جنرل صاحب سے بھی روابط و مراسم کے مدعی تھے۔ میری مراد اس سے حاجی ملک کرم بخش اعوان ہیں۔ انہیں جب حضرت رحمہ ُاللہ کے متعلق علم ہوا کہ جادو کی وجہ سے کافی نقصان ہو چکا ہے تو انہوں نے بھی حضرتؒ سے ہمدردی و تعزیت کے اظہار کے لئے غالباً اپنے بیٹے ملک محمد بشیر اعوان کو صدیق آباد (کفری) بھیجا۔ حضرتؒ اُس وقت اپنے مشرقی حجرے میں تشریف فرما تھے کہ ملک محمد بشیر اعوان حاضر خدمت ہوئے۔ سلام کے بعد افسوس کا اظہار کیا اور تھوڑی دیر بعد لفافے میں بند رقم بطور ھدیہ پیش کی۔ اللہ ہی جانے وہ رقم کتنی تھی تاہم آپ نے اُسے بھی بصد شکریہ واپس لوٹا دیا۔

Marfat.com

باب نمبر 13

حضرت الاستاذؒ کا نسب

حضرت الاستاذؒ علوی ہیں

حضرت الاستاذ مولانا خدا بخش رحمہ اللہ تعالےٰ کا سلسلۂ نسب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے "محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ" سے جا کر ملتا ہے۔ اس لئے آپ علوی ہیں۔ اِن کی اولاد برصغیر پاک و ہند کے بعض علاقوں میں "اعوان" مشہور ہیں۔

سیّدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد...... حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے، حسن و حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایک صاحبزادے مُحسِن تھے جو صغر سنی میں وفات پا گئے۔ صاحبزادیوں میں سیدہ زینب الکبریٰ اور اُم کلثوم تھیں (رضی اللہ عنہما) سیّدہ اُم کلثومؓ سے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج سے اولاد............!

① اُم البنین بنت حذام سے عباس، جعفر، عبد اللہ اور عُثمان پیدا ہوئے۔

② لیلےٰ بنت مسعود سے عبد اللہ اور ابو بکر پیدا ہوئے۔

③ اسماء بنت عمیس سے محمد اصغر اور یحیٰی پیدا ہوئے۔

④ صَہباء بنت ربیعہ (جاریہ) سے ایک فرزند عُمر اور ایک دختر رُقیہ پیدا ہوئے۔

⑤ اُمامہ بنتِ ابی العاص (بنتِ زینب بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک فرزند محمد اوسط پیدا ہوئے۔

Marfat.com

⑥ سعیدہ بنتِ عُروہ سے اُم الحسن اور رَملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم تین صاحبزادیاں ہوئیں

⑦ خولہ بنت جعفر سے محمد اکبر جو محمد بن حنفیہ ؓ کے نام سے مشہور ہوئے۔

مِن جملہ اولادِ نرینہ کے صرف پانچ بیٹوں سیّدنا حسن سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما سیّدنا محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا عباس اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کا سلسلۂ نسل جاری ہوا۔

محمد اکبر معروف بہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے سر بر آوردہ بیٹے تھے۔ اُن کا شمار ممتاز قائدین اور بزرگوں میں ہوتا ہے۔ بہت ہی شجاع اور صاحبِ قوت تھے۔ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔ کتاب اللہ اور سُنتِ نبوی کے بڑے عالم تھے۔ سیّدنا ابوبکر اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے قائل تھے۔ سیّدنا عُثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے تھے۔ طائف میں ۸۱ء میں وصال ہوا۔ اس وقت عُمر ۵۶ سال تھی۔

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ ؓ بہت ہی پرہیز گار اور عالمِ جلیل تھے۔ جسمانی لحاظ سے بھی قوی تھے۔ جنگِ جمل میں، مَیں نے انہیں دیکھا تھا اپنے والدِ محترم کا جھنڈا وہی اُٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دو سال پہلے اُن کی ولادت ہوئی، وصال محرم ۸۱ء میں ہوا۔ وفات کی تاریخ سے متعلق اختلاف بھی ہے۔ جنّت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ ؓ کی اولاد میں جلیل القدر عُلماء مشائخ صوفیاء، مصلح اور مجاہد پیدا ہوئے۔ پاک و ہند کے مُختلف مقامات میں یہ خاندان موجود ہے۔ تذکرہ اور تراجم کی کتابوں میں اور سلاسل تصوف کے سلسلہ میں اُن کے نام آتے ہیں۔ (ماخوذ از المرتضٰے سیّد ابوالحسن علی ندوی)۔ عام طور پر اس سلسلۂ نسب کے افراد "علوی" اور "اعوان" کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں آباد علوی اعوانوں کے جداعلیٰ

سالار قطب حیدر شاہ (غازی ملک) کا شجرہ نسب

حوالہ

۱۔ جمہرۃ انساب العرب

۱ حضرت علیؓ بن ابی طالب

۲ محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہ)

۳ علی

عبداللہ — عون — ۴ محمد عرف زبیر — حسن

۵ عون عرف سکندر

۶ عبدالمنان

۷ بطل یا بطال

۸ آصف

۹ عمر یا اسیدن

۱۰ محمد

۱۱ طیب

۱۲ طاہر

۱۳ ابو علی عرف عطاء اللہ

حسن: علی — محمد — علی — عیسیٰ — المصری الملقب — ابوالحسن تراب محمد — قتل بمصر ولد عقب منتشر — یقال بہم بنوابی تراب

حوالہ: تاریخ غزنویان ۱۳۷۲ھ

حوالہ جات

۱۔ تذکرۃ السادات بحرالجمان
۲۔ تذکرہ مراۃ مسعودی
۳۔ تاریخ مسعود شاہ غازی
۴۔ تاریخ علوی
۵۔ تاریخ حیدری
۶۔ تاریخ الاعوان
۷۔ عمدۃ الطالب
۸۔ تاریخ علوی اعوان
۹۔ تہذیب الانساب ونہایۃ الالقاب ۴۲۵ھ
۱۰۔ الشجرۃ الطیبۃ
۱۱۔ مہاجران آل ابوطالب ۱۳۷۲ھ
۱۲۔ الفخری فی انساب الطالبین ۵۷۲ھ
۱۳۔ سیرت معصومین (احسن المقال)

سالار ساہو (ملک شاہو) — ۱۴ قطب حیدر شاہ (غازی ملک) برصغیر پاک و ہند کے — سالار سیف الدین (لاولد)

۱۵ سالار مسعود غازیؒ (لاولد) (مدفون بہرائچ بھارت)

قطب شاہی اعوانوں کے جدّ اعلیٰ (ماخوذ از اعوان اور اعوان گوتیں)

Marfat.com

اعوانوں کی مختصر تاریخ

برصغیر پاک وہند کے علوی اعوان

قطب حیدر شاہ محمود غزنوی کے ساتھ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں جہاد کی غرض سے ہندوستان آئے۔ قطب حیدر (غازی ملک) کے بڑے بھائی سالار ساہو (شاہو) محمود غزنوی کی فوج میں سپہ سالار تھے اور اس کے بہنوئی تھے۔ آپ کی بیوی کا نام ستر معلی تھا۔ ان کے ایک بیٹے سالار مسعود غازیؒ کفار ہند کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے اور ان کا مزار بھڑائچ (بھارت) میں آج بھی موجود ہے۔ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی اس لئے لاولد ہوئے۔ قطب حیدر (غازی ملک) کے دوسرے بھائی کا نام سالار سیف الدین تھا اور وہ بھی لاولد فوت ہوئے۔

سیّدنا حضرت حسنؓ اور سیّدنا حضرت حسینؓ کی اولاد عرب ممالک میں علوی اور برصغیر پاک وہند ایران وافغانستان میں چوتھی صدی ہجری کے بعد سید کہلائی۔ حضرت عباسؓ کی اولاد عرب ممالک میں موجود ہے اور علوی کہلاتی ہے۔ حضرت عمر الاطرفؓ کی اولاد عرب ممالک کے علاوہ برصغیر پاک وہند خصوصاً سندھ ملتان اور جنوبی پنجاب میں آباد ہے اور یہ علوی مشہور ہیں بعض اعوان بھی کہلاتے ہیں۔ محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہ) کی اولاد عرب ممالک اور برصغیر پاک وہند میں آباد ہے۔ پاکستان میں انکی آبادی لاکھوں میں موجود ہے عرب ممالک میں محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہ) کی اولاد علوی اور برصغیر پاک وہند میں علوی اور اعوان کہلاتی ہے۔ اعوان وہ ہیں جو حضرت علیؓ کی پندرھویں پشت میں قطب حیدر شاہ (غازی ملک) کی اولاد یا نسب سے ہیں قطب حیدر کی اولاد قطب شاہی اعوان کے نام سے مشہور ہے۔ قطب حیدر اور اُن کے خاندان نے سلطان محمود غزنوی کے جہاد ہند میں غیر مشروط طور پر ساتھ دیا اور محمود غزنوی کو مسلسل فتوحات نصیب ہوئیں۔

Marfat.com

محمود غزنوی نے خوش ہو کر علویوں کے اس گروہ کو اعوان کا خطاب دیا تھا۔ اعوان عربی لفظ ہے جس کے معنی "مددگار" کے ہیں۔ بعد میں لفظ اعوان صرف قطب حیدر شاہ (غازی ملک) کے نام کی نسبت سے اُن کی اولاد کیلئے مختص ہو کر رہ گیا جو آج تک مشہور و معروف ہے۔ "قطب شاہی اعوان" تعداد میں کم ہیں لیکن "اعوان" کثرت میں ہیں کیونکہ دوسرے علویوں نے بھی اپنے آپ کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔ یہ بات ذہین نشین ہونی چاہیے کہ "سارے علوی اعوان نہیں ہیں اور سارے اعوان بھی قطب شاہی اعوان نہیں ہیں لیکن سارے اعوان اور قطب شاہی اعوان.......... علوی ہیں۔ قطب حیدر شاہ (غازی ملک) سے پہلے کوئی اعوان نہیں تھا سب علوی کہلاتے تھے جو لوگ محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہ) بن حضرت علیؓ کی نسل سے تو ہیں مگر قطب حیدر شاہ (غازی ملک) کی نسل سے یا نسب سے نہیں ہیں وہ اعوان نہیں مگر علوی ضرور ہیں۔

محمدؒ الاطرف بن حضرت علیؓ کی اولاد ملتان اور سندھ میں کثیر تعداد میں آباد ہے۔ وہ اپنے آپ کو علوی ہی کہلاتے ہیں۔ تاہم ان کی جو اولاد پنجاب یا سرحد کی طرف ہجرت کر گئی وہ علوی ہونے کے ناتے اعوان بن گئے لیکن یہ قطب شاہی اعوان نہیں ہیں۔ عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب میں درج ہے کہ عمر الاطرف کی اولاد میں سے ابو عبداللہ جعفر الملک الملتانی (بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر الاطرف) اپنے تیس بیٹوں کے ہمراہ ھند کی طرف بھاگ آیا تھا۔ حالات نے سازگاری کی اور وہ ملتان کا حاکم بن گیا۔ عمدۃ الطالب کا مصنف لکھتا ہے کہ ملتان میں اب تک اسی خاندان کی حکومت چلی آرہی ہے۔ حتیٰ "ملکہ و خوطب بالملك و ملك اولادہ ھناك"

پھر لکھتا ہے "منهم ملوك و امراء و علما، نسابون و اکثرهم علی رای الاسمٰعیلیه ولسانهم هندی" یہ ابوالیقظان کا قول ہے کہ عمر الاطرف حضرت علیؓ کے صاحبزادے تھے۔ ضلع ملتان میں علویوں کی کثرت ہے اگرچہ وہ آلوی، عالوی، علوی کہلاتے ہیں۔

(ماہنامہ مارچ تا مئی ۲۰۰۳ء تعمیر افکار کراچی)

Marfat.com

حضرت عباسؓ کی اولاد عرب ممالک میں بکثرت آباد ہے اور وہ سب کے سب اور ہر جگہ علوی کہلاتے ہیں۔ بر صغیر پاک و ہند میں حضرت عباسؓ کی اولاد موجود نہیں۔ وادی سون کے کچھ خاندان حضرت عباسؓ سے اپنا شجرہ نسب بیان کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سن ۱۹۰۵ اور ۱۹۱۱ء عیسوی میں لاہور سے دو کتابیں باب الاعوان اور زاد الاعوان کے نام سے مرحوم مولوی نورالدین بن حاجی نور محمد قوم پٹھان ساکن کفری تحصیل و ضلع خوشاب (وادی سون) نے مرحوم حکیم غلام نبی اعوان ساکن اعوان منزل موچی دروازہ لاہور کی فرمائش اور خرچ پر لکھیں۔ یہ دونوں کتابیں جن تین کتابوں (۱) میزان القطبی (۲) میزان ہاشمی اور (۳) خلاصۃ الانساب کے حوالے سے لکھی گئیں، وہ جعلی نام کی فرضی کتابیں تھیں ان کا وجود نہ پہلے تھا اور نہ ہی آج ہے۔ زاد الاعوان اور باب الاعوان کو اعوان مؤرخین نے فوراً رد کر دیا تھا لیکن ان کتابوں کی اشاعت ہزاروں میں ہوئی جو لوگوں میں مفت تقسیم کی گئیں۔ خصوصاً وادی سون کے ہر گھر میں آج بھی ان دو کتابوں میں سے ایک کتاب موجود ہے۔ ان کتابوں میں اعوان قبیلہ کو حضرت عباس بن حضرت علیؓ کی پشت سے دکھایا گیا جسکی وجہ سے نا سمجھ اور تاریخ سے ناواقف لوگوں نے انہی کو تاریخ سمجھ لیا اور آج تک بعض اسی لکیر کے فقیر بنے چلے آرہے ہیں۔ بر صغیر پاک و ہند میں آباد محمد الاکبرؓ (محمد بن حنفیہ) کی اولاد علوی اعوان کہلانے والوں کی تاریخ کے مُستند ماخذ یہ ہیں۔

۱۔ تذکرۃ السادات (بحر الجمان) از سید محبوب شاہ

۲۔ تاریخ سالار مسعود غازی (مراۃِ مسعودی) از عبدالرحمن چشتی (عبدالرحیم)

۳۔ خلاصۂ تواریخ مسعودی از مولوی صادق۔ انڈیا

۴۔ سیّد سالار مسعود غازی از مولانا بدر القادری۔ مبارک پور انڈیا

۵۔ تاریخ علوی از مولوی حیدر علی اعوان لدھیانوی پنجاب

۶۔ تاریخ حیدری از مولوی حیدر علی اعوان لدھیانوی پنجاب

Marfat.com

۷۔ تاریخ بحر الجہان	از امیر اکبر پونچھ، آزاد کشمیر
۸۔ تاریخ اقوام پونچھ	از محمد دین فوق، پونچھ آزاد کشمیر
۹۔ تاریخ الاعوان	از ملک شیر محمد خان کالاباغ، میانوالی
۱۰۔ تاریخ پشاور	از رائے بہادر منشی گوپال داس
۱۱۔ حقیقت الاعوان	از ملک محمد ہاشم، سیالکوٹ
۱۲۔ تاریخ القریش	از مولانا شہزاد سمبڑیالوی
۱۳۔ تحقیق الاعوان	از محمد خواص خان مانسہرہ
۱۴۔ تاریخ ہزارہ	از ڈاکٹر شیر بہادر خان، پنی، ایبٹ آباد
۱۵۔ اقوام پاکستان	از عبد الرزاق جنجوعہ، لاہور
۱۶۔ تاریخ حسن ابدال	از منظور الحق صدیقی، لاہور
۱۷۔ اعوان کاری	از پروفیسر شاہین ملک، میانوالی
۱۸۔ تاریخ مری	از نور الٰہی عباسی، مری، راولپنڈی
۱۹۔ انساب القبائل اکبریہ	از کیپٹن محمد اشرف خان
۲۰۔ تاریخ ہزارہ	از محمد ارشاد خان لاہور
۲۱۔ میانوالی تاریخ کے آئینے میں	از منشی محمد رمضان انصاری، میانوالی
۲۲۔ دی گولڑہ فیملی آف ہزارہ (مقالہ)	از صبیحہ شاہین، مانسہرہ
۲۳۔ تحقیق الانساب	از محمود احمد عباسی، نئی، دہلی، انڈیا
۲۴۔ تذکرۃ الاعوان	از ملک شیر محمد اعوان آف کالاباغ
۲۵۔ اعوان تاریخ کے آئینے میں	از محبت حسین اعوان، کراچی
۲۶۔ تاریخ اعوانان (فی اولاد علیؓ)	از پرویز احمد، پونچھ آزاد کشمیر
۲۷۔ مرآۃ التواریخ الاعوان	از فضل داد عارف کاکوٹی، ایبٹ آباد
۲۸۔ وادی سون سکیسر	از احمد غزالی، لاہور

Marfat.com

۲۹۔ اعوان مشائخ عظام — از محبّت حسین اعوان، کراچی
۳۰۔ تاریخ الہاشمی — از محمد الیاس، ہاشمی آزاد کشمیر
۳۱۔ دھنی ادب و ثقافت — از انور بیگ اعوان، چکوال
۳۲۔ دھن ملوکی — از انور بیگ اعوان، چکوال
۳۳۔ اسلام آباد (تاریخ، تعمیر اور شمالی علاقے) از محمد اسماعیل ذبیح
۳۴۔ اعوانوں کی تاریخ — از غلام اکبر ملک، لاہور
۳۵۔ پشتون قبائل — از لیفٹیننٹ کرنل محمد احسان اللہ، لاہور
۳۶۔ آئینہ قریش — از سردار محمد اکرم خان، چھپائی، آزاد کشمیر
۳۷۔ تاریخ نیاز قبائل (طبع سوم) — از محمد اقبال خان نیازی، میانوالی
۳۸۔ اولاد امیر المؤمنین کیا علوی سادات ہیں؟ از ابوالحسین وزیر حسین العلوی، ایران
۳۹۔ کشورِ اولیاء امروہہ — از احمد حسین صدیقی، کراچی
۴۰۔ تہذیب الانساب (۴۴۵ ہجری) — از ابی الحسن محمد بن ابی جعفر
۴۱۔ انوار السادات فی آثار السعادت (علویہ کی سیادت کے اسباب) — از سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی، منڈی، بہاؤالدین
۴۲۔ نسب الصالحین — از حاجی جہانداد خان اعوان، نالیاں، آزاد کشمیر
۴۳۔ گلدستہ ساداتِ امروھہ — از مستجاب احمد نقوی اور امان علی نقوی، کراچی
۴۴۔ حدیقۃ الانساب (حصہ اول) سادات شمالی بہار — از جلیل اختر، مظفر پور (انڈیا)
۴۵۔ سو سوالات اور ان کے جوابات — از محمد رفیق علوی، راولپنڈی
۴۶۔ وادی پوٹھوہار — از رشید نثار، راولپنڈی
۴۷۔ مہاجرانِ آل ابو طالب (فارسی) — از ابو اسماعیل ابراہیم بن ناصر بن طباطبا
۴۸۔ تاریخ قطب شاہی اعوان — از حافظ محمد ریاض سیالوی، گوجرانوالہ

Marfat.com

۴۹۔ ہندوکش کے قبائل — از جون بدلف، ترجمہ۔ جاوید شاہین

۵۰۔ تاریخ سیادتِ علویہ — از سید زین العابدین علوی، راولپنڈی

۵۱۔ بزم شہید — از کرنل ڈاکٹر مبشرؒ حسن ملک، گجرات

جو حضرات پاکستانی علوی اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت عباسؓ بن حضرت علیؓ سے ملاتے ہیں اُن کے پاس حوالہ کے لئے کتابیں باب الاعوان اور زادالاعوان ہیں۔ یہ دونوں کتابیں فرضی حوالوں سے لکھی گئی ہیں۔ اس لئے یہ تاریخ نہیں ہو سکتیں۔ ان کے رَد میں کہ برصغیر پاک و ہند کے علوی اعوانوں کا شجرہ نسب عباسؓ سے غلط طور پر ملایا گیا ہے، میرے دلائل اس طرح ہیں۔

۱۔ کتابیں میزانِ القطبی، میزانِ ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کا کوئی وجود نہیں اور فرضی کتابوں کا حوالہ نہیں دیا جاسکتا اس لئے زادالاعوان اور باب الاعوان کے حوالہ جات فرضی تاریخوں سے دیئے گئے ہیں۔ لہذا ان میں اعوانوں کی درست تاریخ نہیں ہے۔

۲۔ مولوی نورالدین تاریخ دان نہیں تھے۔ ان کتابوں کے علاوہ ان کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔

۳۔ باب الاعوان اور زادالاعوان کی اشاعت کے فوراً بعد ان دونوں کتابوں کو رد کر دیا گیا۔

۴۔ ان کتابوں میں قطب شاہ کو قطب الہند لکھا گیا ہے اس نام کے کوئی قطب شاہ تاریخوں میں نہیں ملتے۔ جو قطب الہند بن کر آئے ہوں۔ کسی تذکرۃ الاولیاء کی معتبر کتاب میں قطب الہند کا تذکرہ موجود نہیں۔ اس لئے زادالاعوان اور باب الاعوان کے مندرجات درست نہیں۔

۴۔ قطب شاہ کو عبدالقادر جیلانیؒ کا فرستادہ اور اوّل بانی سلسلہ قادریہ لکھا ہے جو غلط ہے سلسلہ قادریہ کے بانی کوئی قطب شاہ نہیں تھے۔ کسی تذکرۃ الاولیاء کی کتاب میں قطب شاہ کا ذکر سلسلہ قادریہ کے بانی کی حیثیت سے نہیں ملتا۔

۵۔ قطب شاہ کو عبدالقادر جیلانیؒ کا مرید لکھا گیا ہے جبکہ کسی معتبر کتاب میں قطب شاہ

Marfat.com

کی حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے مرید کی حیثیت سے نشاندہی نہیں ملتی۔

۶۔ قطب شاہ کو عبد القادر جیلانیؒ کا فرستادہ ہند اوران کی خالہ عائشہ کا خاوند لکھا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ قطب شاہ کو محمود غزنوی نے "اعوان" کا خطاب دیا۔ یہ تینوں باتیں تاریخی حوالوں سے غلط ہیں۔ کیونکہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (۴۷۰-۵۷۱ ہجری) اور محمود غزنوی (۳۶۱-۴۲۱ہجری) کے زمانوں میں ڈیڑھ صدی کا فرق ہے۔ محمود غزونی کی وفات کے انچاس سال بعد حضرت عبد القادر جیلانیؒ پیدا ہوئے۔ محمود غزنوی نے وفات کے بعد قطب شاہ کو اعوان کا خطاب کیسے دیا؟ جن قطب شاہ کو "اعوان" کا خطاب دیا گیا وہ محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہؒ) یعنی محمد بن حضرت علیؓ کی پشت سے تھے۔

۷۔ مولوی نورالدین مرحوم نے اپنی زندگی میں پیر غلام دستگیر نامی ساکن محلہ چہل بی بیاں لاہور کو بتایا کہ "ہم مزدور لوگ ہیں مالک مکان جو نقشہ تجویز کر دے ہم اس کے مطابق مکان تعمیر کر دیں گے۔ میزانِ قطبی، میزانِ ہاشمی اور خلاصۃ الانساب خیالی کتابیں تھیں۔ حکیم غلام نبی کے کہنے پر میں نے اعوانوں کو عباسؓ بن حضرت علیؓ کی نسل سے ظاہر کیا"۔ (نسب الصالحین صفحہ نمبر ۷۵-۷۱)

۸۔ باب الاعوان اور زاد الاعوان کی اشاعت کے بعد نسبی اختلاف کی بنا پر ۳ جولائی ۱۹۲۶ء کو ملک مظفر آف موضع کھبکی کی سربراہی میں موضع جابہ کے مقام پر معتبر روسائے قبیلہ اعوان کا اجلاس ہوا جس میں

۱۔ مولوی ملنگ علی بن کالو بن قطب آف موضع گفانوالہ ضلع جہلم

۲۔ میراثی شاہ نواز ولد محمد ۳۔ میراثی اللہ بخش ولد اللہ یار

۴۔ میراثی جھنگ علی ولد غلام

بھی موجود تھے۔ سوال وجواب کا تبادلہ ہوا اور مولوی ملنگ علی کے ریکارڈ کو درست تسلیم کرکے اس پر دستخط ثبت کئے گئے اور درست تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت کا

Marfat.com

اظہار کیا گیا۔ مطلب یہ تھا زادلا عوان اور باب الاعوان دونوں غلط کتابیں ہیں۔ وادی سون کے اعوان، عباس بن حضرت علیؓ کی اولاد سے نہیں بلکہ محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہؒ) کی نسل سے ہیں۔ (۱۰۰سوال و جواب جلد اوّل صفحہ ۷۶-۷۵)

۹۔ ماہنامہ اعوان اسلام آباد کے ذریعے مشتہر کیا گیا کہ اگر کوئی شخص میزانِ قطبی، میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب نامی کتابیں پیش کر دے تو پچاس ہزار روپے کے عوض ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان خریدنے کیلئے تیار ہے مگر آج تک کسی نے بھی رابطہ نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کتابوں کا وجود اس دنیا میں نہیں۔

نوٹ: پنجاب میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ میراثیوں کو شجرۂ نسب ازبر ہوتا تھا اور وہ شادی بیاہ کے موقع پر مجمع میں کھڑے ہو کر دولہا کا شجرۂ نسب پڑھتے تھے۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ بھی متعدد دیگر تاریخی شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں عباسؓ بن حضرت علیؓ کی اولاد تاریخی حوالے سے ثابت نہیں کی جاسکتی جبکہ محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہؒ) کی اولاد کا ہندوستان قدیم میں موجود ہونا، ابو الحسن محمد بن ابی جعفر کی کتاب تہذیب الانساب و نہایۃ الاعقاب جو ۴۳۵ ہجری میں لکھی گئی، سے ثابت ہے برصغیر پاک و ہند کے علوی محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہؒ) بن حضرت علیؓ اور عمر الاطرفؒ بن حضرت علیؓ کی پشت سے ہیں۔ قطب شاہی اعوان، قطب حیدر شاہ (غازی ملک) محمد الاکبرؒ (محمد بن حنفیہؒ) کی نسل سے تھے۔ قطب حیدر شاہ (غازی ملک) کے والد ابو علی عرف عطاء اللہ سلطان سبکتگین کے نائب تھے جنہیں ۳۶۷ ہجری میں راجہ جے پال کی شکست کے بعد پشاور کا حکمران مقرر کیا گیا۔ قطب حیدر شاہ کے گیارہ فرزند اور تین بیٹیاں تھیں بیٹیوں کے نام (۱) عبداللہ گولڑہ (۲) محمد کنڈلان (۳) مزمل علی کلگان (۴) جہان شاہ (۵) زمان علی کھوکھر (۶) محمد علی (۷) فتح علی (۸) نجف علی (۹) کرم علی (۱۰) بہادر علی اور (۱۱) نادر علی تھے۔ قطب شاہی اعوانوں کی اکثریت اپنے شجرۂ نسب عبداللہ گولڑہ۔ مزمل علی کلگان، محمد کنڈلان اور زمان علی کھوکھر سے

Marfat.com

ملاتی ہے۔

اعوان گوتیں

قدیم زمانے میں خاندان، برادری یا معتبر شخص کے نام پر جگہوں کے نام مشہور ہو جاتے تھے۔ جہاں تک گوتوں کا تعلق ہے۔ گوت کسی خاندان کے دادا، پردادا کے نام، جائے سکونت، کسی اچھی یا بری شہرت سے، کسی کسب و ہنر، مذہب یا مسلک، جسمانی بناوٹ یا کسی خاص وجہ سے مشہور ہو جاتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں گوتوں کی مشہوری کی یہی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

بڑے بڑے قبیلے گوتوں اور شاخوں میں بٹ گئے ہیں۔ انگریزوں کے دور میں محکمہ مال کے کاغذات میں قوم اور ذات کے خانے بنائے گئے جواب تک پٹواری کے رجسٹر میں درج ہوتے چلے آرہے ہیں۔ قوم کے خانے میں کسی شخص کے قبیلے کا نام جبکہ ذات کے خانے میں پیشہ درج کیا جاتا ہے مثلاً کسی کے نام کے ساتھ قوم قریش ذات قصائی یا قوم اعوان ذات جولاہا درج کیا جاتا ہے۔ تاہم قوم کے خانے میں گوت کا اندراج شناخت کیلئے کیا جاتا ہے مثلاً اعوان شدوال، اعوان گوندل، یا گوندل اعوان، شدوال اعوان وغیرہ وغیرہ۔

احمد غزالی گوتوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ مختلف گوتوں کی آسان شناخت کا طریقہ "آل" کا لاحقہ معلوم کر لینا ہے۔ دستور کے مطابق قبیلے کے سربراہ کے نام کے ساتھ "آل" کا لاحقہ اس قبیلے کی مخصوص گوت کی پہچان بن جاتا ہے۔ پھر اس سربراہ کی اولاد کے ناموں کے ساتھ یہی لاحقہ لگا کر سینکڑوں ذیلی شاخوں کے نام ترتیب پاتے ہیں۔ شاخ در شاخ ہونے کا یہ سلسلہ صدیوں سے تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ مثال کے طور پر محمد کی اولاد "محمد آل" محمد لطیف کی اولاد "لطیفال" سرور سے "سرور آل" قطب سے "قطبال" ولایت سے "ولتال"۔

Marfat.com

''موہی'' کسی خاندان کے ایک نامور فرد سے اپنا نام پاتی ہے۔ کھبکی میں ایک ملک نور خاں ہو گزرے ہیں۔ ان کی اولاد نور خنال کہلائی۔

''جے ایم واگلے'' کے خیال میں ''اعوان'' قوم متعدد گوتوں (موہیوں) میں منقسم ہے۔ ہر ''موہی'' کے افراد نے اپنی مشترک حد سے نسبی تعلق رکھنے سے جداگانہ نام پایا ہے پس مومن کی اولاد مومنال سگھر کی اولاد سگھر آل، شیخا کی اولاد شیال کہلائی۔

تاریخ گھوسیاں میں گوت، گوترا یا پروار کے متعلق لکھا ہے کہ گوت (گوترا) کے لفظی معنی گائیں باندھنے کا باڑہ ہیں۔ چونکہ آریا لوگ ابتداً خانہ بدوش تھے وہ اپنے مویشی رکھنے کے لئے جنگل میں ایک باڑا سا بنا لیتے تھے جس میں رات کے وقت ہر ایک خاندان اپنے مویشی حفاظت سے رکھا کرتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ لفظ ایک خاندان کے لئے استعمال ہونے لگا اور جب آریا لوگ ہندوستان میں آئے تو اس لفظ کا استعمال برہمنوں کے اُن سات رشیوں کے لئے ہو گیا جن سے برہمنوں کی مختلف شاخیں پھیلیں جس طرح عرب میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے مشہور ہیں۔ آخر میں یہ لفظ ہر قوم اور ہر ذات میں کسی مورثِ اعلیٰ کی طرف منسوب ہو کر مستعمل ہونے لگا اور اس کے معنی شاخ یا قبیلہ کے ہو گئے۔

اکثر قبیلے سردار قبیلہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ بعض قبیلوں کے نام بعض روایات سے بھی وابستہ ہیں اور پھر رفتہ رفتہ ایک مستقل صورت اختیار کر کے ایک قوم بن جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ خاندان، شخص اور قوم کے نام سے علاقوں، شہروں کے نام پڑ جاتے ہیں۔ اس قسم کے حوالہ جات ملتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں خاندان یا قوم یا شخص کے نام سے علاقوں یا شہروں کے نام وجود میں آئے۔ ممکن ہے کہ کوئی دوسری وجہ بھی ہو کہ مقام اور شہر ذاتی صفاتی لحاظ سے اُس وصف سے مشہور ہو گئے ہوں۔ مگر جہاں تک گوتوں اور فرقوں کا تعلق ہے اکثر و بیشتر سردار خیل کے نام ولقب سے منسوب اور مشہور ہو گئی ہیں اور وضع ہوئی ہیں۔ یہ بھی شناخت کرنے کرانے میں

Marfat.com

ایک دوسرے کی مدد کا باعث بنتی ہیں۔

سر ڈینزل ابٹسن، پنجاب کاسٹس (پنجاب کی ذاتیں) میں لکھتا ہے کہ تاجروں اور برہمنوں کی ذاتوں کے درمیان زمیندار طبقات کی قبائلی تقسیم بھی ہے۔ جو بہت بڑے جغرافیائی اور سماجی طبقات میں موجود ہے۔ یہ تقسیم مشترک نسل یا خصوصی تنظیم کے حامل حقیقی قبائل، کھتریوں اور اروڑوں، میں ہر ممکن طور پر ذات کی تاریخ کے قدیم دور میں ان سب کے مورثین اعلیٰ کی تقسیم ہے، جن کی نسبت سے ان کا نام ہے۔ برہمنوں اور بنیوں کے درمیان یہ تقسیم گوتر کہلاتی ہے۔ لفظ "گوتر" گوت کی بگڑی ہوئی شکل ہے، جس کا مطلب کوئی خاندان یا سلسلۂ نسب، کسی مشترکہ مورث اعلیٰ کی اولادیں یا مشترک افراد کا گروہ جنہوں نے ایک ہی جگہ پناہ لے رکھی ہو۔ برہمنوں کا کہنا ہے کہ ان کی گوتروں کے نام عظیم ہندو رشیوں کی نسبت سے ہیں۔ تاہم یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ کوئی گوتر جس کی رشی کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی حیثیت روحانی مورث کی ہے یا جسمانی۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ان گوتروں کے بہت سے مورثین اعلیٰ کے نام راجپوت سلاطین کے شجرۂ ہائے نسب میں نظر آتے ہیں۔ جنہیں قطعی طور پر گوتر کے بانی بتایا گیا ہے۔ بہر کیف ان کا ماخذ کچھ بھی ہو لیکن برہمنوں میں برہمنی گوتریں مکمل موروثی ہو چکی ہیں، وہ چاہے گور ہوں، سارسوت یا ڈاکوٹ ہوں ان سب کا تعلق کسی نہ کسی گوتر سے ہے۔ تاہم "گوتر" قبیلے سے زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ نئے قبیلے بن سکتے ہیں اور مستقل بن رہے ہیں کوئی نئی گوتر نہیں بن رہی۔ ہندو مذہب کا کلیہ یہ ہے کہ ہر ہندو کا تعلق ان میں سے ہی کسی کے ساتھ ہے، چاہے اس کی ذات کچھ بھی ہو۔ ہندو کاشتکار طبقے کی ایک بہت بڑی اکثریت کو تو معلوم نہیں کہ اس کی کوئی گوتر ہے یا نہیں۔ لیکن راسخ ہندو ذاتیں، مثلاً بنئے، کھتری، اروڑے، اپنی اپنی گوتر کی شناخت رکھتے ہیں۔ درحقیقت بنیوں کی اگروال، اوسوال جیسی بڑی بڑی شاخوں کے اندر برہمنی گوتر کے سوا کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ایک مشترک گوتر ایک حقیقی برادری کا نام ہے۔

Marfat.com

ہر برہمن، بنیا اروڑا، گوتم، بھر دواج، سارسوت، اگروال، اوسوال، اترادھی یا دکھنی ہوتا ہے۔ مشرقی پنجاب میں کسان اپنے قبائل کو اسی لفظ "گوت" سے پکارتے ہیں۔

اردو لغت میں گوت (ہنود) کسی ذات کی ذیلی تقسیم، خاندان، نسب، نسل، اتنا معلوم ہوا کہ ذات کا کھتری اور گوت کا ٹنن تھا، (۱۸۸۳ء، دربارِ اکبری، ۶۳۸) اگلے بھی ایسی ہی کچھ بچارے ہوئے ہیں........ ہم میں اوران میں کچھ گوت کی تومیل نہیں ہے۔ (۱۸۰۳ء، رانی کیتکی، ۱۸) جانوں کی بہت سے گوتوں........ میں یہ رسم ہے، (۱۹۲۰ء، انتخاب لاجواب، ۳، دسمبر، ۶)۔

پھر اس نے سوال کیا "لالہ تیری گوت کیا ہے؟" (۱۹۸۷ء، آخری آدمی، ۱۴۷)

خاندانی نام: (مجموعی طور پر) ذات، قسم، نوع (کسی قوم کی) (پلیٹس: فرہنگِ آصفیہ) قبیلہ، قوم: کشمیر کے اصل باشندے اپنے گوت کا ایک لقب رکھتے ہیں۔ (۱۸۹۶ء، سیرۃ فریدیہ، ۴) ایسی قوم کے لئے جو خاندانوں یا چھوٹے چھوٹے گوتوں میں منقسم ہو۔ گائے کے ایسا ہمدرد رفیق ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ (۱۹۲۳ء، ویدک ہند، ۱۲۸)۔ جاٹوں کی روایت کے مطابق یہاں مہاراٹھ گوت آباد تھی اور یہی مہاراٹھ بگڑ کر میرٹھ ہو گیا۔ (۱۹۸۴ء اکائی (دیباچہ)، ۱۱)۔

بھائی: ایک ہی گروہ یا جماعت سے تعلق رکھنے والا مرد، یک جدی، آپ تو ہمارے گوت بھائی ہیں، میں بھی پنواڑ راجپوت ہوں۔ (۱۹۳۰ء، چار چاند، فراق دہلوی، ۷۶)۔ [گوت (رک) + بھائی (رک)]

گوتر: خاندان، نسل، گھرانا، گوت، دونوں طرف کے پنڈتوں نے اپنے پردادا کا نام بیان کیا اوران کا گوتر بتایا (۱۸۶۸ء، رسوم ہند، ۱۵۲)۔ ہر ایک ہندو ایک ہی وقت میں کسی خاص ذات اور کسی خاص گوتر کا رکن ہوتا ہے۔ (۱۹۱۳ء، تمدنِ ہند، ۳۰۴)

فیروز اللغات: میں گوت اور گوترا ایک جگہ لکھ کر اس کے معنی خاندان، گھرانہ، حسب

Marfat.com

نسب، قوم، فرقہ، قبیلہ بتائے ہیں۔

حسبی شرافت

حسب سے مراد صفات ذاتی و خاندانی، اخلاق و اطوار و خصائل حمیدہ ہیں، نسبی شرافت کا شرف و امتیاز کلیتاً نہیں تو زیادہ تر حسب پر موقوف ہے۔ ایک قول کہ

"النسب لاینفع وجہالتہٗ لاتضر"

(نسب کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اور اس کی ناواقفیت کوئی نقصان نہیں دیتی) نسبی شرافت کے لئے حسبی شرافت ضروری ہے۔

شرافت حسبی کے ضمن میں نسابین و مؤرخین نے کم از کم چار پشتیں مقرر کی ہیں اور علامہ ابن خلدون کہتے ہیں۔ "اقوام عالم میں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ کسی خاندان و قبیلہ کی عصبیت اور مجد و شرف پشتہا پشت تک قائم و برقرار رہا۔ بقائے شرافت حسبی کا اصلی اور قوی سبب دولت و حکومت نہیں بلکہ علم و فضل ہے، جن خاندانوں میں علم کی لازوال دولت نسلاً بعد نسل متوارث رہی ان کے اکثر افراد جوہر شرافت سے متصف ہوتے ہیں"۔

نسبی اختلاط

ماہرین علم الانساب کہتے ہیں کہ دنیا میں "خالص نسل" والی قوم کا وجود باقی نہیں۔ سیاسی انقلابات، تجارتی تعلقات، مذہبی تحریکیں، قوموں کی ایک دوسرے پر یورشیں، قوموں اور قبیلوں کے نسلی اختلاط، نسلی آمیزش کا موجِب ہوتے ہیں۔ دنیا کی تمام قومیں مخلوط النسل ہیں۔

نسلی اختلاط کا اثر جسم اور عادات و خصائل پر خاص طور سے پڑتا ہے جیسے پھلدار درختوں میں قلمیں لگا کر اُن کی مختلف اقسام تیار ہوتی ہیں جن سے پھلوں کی خصوصیات بدل جاتی ہیں۔ نسلی اختلاط و خلط انساب سے قبیلوں کی خصوصیات اور خصائل و عادات بدل

Marfat.com

جاتی ہیں۔

علم الانساب اور عربی النسل قبائل

نسب پر سب سے زیادہ فخر کرنے والے عرب ہیں لیکن اسلام نے تفاخرِ نسب اور نسبی فرق کو مٹادیا البتہ تعارف کے لئے انساب کا علم باقی رہا، عربی النسل خاندان جس مُلک میں جاکر بسے اپنی اس قومی خصوصیت کو بھی ساتھ لیتے گئے چنانچہ آج تک ان کی نسلوں میں انساب محفوظ رکھنے کا جذبہ نسلاً بعد نسلٍ پایا جاتا ہے۔

نَسب کی اقسام

نسب کی پانچ اقسام بتائی گئی ہیں۔

① صحیح النَسب

صحیح النسب سے مراد وہ نسب ہے جو ثابت ہو، سلسلہ نسب منقطع نہ ہو اور نسابین نے اس کی تصدیق بالاجماع کی ہو۔

② مقبول النَسب

مقبول النسب کے معنی ہیں جو اکثر نسابین کے نزدیک ثابت ہو اور ایک دو نے اس کا انکار کیا ہو یہ نسب صحیح النسب کے برابر نہیں۔

③ مشہور النسب

وہ نسب جن کا سلسلہ نسب مفقود ہو مگر وہ کسی خاص وجہ سے شہرت حاصل کرلیں۔

④ مجہول النسب

ایسا نسب جس کا کوئی شجرہ نہ ہو اور نہ ہی اس کی تصدیق ممکن ہو۔

⑤ مردود النسب

ایسا نسب جو کسی دوسرے خاندان میں بغیر کسی ثبوت کے داخل ہو جائے اور جس

Marfat.com

خاندان میں وہ داخل ہونے کا دعویٰ کرے وہ خاندان اس کو غیر سمجھے یعنی دوسرے کے باپ کو اپنا باپ بنانے والا نسب۔

نسب کا فائدہ:

صلہ رحمی اور شفقت، خاندانی انسان کا طبعی خاصہ ہے، اتحادِ نسب کا خیال اور قرابت کا جذبہ اقربا کی نصرت وحمایت اور اعزا کی امداد و دستگیری پر فطرتاً لوگوں کو آمادہ کرتا ہے اور بلاشبہ تمدنی اور معاشرتی زندگی میں اس خیال اور اس جذبہ سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از "اعوان اور اعوان گوتیں")

Marfat.com

باب نمبر 14

تحریک پاکستان

اکابر عُلمائے دیو بند اور تحریک پاکستان

اکابر عُلمائے دیوبند میں جس بزرگ نے تحریک پاکستان اور مُسلم لیگ کی حمایت میں سب سے قوی اور اہم آواز بلند کی وہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کی آواز تھی۔

حضرت مولانا کا طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف، تعلیم و تربیت اور اصلاحِ اُمّت اور ہدایتِ خلق کی طرف تھا، اس لئے عملی طور پر سیاسی اور ملکی تحریکوں میں براہِ راست حصہ لینے کی نوبت نہ آئی اور نہ آپ کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے، البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی اور اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالم دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت پر فقیہانہ نظر بصیرت ڈال کر نتائج و عواقب واضح کرنے اور ملت کی علمی اور دینی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا۔

آل انڈیا نیشنل کانگریس شروع میں ایک اعتدال پسند جماعت تھی لیکن بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اس کی کاروائیوں سے مسلمانوں کے مفادات کو زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مُسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس سے الگ رہیں اور اپنے آپ کو تعلیم کے لئے وقف کر دیں اور ان کی دلیل یہ تھی کہ کانگریس میں چونکہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے، اس لئے اس جماعت کی اصلاح ناممکن ہے۔ حضرتؒ کے خیال میں کانگریس کی مقبولیت کی اصل وجہ یہ تھی کہ مُسلمان اس میں شریک تھے فرمایا: ہندوؤں کی پچاس سالہ مُردہ کانگریس کو مُسلمانوں نے زندہ کیا۔

Marfat.com

جب تک مُسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی، کسی نے کانگریس کا نام نہ سُنا تھا۔ اگر خدانخواستہ یہ جماعت ہندوستان میں برسرِاقتدار آگئی تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کرے گی جو بالشویک کر رہے ہیں۔

اس زمانے میں جمعیّت العلمائے ہند کا اجلاس دہلی میں ہوا۔ حضرت تھانویؒ کو بھی شرکت کی دعوت ملی۔ جواب میں تحریر فرمایا: ”واقعات نے مجھ کو اس رائے پر بہت پختہ کر دیا ہے کہ مُسلمانوں خصوصاً عُلماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مُہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اِعلان کر دینا بہت ضروری ہے۔ عُلماء کرام کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہیے اور مُسلمانوں کا کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی اپنی موت کے مترادف ہے.......... بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ہم کانگریس میں شرکت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور ہمارا غلبہ ہو، اگر مقصود واقعی یہ ہے تو اس کا حصول مُسلم لیگ میں زیادہ آسان ہے کیونکہ مُسلم لیگ والے اِتبّاع کیلئے آمادہ ہیں چنانچہ مسلم لیگ کے بڑے بڑے ارکان نے مجھے لکھا ہے کہ ہم حضرات عُلماء کرام کی رائے پر چلنے کے لئے تیار ہیں اور کانگریسی تو خود اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کرتے ہیں ان پر غلبہ پانا مشکل ہے۔

پاکستان کا اوّلین نقشہ

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ راوی ہیں کہ حضرت تھانویؒ کو بعض مُعاصِر عُلماء کرام کی طرح جنگ آزادی وغیرہ سے کوئی خاص دلچپی نہ تھی۔ ان کے سامنے مسئلہ سیاسی نہیں، تمام تر دینی تھا وہ صرف اسلام کی حکومت چاہتے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جب پہلی بار حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں حضرتؒ نے دارالاسلام کی سکیم خاصی تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطّے پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین تعزیرات وغیرہ کا اِجراء اَحکامِ شریعت کے مطابق ہو۔ بیت المال ہو، نظامِ زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں وغیرہ۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرتے

Marfat.com

ہوئے یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں؟ اس مقصد کے لئے صرف مُسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہیے اور اسی کو یہ کوشش کرنی چاہیے؟

گویا خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں بوریا نشین اس مردِ درویش نے حصول و بقائے پاکستان کا لائحہ عمل اور نظامِ پاکستان کا نقشہ اس وقت پیش کیا جب پاکستان چاہنے والوں کو اس کا خواب و خیال بھی نہ تھا۔ اس زمانے میں صدر جمعیت علمائے ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرتِ تھانویؒ سے مسائل حاضرہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

"احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ حضور اقدس ﷺ نے یہود کو اپنے ساتھ جہاد میں لیا ہے"۔ حضرت تھانویؒ نے اس کا جو جواب دیا، وہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مرحوم کے الفاظ میں کچھ یوں تھا: فرمایا: "کفار اور مشرکین کو آپ جہاد میں اس وقت لے سکتے ہیں کہ جھنڈا مُسلمانوں کا رہے اور کفار ہمارے حکم کے تحت ہوں، اِس وقت حالت برعکس ہے کانگریس میں ہندوؤں کا غلبہ ہے اور انہی کا حکم غالب ہے"۔ غرض حضرت تھانویؒ ہمیشہ سے مُسلمانوں کی الگ تنظیم کے حامی رہے، حتیٰ کہ جب تک مسلم لیگ نے کانگریس کا ساتھ دیا اس وقت تک حضرتؒ نے مُسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیا اور جب مسلم لیگ کانگریس سے علیحدہ ہوئی، تب حضرتؒ نے علانیہ مسلم لیگ کی حمایت فرمائی۔ مُسلم لیگ نے کانگریس سے علیحدہ ہونے کے بعد پہلا الیکشن جھانسی کے علاقے میں لڑا تھا۔ وہاں کے مُسلمانوں نے تار کے ذریعے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ مُسلم لیگ اور کانگریس دونوں میں سے کس کو ووٹ دیا جائے؟ اس وقت تک حضرتؒ کا ذہن مسلم لیگ کی حمایت کے بارے میں واضح نہ تھا بلکہ یہ خدشہ محسوس کرتے تھے کہ کہیں یہ لوگ مُصطفیٰ کمال پاشا کی طرح دین کو مسخ نہ کر دیں، اس لئے تار کا جواب دینے میں تامّل تھا۔ آخر آپ کے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے مشورہ دیا۔ "آپ کانگریس کی حمایت کے خلاف تو ہیں ہی، تامّل صرف مُسلم لیگ کی حمایت کرنے میں ہے۔ اس لئے

Marfat.com

آپ یہ جواب دے دیں کہ کانگریس کو ووٹ نہ دیا جائے"۔ یہ جواب حضرتؒ نے پسند فرمایا اور اسی مضمون کا جوابی تار روانہ کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ کامیاب ہو گئی۔

الیکشن میں مُسلم لیگ کی کامیابی کی خوشخبری دینے کے لئے مولانا شوکت علی مرحوم اپنے چند ساتھیوں کو لے کر تھانہ بھون آئے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے حضرت تھانویؒ کے جوابی تار کو فتوے کی صورت میں چھپوا کر بڑی تعداد میں تقسیم کرایا اور جگہ جگہ چسپاں کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جو لوگ کانگریس کو ووٹ دینے آتے تھے، وہ بھی یہ فتویٰ دیکھ کر مُسلم لیگ کو ووٹ دیتے تھے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ مسلم لیگ کی حمایت میں

جب کانگریس میں مُسلمانوں کے بلاشرط داخلے سے خطرناک نتائج و عواقب تقریباً سامنے آ گئے تو حضرت تھانویؒ نے مُسلم لیگ کی حمایت اور شرکت کی رائے دی۔ آپ کا فتویٰ بنام "تنظیم المسلمین" شائع ہوا۔ یہ فتویٰ ۹ ذِی الحجہ ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء کا تحریر شدہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ کی دینی حالت درست کرنے کو حضرت تھانویؒ مُختلف اوقات اور مختلف مقامات میں مُسلم لیگ کے زُعماء کے پاس اپنی طرف سے وُفود بھیجتے رہے۔ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت نے ایک تبلیغی وفد روانہ کیا۔ اس وفد نے قائدِ اعظم کو نماز کی تلقین کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ مُسلم لیگ کا اجلاس دو بجے یہ کہہ کر ملتوی کر دیا گیا کہ سب حاضرین نماز پڑھیں۔ قاضی شہر کی اِمامت میں قائدِ اعظم سمیت تقریباً ایک لاکھ افراد نے نماز ادا کی۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اس وفد کے امیر تھے اور حضرت تھانویؒ کی ہدایت کے مطابق انہوں نے قائدِ اعظمؒ سے ملاقات میں کہا کہ مُسلمان ایک دینی قوم ہے جب تک سیاست کو دین سے نہ ملایا جائے گا، کامیابی نہ ہو گی آپ بھی مسلم لیگ کو دین میں شامل کریں۔ قائدِ اعظمؒ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سیاست کو دین سے علیحدہ ہی رکھنا چاہیے۔ مولانا ظفر احمدؒ نے جواب دیا، یہ تو یورپ کی سیاست ہے اسلامی سیاست یہ ہے کہ

Marfat.com

خلیفۂ اسلام قائدِ حرب بھی تھا اور نماز کا امام بھی۔ جب تک مسلمان، مُسلمان رہے یہی صورت رہی اور جب سے سیاست نے دین کو چھوڑا۔ مُسلمانوں کا تنزّل شروع ہو گیا۔ ترکی کے مصطفیٰ کمال نے دین کو چھوڑا تو سلطنت مختصر ہو کر رہ گئی، افغانستان کے اَمان اللہ خان نے دین کو خیر آباد کہا تو اُسے قوم نے الگ کر دیا۔ قائدِ اعظم پر ان کلمات کا یہ اثر ہوا کہ اگلے دن کھُلے اجلاس میں اعلان کر دیا۔ "اسلام عقائد و عبادات، معاملات، اخلاق اور سیاست کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید نے سب کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لئے سیاست کے ساتھ دین کو بھی لینا چاہیے"۔ قائدِ اعظم کی یہ تقریر دہلی کے اخبار "الامان،" نے درج ذیل شہ سُرخی کے ساتھ شائع کی تھی "حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی روحانیت کی تاثیر اور قائدِ اعظم کی تقریر"۔

اکابر عُلمائے دیوبند میں سے دوسرے بزرگ حضرت علامہ شبیر احمد عُثمانی علیہ الرحمۃ ہیں جن کی مَساعی تحریک پاکستان کے ضمن میں اتنی وقیع اور گراں بہا ہیں کہ کوئی مؤرخ ان کا تذکرہ کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس ضمن میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عُثمانیؒ کے ساتھ ساتھ بے شمار تلامِذہ نے بھی شَب و روز کام کیا۔ یہ تلامِذہ برصغیر پاک و ہند کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے تھے۔ ان سب کا نام بنام تذکرہ کیا جائے تو بلاشبہ ایک عظیم دفتر مرتب ہو سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تک علامہ عُثمانی رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ کی حمایت اور سرپرستی فرماتے رہے لیگ زندہ اور متحرک رہی، لیکن قائدِ اعظمؒ اور علامہ عُثمانیؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد لیگ جس رفتار سے تنزّلی کا شکار ہوئی، یہ امر کسی تفصیلی بحث کا محتاج نہیں۔

جو حضرات دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ ہیں اور جنہوں نے برصغیر کے دینی و علمی حلقوں میں بلکہ تمام عالم اسلام میں نام پیدا کیا۔ ان میں علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ کا نام نامی ہی نمایاں ہے ان کی ذاتِ ستُودہ صفات ایسی ہے جس پر مِلّتِ اسلامیہ ناز کر سکتی ہے۔ عِلم فقہ، تفسیر، حدیث، معانی، فلسفہ منطق اور علم کلام غرض کوئی فن ایسا نہیں جس میں

Marfat.com

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی بے مثال قابلیت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔ فنِ تقریر میں خداداد ملکہ تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل کو چند جملوں میں پانی کر دینا آپ ہی کا حصہ تھا۔ اردو، فارسی، عربی زبانوں میں تحریر و تقریر پر بلا تکلّف قادر تھے۔ حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے تھے: مولانا شبیر احمد عثمانی اس زمانے کے مُحدِّث، مفسِّر اور متکلِم ہیں احقر کے علم میں کوئی شخص حدیث کی خدمت اِن سے زیادہ اور بہتر اور برتر نہ کر سکا۔ مولانا موصوف نے اہلِ علم کی گردنوں پر احسان کیا ہے۔"

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی خدمات

۱۹۱۱ء جنگ بلقان و طرابلس کے موقع پر علامہ عثمانیؒ نے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا اور جمعیۃ الانصار ہند کے سربراہ کی حیثیت سے بلقان اور طرابلس کے مصیبت زدہ مسلمانوں کی بہت مالی امداد کی۔ ۱۹۱۲ سے ۱۹۱۸ء تک تحریک خلافت میں شرکت اور خلافتِ عثمانیہ کی بحالی کیلئے شب و روز کام کیا۔ ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا۔ مجلسِ عاملہ کے رکن کی حیثیت سے علامہ عثمانیؒ نے ۱۹۲۰ء میں دہلی کے ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب فرمایا جو ترک مُوالات کے سلسلے میں پہلا قدم تھا۔ اس جلسے کی صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے فرمائی تھی بعد ازاں علامہ عثمانیؒ نے شیخ الہندؒ کی قیادت میں پورے برصغیر کا دَورہ کیا اور مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضرت علامہ عثمانیؒ کے دل و دماغ پر مسلمانوں کے زوال کا بہت اثر تھا اور آپ ہمہ وقت اِسی فکر میں غلطاں رہتے تھے کہ مسلمانوں کو اس زوال سے کیونکر نکالا جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حکومتِ الٰہیہ کا تصور پیش کر چکے تھے اور اب ضرورت تھی کہ اس تصور کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس غرض سے علامہ عثمانیؒ نے مسلم لیگ میں شمولیت کی۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ تاریخی قرارداد پاکستان منظور کر چکی تھی چنانچہ اس کے ٹھیک پانچ سال بعد ۱۹۴۵ء کے انتخابات

Marfat.com

میں مُسلم لیگ کو مُسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت ثابت کرنے کے لئے علامہ عُثمانیؒ نے کانگریس کا سخت مقابلہ کر کے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت کو عملی جامہ پہنانے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ علامہ عُثمانیؒ کی کوششوں سے ہی خان لیاقت علی خان بھی الیکشن میں کامیاب ہوئے۔

انہی دنوں یعنی ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ عُلمائے اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۴۶ء میں علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ نے جمعیۃ عُلمائے اسلام کے تحت لاہور میں ہونے والے ایک عظیم جلسے سے خطاب کیا۔ یہ جلسہ اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع میدان میں ہوا تھا اور اس کی صدارت بھی علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ نے فرمائی۔ علامہ کی ولولہ انگیز تقریر سے پنجاب میں برسراقتدار یونینسٹ پارٹی کے در و دیوار کانپ اُٹھے پنجاب کے مُسلمانوں پر حق و باطل کا فرق واضح ہو گیا اور لوگ جوق در جوق مُسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ متحدہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے لئے علامہ عُثمانیؒ بنگال کے حلقے سے ممبر منتخب ہوئے تھے، اس لئے برطانوی فیصلے کے تحت جن صوبوں میں مُسلمانوں کی اکثریت تھی ان علاقوں کو پاکستان میں شامل کرنے کا فیصلہ پارلیمنٹ نے دے دیا اور اس طرح کانگریس اور مسلم لیگ کی دیرینہ کش مکش ختم ہوئی۔

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم

کانگریس کے دماغوں نے یکایک یہ مطالبہ داغ دیا کہ صوبہ سرحد میں چونکہ کانگریس کی وزارت ہے اس لئے اس صوبے کو ہندوستان میں شامل کیا جائے اور اس مقصد کے لئے سرحد کے عوام سے پوچھا جائے کہ وہ بھارت میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان میں۔ مُسلم لیگ کے لئے یہ نہایت نازک اور کٹھن مرحلہ تھا لیکن یہاں بھی علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ کی ذات آڑے آئی۔ انہوں نے سرحد کا دورہ کیا اور وہاں کے مُسلمانوں کو اپنے زورِ خطابت کے ذریعے مُسلم لیگ اور پاکستان کا حامی بنالیا۔ بلاشبہ یہ علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ کا عظیم کارنامہ تھا۔

Marfat.com

۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ حضرت علامہ عُثمانیؒ چونکہ دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے اس لئے آپ کراچی تشریف لائے اور کرائے کے ایک معمولی مکان میں قیام فرمایا اس کے بعد دستور سازی کے اہم فریضے کی طرف جسم و جان کی تمام توانائیوں سے متوجہ ہوئے۔ ستمبر ۱۹۴۷ء میں بھارتی فوجوں نے کشمیر پر چڑھائی کی۔ علامہ عُثمانیؒ نے کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لئے جہاد کا فتویٰ صادر کیا اور کشمیر کے مُسلمانوں کی ہر طرح مدد فرمائی۔

علامہؒ کے دل و دماغ پر حکومتِ الٰہیہ کا نشہ اس قدر غالب تھا کہ دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر کے آپ دستورِ اسلامی کی ترتیب و تدوین اور اس کے نفاذ کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ تمام مکاتبِ فکر کے اکابر عُلماء کرام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا بھی آپ ہی کا حصہ تھا۔ ان عُلماء کرام سے بائیس نکات متفقہ طور پر منظور کرا کے علامہؒ نے ملتِ اسلامیہ پر عظیم احسان کیا۔ دستور ساز اسمبلی میں رہ کر وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان کو مجبور کیا کہ وہ علامہ عُثمانیؒ کی مرتب کردہ قرارداد پاکستان دستور ساز اسمبلی میں پیش کریں اور اسے منظور کرائیں۔ چنانچہ یہ قراردادِ مقاصد منظور کی گئی اور مُملکتِ پاکستان اسلامی جمہوریہ بنی اور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۰ کو آپ نے وفات پائی۔

علامہ ظفر احمد عُثمانیؒ کی سیاسی خدمات

مولانا ظفر احمد عُثمانیؒ کا طوفانی دورہ

حضرت مولانا ظفر احمد عُثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کے الیکشن کے سلسلہ میں تقریباً چار ماہ تک پورے ہندوستان کا ایسا طوفانی دورہ کیا جس کی لپیٹ میں یوپی، بہار، بنگال، پنجاب، سندھ اور سرحد سبھی آ گئے۔ جلسوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ہر روز جلسہ ہوتا تھا بلکہ ایک دن میں کئی کئی جگہ جلسے ہوتے تھے۔ صبح کو کسی جگہ شام کو کسی جگہ اور عشاء کے بعد تیسری جگہ یہاں تک کہ مولانا مرحومؒ کا کوئی ساتھی ان کے ساتھ نہ چل سکا۔

Marfat.com

مسلسل سفر کی صعوبت اور شب بیداری کی وجہ سے مولانا مرحوم کے ساتھی اکثر بیمار ہو جاتے اور مولانا مرحوم کو بعض مقامات پر تنہا جانا پڑتا۔ مگر بفضلہ تعالےٰ مولانا مرحوم کے بڑھاپے میں بھی ان کی صحت اُن کا برابر ساتھ دیتی رہی۔ یہ جہاں بھی پہنچتے اُن کی بے غرضانہ اور مُخلصانہ آواز پر عوام لبیک کہتے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہَوا کا رُخ بدل جاتا۔ چار ماہ کی اس مسلسل تگ ودَو کا یہ نتیجہ نکلا کہ عامۃُ المسلمین کانگریس کی متحدہ قومیّت کا مورچہ فتح کرنے کے لئے مَردانہ وار مُسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر میدان عمل میں نکل آئے۔ (۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء)

بنگال اور پنجاب ؒ کی تقسیم

صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں مُسلم لیگ کی کامیابی نے انگریز اور کانگریس دونوں کو مطالبہٴ پاکستان کے ماننے پر مجبور کر دیا۔ مگر بنگال اور پنجاب کی تقسیم پر کانگریس اَڑ گئی اور قائدِاعظم نے اُس کو منظور کر لیا۔

۹ جون ۱۹۴۷ء کو مُسلم لیگ ہائی کمان کا جلسہ دہلی میں اس لئے مُنعقِد ہُوا کہ اس طرح کا پاکستان منظور کرنے یا نہ کرنے پر غور کیا جائے اس جلسہ میں شرکت کے لئے علامہ شبیر احمدؒ کے ساتھ حضرت مولانا ظفر احمد عُثمانیؒ کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ جلسہ میں مُختلف انداز پر تقریریں ہوئیں۔ قائدِاعظم کی رائے یہ تھی کہ ”اگر تقسیمِ بنگال اور پنجاب کو منظور نہ کیا گیا تو پاکستان نہیں بن سکے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو منظور کر لیا جائے“۔

سِلہٹ کا ریفرنڈم

سلہٹ اور سرحد کے بارے میں کانگریس کو ریفرنڈم پر اِصرار تھا کہ وہاں کے مُسلمانوں کی رائے علیحدہ معلوم کی جائے کہ وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا ہندوستان کے ساتھ اِلحاق کرنا چاہتے ہیں۔ قائدِاعظم نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ قرارداد پاکستان

Marfat.com

منظور ہو گئی تو ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ قائد اعظمؒ سے مُلاقات کرنے کے لئے اُن کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور قائد اعظمؒ سے اِن مُسلمانوں کے بارے میں جو تقسیم مُلک کے بعد ہندوستان میں رہ جائیں گے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ دورانِ گفتگو میں قائد اعظم نے کہا کہ مجھے سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم کی بہت فکر ہے کیونکہ قائد اعظم کی نظر میں سرحد تو پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور سلہٹ کا علاقہ اگر پاکستان میں نہ آیا تو آسام کی بہت سی چیزوں سے پاکستان محروم رہ جائے گا۔ جیسے ناریل وغیرہ۔

جمعیّت علمائے اسلام کے ان دونوں عظیم رہنماؤں نے کہا کہ ہم ان شاء اللہ دونوں صوبوں کا دَورہ کریں گے اور ان شاء اللہ مُسلم لیگ ہی کامیاب ہوگی۔ مگر آپ اس کا اعلان کر دیں کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا۔ اس پر قائد اعظم نے کہا کہ جب پاکستان میں مُسلمانوں کی اکثریت ہوگی تو آئین اسلامی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ان دونوں حضرات نے اس کے جواب میں ترکی سلطنت کا ذکر کیا کہ وہاں مُسلمانوں کی اکثریت کے باوجود حکومت نے اسلامی قانون جاری نہیں کیا۔ بعض لوگوں کو مُسلم لیگ سے بھی ایسا ہی خطرہ ہے۔ اس پر قائد اعظم نے کہا کہ آپ میری طرف سے اس کا اعلان کر دیں کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا۔ اس کے بعد طے ہُوا کہ سلہٹ کے ریفرنڈم کے لئے مولانا ظفر احمدؒ کام کریں گے۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کی کوششوں کے نتیجہ میں مُسلم لیگ کو مشرقی پاکستان میں عظیم کامیابی حاصل ہوئی جس کا اعتراف پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں مرحوم نے اپنے اِس خط میں کیا ہے۔

لیاقت علی خاں کا مبارک بادی کا تار

لیاقت علی خاں مرحوم نے اپنے کامیاب ہونے پر پہلے مبارکباد کا تار مولانا ظفر

Marfat.com

احمد عثمانیؒ مرحوم کے نام دیا اور اس میں یہ بھی تھا کہ انہوں نے تین ہزار ووٹوں سے کاظمی صاحب کو شکست دی ہے۔

لیاقت علی خان کا مکتوب

اس کے بعد لیاقت علی مرحوم نے مولانا مرحوم کے نام شکریہ کا مفصّل مکتوب ڈھاکہ سے روانہ کیا۔

"دفتر آل انڈیا مُسلم لیگ دریا گنج دہلی

چٹھی نمبر ۵۰۵۰ ۷ا دسمبر ۱۹۴۵ء

محترم المقام زاد اللہ مکارمکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مَیں انتہائی مصروفیتوں کے باعث اس سے قبل آپ کو خط نہ لکھ سکا، مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں اللہ پاک نے ہمیں بڑی نمایاں کامیابی عطا فرمائی اور اس سلسلہ میں آپ جیسی ہستیوں کی جدوجہد بہت باعث برکت رہی آپ حضرات کا اس نازک موقع پر گوشہ عزلت سے نکل کر میدان عمل میں سرگرمی کے ساتھ جدِوجُہد کرنا بیحد مؤثر ثابت ہُوا۔ اسی کامیابی پر مَیں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں خصوصاً اس حلقہ انتخاب میں جہاں ہماری لیگ نے مجھے کھڑا کیا تھا آپ کی تحریروں اور تقریروں نے باطل کے اثرات بہت بڑی حد تک ختم کر دیئے۔

بہر حال اب اس سے بھی سخت تر معرکہ سامنے ہے لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قوی اُمید ہے کہ دُشمنانِ مِلّت اس معرکہ میں بھی خاسر و نامراد رہیں گے۔ اُمید ہے کہ اس عرصہ کے لئے آپ کو رخصت مل جائے گی اور آپ کی تحریریں اور تقریریں اور مُجاہدانہ سرگرمیاں آنے والی منزل کی دشواریوں کو بھی معتدبہ حد تک ختم کر سکیں گی۔

والسّلام مع الاحترام"۔

لیاقت علی خان

Marfat.com

قائدِ ملّت لیاقت علی خان مرحوم کا یہ خراجِ تحسین اور اعترافِ حقیقت ان لوگوں کے لئے جو کہتے ہیں کہ پاکستان کے لئے قربانیاں دینے والوں میں مُلا کہیں نظر نہیں آیا، اور اس طرح وہ پاکستان سے عُلمائے کرام کا اثر و رسوخ مٹانے کے درپے ہیں، سُرمہ بصیرت اور تازیانہ عبرت کی حیثیت رکھتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے متوسلین کی حمایت نے مسلم لیگ میں ایک نئی رُوح پھُونک دی تھی جس کا اعتراف اس وقت کے مُسلم لیگ کے تمام عمائدین کو تھا۔ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو جمعیّت عُلمائے ہند کے مقابلے میں جس میں مَشاہیر علماء کی ایک بڑی جماعت شامل تھی اور وہ کانگریس کا ساتھ دے رہی تھی تو ان حالات میں مُسلم لیگ کا کامیاب ہونا سب کو دشوار معلوم ہو رہا تھا۔

پرچم کشائی

۲۷ رمضان المبارک مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان مَنصّہ ظُہور پر جلوہ گر ہُوا۔ ڈھاکہ میں پرچم کشائی کی رسم کے لئے قائدِاعظم کی ہدایت کے مطابق خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم نے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عُثمانی رحمہٗ اللہ کی تحریکِ پاکستان میں سابقہ خدمات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے آپ کو دعوت دی۔

مولانا مرحومؒ نے سُورۂ اِنَّا فَتَحْنَا کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ تمام وُزراء اور عَمائدین مُسلم لیگ خاموش و باادب سُنتے رہے پھر بسم اللہ کر کے مولانا نے پاکستانی پرچم لہرایا۔ خوشی میں توپ خانے سے سلامی کی توپیں چلیں پھر وزراء نے اسمبلی ہال میں حلف اُٹھایا۔ اس تقریب میں بھی مولانا مع جماعت عُلماء شریک رہے اور چیف جسٹس مشرقی پاکستان سے آپ نے حلف لیا۔ اس کے بعد چیف جسٹس موصوف نے گورنر، وزیرِ اعلیٰ اور دُوسرے وزراء سے حلفِ وفاداری لیا۔

واضح رَہے کہ قائدِاعظم کی خواہش پر مغربی پاکستان میں علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ نے پرچم کشائی کی۔

Marfat.com

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ بھی عُلمائے دیوبند کی علمی و روحانی کہکشاؤں کے ایک روشن ستارے تھے۔ آپ نے بھی تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نہ صرف حصہ لیا بلکہ آپ نے انقلابی رویہ اختیار فرمایا اور مُسلم لیگ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ وادیٔ سون سکیسر میں تحریک پاکستان کے حوالے سے جو کوششیں ہوئیں آپ اور آپ کے تلامذہ اس کا ہراول دستہ ثابت ہوئے۔ وادی میں جتنے بھی جلسے اور جلوس تحریک پاکستان کے حق میں ہوئے، ان کی صدارت عموماً آپ ہی فرمایا کرتے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ قریہ قریہ پھر رہے تھے اور تحریک پاکستان کے حق میں جلسے کر رہے تھے۔ اُن کے جو بھی اجلاس سون ویلی میں ہوئے، صدارت آپ ہی فرماتے تھے۔ الیکشن کے دن علی الاعلان بغیر کسی خوف و خطر کے اپنا اور اپنے متعلقین کا ووٹ مسلم لیگ کے حق میں استعمال کیا۔

Marfat.com

بابؒ نمبر 15

تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوت

۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت پس منظر و پیش منظر

قیام پاکستان کے فوراً بعد قادیانیوں نے اپنے سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے اپنی تبلیغی مہمّات کو پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ تیز تر کر دیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں جو قادیانی العقیدہ تھے، ان کے ذریعے قادیانیت سرکاری سائے میں پروان چڑھنے لگی۔ چناب نگر میں ایک مستقل شہر بسانے کے لئے قادیانیوں کو کوڑیوں کے بھاؤ جگہ مل چکی تھی مگر انہیں سرکار "خصوصاً وزارتِ خارجہ کی سرپرستی کا کچھ اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ اپنا ایک الگ صوبہ بنانے کا خیال کرنے لگے اور بلوچستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں مرزا بشیر الدین نے کوئٹہ میں اس انداز کا خطبہ دیا کہ:

"میں جانتا ہوں کہ صوبہ بلوچستان ہمارے ہاتھوں سے نہیں نکل سکتا، یہ ہماری شکار گاہ ہوگا، دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ نہیں چھین سکتیں"۔

مرزا غلام احمد کی ذریّت اپنے سیاسی اثر، برطانوی سامراج کی مکمل سرپرستی، دولت کی فراوانی، وسائل اور ملازمتوں کے ہتھیار لے کر پڑھے لکھے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان ضائع کرنے کیلئے میدان میں اُترے۔ رسول اللہ ﷺ کی ختمِ نُبوّت پر ایمان کے ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ ملک میں اہم سرکاری مناصب اور عہدے قادیانیوں کے زیر تصرف آنے لگے جہاں قادیانی افسر اپنے سرکاری عہدے سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے ماتحتوں، عملے کے ارکان کو قادیانیت کی تبلیغ، ترغیب اور تحریص دھونس کے انداز میں کرنے لگے، آرمی کا شعبہ ان کی خاص شکار گاہ تھا۔

Marfat.com

۱۹۵۰ء کے الیکشن میں مُسلم لیگ نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ۶ مرزائیوں کو ٹکٹ دے دیئے جس پر دینی حلقوں نے شدید احتجاج کیا، خود مُسلم لیگ میں اندرونی طور پر بڑی لے دے ہوئی۔ سر ظفر اللہ خاں قادیانی جو اب وزیر خارجہ کی حیثیّت سے اہم عہدے پر براجمان تھے، ان کی سرگرمیاں نوزائیدہ مملکتِ پاکستان کی تعمیر و ترقی کی بجائے برطانیہ کے خود کاشتہ پودے کو تناور بنانے تک محدود تھیں۔

یہ تمام حالات مجلس احرار کی نظر میں تھے۔ احرار...... جنہوں نے قیام پاکستان کو کھلے دل سے نہ صرف تسلیم کرلیا تھا بلکہ اس کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے ہر دم مصروفِ عمل رہنے کا عزم کیا تھا۔ سیاسی میدان مُسلم لیگ کے لئے علیحدہ چھوڑ دیا اور اپنی تمام تر توجہ تبلیغی سرگرمیوں کی طرف مرکوز کردی، ان کے لئے یہ تمام حالات سوہانِ روح تھے۔ مرزائی امیدواروں کی کامیابی کی شکل میں آئندہ پاکستان کا جو نقشہ بنتا تھا، وہ کسی بھی صاحب بصیرت انسان کو لرزا دینے کے لئے کافی تھا۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ مرزائی اُمیدواروں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ احرار نے امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں اس کے لئے زبردست حکمتِ عملی تیار کی۔ مرزائی امیدواروں کے مقابلہ میں مسلمان مسلم لیگی امیدواروں کو کھڑا کیا، اپنے مبلغین کو ان حلقوں کے دوروں پر لگا دیا تاکہ عوام الناس کو عقیدۂ ختم نبوت کا علم ہو، ان میں اس عقیدے کے تحفّظ کا احساس پیدا ہو اور وہ مرزائی امیدواروں کو ووٹ دینے سے باز رہیں۔ چنانچہ احرار کی بے پناہ مساعی سے تمام مرزائی شکست کھا گئے بلکہ اپنی ضمانت بھی ضبط کرا بیٹھے۔

اس شکست کے بعد مرزائیوں نے انڈر گراؤنڈ موومنٹ شروع کردی۔ آرمی کو انہوں نے خاص طور پر اپنا ہدف بنایا، بہت سے قادیانی ملک دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔

حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اُن کے رفقاء ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین رحمھم اللہ تعالیٰ و غیرہم اور ہر محبِ وطن آدمی کے لئے یہ

Marfat.com

سرگرمیاں پریشانی کا باعث تھیں۔ مرکزی شوریٰ مجلس احرار کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے تمام دینی جماعتوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی جانب سے تمام جماعتوں کو ایک دعوت نامہ جاری کیا گیا جس پر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے بھی دستخط تھے۔ اس اجلاس میں جمعیت علماء اسلام، جمعیت عُلماء پاکستان جماعت اسلامی، تنظیم اہلِ سُنت، جمعیت اہلِ سنت، جمعیّت اہلِ حدیث، مؤتمر اہلِ حدیث پنجاب، ادارہ تحفّظ حقوقِ شیعہ، جمعیت العربیہ، جمعیّت الفلاح وغیرہ شامل تھیں جبکہ مجلس احرار اسلام اور مجلس کا شعبۂ تبلیغ، تحفّظ ختم نبوت کے داعی کی حیثیّت رکھتے تھے۔ ملک کے تمام جید عُلماء و مشائخ نے شرکت کی اور مجلسِ عمل کا قیام ہوا۔ اجلاس میں چار مطالبات حکومت سے کئے گئے۔

① قادیانیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
② چودھری سر ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے۔
③ تمام کلیدی عہدوں سے مرزائیوں کو ہٹایا جائے۔
④ چناب نگر (ربوہ) کی زمین کا مرزائیوں کے نام پٹا منسوخ کر کے وہاں مہاجرین کو آباد کیا جائے۔

ان مطالبات کے حق میں ملک کے مُختلف حصوں میں جلسے منعقد ہونے لگے۔

انہی مطالبات کو لے کر مجلس عمل کے رہنماؤں کے وفد ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین کی قیادت میں دو تین مرتبہ وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے ملے مگر خواجہ ناظم الدین نے اندرونی دباؤ اور بیرونی طاقتوں کے کہنے پر مطالبات کو یکسان مسترد کر دیا۔ بعد میں خواجہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کو بیان دیتے ہوئے اس بات کا انکشاف کیا کہ امریکی وزیر خارجہ نے پاکستان کو یہ تاثر دیا تھا

Marfat.com

کہ چودھری ظفر اللہ خاں کو خوش نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ گندم کا مہیا کرنا مشکل ہو جائے گا جس کی پاکستان کو اس وقت سخت ضرورت ہے۔

(بحوالہ تحریک ختم نبوت، شورس کاشمیری، ص ۹۰)

ان مطالبات کو نہ ماننے کے نتیجے میں عوام الناس میں سخت رد عمل ہوا اب ان مطالبات کے پیچھے صرف مجلس احرار ہی نہ تھی بلکہ تینوں مکاتب فکر بریلوی، اہل حدیث، دیوبندی اور ان مکتبہ ہائے فکر کی تمام جماعتیں حتیٰ کہ مُسلم لیگ کے بعض دوسرے اور تیسرے درجے کے رہنما بھی حمایت کر رہے تھے اور پیش پیش تھے۔ حکومت کی مسلسل لاپرواہی کے نتیجہ میں مسئلہ قادیانیت پر آخری غور و خوض کے لئے ۱۶، ۱۷، ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں تمام مکاتب فکر کا کنونشن منعقد ہوا۔ لاہور سے بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، مجلس احرار کے صدر ماسٹر تاج الدین انصاری اور مولانا مرتضیٰ احمد مکیش شرکت کے لئے کراچی گئے۔ یہ کوئی معمولی فنکشن نہیں تھا بلکہ مرزائیت کے احتساب کے لئے اس کنونشن میں فیصلہ کن اقدام کا عزم کیا جانا تھا چونکہ یہ سب کچھ احرار رہنماؤں کی مساعی سے ہو رہا تھا لہذا مرزا بشیر الدین محمود نے احرار کے خلاف محاذ قائم کیا ہوا تھا۔ قصر خلافت چناب نگر (ربوہ) اور مرزائی پولیس افسروں کی ملی بھگت سے احرار رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف مقدمات کی بھرمار شروع ہوگئی۔ منیر انکوائری رپورٹ کے مطابق صوبہ پنجاب میں ۶ مارچ ۱۹۵۳ء سے پہلے ۳۹۰ اجتماعات ہوئے جن میں سے ۱۶۷ کا اہتمام مجلس احرار نے کیا تھا۔

کراچی کے کنونشن میں بہت سے زُعماء نے شرکت کی جن میں سرفہرست سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سیّد ابوالحسناتؒ قادری، مولانا محمد یوسفؒ بنوری، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا شمس الحقؒ افغانی وزیر معارف قلات، مولانا راغب احسن آف ڈھاکہ، مولانا سیّد سُلیمان ندویؒ، مولانا ظفر احمد عُثمانیؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مُفتی محمد شفیعؒ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا سیّد محمد داود غزنویؒ اور بہت سے

Marfat.com

دیگر علماء و مشائخ، پیران عظام نے شرکت کی۔ اس کنونشن میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے منفی رویہ کو دیکھ کر راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔ قادیانی فرقے کے کامل مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کی تجویز پاس ہوئی چونکہ خواجہ صاحب، ظفر اللہ خاں کو برطرف کرنے پر راضی نہ تھے اس لئے ان سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کنونشن کے بعد ملک بھر میں احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ دیوانہ وار تحفّظ ختم نبوت کے لئے اپنی جانیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم المرسلینی پر نچھاور کرنے کیلئے نکل پڑے۔ کراچی میں وزیر اعظم کی کوٹھی پر رضا کار پانچ پانچ کے گروپوں کی شکل میں جا کر پکٹنگ کرنے لگے۔ ادھر ۲۶، ۲۷ فروری کی درمیانی شب مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین، مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبد الحامد بدایونی اور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے اگلے روز پنجاب میں احرار کے تمام متعلقین کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لائل پور ملتان، راولپنڈی اور منٹگمری (ساہیوال) میں پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ختم نبوت کے فدائین کے مظاہرے بھی شدت اختیار کرنے لگے۔ ان مظاہروں کو تشدد کی راہ پر ڈال کے تحریک کو جلد ختم کرنے کے لئے پولیس نے اپنے سفید پوش اہلکاروں کے ذریعے پولیس پر پتھراؤ کرایا اور اس طرح فائرنگ کی بنیاد رکھی۔ ملتان میں پُرامن مظاہرین پر فائرنگ کی گئی جس سے تین افراد موقع پر اور تین ہسپتال جا کر شہید ہو گئے، بہت سے آدمی زخمی ہوئے، بہت سی جگہوں پر قادیانی جیپ میں سوار ہو کر فائرنگ کرتے رہے، انہیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔ قادیانی عقیدہ رکھنے والے پولیس افسروں نے اپنے اپنے علاقوں میں مُسلمان نوجوانوں کو بے دریغ شہید کیا۔

لاہور میں مال روڈ پر چائنیز لنچ ہوم کے سامنے کلمہ پڑھتے ہوئے ۱۵ سے ۲۲ سال کی عمر کے نوجوانوں کی ایک جماعت پر ملک حبیب اللہ سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی نے گولیوں کی بوچھاڑ کرائی اور دس، بارہ نوجوانوں کو موقع پر ہی شہید کرا دیا۔

Marfat.com

اس تحریک میں بہت سے دردناک اور کرب انگیز واقعات ہوئے۔ مولانا عبدالستار نیازیؒ جو اس وقت ایک خوب رو نوجوان تھے اور تحریک میں بڑی پامردی اور استقلال کے ساتھ حصہ لیا وہ فرماتے ہیں کہ دہلی دروازہ (لاہور) کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی، چاروں کو پولیس نے باری باری نشانہ بنایا۔ مولانا نیازی کے بقول ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے آرہا تھا۔ لاالہ الا اللہ کا ورد، نعرہ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد کے نعرے وِردِ زبان تھے وہاں پر زبردست فائرنگ ہوئی مگر نوجوان سینے کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔ اسی تحریک کے دوران کرفیو لگ گیا، اذان کا وقت ہوا تو ایک مُسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کرکے آگے بڑھا، مسجد میں پہنچا، اذان شروع کی۔ ابھی "اللہ اکبر" ہی کہہ پایا تھا کہ گولی لگی اور وہ ڈھیر ہوگیا، دوسرا مسلمان آگے بڑھا اس نے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا تھا کہ گولی لگی، وہ بھی ڈھیر ہوگیا۔ تیسرا مُسلمان آگے بڑھا اس نے "اشھد انّ محمد رسول اللہ" کہا، گولی لگی وہ بھی ڈھیر ہوگیا۔ پھر چوتھا بڑھا اس کے بعد پانچواں آیا غرضیکہ باری باری نو مُسلمان شہید ہوگئے مگر اذان پوری کرکے چھوڑی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لاہور کا دہلی دروازہ تحریک کا مرکز تھا، مجلس احرار اسلام کا مرکزی دفتر بھی یہیں تھا اور یہ علاقہ احرار کا گڑھ تھا۔ وہاں سے کرفیو کے دوران بھی جلوس نکلتے، لوگ دیوانہ وار اپنے سینوں پر گولیاں کھاکر آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر اپنی جانیں قربان کردیتے۔ ایک دن عصر کے بعد جب جلوس نکلنا بند ہوگئے تو ایک اسّی (۸۰) سالہ بوڑھا اپنے ۵ سالہ پوتے کو گود میں لے آیا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا، بیٹے نے جسے باپ نے سبق پڑھایا تھا، اس کے مطابق زندہ باد کہہ کر جواب دیا۔ دو گولیاں آئیں اسّی (۸۰) سالہ بوڑھا اور ۵ سالہ بچے کے سینے سے گزر گئیں، دونوں شہید ہوگئے اور تحفّظ ناموس رسالت میں ایک نئے باب کا اضافہ کرگئے۔

Marfat.com

۴مارچ ۱۹۵۳ء کو جب پنجاب میں مارشل لاء نافذ ہوا تو سیالکوٹ میں ایک جلوس پر زبردست لاٹھی چارج ہوا، سینکڑوں لوگ زخمی ہو گئے۔ لوگ اس پر سخت مشتعل ہوئے، اگلے روز شہر فوج کے سپرد ہو گیا۔ فوج نے فائرنگ شروع کر دی۔ بڑے بازار میں مظاہرین کے سامنے ایک سرخ لکیر لگا دی کہ جو اس لکیر کو کراس کرے گا، اُڑا دیا جائے گا، مگر مُسلمانوں نے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ بلند کیا، کلمہ طیبہ کا وِرد کیا اور سرخ لکیر کراس کر گئے۔ اس پر فوج کے بریگیڈیئر اے کے اکبر کے حکم سے اندھا دھند گولی چلا دی گئی، بیسیوں مسلمان موقع پر شہید ہو گئے اور کئی ایک نے ہسپتال میں پہنچ کر جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ زخمیوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہوئے، اس تحریک میں جو شہید ہوئے ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد دس ہزار ہے۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس سے بھی بڑھ کر شہیدانِ ختم نبوت کی لاشوں پر یہ ظلم کیا کہ انہیں کباڑیئے کے سامان کی طرح فوجی ٹرکوں میں لادا گیا اور چھانگا مانگا کے جنگلات میں لے جا کر جلا دیا گیا۔ اس بات کا انکشاف یوں ہوا کہ جب وہاں سے ہڈیاں اور آگ سے بچ رہنے والے خون آلود کپڑے ملے۔

حکومت نے اپنے ریاستی تشدد اور بے پناہ ظلم و ستم سے اس مقدس تحریک کو بظاہر ختم کر دیا۔ رضاکاروں اور فدائین ختم نبوت کے لئے ابتلاء و آزمائش کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ ساہیوال، ملتان، لاہور، میانوالی، شاہپور، سکھر، کراچی کی جیلیں ختم نبوت کے نام لیواؤں سے بھر گئیں جو رضاکار اس تحریک میں سب سے زیادہ سرگرم تھے، ان کے لئے شاہی قلعہ لاہور کے عقوبت خانے انگریزی جبر و استبداد کے بعد اپنوں کے ہاتھوں اپنے رنگ دکھا رہے تھے۔ تحریک میں حصہ لینے والوں کے والدین اور ان کے اعزّہ و اقرباء کو اپنے جگر گوشوں کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس تحریک کے سرخیل حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو پہلے سکھر کی بدنام زمانہ جیل میں رکھا گیا جہاں گرمی کی شدت، تمازت و حرارت کی وجہ سے شاہ جی کی صحت

Marfat.com

کر گئی، خوراک میں ریت ملا کر کھلائی گئی، بدن پھوڑوں پھنسیوں کی آماجگاہ بن گیا۔ یہیں آپ کو ذیابیطس (شوگر) کا مرض لگا، بعد میں لاہور منتقل کر دیا گیا۔ لاہور جیل کی قید کا ایک واقعہ جو بڑا دل فگار و جگر پاش ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی کی ایمانی قوت کا مظہر بھی۔

کچھ یوں ہے کہ لاہور سنٹرل جیل میں شاہ جی کی آمد کی اطلاع جب پہلے سے موجود اسیرانِ ختم نبوت کو ملی تو انہوں نے جیل حکام سے شاہ جی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ایک روز صبح جب شاہ جی ناشتہ کر رہے تھے، اطلاع دی گئی کہ باہر دوسرے احاطہ میں قیدی آپ سے ملاقات کے لئے بے تاب ہیں اگر اجازت ہو تو انہیں اندر بلالیں، بات ابھی مکمل بھی نہ ہو پائی تھی کہ شاہ جی ننگے پاؤں ان قیدیوں کے استقبال کے لئے دیوانہ وار کمرے سے نکل گئے۔ دیوانی احاطہ کے باہر قیدی خراماں خراماں چلے آرہے تھے، ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار اور شاہ جی کا استقبال، ایک عجیب منظر تھا۔ شاہ جی نے سب کو گلے لگایا، ایک ایک کی ہتھکڑی اور بیڑی کو بوسہ دیا پھر آپ نے اشکبار اور غمناک لہجے میں کہا:

"تم لوگ میرا سرمایۂ نجات ہو، میں نے دنیا میں لوگوں کو روٹی اور پیٹ کی خاطر نہیں پکارا، لوگ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں، میں نے تو اپنے نانا حضرت خاتم النبیین ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفّظ کی دعوت دی ہے اور تم لوگ صرف اور صرف اسی مقدس فریضہ کے لئے قیدوبند اور طوق و سلاسل کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہو۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ سیاسی شہرت یا ذاتی وجاہت جس کا مقصود ہو، تم یہاں جیل میں بھی غیر معروف ہو اور جب تم اس دیوارِ زنداں سے پرے جاؤ گے تو باہر تمہارا استقبال کرنے والا اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر نعرے لگانے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ نیت اور ارادے کے اعتبار سے جس کی آمد اس مقصد کے لئے ہوئی ہے، وہ یہی مقصد لے کر واپس چلا جائے گا۔ میرے لئے اس سے بڑا سرمایۂ افتخار اور کیا

Marfat.com

ہو سکتا ہے ؟۔"

شاہ جی یہ چند جملے کہہ چکے تو کسی نے ایک قیدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا بھائی گولی کا نشانہ بن چکا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ اس پر شاہ جی نے تحریک کے دوران متشددانہ کاروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا "بھائی! ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت یا عوام تشدد پر اُتر آئیں اور کوئی ناخوشگوار صورت نمودار ہو جائے۔ میں نے کراچی جیل میں جب لاہور اور دوسرے مقامات پر گولی چلنے کے واقعات سنے اور معلوم ہوا کہ کئی بوڑھوں کے سہارے چھین لئے گئے، ماؤں کے چراغ گل ہو گئے ہیں اور کئی سہاگ اُجڑ گئے ہیں تو مجھے اس کا بڑا صدمہ تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا کہ کاش مجھے کوئی باہر لے جائے یا اَربابِ اقتدار تک میری یہ آواز پہنچادے کہ تحفّظِ ناموس رسالت ﷺ کے سلسلہ میں اگر کسی کو گولی مارنا ضروری ہے تو گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کر دی جائے اور کاش اس سلسلہ میں اب تک جتنی گولیاں چلائی گئی ہیں، وہ مجھے ٹکٹکی پر باندھ کر میرے سینے میں پیوست کر دی جاتیں۔

شاید آج کی نسلِ نو کو مذکورہ حالات پڑھ کر حیرت ہو کہ یہ تو کسی جِناتی کہانی کے کردار نظر آتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ تحریک تحفّظ ختم نبوت کو ریاستی ظلم و تشدد سے کچل دیا گیا۔ وسیع پیمانے پر پکڑ دھکڑ ہوئی، پولیس کو جس کے متعلق ذرا بھی شبہ ہوا کہ اس نے تحریک میں حصہ لیا ہے، پکڑ کر اندر کر دیا۔ تحریک کے رضاکاروں نے اپنے گھر بار، مال جان، اہل و عیال، اعزّہ و اقرباء، دُکھ سکھ، گرمی سردی 'دن رات کی پروا کئے بغیر حضور نبی آخر الزماں، خاتم المرسلین ﷺ کی ناموس کے تحفّظ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے، پنجاب کی سڑکوں پر اپنا لہو بہا کر عشق و وفا، صبر و رضا کی وہ داستان روشن رقم کی کہ آئندہ اس کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے بھی ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفّظِ ختم نبوت میں ایک سچے عاشقِ رسول اور مجاہد اسلام کی حیثیّت سے حصہ لیا۔ آپ نے ایک عالم ہونے کی

Marfat.com

حیثیت سے پوری وادی میں مسلمانوں کے خون کے ذرہ ذرہ میں عشقِ رسول پیدا کر دیا تھا۔ آپکی تقریر اگرچہ سادہ ہوتی تاہم انتہائی پُراثر اور نتیجہ خیز ہوتی۔ عام مسلمان اِس تحریک میں تحفظِ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے میں اپنی سب سے بڑی سعادت خیال کرنے لگے۔ وادی سمیت پورے پاکستان میں مسلمانوں کا جوش و جذبہ دیدنی تھا۔ دیوانوں اور پروانوں نے جیلیں بھر دیں۔ مختلف مواقع پر جلوسوں میں سینے تان کر آگے بڑھتے رہے اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے اپنے سینے گولیوں سے چھلنی کراتے رہے اور شہادت کے مقام پر فائز ہوتے رہے۔ حضرت رحمہُ اللہ نے بھی اپنے بیانات کے ذریعے لوگوں کے رگ وپے میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی ایسی سرمستی داخل کر دی کہ جس میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ سینے میں دبی محبتِ رسول کی چنگاری مسلسل شعلہ زن ہو رہی تھی۔ حکومتی خفیہ ادارے ملک کے طول و عرض میں پھیل کر اپنی رپورٹس حکومت کو لحہ بہ لحہ دے رہے تھے۔ وادیٔ سون میں تحریک تحفظِ ختم نبوت کو شعلۂ جوّالہ کی صورت عطا کرنے والی شخصیت آپ ہی کی تھی اس لئے سی آئی ڈی نے آپ کا نام حکومت کو پیش کر دیا۔ چنانچہ آپ کو گرفتار کر کے شاہ پور جیل میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں آپ کو ایک عرصہ تک قید میں رکھا گیا آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھ کر دل کی خوشی سے برداشت کیا اور رشک چراغ طور بن گئے۔ (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ)

Marfat.com

باب ؒ نمبر 16

وادئ سون سکیسر

وادئ سون سکیسر کا مُسافر

موٹروے کی تعمیر سے پہلے اس ناکارہ کو جب کبھی گاؤں جانا ہوتا تو براستہ سرگودھا، خوشاب جایا کرتا۔ اسی طرح کے ایک سفر میں لاہور کے ہمارے انتہائی ظریفانہ مزاج رکھنے والے جہاندیدہ، آزمودہ کار اور ہردلعزیز ساتھی رانا محمد اسلم صاحب المعروف "تایاجی" بھی بندہ کے رفیق سفر تھے۔ خوشاب سے وادئ سُون سکیسر کو جانے والی ایک بس پر سوار ہوئے۔ شمال کی سمت میں سڑک پر دوڑتی ہوئی بس کی عُمر رسیدہ اور بوسیدہ باڈی سے عجیب و غریب اور خوفناک قسم کے میوزک کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ محترم مہمان اس ساری صورتِ حال سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو رہے تھے۔ چہرے کی ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں۔ لرزتی کانپتی آواز کیساتھ بندہ سے مخاطب ہوئے۔ "مولانا صاحب! لگتا ہے کہ آپ مجھے اِضطراری شہادت کے رُتبے پر فائز کرادیں گے"۔ راقم الحروف نے اُن کی پیٹھ ٹھونکتے ہُوئے کہا "خاطر جمع رکھئے ہمارا تو یہ معمول کا سفر ہے" دل کو سمجھا دیا ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، گھڑی بھر کیلئے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ تقریباً آٹھ کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد ناگاہ ایک بلند پہاڑی سلسلہ شروع ہوتے ہی محترم مہمان اس میں کھو گئے۔ دائیں بائیں گردن گھماتے ہیں، کبھی پہاڑوں کی سرسبز وشاداب اور بلند چوٹیوں پر نگاہ کو ڈالتے ہیں، اور دوسرے ہی لمحے پہاڑی سلسلہ کو طے کرتی تھکی اور جھولتی بس پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اُن پر خوف کے مُہیب سائے منڈلانے لگتے ہیں، اور سوچتے ہیں کہ کیا ہم اپنی منزل پر پہنچ پائیں گے؟

سانپ کو طرح بَل کھاتی اور وقفے وقفے سے یوٹرن لیتی سڑک نے اُن کے خوف میں

Marfat.com

مزید اضافہ کر دیا۔ کبھی گاڑی کسی ہیبت ناک عمودی شکل میں سینہ تانے چٹان کے بالکل نیچے سے گزرتی تو یوں محسوس ہوتا کہ شاید ابھی ہمارے اُوپر گرا چاہتی ہے۔ بیچارے مسلسل خوف کی اس کیفیت میں مبتلا تھے۔ اس سارے منظر نے اِضطراری طور پر انہیں موت سے غافل نہ ہونے دیا۔ بندہ اس ساری صورتِ حال کو کن انکھیوں سے دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ چاہتے نہ چاہتے اُن پر رحم آ ہی گیا۔ بندہ نے انتہائی محبّت و شفقت کے لہجہ میں اُن سے کہا۔ "یہی تو وادیٔ سون سکیسر ہے جسے ایک جھلک دیکھنے کے لئے آپ ماہیٔ بے آب کی طرح ایک مدت سے تڑپ رہے تھے۔

چڑھائی ختم ہو چکی تھی اور اب ہم اُترائی پر محوِ سفر تھے کہ تھوڑی دیر بعد کھوڑہ گاؤں کی آبادی نظر آنے لگی۔ بندہ نے معزز مہمان سے مخاطب ہو کر کہا، یہی وہ خوش قسمت گاؤں ہے جس میں "عبد القادر حسن" پیدا ہوئے اور اس کی گود میں نشوونما پائی، بعد میں صحافت کے میدان میں ایک نام پیدا کیا اور انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے "صاحبِ سوانح" کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ہیں۔

بس لمحہ بہ لمحہ فراٹے بھرتی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی تا آنکہ وہ جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) کے گیٹ پر جا رُکی اور ہم بس سے نیچے اُتر آئے۔

وادیٔ سون کا مختصر تعارف

یہ وادی سلسلۂ کوہستان نمک کا تقریباً وسطی حصہ ہے، جس کی بلند ترین چوٹی سکیسر ہے جو سطحِ سمندر سے غالباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ وادی اپنی قدرتی اور طبعی بناوٹ کے اعتبار سے خوبصورت ترین وادی ہے۔ موسم گرما انتہائی خوشگوار اور دِلکش ہوتا ہے۔ سیاحوں کی دل چسپی کا مرکز بن سکتا ہے، لیکن افسوس کہ ہماری سیاسی قیادت اور ضلعی انتظامیہ نے اس کے ساتھ "سوکن" کا سا سلوک کیا ہے۔ ورنہ مری کے بعد پنجاب کے اندر سیاحوں کے لئے اس سے زیادہ کشش کہیں نہ ہوتی۔

Marfat.com

وادیٔ سون ضلع خوشاب میں شمال کی جانب واقع ہے۔ خوشاب کو یکم جولائی ۱۹۸۲ء میں ضلع کا درجہ دیا گیا اور یہ ضلع سولہ لاکھ تیئس[۲۳] ہزار ایک سو اٹھاسی (16,23,188) ایکڑ پر پھیلا ہُوا ہے، اس میں سے دو لاکھ چھتیس ہزار سات سو سینتیس[۲۷] ایکڑ رقبہ وہ ہے جو شمال میں پہاڑوں اور وادیوں پر مشتمل ہے۔ ریونیو ریکارڈ کے مطابق اس ضلع کا رقبہ ایک ہزار پانچ سو چھتیس[۳۶] مربع میل ہے، شمالاً جنوباً ضلع کی اوسطاً لمبائی ایک سو ساٹھ کلومیٹر جبکہ اس کی چوڑائی شرقاً غرباً چھبیس[۲۶] کلومیٹر ہے۔ اس ضلع میں پہاڑی، میدانی اور صحرائی علاقے شامل ہیں۔ تھل دُنیا کا نواں صحراء ہے جسکا بیشتر حصہ ضلع خوشاب میں ہے۔

"جامع انسائیکلوپیڈیا" میں خوشاب سے متعلق کچھ اس طرح تحریر ہے۔

"ایک روایت کے مطابق جب دریائے جہلم کی تند و تیز لہروں نے اسے تباہ کر دیا تو شہنشاہ بابر نے اُسے دوبارہ آباد کیا، جس کے گردا گرد ایک فصیل اور گیارہ دروازے تھے۔ اس کے پہلے گورنر "احمد یار خان" تھے۔ تیسری دفعہ اُسے شیر شاہ سُوری نے ۹۴۸ھ ہجری میں آباد کیا۔ شیر شاہ سوری جب اپنی فوج کے ساتھ تھل کے ریگستان کو عبور کرنے کے بعد یہاں پہنچا تو پیاس سے نڈھال فوج نے دریائے جہلم کا صاف مصفٰی اور ٹھنڈا پانی پیا تو شیر شاہ سوری کے منہ سے بے ساختہ نکلا "خوش آب" مُرورِ زمانہ نے اسے خوشاب بنا دیا۔ (لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے آج "خوشاب" شہر کا پانی "خوش آب" نہیں بلکہ "تلخ آب" ہے۔ مؤلف

وادیٔ سون کے مشہور قصبات، دیہات درج ذیل ہیں۔

کٹھوائی، کھوڑہ، بھکی، سوڈھی جے والی، کلیال، ڈھاکہ، نوشہرہ، سبھرال، کورڈھی، چٹہ، اوگالی، کوٹلی، شکر کوٹ، سرال، مناواں، اوچھالی، صدیق آباد (کفری)، سکیسر، انگہ، شکر کوٹ، مردوال، سرال، مکڑمی، دھدھڑ، کھبیکی، اوچھالہ، کھوتکہ، ڈھوک کارے والا، جابہ، پیل، پدھراڑ، جاہلر، سورکی، سوڈھی بالا، سوڈھی زیریں بھناکا وغیرہ۔

وادیٔ سونِ سکیسر سے رابطہ کرنے لئے چند سڑکیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔

Marfat.com

① کلر کہار سے بوچھال۔ نور پور سیٹھی۔ منارہ۔ پدھراڑ۔
② تلہ گنگ سے جابہ۔ کھوتکّہ (احمد آباد) کھبکی
③ قائد آباد سے سکیسر۔ اوچھالی
④ خوشاب سے پُل نورے والا۔ خالق آباد۔ کٹھوائی۔ کھوڑہ
⑤ خوشاب سے کٹھہ۔ جابہ۔ احمد آباد۔ کھبکی

وادیٔ سون سکیسر کی وجہ تسمیہ

وادائی کے موجودہ نام کے ماخذ کا کھوج لگانے کیلیے آپکو ماضی بعید کے اَوراق پلٹنے ہوں گے۔ قدیم تہذیبوں کے کارواں اپنی قسمت و مقدر کا پڑاؤ کرنے کے بعد بے نام ونشان ہوگئے، ہاں اپنے بعد چھوڑے کچھ آثارِ قدیمہ اور پشت در پشت چلتی لوک روایات، بعد والوں کو دُھندلا سا تصور دیتی ہیں۔ نوشہرہ کے محمد سرور اعوان کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

سُون سکیسر "سوھن" "سکی" اور "سر" کے تین سنسکرت الفاظ کا مرکب ہے۔ "سوہن" کا مطلب "خوبصورت" ہے جو اس حسین وادی کے لئے پہلے پہل استعمال ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبانوں میں شکست وریخت کے عمل نے اُسے "سُون" بنادیا۔ "سکی" سے مراد "سکی منی گوتم" اور "سر" کا لفظ سنسکرت میں "تالاب" کا ہم معنی ہے۔ "ساکیا منی" گوتم بدھ کا نام ہے۔ اسکا مطلب ہے "ساکیاؤں کا عارف" کیونکہ گوتم بدھ ساکیا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ "سکی اور سر" رفتہ رفتہ عام بول چال میں پستے پستے لفظِ "سکیسر" میں ڈھل گئے۔ (ماخوذ از وادیٔ سون سکیسر، احمد غزالی)

کفری کی وجہ تسمیہ

وادیٔ سون سکیسر کے قصبات ودیہات میں "کفری" ایک معروف قصبہ ہے۔ ایک اجنبی اور خالی الذھن شخص جب اس نام کو سُنتا ہے تو پہلے مرحلے میں تو خاصا پریشان

Marfat.com

نظر آتا ہے اور اس پریشانی میں سر کو کھجانے لگتا ہے۔ سوچتا ہے کہ یا اللہ کیا ماجرا ہے؟ رہتے تو اس میں اہلِ اسلام ہیں لیکن اس نام کو اس کے باسیوں سے کیا نسبت ہے؟ جیسا کہ ایک اجنبی شخص کے سامنے جب قصبہ "کفری" کا ذکر آیا تو کہنے لگا اگر اس نام میں "ی" نسبت کی مانی جائے تو مطلب ہوگا "کفر والا" جیسے "خوشابی" کا مطلب ہوگا شہر خوشاب یا ضلع خوشاب کا رہنے والا۔ جب اس کی وضاحت کی گئی کہ یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور "کفری" اس پہاڑی مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے چشمہ جاری ہو۔ چنانچہ "کفری" شہر کے جنوب میں پہاڑوں کے دامن سے انتہائی شیریں پانی کا چشمہ رواں دواں ہے جو نہ صرف یہ کہ "کفری" کے باسیوں کی گھریلو ضروریات کو پورا کرتا ہے بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں زرعی اراضی کو بھی سیراب کرتا ہے۔

"کفری" کا محلِ وقوع

یہ قصبہ پہاڑی ڈھلوان پر واقع ہے۔ جنوب کی طرف بلندی ہے۔ جو شمال کی سمت میں دھیرے دھیرے پستی میں گم ہو جاتی ہے۔ شہر کے وسط سے آبی نالہ گزرتا ہے جو اُسے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ مغربی حصہ تقریباً تین چوتھائی اور مشرقی حصہ ایک چوتھائی آبادی پر مشتمل ہے۔ جنوبی سمت کے سوا باقی تینوں سمتوں میں قابلِ زراعت کھیت ہیں۔ قصبہ "کفری" وادیٔ سُون کے حسین ترین مغربی حصہ میں آتا ہے۔ اس کے مشرق میں "سبھرال" اور مغرب میں "کورڈھی" اور شمال میں "شکر کوٹ، سرہال اور "انگہ" ہیں۔

نوٹ: صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب کا کہنا ہے کہ خوشاب کی ضلعی اور صوبائی حکومت نے اسکا متبادل نام "صدیق آباد" تسلیم کر لیا ہے۔ اگرچہ وادی کے باسیوں کی زبان پر تاحال "کفری" ہی چڑھا ہوا ہے۔ شاید وہ "صدیق آباد" کہتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں۔

Marfat.com

اوچھالی جھیل کے کنارے چِٹہ گاؤں کا خوبصورت منظر

ڈوبتے سورج کا ایک دلکش منظر

Marfat.com

اوگالی گاؤں کے قریب سے لی گئی اوچھالی جھیل اور سکیسر پہاڑ کا دلفریب منظر

وادیٔ سون کا ایک خوبصورت ترین حصہ

Marfat.com

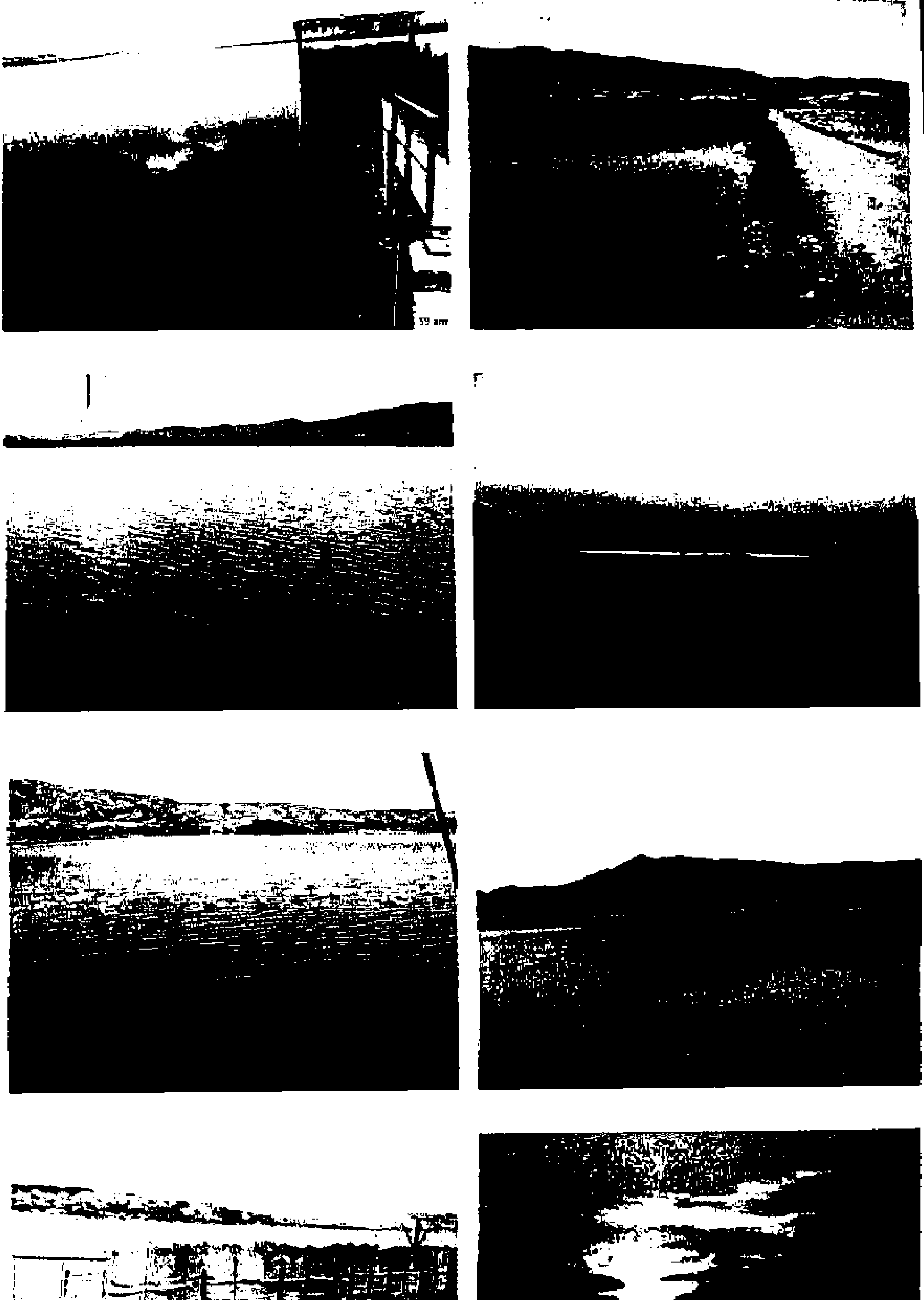

مختلف زاویوں سے لی گئیں اوچھالی جھیل کی تصاویر

Marfat.com

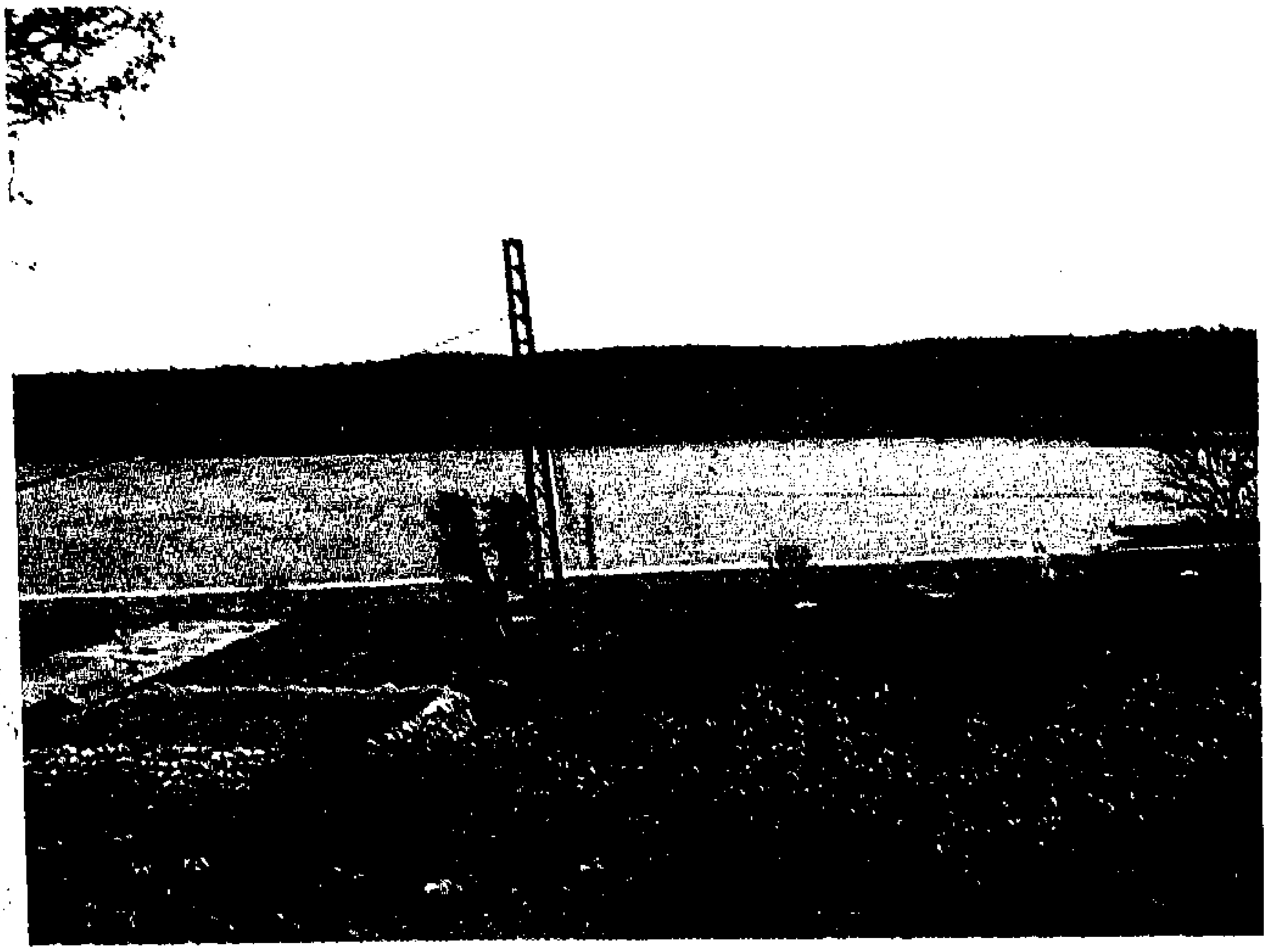

کھبیکی اور دھدھڑ جھیل کا ایک خوبصورت منظر (وادیٔ سون)

جاہلر جھیل کا ایک دلکش منظر (وادیٔ سون)

Marfat.com

وادیٔ سون کا ایک روایتی گھر

حافظ محمد رمضان صاحب کے مدرسہ اور جامع مسجد کا بیرونی منظر

Marfat.com

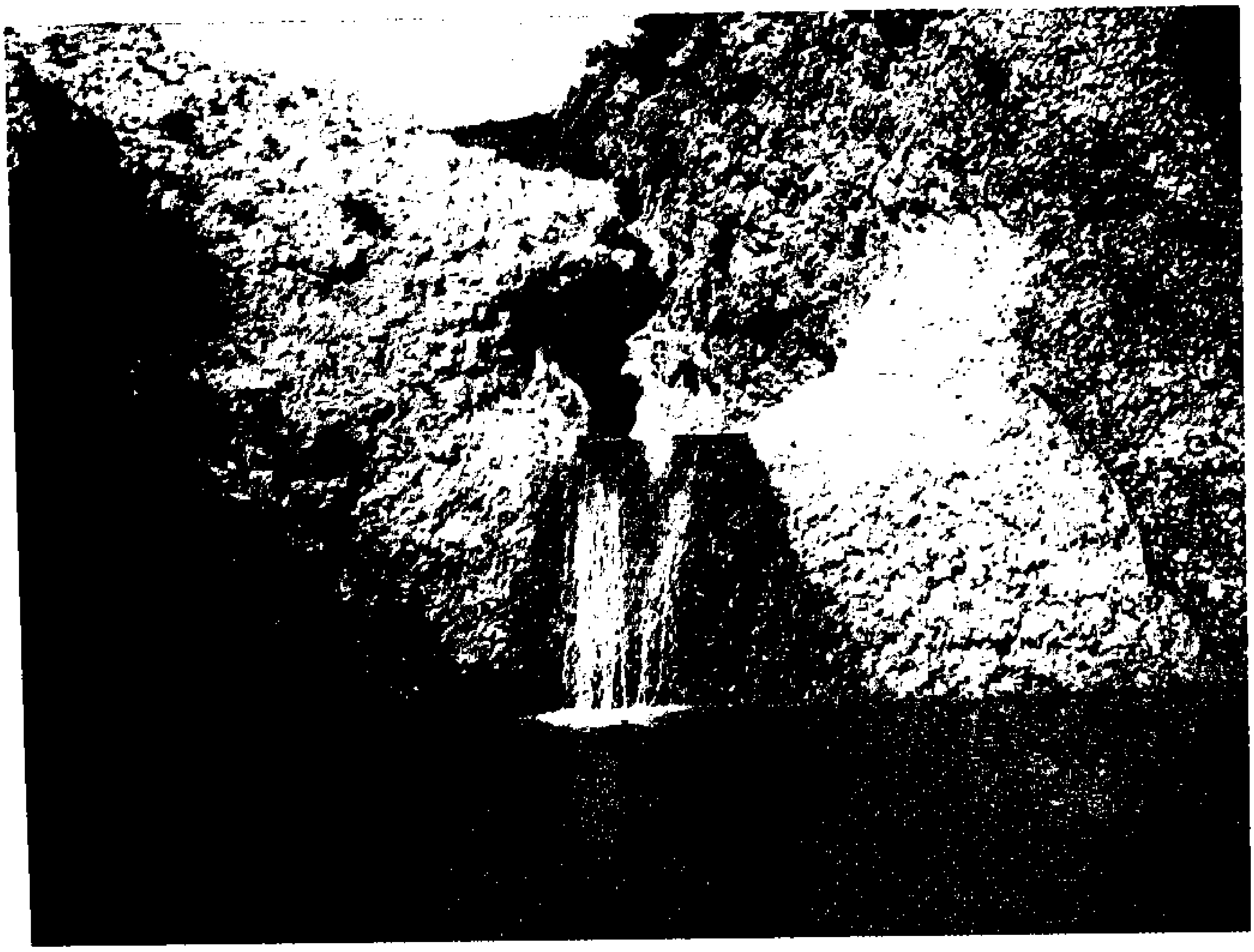

بہتے چشمے کا ایک دلفریب منظر (کورڈھی)

کھیت سے لی گئی سکیسر پہاڑ کی ایک تصویر

Marfat.com

باب نمبر 17

مقالات و مضامین

محترم عبدالقادر حسن صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ میدان صحافت میں اپنا ایک نام اور شناخت رکھتے ہیں۔ انتہائی کہنہ مشق اور منجھے ہوئے لکھاری ہیں۔ سنجیدہ، مدلل اور جاندار کالم نگاری کرتے ہیں۔ ایک عرصہ تک روزنامہ نوائے وقت اور جنگ میں بعنوان "غیر سیاسی باتیں" کالم لکھتے رہے، آجکل روزنامہ ایکسپریس میں لکھ رہے ہیں۔ انہیں بھی مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی خدابخش صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ موصوف نے ہمارے علم کے مطابق حضرت الاستاذ کی شخصیت اور اُن کے دینی ادارہ پر چار کالم لکھے تھے جن میں سے دو ہمیں مل سکے جنہیں کتاب کا حصہ بنایا جارہا ہے۔

اقبال کے گمنام درویش

(محترم عبدالقادر حسن صاحب)

سکیسر پہاڑ کی ترائیوں میں ایک خاموش گاؤں کی بڑی مسجد سب سے اونچی جگہ پر تعمیر کی گئی ہے۔ مسجد کے بڑے صحن کے متصل ایک چھوٹے سے صحن کے بیچ میں شرینہہ کا ایک سایہ دار درخت ہے اور اس درخت کے نیچے عصر کی نماز کے بعد ہر روز ایک عالم دین اور اس گاؤں کی معزز ترین شخصیت ایک چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھتی ہے۔ اس اونچی جگہ سے پوری وادیٔ سون کا منظر نگاہوں کے سامنے کھلا رہتا ہے، گاؤں کے پانچ سات آدمی چارپائی کے قریب ترتیب کے ساتھ رکھے ہوئے چوڑے پتھروں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اِن پتھروں کی سطح کثرتِ استعمال سے گو ملائم بھی ہو چکی ہے مگر پھر بھی وہ اپنی کھدر کی چادریں کندھوں سے اتار کر اُن پتھروں پر رکھ دیتے

Marfat.com

تھے۔ اور اُن کے اوپر سر جھکا کر نہایت احترام کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، بزرگ عالم دین ایک کتاب کھولتے ہیں جو حفاظت کی خاطر غلاف میں لپٹی ہوئی ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ اس کتاب کا درس شروع کرتے ہیں۔ کلام اللہ، احادیث اور صوفیاء اور فلسفیوں کے حوالوں سے اس کتاب کی تشریح کرتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اس کتاب کے حُسنِ کلام، کسی نکتے، کسی راز اور کسی اشارے میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ مجلس پر اچانک خاموشی چھا جاتی ہے۔ شاگرد آہستہ آہستہ سر اُٹھا کر محترم استاذ کی خاموشی کی طرف دیکھتے ہیں تو انہیں گم سُم پاتے ہیں، کھُلا ہُوا چہرہ، ہونٹوں پر ہلکی سی لرزش، آنکھوں میں ستارے اور ہاتھوں میں کپکپی دیکھتے ہیں۔ چند لمحوں کے بعد استاذِ محترم کی آواز پھر سُنائی دیتی ہے اور درس کا سلسلہ جہاں سے ٹوٹا تھا، وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بزرگ ہیں مولانا خدا بخش اور یہ کتاب ہے "ارمُغانِ حجاز" دُنیا میں مرحوم و مغفور حضرت مولانا بہادر یار جنگ کے درسہائے قرآن اور اقبال کے بعد غالباً یہ واحد حلقہٗ درس ہے جس میں حکیم الامتؒ کے کلام کا سبق دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے یہ بزرگ فجر کی نماز کے بعد قرآنِ پاک کا درس دیتے ہیں اور اس کے بعد حدیث شریف اور فقہ پڑھاتے ہیں۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ باوضو حلقہٗ درس اقبال کے کلام کی تشریح اور تفسیر سُنتے سُنتے کبھی اپنے صاحبِ دل مدرس کی طرح شعر کے حُسن اور تاثیر میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ اس پر وجد اور سرور کی ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب حلقہٗ اقبال کے شرکاء پر بھی اقبال کے پیر رومیؒ کے درویشوں کا گمان گزرتا ہے وہ درویش جو مولانا روم کی لازوال شخصیت کی ایک سحر انگیز علامت بن چکے ہیں۔ خود علامہ اقبال علیہ الرحمۃ بھی مولانا رومؒ کے ایک درویش باصفا تھے۔ اقبال کے مسکن سے میل ہا میل دُور یہ اقبال کے وہ گمنام درویش اور خوشہ چیں ہیں جو مصورِ پاکستان کے خوابِ مجسم تھے۔ پاکستان کے تنہا گوشے میں اپنی زخمی روحوں کی دوا اس کے

Marfat.com

کلام میں تلاش کرتے ہیں اور اقبالؒ سے اُس بے پناہ عقیدت اور تحسین کا اظہار کرتے ہیں جو انہوں نے اقبال سے پہلے صرف زمانۂ قدیم کے صوفیاء کرام کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

یہ ساری کیفیت اور یہ حلقۂ درس ایک گزرے زمانے کی بات ہے۔ کئی برس پہلے مَیں نے یہ درس دیکھا اور اس درس کے شاگردوں اور استاذ کی زیارت کی۔ جب کبھی مجھے وہ زمانہ یاد آتا ہے تو درس و تدریس کا یہ سارا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مَیں ابھی ابھی اس درس سے اُٹھ کر آیا ہوں اور اس کی برکت اور سرور سے سرشار ہوں۔ یہ لوگ اقبال کے وہ گمنام پرستار اور درویش ہیں جو اقبال کی یاد میں زمانۂ جدید کے عُلماء کے مذاکروں اور طرزِ نو کے لنچ اور ڈنر میں شریک ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے اور "اقبال اور مَیں" کے انداز میں گفتگو بھی نہیں کرسکتے۔ اُن کو اُن کی دُورافتادگی کی وجہ سے مزارِ اقبال پر حاضری کا موقع بھی نہیں ملتا کہ اُس پر اپنے آنسوؤں کے پھُولوں کی چادر چڑھا سکیں۔ مگر جیسا کہ اقبالؒ کے پیر مولانا رومؒ نے فرمایا ہے کہ "میری تُربت زمین میں مت تلاش کرو، کیونکہ۔

در سینہ ہائے مردم عارف مزارِ ما

میرا مزار مردانِ عارف کے سینوں میں ہے۔ اِقبال کا مزار بھی اُن کے سینوں اور دلوں کے آئینے میں ہے۔ جب ذرا گردن جھکائی زیارت کرلی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اقبال کا کلام اپنی ساری تاثیر اور وجد آفرین کیفیت کے ساتھ اُن کے دلوں میں محفوظ ہے۔

مَیں نے اقبالؒ کے دُورافتادہ مُریدانِ باصفا کا ذکر کیا ہے جو اس کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے سرفراز ہیں۔ لیکن اقبال تو اُن لوگوں کے دلوں میں اُتر چکا ہے جو پڑھنے سے یکسر محروم ہیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کی بات ہے۔ حکیم الامتؒ کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال پاکستان مُسلم لیگ میں شامل تھے اور عملی سیاست کررہے تھے۔ گجرات کے قریب

Marfat.com

ایک جلسہ تھا اور جاوید صاحب اس کے مقرر تھے۔ مَیں جلسہ کی حدود سے باہر گھوم رہا تھا۔ ایک بوڑھا گرتا پڑتا چلا آرہا تھا۔ اس کے کسی واقف نوجوان نے آواز دے کر کہا کہ بابا تم کہاں خوار ہوتے پھر رہے ہو۔ نہ ٹھیک سے نظر آتا ہے اور نہ سُن سکتے ہو۔ مگر بابا کے دِل میں کوئی ایسا شوق سمایا ہُوا تھا کہ اُسے ٹھوکروں کی پروانہ تھی۔ وہ اس نوجوان سے کہنے لگا، مَیں تو ڈاکٹر اقبال کا بیٹا دیکھنے آیا ہوں اور جب ڈاکٹر اقبالؒ کا بیٹا تقریر کرنے کھڑا ہُوا تو مَیں نے اُسے بتایا کہ بابا وہ دیکھو، بوڑھے نے دیکھنے کی بہت کوشش کی اس کے لرزتے ہاتھوں اور میلے کرتے کے دامن نے بار بار اُس کے آنسو پونچھے مگر میرا خیال ہے کہ گجرات کے اس دیہاتی بوڑھے نے ڈاکٹر اقبال کے بیٹے کو صرف دل کی آنکھوں سے ہی دیکھا۔ اب ایک واقعہ خود ڈاکٹر صاحب کی زبانی اُسی انتخابی دَورے کا سنیئے۔ ایک ایسے ہی "بابے" نے جو فرزندِ اقبال کے قدموں تک پہنچ جانے میں کامیاب ہوسکا۔ اس نے اپنے آنسوؤں سے تر داڑھی کو ڈاکٹر صاحب کے جوتوں پر پھیرنا شروع کردیا۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے انہوں نے بڑے میاں کو تو بڑی مشکل سے اُٹھایا۔ لیکن اُسی وقت دل میں توبہ کی اور سیاست سے توبہ بھی.......... عہد کیا کہ وہ سیاست میں ایسے لوگوں کے معیار پر کس طرح پورے اُتر سکیں گے؟ (نوائے وقت ۱۹۸۲ء)

۲ دو درخت ایک کہانی

(جناب عبدالقادر حسن صاحب)

سیاست اور سیاست دانوں پر لکھتے رہنے کے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کیلئے آج میں نیکی کے لئے یہ تحریر لکھ رہا ہوں۔ کوئی پندرہ سولہ برس پہلے مَیں نے اسی موضوع اور اسی دینی مدرسے کے لئے ایک کالم لکھا تھا جس کا ثواب میں آج تک کھا رہا ہوں۔ اَب مَیں ایک بار پھر ثواب کمانا چاہتا ہوں۔ نیت نیک ہے اس لئے اُمید ہے کہ یہ چند سطری کوشش بارآور ثابت ہوگی۔ میں نے اس سلسلے میں پہلے کالم میں ایک درخت کا ذکر کیا تھا جو دیوبند کے قصبے میں کسی جگہ کھڑا تھا اور اس کے سایے میں مولانا محمد قاسم

Marfat.com

نانوتویؒ نے قرآن وحدیث کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بھارت کی سرزمینِ کفر میں اُٹھنے والی "قال اللہ و قال الرسول" کی یہ کمزور سی آواز جو اللہ اور رسول کی راہ میں اُٹھ رہی تھی۔ اللہ نے اس میں اتنی برکت اور طاقت پیدا کر دی کہ اس درخت والا قصبہ دیوبند قرآنی علوم کا مرکز بن گیا اور اُس میں دُنیا بھر سے طلبہ کی آمد شروع ہو گئی۔ دارالعلوم دیوبند کی درسگاہ نہ صرف برصغیر بلکہ وسطی ایشیا تک کے طلبہ کا مرکز بن گئی اور وسطی ایشیا کی مُسلمان ریاستوں میں دین کی تعلیم جن لوگوں نے پھیلائی وہ زیادہ تر اسی دارالعلوم کے تربیت یافتہ تھے۔ دارالعلوم کے اُس درخت کا ذکر ہم نے کتابوں میں پڑھا، جس کے سایے پورے عالم اسلام میں پھیل گئے۔ اب میں اُس درخت کا ذکر کرتا ہوں جس کو مَیں نے اس حال میں دیکھا کہ اس کے سایے میں بھی ایک عالمِ دین بالکل یہی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ جو اُن کے پیش رو نے دیوبند کے درخت کے سایے میں شروع کی تھی۔ وادیٔ سون کے ایک گاؤں کفری (صدیق آباد) کے بیچ میں اونچی جگہ پر واقع ایک مسجد کے صحن میں شرینہہ کا درخت تھا۔ اُس کے سایے میں مولانا خدابخش مرحوم و مغفور صبح کے وقت قرآنی علوم کا درس دیا کرتے اور نمازِ عصر کے بعد اکثر اوقات حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے فارسی کلام کے ایک مجموعے "اَرمغانِ حجاز" کا درس دیتے تھے۔ تعجّب کیجئے کہ ایک دُور اُفتادہ پہاڑی علاقے میں اقبال شناس موجود تھے جو قرآن وحدیث کے بعد اقبال کے کلام کا درس دیتے تھے اور کہتے تھے کہ حکیم الامت نے قرآن وحدیث کی روح کو شعر کا قالب دیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دینی علوم کے عُلماء خوش ذوق لوگ تھے۔ تعصبات سے بالکل پاک اور مغربی تعلیم پانے والے شاعر کو اپنا روحانی امام سمجھنے میں تأمل نہیں کرتے تھے۔ مولانا خدابخشؒ طلبہ کو اپنے گھر سے کھانا فراہم کرتے تھے اور یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ معمولی مالی حیثیّت کا یہ عالم جس کا کوئی ذریعۂ روزگار نہ تھا، کسی طرح یہ اخراجات پورے کرتا تھا۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں نے زندگیاں کسی اعلیٰ مقصد کے لئے وقف کر دیں، قدرت نے بھی اُن کے

Marfat.com

لئے غیب سے اسباب پیدا کر دیئے اور جب تک عُمر اور صحت نے اجازت دی، درس و تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا اور آج جب مولانا اس دُنیا میں موجود نہیں اُن کے صاحبزادے نے یہ سلسلہ آگے بڑھایا ہے اور ایک باقاعدہ درسگاہ کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ یہ شریہنہ کے اُس درخت سے کچھ دُور ہے لیکن یہ درخت اگر اب تک باقی ہے تو اسکی ہوائیں اِس نئی درسگاہ کو ضرور چھُو کر گزرتی ہوں گی۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادے جناب مُحمد بخش صاحب کی یہ ہمت ہے کہ انہوں نے بس اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا ہے۔ اس دفعہ انہوں نے مجھے مجوزہ عمارت کا نقشہ بھجوایا ہے۔ جامعہ اسلامیہ وادیٔ سون کی ایک ایسی درسگاہ بنتا جا رہا ہے جس میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد اِس پُر فضا ماحول میں قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کر رہی ہے اور یہاں سے ملنے والی روشنی کو آگے پھیلا رہی ہے۔ جامعہ کے ساتھ ایک درسگاہ طالبات کے لئے بھی شروع کی گئی ہے جسے جامعہ عائشہ کا نام دیا گیا ہے اس طرح یہ طلبہ و طالبات کے لئے ایک مکمل درسگاہ ہے۔ جیسا کہ عرض کیا ہے کہ ایسے ادارے مُسلمانوں کے مالی تعاون سے ہی چل نکلتے ہیں مَیں تو صرف اتنی ضمانت دے سکتا ہوں کہ آپ کا مالی تعاون وہیں خرچ ہو گا جہاں کے لئے بھیجا جائے گا۔ اکثر اوقات خصوصاً رمضان المبارک میں لاتعداد اداروں کی طرف سے مالی تعاون کے لئے اپیلیں موصول ہوتی ہیں لیکن مَیں اُن اداروں سے براہِ راست واقف نہیں ہوتا۔ جن اداروں مثلاً شوکت خانم ہسپتال، فاطمید، اس طرح کے مشہور اداروں سے تعارف ہے۔ اِن کے لئے کسی اپیل کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے کہ اُن کا کام اتنا واضح کھُلا اور معروف ہے کہ زیادہ سے زیادہ صرف یاد دلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی ضمانت یا سفارش کی نہیں۔ لیکن وادیٔ سون کے اِس دُور افتادہ ادارے کے لئے خصوصی اپیل کی ضرورت پڑی ہے اور یہ ایک طرح سے میرا ذاتی مسئلہ بھی ہے کہ مولانا خدا بخش صاحب کی جوتیوں میں بیٹھنے کا شرف مجھے بھی حاصل رہا ہے اور مَیں کیا بیان کروں کہ یہ اِس گُمنام علاقے میں کتنی بڑی شخصیت تھی۔ علم اور نیکی کے ایک فرد

Marfat.com

میں اس سے بڑا اجتماع بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ مولانا جنہیں سب لوگ استاذ کہتے تھے، جب گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لاتے تو راستے کے پتھر بھی ادب کے ساتھ سر جھکا لیتے۔ خواتین منہ دیوار کی طرف کر لیتیں اور مرد سینے پر ہاتھ رکھ کر جھک جاتے ایسے لگتا تھا جیسے روشنی، نیکی اور شرافت کا کوئی مجسمہ قدم اُٹھا رہا ہے جس کے دل میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ ہے۔ دیکھئے برسوں گزر گئے مگر وہ چہرہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ مَیں خوش نصیب ہوں کہ مجھے زندگی کے ابتدائی ایام میں اتنی برکت اور تقویٰ کے سایے میں چند دن گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ کئی عُلماء جن کی اپنی درسگاہ بھی تھی، اپنے بچوں کو دینی تربیت و تدریس کے لئے یہاں بھجواتے تھے۔ اِسی نادر روزگار شخصیت کی یاد میں اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے موضع کفری ضلع خوشاب کی یہ درسگاہ ہے۔ پتہ یوں ہے۔

جامعہ اسلامیہ ابوبکر صدیق چوک، ڈاکخانہ کفری تحصیل و ضلع خوشاب اور ادارے کے بنک اکاؤنٹ کا نمبر ہے۔ 200022-1 نیشنل بنک نوشہرہ، ضلع خوشاب

اب جب مَیں مالی تعاون کی اپیل کر رہا ہوں اور اُن کے لئے پتہ اور اکاؤنٹ نمبر وغیرہ لکھ رہا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اس ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن میں سے کوئی ایک بھی اس ادارے کی مالی ذمہ داریاں سنبھال سکتا ہے۔ حکومت سے اپیل قطعاً بے سود ہے کہ یہ حکومت اِن مدرسوں اور اداروں کی بیخ کنی میں لگی ہوئی ہے اور یہی حکومتی پالیسی اِن اداروں کی کارکردگی اور مقاصد کی صحت اور درستی کا ایک ثبوت بھی ہے۔ اگر یہ اسلامی کلچر اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کا باعث نہ ہوتے تو حکومت دل کھول کر اِن کی مدد کرتی۔ آخر میں ایک بات عرض کر دوں کہ ایسے اداروں کی امداد کے لئے رمضان المبارک یا اسطرح کا کوئی ایک مہینہ مخصوص نہیں ہے۔ یہ ادارے سال بھر چلتے ہیں اور نیکی کے لئے کوئی ایک مہینہ مقرر نہیں ہے۔ (۱۹ اکتوبر ۲۰۰۶ء)

Marfat.com

ایک شخص پوری وادی کو ویران کر گیا

(مقالہ: حضرت مولانا غلام مرتضےٰ صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ، چکوال)

بعض ہستیوں کی کتابِ زندگی کے جب اوراق پلٹ کر ذرا گہرائی سے مطالعہ کریں تو انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ سوچنے لگتا ہے کہ آیا واقعی یہ انسان تھا یا کوئی فرشتہ بشکل انسان، اُن کے کردار و عمل میں عجب سی کشش، تاثیر اور مہک ہوتی ہے کہ بے ساختہ انسان پکار اٹھتا ہے "اِنْ ہٰذا اِلّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ" یہ تشبیہ نبوت و رسالت میں نہیں دے رہے بلکہ پاکیزہ کردار اور اُجلی سیرت میں دے رہے ہیں۔ پیغمبر تو بہر حال پیغمبر ہے، لیکن بعض نائبین انبیاء بھی عام انسانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ جوں جوں ذرا ہوش آیا اور کتابِ حیات میں اُن کے بے مثال طرزِ فکر اور تعجّب خیز طرزِ عمل پر غور و خوض کیا جاتا ہے تو اسی نسبت سے محبّت کے ساتھ ساتھ عقیدت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ جب بھی کبھی انفرادی یا اجتماعی زندگی کا کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ تو ایک نئے کمال اور نئی شان کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور بالآخر عقل و خرد کے اندازے شکست تسلیم کر لیتے ہیں کہ ہم جیسے لوگ اس مقام کا ادراک کر ہی نہیں سکتے جہاں سے وہ سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس نے اندازوں اور تخمینوں کو ہمیشہ ہزیمت سے دوچار کیا۔ بایں ہمہ انسان اپنی زندگی میں موت کو وہم اور تخمینوں کو یقین تصور کرتا ہے۔ اپنے پیاروں کو اپنے ہاتھوں مٹی تلے چھپانے کے باوجود بھی اس کا نفس اس کو یہی فریب دیتا ہے کہ "ابھی تو میں جوان ہوں"۔

بعض باغبان ایسے ہوتے ہیں کہ باغ کی ساری رونق انہی کے دم سے ہوتی ہے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد چمن ہی ویران ہو جاتا ہے۔ کچھ میرِ محفل ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے اُٹھ جانے کے بعد محفل پر مکمل افسردگی و پژمردگی چھا جاتی ہے۔ اُستاذ العلماء

Marfat.com

مخدوم الصلحاء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس پر یہ ساری تشبیہات صادق آتی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

باغ باقی ہے، باغبان نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسبان نہ رہا
کارواں تو رہے گا رواں مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

آپ طویل علالت کے بعد اپنے اہل خانہ، عزیز واقارب، تلامذہ اور اہل عقیدت و محبّت کو تڑپتے، سسکتے اور روتے رُلاتے ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

چُھپ گیا آفتاب، شام ہوئی
اِک مسافر کی راہ تمام ہوئی

اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَاتَفْتِنَا بَعْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَابْدِلْہٗ دارًا خیرًا مِن دارِہٖ واَھلًا خیرًا مِن اَھلِہٖ واغْسِلْہُ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثوبُ الْاَبْیَضُ من الدنس۔ آمین یاارحم الراحمین

آپ نے اپنی ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ اور مادہ پرستی کے اس دور میں روحانیت، رجوع الی اللہ اور انابت و تقویٰ کے چراغ روشن کیے۔ علم، انسان میں بعض اوقات احساس برتری اور تعلّی پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن یہ چیز آپ کی شخصیت میں ڈھونڈنے کو نہ ملے۔ آپ تو فنافی التوحید تھے۔ ایسے انسان میں اپنی بڑائی کا احساس بھلا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ آپ تو پیکر عجز و انکسار تھے۔ تواضع آپ کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ انتہائی سادہ، بے تکلّف اور خلیق انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوز و گداز کی صفت والا دل عطا کیا تھا۔

قحط الرجال کے اس دور میں جبکہ ہر شعبۂ زندگی میں بالعموم اور دینی حلقوں میں

Marfat.com

بالخصوص مُسلم معاشرے کے لیے مفید، کارآمد اور مؤثر و باکردار افراد کی تیاری تقریباً بند ہو رہی ہے۔ اِن حضرات کا اُٹھ جانا پوری امت کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ اُن کا کوئی فیصلہ حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ تاہم ان جیسے روح فرسا حوادث پر طبعی غم اور صدمہ تقاضائے فطرت ہے اگر یہ اپنی حدود میں رہے تو شریعت نے اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی بلکہ ایک درجہ میں لائق تحسین قرار دیا ہے۔

حضرت الاستاذؒ نے ۱۸۹۸ء یا ۱۹۰۱ء میں چمن دنیا کو رونق بخشی۔ ابتدائی فارسی کتب اپنے گاؤں صدیق آباد (کفری) میں ابو عبد الرحیم مولانا میاں محمد صاحبؒ سے پڑھیں۔ پھر فارسی ادب میں گلستان و بوستان اور ابتدائی صرف و نحو مولانا قاضی غلام مصطفٰے صاحبؒ آف سبھرال سے پڑھی۔ بعد ازاں مختلف شہروں، قصبات، دیہات میں علوم دینیہ کی سچی طلب اور تڑپ آپ کو کشاں کشاں لیے پھرتی رہی۔ تحصیل علوم کی پیاس نے آپ کو بندیال، پپلاں (ضلع میانوالی) بستی نڑھال (ضلع ملتان) اور چھپھڑ شریف جیسی وسائل سے محروم، سنگلاخ چٹانوں پر مشتمل اور اسباب زندگی سے تقریباً خالی مختصر انسانی آبادی رکھنے والی بستی تک پہنچادیا۔ جہاں آپ نے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سلطان اعظم صاحبؒ سے احادیث شریف کی تکمیل کی۔

علمی استعداد و صلاحیت کو بھانپ کر حضرات اساتذہ کرام نے آپ کو زمانہ طالب علمی میں نچلے درجے کے اسباق، دوسرے طلبہ کو پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی تدریس بھی کرتے رہے۔ جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے تو پندرہ طلبہ جو فنون کی مختلف چھوٹی بڑی کتب پڑھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ آگئے اور آپ نے توکلاً علی اللہ، مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھ کر، اپنے محلے کی جامع مسجد میں درسِ نظامی کی تمام کتابیں پڑھانی شروع کر دیں۔

Marfat.com

وہ ذاتِ اَقدس جَل جَلالہٗ جو علم کا مرکز و سرچشمہ ہے اور جو اپنی مخلوق کو بقدر ظرف و بتقاضائے حکمت و مصلحت علم تقسیم کرتی ہے۔ اس نے آپ کے سینے کو علوم و معارف سے بھر دیا، علوم عالیہ (قرآن و حدیث اور فقہ وغیرہ) اور علوم آلیہ (صرف و نحو، منطق و فلسفہ وغیرہ) میں ایک خاص ملکہ عطاء فرمایا تھا۔

آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے والے طلبہ جب کسی دوسرے استاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر علم کی پیاس بجھانا چاہتے تو ان کی ماضی کی استعداد کو دیکھ کر یہ پکار اٹھتے۔ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولانا خدا بخش صاحب کفری والے کے ہاں سے پڑھ کر آئے ہیں"۔ طلبہ اس سوال کا جواب اثبات میں دیتے۔

فارسی زبان و ادب میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے۔ ایک مرتبہ بندہ (غلام مرتضیٰ) آپ سے بوستان سعدی کا سبق پڑھنے کے لیے حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آج کا جو سبق آگے پڑھنا ہے، اس کے غالباً تین صفحے غائب ہیں۔ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ مدرسہ میں نہیں تھا کہ اس سے سبق پڑھ لیتا۔ ایک ہی نسخہ تھا۔ طلبہ باری باری اسی سے سبق پڑھتے اور مطالعہ بھی کرتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا؟ سبق کیسے پڑھوں گا؟ حضرتؒ کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: گھبرانے کی ضرورت نہیں، کاغذ قلم لاؤ۔ مجھے وہ تمام اشعار زبانی یاد ہیں۔ میں لکھاتا جاؤں گا آپ لکھتے جائیں"۔ میری حیرت کی اس وقت انتہاء نہ رہی جب حضرت نے تمام اشعار جو تین صفحوں پر مشتمل تھے، زبانی لکھوا دیئے۔

حضرتؒ عربی و فارسی کتب کا ترجمہ خالصتاً پنجابی اور تحت اللفظ کرواتے تھے۔ جس سے ہر ہر لفظ کا لغوی معنی معلوم ہونے کے ساتھ ترکیب بھی واضح ہوتی چلی جاتی تھی۔ اس کے بعد انتہائی خوبصورت انداز میں اور کمال جامعیت کے ساتھ اسکی توضیح و تشریح فرماتے۔

آپ میں تواضع و انکسار اس درجہ کا تھا کہ شعبہ حفظ کے ۸/۱۰ سال کے بچے کو بھی حافظ

Marfat.com

صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ کسی طالب علم پر ناراض ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ تاہم آپ کا جلال، ہیبت اور رُعب ہر چھوٹے بڑے پر چھایا رہتا۔ غیرتِ ایمانی اور حمیتِ دینی کا آپ کی ذات پر بیحد غلبہ تھا۔ خصوصاً شرک و بدعت کی بات یا عمل پر اسقدر آپ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو جاتا کہ گویا انار آپ کے رخساروں پر نچوڑ دیا گیا ہو۔ شرک و بدعت اور غیر شرعی رسومات کا قلع قمع کرنے اُن کے بخیے ادھیڑنے اور توحید و سُنت کی اشاعت میں آپ کا کردار لائقِ صد تحسین ہے۔

تحریکِ پاکستان میں آپ کی مَساعی اور کاوشیں بھی یقیناً ناقابل فراموش ہیں۔ علی گڑھ کے طلبہ کے جو جلسے وادی سُون میں ہوتے تھے، آپ اُن کے روحِ رواں تھے۔ ہر جلسہ آپ کی صدارت میں ہوتا۔ صدارتی خطبہ میں علی الاعلان مُسلمانوں کو ایک علیحدہ خطہ کو حاصل کرنے کے لیے اُبھارتے، جس میں قرآن و سُنت کا اَبدی اور عالمگیر نظام رائج ہو۔ جہاں اہلِ اسلام آزادانہ طور پر قرآن و سُنت پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ آپ نے وادی کے مُختلف قصبات و دیہات میں جلسے جلوس کر کے عام لوگوں میں ایک عجیب جذبہ و ولولہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ سی آئی ڈی کی رپورٹ کی بناء پر گرفتار ہوئے اور بالآخر شاہ پور جیل میں پہنچا دیئے گئے اور کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد رہائی ملی۔

حضرت الاستاذؒ اور مُرشدِ عالمؒ کا باہمی تعلق

ہم عصر عُلمائے کرام اور صلحاء و صوفیاء کیساتھ آپ کا تعلق محبّت بھرا ہوتا، خصوصاً مرشدِ عالم حضرت حافظ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ سے آپکا تعلق بہت گہرا تھا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ اور حضرت مرشدِ عالمؒ دونوں بزرگ، حضرت الاستاذؒ کی دعوت پر صدیق آباد (کفری) تشریف لائے۔ جہاں تصوف و

Marfat.com

سلوک کے موضوع پر بڑے ہی علمی، تفصیلی اور پُر اثر بیانات ہوئے، جن سے سامعین کو بے حد نفع ہوا۔

حضرت مرُشدِ عالَم کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا صاحبزادہ عبد الرحمن قاسمیؒ کے ساتھ بھی وہی محبّت والا تعلق رہا جو حضرت مُرشدِ عالَم سے تھا۔ جامعہ اسلامیہ، ابو بکر صدیق چوک کے سنگ بنیاد کے تاریخی اور مبارک موقع پر باقاعدہ، صاحبزادہ عبد الرحمن قاسمیؒ صاحب کو دعوت دی گئی، جس پر انہوں نے لبیک کہا، اور اپنے چند رفقاء سمیت پوری محبّت اور اہتمام کے ساتھ تشریف لائے۔ اس موقع پر انہوں نے اپنی طرف سے جامعہ اسلامیہ کی درسگاہوں کا ایک کمرہ بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ چکوال واپس پہنچ کر انہوں نے فوری طور پر بیس ہزار روپے (۲۰,۰۰۰) نقد کی صورت میں پہلی قسط بھیج دی۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور بقیہ رقم جمع کرانے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں کو اُڑا دیں، تڑپتا چھوڑ کر دار الفناء سے دار البقاء کو سدھار گئے۔

(رحمہُ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ)

استاذِ محترم مولانا حافظ مُحمد بخشؒ اور حضرت مرشدِ عالم نقشبندیؒ

استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے وصال کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے اور علمی و روحانی جانشین حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب نے حضرت مُرشدِ عالَمؒ سے اپنے مَراسم و روابِط کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اُن میں مزید عقیدت و محبّت کا رنگ بھر دیا۔ حضرت مرشد عالَمؒ اپنے سالانہ نقشبندی اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت استاذ محترم کو فون پر دعوت دیتے یا پھر باقاعدہ پرنٹڈ دعوت نامہ بھیج دیتے تو حضرت الاستاذؒ ایک دو دن کے لیے مع رفقاء کے تشریف لے جاتے۔

۲۰۰۱ء تک بندہ (غلام مرتضیٰ) کی رہائش دار العلوم حنفیہ کے ایک مکان میں تھی اس لیے حضرتؒ میرے ہاں ہی آرام فرما ہوتے۔ آپ کے ساتھ عموماً آپ کے قدیم

Marfat.com

شاگردوں میں سے حافظ انور حسین بھی ہوتے۔ آپ جب اجتماع کی مختلف نشستوں میں بیانات سننے کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے تو عجیب عجز وانکسار آپ میں دیکھنے کو ملتا۔ سٹیج پر بیٹھنا پسند نہ فرماتے حالانکہ آپ کو باقاعدہ سٹیج پر تشریف فرما ہونے کی دعوت دی جاتی۔ جب اصرار بڑھ جاتا تو ارشاد فرماتے۔ "نیچے بیٹھ کر جتنا فائدہ ہوتا ہے اتنا اوپر بیٹھ کر نہیں ہوتا"۔

جب استاذِ محترم کے ہاں جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں سالانہ جلسہ ہوتا تو حضرت مولانا عبدالرحمن قاسمی صاحبؒ اور آپ کے برادر صغیر جانشین مُرشدِ عالَم حضرت مولانا پیر عبدالرحیم صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کو پورے اہتمام اور محبّت سے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جاتی، جس پر یہ پورے اہتمام سے ضرور تشریف لے آتے۔

حضرت مرشد عالمؒ اور حضرت استاذِ محترمؒ وادیٔ سون کے مرکزی قصبہ اور سب تحصیل نوشہرہ کی فضاء اور ماحول کے حوالے سے کافی متفکر رہتے اور باہم مشورہ کرتے رہتے کہ یہاں کی مسموم فضاء کو کیسے تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ اس شہر کے باشندوں کو توحید و سُنت کے نورانی اور پاکیزہ ماحول سے کیسے آشنا کیا جاسکتا ہے؟ بدعات کے بُرے نتائج سے کس طرح انہیں باخبر کیا جائے؟ انتہائی خواہش تھی کہ اس شہر میں اہل حق کا کوئی مرکز قائم ہو جائے، لیکن تقدیر کے فیصلے غالب ہو کے رہتے ہیں چنانچہ ان دونوں بزرگوں کی خواہشات کی تکمیل کو اَجَل نے مہلت ہی نہ دی۔ تاہم بعد میں یہ سعادت انگہ کی مستری برادری کو نصیب ہوئی جس میں بھائی محمد عجائب صاحب کی کاوشیں لائق صد تحسین و تقلید ہیں۔

بندہ اپنی قسمت پر نازاں بھی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی بجالاتا ہے کہ میرے علمی اور روحانی دونوں سلسلے بڑے عظیم ہیں علوم ظاہری کی پیاس بجھانے کے لیے حضرت مولانا خدابخش صاحبؒ اور حضرت مولانا صاحبزادہ محمد بخش صاحبؒ کے چشمۂ

Marfat.com

سلسبیل سے علوم و معارف کے چھلکتے جام پیتا رہا، جبکہ روحانی علوم کی تشنگی کو مٹانے کے لیے مرشدِ عالم حضرت مولانا حافظ غلام حبیب نقشبندیؒ کے روحانی بحرِ زخّار سے اپنے خالی ظروف کو بھرتا رہا۔ ان دونوں مقدس سلسلوں کے بزرگوں کی اس بندۂ عاجز پر بے پایاں عنایات رہی ہیں اور اب بھی ہیں۔ اسی طرح بندہ کے والدِ ماجد ملک عطا محمدؒ حضرت مولانا عبد المالک صدیقیؒ سے اور برادرِ کبیر حاجی غلام مصطفٰی صاحب حضرت مرشدِ عالمؒ سے بیعت تھے۔

یاد پڑتا ہے کہ استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ جب گورنمنٹ پرائمری سکول کورڈھی میں اپنی ذمہ داریاں نبھارہے تھے، اس وقت بندہ کے والدِ ماجد، حضرت استاذِ محترمؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درخواست کرتے کہ اس بچے کو آپ نے حافظ بنانا ہے۔ جبکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا۔ جب میں نے پرائمری سطح کی تعلیم مکمل کرلی تو میری والدہ محترمہؒ مجھے اپنے ساتھ صدیق آباد میں حضرتؒ کی خدمت میں لے گئیں اور مجھے حفظ کے لیے حضرتؒ کے حوالے کردیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شعبۂ حفظ کی تدریس کے فرائض خود حضرتؒ انجام دیا کرتے تھے۔ مغرب کے بعد حفظ کی کلاس شروع ہوتی اور رات گئے تک جاری رہتی۔ نمازِ فجر کے بعد ایک گھنٹہ کلاس میں تشریف فرما ہوتے اور پھر سکول چلے جاتے تھے۔

حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا رعب عطا فرمایا تھا۔ کوئی شخص اور طالب علم آپ کے چہرے پر چند لمحوں سے زیادہ اپنی نگاہ کو نہیں جما سکتا تھا۔ مزاج قدرے سخت تھا، اس لیے بگڑے ہوئے، محنت سے جی چُرانے والے، غفلت شعار، غیر حاضریاں کرنے والے، چھپ کر بھاگ جانے والے طلبہ کا دماغ درست کردیتے تھے تاہم حضرت والد ماجد، مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کی موجودگی میں یا اُن کے اچانک آجانے پر طلبہ کو سزا دینے کی ہمّت نہ ہوتی۔ اگر سزا دے رہے ہوتے تو سزا موقوف کرکے اسی وقت دائیں بائیں ہوجاتے۔

Marfat.com

بندہ اپنے زمانۂ طالب علمی میں دوسرے تمام طلبہ سے چونکہ کم عمر تھا، اس لیے حضرت اُستاذِ محترم نے ازروئے شفقت و محبّت رمضان شریف میں دو سال تک بندہ کے ساتھ قرآن کریم کا دَور کیا ہے۔ رات کو حضرتؒ خود نماز تراویح میں قرآن کریم سناتے اور بندہ آپ کا سامع ہوتا۔ رمضان شریف میں نماز مغرب کے بعد حضرتؒ مجھے نوافل میں منزل سنانے کا حکم دیتے اور خود پیچھے کھڑے ہو جاتے۔ بہت باریک باریک غلطیوں پر گرفت فرماتے۔ بندہ نے چونکہ از اول تا آخر مکمل قرآن کریم حضرتؒ سے پڑھا تھا، اس لیے میں نے حضرتؒ کے انداز تلاوت اور لہجہ کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ کبھی کبھار میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے: "یہ چھوٹا حافظ بڑے حافظوں کی طرح پڑھتا ہے"۔ بندہ کو تو یاد نہیں البتہ حضرتؒ بعض اوقات بطور تفنُّنِ طبع کے طور پر فرمایا کرتے کہ غلام مرتضےٰ جب مدرسہ اسلامیہ کے شعبۂ حفظ میں داخلے کے لیے آیا تو میں نے سوال کیا "سکول میں کتنی کلاسیں پڑھی ہیں؟"۔ تو اس نے کہا کہ "میں پنج جماعتاں پاس آں"۔ اس جملے پر حضرتؒ دیر تک مسکراتے رہتے۔

بندہ نے دوران حفظ کبھی تعلیم میں غفلت کی وجہ سے مار نہیں کھائی۔ ہاں! ایک واقعہ یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ کے جنوبی حجرہ میں مولانا حافظ میاں شہاب الدینؒ آف کوڑھی اور دوسرے طلبہ کتب سلور کی چائے دانی میں اپنی چائے تیار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کے ایک موقع پر اُن کی چائے پک رہی تھی، میں حجرے کی چھت پر چڑھ گیا۔ چولہے کی بالکل سیدھ میں چھت میں دھواں کے نکلنے کا ایک سوراخ تھا، میں نے مٹھی بھر مٹی اُٹھا کر سوراخ سے نیچے پھینک دی، جس کی وجہ سے چائے خراب ہو گئی۔ طلبہ نے حضرتؒ سے شکایت کی۔ بندہ کی طلبی ہوئی پوچھا تو اپنے کا جرم اعتراف کر لیا، اس پر حضرتؒ نے تادیباً میرے کان کھینچے اور دو چانٹے رسید کر دیئے۔ اس خفیف سی سزا کے بعد آئندہ کے لیے میں شرارت سوچ سمجھ کر کرتا تھا۔

حفظ مکمل ہو جانے کے بعد فارسی کی ابتدائی کتب کے لیے بندہ نے اُستاذ

Marfat.com

العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ چنانچہ آپ کے پاس میں نے، کریما، نام حق، پند نامہ، مالا بدّ منہ، گُلستان اور بوستان جیسی فارسی زبان و ادب کی کتابیں پڑھیں۔ آپ چونکہ انتہائی رقیق القلب تھے۔ گُلستان، بوستان، کریما اور پند نامہ وغیرہ کتابیں اپنے مضامین کے اعتبار سے بہت موثر ہیں۔ توجہ اور استحضار کیساتھ پڑھانے والے اساتذہ اور پڑھنے والے طلبہ ضبط کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں اور بے اختیار آنسوؤں کی رم جھم شروع ہو جاتی ہے۔ بندہ پر تو کوئی خاص اثر نہ ہوتا، تاہم حضرتؒ پڑھاتے پڑھاتے اچانک رُک جاتے اور میں جب نگاہ اُٹھا کر آپ کے چہرے پر ڈالتا تو محسوس ہوتا کہ چہرے کا رنگ متغیر ہو چکا ہے، اور آنسو موتی بن کر آپ کے رخساروں سے مسلسل ڈھلک رہے ہیں۔

صرف و نحو کی ابتدائی کتب بھی حضرتؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ درجۂ اولیٰ میں نے آپ کے ہاں پڑھا، جس سے بنیاد بن گئی تھی۔ صَرف میں آپ عموماً ابواب الصرف فارسی پڑھاتے تھے اور صرفی قوانین کے لیے پنجابی زبان میں قانونچہ کھیوالی اور شاہ ولایت پڑھاتے تھے۔ نحو میں نحو میر، شرح مائۃ عامل ترکیب تھقری کے ساتھ پڑھی ہیں۔ اس کے بعد حضرتؒ سے اجازت لیکر کراچی "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" علامہ بنوری ٹاؤن میں درجۂ اُولےٰ میں پھر سے داخلہ لیا اور درسِ نظامی کے مکمل آٹھ سال کے بعد وہیں سے فراغت ہوئی۔

"جامعۃ العلوم الاسلامیہ" کراچی میں داخلہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ میرے برادر کبیر حاجی غلام مُصطفٰے صاحب سٹیل ملز میں ملازم تھے، اُن کی خواہش تھی کہ میں اُن کی نگرانی میں پڑھوں۔ جہاں اُن کا آنا جانا بھی لگا رہے اور زمانہ طالب علمی کی میری ضروریات کا اُنہیں علم ہوتا رہے تاکہ فوری طور پر اُن کا انتظام بھی کرتے رہیں۔ واضح رہے کہ بندہ نے ۱۹۷۶ء میں "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" میں داخلہ لیا تھا۔

حضرت مرشد عالمؒ کی کراچی میں عموماً آمد و رفت رہتی تھی۔ بھائی جان کی وجہ سے اُن

Marfat.com

کی صُحبت بھی میسر ہوتی رہتی۔ آپ ہل پارک اور بہادر آباد میں بھائی عبد الشکور صاحب اور شیخ یعقوب صاحب کے ہاں قیام فرماتے۔ جہاں اصلاحی مجالس کا سلسلہ جاری رہتا۔ بندہ اپنے ہم سبق ساتھی مولانا غلام ربانی صاحب کشمیری کی معیت میں حضرت مرشد عالمؒ کی مجلس میں آیا کرتا تھا اور رات کا قیام حضرتؒ کے ہاں ہی ہوتا تھا۔ میری یہ خوش نصیبی ہے کہ آپ کمال شفقت و محبّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تہجد کے وقت وضو کرانے کی خدمت مجھے عطا کرتے۔ اسی دوران حضرت مرشد عالمؒ سے بیعت کا تعلق بھی قائم ہو گیا۔

کراچی میں قیام کے دوران ایک واقعہ ابھی تک حافظہ کی لوح پر خوب اچھی طرح نقش ہے کہ نماز فجر کے بعد شرف آباد کی جامع مسجد میں حضرت مرشد عالمؒ کا وعظ (درس) تھا۔

آپ کا وعظ اور درس کیا ہوتا تھا؟ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آپ کا درس اپنی فصاحت و بلاغت، قوتِ تاثیر، طرزِ موعظت اور حُسنِ اُسلوب کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہوتا تھا۔ درس کیا تھا؟ بس حضرتؒ سامعین کی ارواح اور قلوب کو اُن کے اجسام اور سینوں سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ ایسے خوبصورت اشاروں سے قرآنی مضامین سمجھانے کا ملکہ رکھتے تھے کہ حاضرین عش عش کر اُٹھتے۔ یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں اور نہ مجھ جیسا طالب علم یہ بات صرف عقیدت کی بنیاد پر کہہ رہا ہے بلکہ آپ کے مُعاصر بڑے بڑے اہل علم، اور محققین نے اس بات کا علانیہ اعتراف کیا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے جس کو جس نعمت سے نواز دے۔ وہ قادرِ مطلق اور حکیم مطلق ہیں۔

آپ کا وعظ اور درس، قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر مشتمل ہوتا تھا اور اس میں اصلاحی پہلو غالب رہتا تھا۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے بیش قیمت علمی نکتے اور جواہرات حاضرین کے سامنے پیش کرتے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ عین وعظ کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء اور غیبی فیض کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

اسی سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحیم حجازی صاحب بھی تھے، جو اس وقت الحمدللہ حضرت مرشد عالمؒ کے علمی، دینی اور روحانی جانشین ہیں اور اب دینی حلقوں میں "جانشین مرشدِ عالم پیر عبدالرحیم نقشبندی مجددی مدظلہ العالی" کے نام سے معروف ہیں۔ اور دارالعلوم حنفیہ چکوال سمیت کئی شاخوں کے مہتمم ہیں۔۔۔۔ حضرتؒ کے وعظ میں تقدیر اُمَم کی بات ہو رہی تھی۔ آپ نے دورانِ وعظ اپنے صاحبزادے کی طرف اشارہ فرمایا اور سوال کیا کہ علامہ اقبال مرحوم کا وہ کونسا شعر ہے جس میں تقدیر اُمَم کا تذکرہ ہے؟ صاحبزادے کو مجمع میں کھڑے ہو کر شعر سنانے کا حکم فرمایا۔ اُنھوں نے حکم کی تعمیل کی اور علامہ اقبال کا یہ شعر سنایا۔

آ میں تجھ کو بتاؤں تقدیر اُمَم کیا ہے
شمشیر وسِناں اول، طاؤس و رُباب آخر؟

شعر سنانے پر حضرتؒ نے اپنے صاحبزادے کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی۔۔۔ درس کے بعد بندہ (غلام مرتضیٰ) اور مولانا غلام ربانی صاحب نماز اشراق سے فارغ ہو کر علامہ بنوری ٹاؤن واپس لوٹ آئے۔

حضرت الاستاذؒ ایک گوہرِ نایاب

(ابوہارون قادر بخش اعوان، لاہور)

حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ نے ایک خالص علمی، دینی اور روحانی ماحول میں آنکھ کھولی۔ آپ کے آباء و اجداد سب کے سب اولیاء اللہ اور صاحبِ نسبت لوگ تھے، اور علاقہ بھر میں عزت واحترام اور عقیدت و محبّت کی نگاہ سے دیکھتے جاتے تھے۔ لوگ اپنی علمی و روحانی پیاس بُجھانے کے لیے اُن کے ہاں حاضر ہوتے اور فیض یاب ہو کر واپس لوٹتے۔ اُن کی مجالس میں بیٹھ کر لوگ قلبی سکون و اطمینان محسوس کرتے۔ گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق ملتی۔

حضرت الاستاذؒ نے جب ہوش سنبھالا تو گھر اور مسجد میں قال اللہ اور قال الرسول

Marfat.com

کی مسحور کن صدائیں کانوں کے پردوں سے ٹکرائیں۔ ایسی ہی پاکیزہ، روحانی اور تقویٰ و طہارت کی فضاؤں میں پل کر آپ نے شعور کی حدود میں قدم رکھا۔ والدِ ماجد لحہ بہ لحہ اپنے سعادت مند فرزند کی نگرانی اور تربیت کرتے رہے۔ آپ نے ناظرہ والدِ ماجد سے پڑھا۔ پھر ابتدائی فارسی تعلیم کے لیے ابو عبد الرحیم مولانا میاں محمد صاحب آف صدیق آباد کی خدمت میں پہنچے۔ بعد ازاں پڑوسی گاؤں سبھرال میں قاضی غلام مصطفےٰ صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ اور اُن سے گُلستان، بوستان پڑھی۔ صرف و نحو بھی اُن سے قدرے پڑھی۔ پھر فارسی زبان وادب میں کمال پیدا کرنے کے لیے بندیال کا سفر کیا اور غالباً مولانا نامی صاحب اور مولانا فضل کریم بندیالوی صاحب سے یوسف زلیخا، سکندر نامہ، مثنوی اور دیوانِ حافظ جیسی ادبی اور علمی کتابیں پڑھیں۔ ان کے بعد باقاعدہ آپ کو صرف و نحو بھی شروع کرادی گئی۔ کچھ عرصہ آپ پپلاں ضلع میانوالی میں مولانا غلام محمد صاحب، مولانا محمد زمان صاحب سے درس نظامی کی ابتدائی اور درمیانے درجے کی کتب پڑھتے رہے۔ علوم و فنون کی بڑی کتابوں کے لیے ملتان میں مولانا غلام محمود صاحب، ملتانی فاضل دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں پہنچے۔ دورہ حدیث شریف کے لیے علامہ العصر آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے مایۂ ناز شاگرد حضرت مولانا سلطان اعظمؒ صاحب آف چھچھڑ شریف کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد وطنِ مالوف صدیق آباد (کفری) آگئے۔ اور مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھ کر پڑھانا شروع کر دیا۔ چھچھڑ شریف سے پندرہ، سولہ طلبہ بھی آپ کے ساتھ آگئے تھے۔ چند ہفتوں بعد حضرت خواجہ محمد حسین مرولوی کی فرمائش پر مسافر طلبہ سمیت مرولہ شریف میں تشریف لے گئے اور صدر المدرسین کی حیثیت سے تدریس کا کام شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ یہاں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خواجہ محمد حسین مرولوی مرحوم سے کسی مسئلے پر اختلاف کی بناء پر تدریس سے معذرت کرکے واپس صدیق آباد تشریف لائے۔ اور مستقل بنیادوں پر ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

اپنے ہی قصبہ میں مسافر اور مقامی طلبہ کو درس نظامی کا مکمل نصاب پڑھانا شروع کردیا۔ آہستہ آہستہ طلبہ جمع ہوتے گئے، جس کی وجہ سے آپ کی مشغولیت، کتب کی تدریس کے حوالے سے بڑھتی ہی چلی گئی۔ آپ کا زمانہ طالب علمی پندرہ سال سے زائد عرصہ پر مشتمل ہے اور زمانۂ تدریس ساٹھ سے پینسٹھ[۶۵] سال پر محیط ہے۔ آپ نے تحصیل دین کے لیے جو قربانیاں دیں اور مصائب و تکالیف برداشت کیں وہ بذات خود اپنے اندر سینکڑوں درس عبرت رکھتی ہیں۔

آپ کی زندگی بلاشبہ عزیمت اور جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ علوم و معارف کے چشموں سے سیراب ہوتے رہے۔ لازوال جذبوں اور انتھک کاوشوں کے نتیجے میں علم کے گوہر نایاب بن گئے۔ علم کے اِکتساب کے لیے اپنی جان ناتواں کو شمع کی طرح پگھلا دیا۔ علم کی خاطر جفاکشی، جدوجہد، بے پناہ محنت، تکالیف اور مصائب کی بھٹیوں سے گزر کر کندن بن گئے۔

آپ اخلاص وللٰہیت، مجاہدانہ عزم و ہمّت اور پُر خلوص دینی خدمات کی وجہ سے علمی حلقوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ سوز و گُداز کے گراں بہا اور بیش قیمت خزانے شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنیؒ سے سمیٹے۔ قابلِ رشک دینی خدمات کی بناء پر عوام و خواص میں غیر معمولی مقبولیت اور وجاہت رکھتے تھے۔

اخلاصِ کامل، زہد و تقویٰ، بے تکلّف اور سادہ طرزِ زندگی، حق گوئی و بیباکی جیسی صفات آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھیں۔ اگر روایتی پیری مریدی کی راہ پر چل نکلتے تو حلقۂ ارادت بڑا وسیع ہوتا۔ اہلِ بدَع و ہَوا کے طرز پر پُر تعیّش زندگی گزارنے کے لیے اسباب زندگی کی فراوانی ہوتی۔ جھوٹی کرامتیں بیان کر کے ہَوا میں اُڑانے والے جاہل مُریدوں کی کسی طرح کمی نہ ہوتی۔ بنگلوں اور محلات کی تعمیر چند دنوں کا کھیل ہوتا۔ ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے والے اور تعظیمی سجدے کرنے والے لائن میں لگے ہوتے۔ بینک بیلنس چھلکنے لگتا۔ لیکن آپ نے اس پُر خطر اور دین و ایمان کو عام طور پر تباہ کرنے والی

Marfat.com

وادی میں سے گزرنے کا کبھی سوچا تک نہیں۔ بلکہ اپنے قابلِ فخر آباء واَجداد، اساتذہ کرام اور اکابر عُلمائے دیو بند کی طرح خدمت دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور طویل ترین زندگی اسی مبارک مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قربان کردی۔ زندگی کا ایک حصہ تحصیلِ علوم میں گزرا۔ فراغت کے بعد زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تبلیغ دین، فتویٰ نویسی، تعمیر انسانیت، تفہیمِ توحید اور خدمتِ خلق پر نچھاور کر دیا۔

کسی مدرسہ یا جامعہ میں بحیثیت مدرس، استاذ الحدیث والتفسیر یا شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز ہو کر اور ماہانہ وظیفہ قبول کر کے دینی خدمات انجام دینے والے تو بہت مل جائیں گے، لیکن ایسے خُدامِ دین اسلامی دنیا میں آپ کو خال خال ہی ملیں گے، جنہوں نے ۶۰، ۶۵ برس تک بے لوث اور بلا معاوضہ پورے اخلاص کے ساتھ نہ صرف دینی خدمات کا حق ادا کیا بلکہ مسافر طلبہ کو اپنے گھر سے وہی کچھ کھلایا اور پلایا جو خود کو میسر ہوا۔ انتہائی سادہ جفاکشی اور توکل سے بھرپور زندگی گزاری۔ اِستغناء و خودداری ہمیشہ اُن کے ماتھے کا جھومر رہا، جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے عوام الناس خصوصاً اہل علاقہ اور اہل شہر میں وہ عزت و عظمت، اکرام و احترام اور وجاہت عطا کی کہ جسے بادشاہ اور اربابِ اقتدار ترستے ہیں۔ کیا اپنے اور کیا پرائے، کیا موافق اور کیا مخالف سبھی بچھے چلے جاتے تھے۔ اگر حضرتؒ کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو اہل خانہ کی قلبی کیفیت اور مسرت کا اندازہ اس کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا تھا۔ حضرتؒ کے قدومِ میمنت لُزوم پر خوشی سے پھُولا نہ سماتا اور ہمیشہ اپنی اس خوش نصیبی اور عزت ملنے پر نازاں رہتا۔

حضرتؒ عام مُسلمانوں میں گھلے ملے رہتے، لیکن جہاں کہیں دین کا معاملہ آجاتا اور حُدودُ اللہ میں کوئی رَخنہ پڑتا نظر آتا، یا شعائر اللہ کی تعظیم و حُرمت کا مسئلہ درپیش ہوتا تو پوری صفائی، بیباکی اور جرأت و غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق اور سچائی کا ساتھ دیتے۔ ایسے مواقع پر دوست و احباب، عزیز و اقارب اور خاندان کا قطعاً کسی قسم کا لحاظ نہ فرماتے۔

علم و فضل کی دنیا میں کسی طرح بھی کمی نہیں۔ تاہم دین کے لیے سچی اور حقیقی

Marfat.com

تڑپ اور بے قراری وہ گراں قدر سرمایہ ہے جو انتہائی کمیاب ہے۔ حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت وافر مقدار میں عطا کی تھی۔ حالات کیسے ہی پُر آشوب، اذیت ناک اور گھمبیر کیوں نہ ہوں، صبر کا دامن کبھی بھی چھوٹنے نہ پایا۔ ہر حال میں سراپا تسلیم و رضا اور پیکرِ وفا بنے رہے۔ کیا مجال کسی وقت شکوہ و شکایت کے کلمات بھولے سے بھی زبان پر آجاتے۔ زندگی میں بعض اوقات بڑے بڑے امتحانات سے گزرے۔ اِبتلاء و آزمائش کی جاں گسل اور خوفناک گھاٹیوں کو عبور کیا۔ شدائد و مصائب کے طوفانوں سے ٹکرائے، لیکن عزم و استقامت کی تصویر بنے رہے۔ حالات کتنے ہی ناساز گار ہوئے، اُنہیں تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر طبیعت کے اِضمحلال کے باوجود عقلی طور پر بصد خوشی قبول کیا۔

جن اصحابِ عزیمت، اہلِ اخلاص و للٰہیت اور اَربابِ علم و فضل نے اللہ تعالیٰ کی اس دھرتی کو ایمان و یقین اور زہد و تقویٰ جیسی صفات سے روشن رکھا۔ اب وہ دھیرے دھیرے یکے بعد دیگرے راہی سفرِ آخرت ہوتے چلے جارہے ہیں ہر جانے والا اپنے بعد اپنی نشست خالی چھوڑے جارہا ہے۔ جس کے پُر ہونے کی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آتی اور علم اسی طرح اٹھالیا جائے گا۔

حروف و نقوش، بکھری معلومات اور فنی تحقیقات کے شناساو حاملین کی تو فی زمانہ بھی کمی نہیں، لیکن دین و شریعت کا وہ خالص اور انوکھا مزاج و مذاق، تقویٰ و طہارت، سادگی اور بے تکلّفی، تواضع و انکسار عَنقاء ہوتے چلے جارہے ہیں۔ وہ اصحابِ علم و فضل، حاملینِ شریعت و طریقت، جن کے علوم و معارف سے اپنے دامن کو بھرنے والے تو کثرت سے مل جائیں گے، لیکن ایسے افراد تلاشِ بسیار کے بعد بھی ملنا مشکل ہیں، جنہوں نے اُن کے عملی کمالات کو جذب کیا ہو۔ حضرت الاستاذؒ ایسی ہی نفوسِ قدسیہ اور شخصیات میں سے تھے۔

آپ اَخلاقِ فاضلہ کے پیکر تھے۔ اپنی اولاد سے بڑھ کر طلبہ پر شفقت فرماتے۔ اُن کیلئے اپنے سینے میں محبت و خیر خواہی کے وافر مقدار میں جذبات رکھتے تھے۔ ہنس مکھ، ملنسار

Marfat.com

تھے، ہر چھوٹے بڑے، امیر و غریب، مفلس و مالدار، اپنے پرائے، سب کے ساتھ برابر کا سلوک فرماتے۔ آنکھوں کی روشنی اور چمک سے تقویٰ و حیاء نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا۔ سراپا عجز و انکسار اور حلم و بُردباری کا سرچشمہ اور تہذیب و شائستگی کے مجسمہ تھے۔

وسیع الظرف، کثیر الرماد یعنی انتہائی مہمان نواز، فیّاض اور دل کے دریا تھے۔ شرعی حدود میں رہتے ہوئے لوگوں کی غمی و خوشی میں شرکت کرنے والے، اور عیادت کا اہتمام کرنے والے تھے۔ دینی غیرت و حمیت سے لبریز اور حق گوئی و بیباکی کی پہچان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان کے آگے ہاتھ پھیلانے کو بہت معیوب اور باعث ذلت خیال کرتے۔ دینی معاملات میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرنے والے اور نہ متاثر ہونے والے، دنیاوی اعتبار سے کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے مرعوب نہ ہوتے تھے اور نہ ہی دینی مسائل کے اظہار میں کسی کی رعایت کرتے تھے۔ اُن کے مزاج میں دَبنا، جھکنا اور بِکنا تھا ہی نہیں۔

دنیا والوں کا خوف دل سے نکال کر بس اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں بسالیا تھا۔ شاہوں کی طرح پُر وقار اور پُر عظمت زندگی گزاردی۔ آپ کے معصوم چہرے پر انتہائی جلال اور هیبت برستی تھی۔ آپ سے ہم کلام ہوتے وقت بڑا ہی محتاط انداز اپنانا پڑتا تھا، مبادا کہیں زیر عتاب نہ آجائے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء کو آپ کے وصال کی خبر نے دل پر بجلی گرادی۔ دل نے شدید رنج والم محسوس کیا۔ آپ کی شخصیت اُن پاک طینت لوگوں میں سے تھی جن کا آفتابِ زندگی مشرق میں غروب ہو تو اہلِ مغرب اپنے ہاں تاریکی محسوس کریں۔ جن کی یاد اکثر اوقات نسبی اور خونی رشتہ نہ ہونے کے باوجود دلوں میں ہُوک پیدا کردے۔ آپ کے وصال کے ساتھ دینی خدمات کی ایک مقدس تاریخ بھی رخصت ہوگئی۔ آپ اُن عظیم نابغۂ روزگار اور عبقری ہستیوں میں سے تھے۔ جن کے وجود کی برکت سے کئی فتنے دبے ہوئے تھے۔ آپ کی وفات عالم اسلام کے اُن حادثات میں سے ہے، جسے کبھی بھلایا نہ

Marfat.com

جائے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور جنّت الفردوس میں جگہ عطائے فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

یادگارِ سلف حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ

(حضرت مولانا مولا بخش صاحب، استاذ الحدیث، جامعہ بنوریہ، کراچی)

وادیٔ سون کا علاقہ ایک مردم خیز علاقہ ہے، جس نے ہر میدان میں ملک وملت کو انتہائی لائق، قابلِ فخر اور عبقری قسم کے فرزند عطا کیے۔ اس وادی کی سرزمین پر کئی ایسی عظیم شخصیات نے جنم لیا جنہوں نے نہ صرف پاکستانی فورسز میں شامل ہو کر کارہائے نمایاں انجام دیئے بلکہ انجینئرنگ، میڈیکل اور صحافت کے میدان میں بھی اپنا ایک نام پیدا کیا۔ دینی لائن میں وادیٔ سون کے علمائے کرام اگرچہ اپنا ایک شاندار ماضی رکھتے ہیں تاہم دینی خدمات کے حوالے سے استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہ اللہ نے جو سنہری اور زرّیں تاریخ چھوڑی وہ کسی اور کو کم ہی نصیب ہوئی۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی دینی خدمات یقیناً کسی تحریر و بیان کی محتاج نہیں۔ آپکی محبوب اور ہر دلعزیز شخصیت اور آپ کی اخلاص وللٰہیت سے لبریز بے تکلّف اور سادہ باتیں وادی کے باسیوں کے دل ودماغ کی الواح پر کالنقش علی الحجر ہیں۔

آپ نے اپنی طویل ترین حیاتِ مُستعار بے لوث اور بلامعاوضہ دینی خدمات پر نثار کردی۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے پوری زندگی بغیر تنخواہ کے دین پڑھایا بلکہ خود کو گھر میں جو کھانا میسر ہوا وہی طلبہ کو بھی کھلایا۔

اسلاف کی زندگیوں کے جو واقعات ہم نے کتابوں میں پڑھے یا اساتذہ کرام سے سُنے، انہیں آپ کی زندگی میں کھلی آنکھوں دیکھا۔ آپکا تقویٰ و طہارت، اخلاص وللٰہیت، تواضع وانکسار، شب زندہ داری، سادگی، جفاکشی اور مسکنت جیسی صفات قابلِ رشک و تقلید تھیں۔ آپ کی زندگی تکلفات سے یکسر پاک تھی۔ آپ کی طبیعت کی نرمی، زبان کی مٹھاس اور اندازِ گفتار ورفتار انتہائی پُراثر اور پُرکشش تھا۔

Marfat.com

استقامت و مستقل مزاجی، دُنیا سے بے رغبتی، خودداری اور استغناء جیسی صفات آپ کی حیات میں درخشاں ستاروں کی مانند نظر آتی ہیں۔ زمانۂ حفظ کے چار سالہ عرصہ میں حضرت الاستاذؒ کی شب بیداری کو بہت قریب سے دیکھا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اذانِ فجر سے تقریباً دو گھنٹے پہلے تشریف لاتے، اس عرصہ میں مجھے یاد نہیں کہ حضرتؒ نے نمازِ تہجد ایک دن بھی قضا کر دی ہو۔ گرمی ہو یا سردی، صحت ہو یا بیماری، خوشی اور مسرت کا زمانہ ہو یا غم و صدمے کے لمحات، مجال ہے کہ نمازِ تہجد چھوٹ گئی ہو۔

استقامت کے تو آپ پہاڑ تھے۔ حاسدین اور دشمنوں نے جب آپ کے گھر پر جادو کر دیا۔ جنات و شیاطین نے آپ کے گھر اور سامان کو علانیہ آگ لگانا شروع کر دی، اشیائے خورد و نوش میں گوبر ملانا شروع کر دیا، کبھی خاک تو کبھی مرچیں اور کبھی مٹی کا تیل ملا دیا۔ درحقیقت یہ صورتِ حال آپ اور آپ کے گھر والوں کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ شماتتِ اَعداء باعثِ ایذاء تھی۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود آپ کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ اس قدر زیادہ نقصان ہو جانے کے بعد کسی کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ آزمائش کی اس گھڑی میں صبر و استقامت کا پیکر بنے رہے۔

خودداری کا یہ عالم تھا کہ اس آزمائش کے موقع پر مالی نقصان کے پیشِ نظر کئی عقیدت مندوں نے بھاری مقدار میں مالی تعاون کے لئے رقوم اور ہدایا پیش کئے تاہم آپ نے بصد شکریہ سبھی سے معذرت کر لی اور فرمایا "اللہ تعالےٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے، میں ضرورت مند اور حاجت مند نہیں۔ یہ اموال معاشرے میں حقیقی ضرورت مندوں کو تلاش کر کے اُن تک پہنچاؤ"۔

جن تلامذہ نے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ سے دینی نسبت سے تعلق قائم رکھا اور آپ کی شاگردی اختیار کی اُن میں بھی حضرتؒ کی خودداری و استغناء جیسی صفات کا عکس اور پَرتو نظر آتا ہے۔

Marfat.com

طلبہ سے محبّت اور شفقت اپنی اولاد سے کم نہ تھی۔ بہت بڑے عالم و مُفتی ہونے کے باوجود طلبہ کا بہت زیادہ احترام کرتے اور انہیں "حافظ صاحب" جیسے القاب سے مخاطب کرتے۔

اہلِ مُحلہ میں سے اگر کوئی طلبہ کی شکایت کرتا تو حضرتؒ سخت ناراض ہوتے اور بعض اوقات آپ کے غیض و غضب کا نشانہ بن جاتا۔ یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت ہم مسجد کے صحن میں کھیل رہے تھے۔ کھیل میں اسقدر گم ہوئے کہ نمازِ ظہر کا وقت قریب آپہنچا۔ مُحلہ کے لوگ نماز کے لئے مسجد میں آنا شروع ہو گئے۔ ہمیں مسجد میں کھیلتا دیکھ کر ناراض ہوئے اور حضرت رحمہ اُللہ سے شکایت کر دی، حضرتؒ نے شکایت سُن کر فرمایا: "یہ طالب علم کہاں جائیں؟ یہ مسجد انکی درسگاہ ہے اور یہی رہائش گاہ اور یہی کھیل کا میدان بھی۔ خبردار! آئندہ اِن کی شکایت لگانے کی ہمّت نہ کرنا۔ یہ طلبہ مجھے اولاد سے بڑھ کر پیارے ہیں"۔ بعد میں طلبہ کو علیحدگی میں بُلا کر فہمائش کرتے کہ آدابِ مسجد کا ہر صورت خیال رکھو۔

حضرت اقدس استاذِ محترم مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے حالاتِ زندگی کو جمع کرنا اور انکی دینی خدمات کو قلمبند کرنا اگرچہ تمام تلامذہ اور شاگردوں کے ذمہ فرض بھی تھا اور قرض بھی، تاہم یہ سعادت برادرِ مکرم حضرت مولانا قا بخش صاحب کی قسمت میں لکھی تھی، جو بالآخر انہیں حاصل ہو کر رہی کہ انہوں نے ایک عظیم مقصد کے لئے قدم اُٹھایا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

برادرِ مکرم اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں اور اس مقصد کے لئے اُن کی مساعی اور کاوشیں یقیناً قابلِ ستائش ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

Marfat.com

باب ؒ نمبر 18

تلامذہ

حضرت الاستاذ کے ممتاز تلامذہ

حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ، اوچھالہ

(فاضل دارالعلوم دیوبند)

۲۱ مئی ۲۰۱۱ء کو ناکارہ راقم الحروف کو ”مدرسہ دارالھُدیٰ“ چوکیرہ ضلع سرگودھا، میں حاضری نصیب ہوئی اور مدرسہ کے صدرالمدرسین مولانا عبدالجبار صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حافظ مبشر حسین راقم کے رفیقِ سفر تھے۔ مولانا ممدوح چونکہ حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ کے شاگردِ رشید ہیں، اس لئے مختلف سوالات کرکے مولانا موصوف سے اُن کے استاذِ محترم مولانا قطب الدین کے بارے ضروری معلومات حاصل کیں۔

فرمایا: مولانا قطب الدین صاحبؒ ۱۹۰۸ء، کو اپنے آبائی گاؤں اُوچھالہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ وناظرہ کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ سکول کے زمانہ میں ایک عالم ٹیچر سے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑہیں اور پھر اُنہی کی ترغیب سے مکمل طور پر تحصیلِ علم دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف مقامات پر درمیانے درجہ کی کتب پڑھتے رہے۔ بالآخر حضرت مولانا سلطان اعظم صاحبؒ آف چھپڑ شریف کی خدمت میں جا پہنچے۔ اسی گاؤں میں استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ بھی احادیث کی تکمیل کر رہے تھے۔ جب حضرت الاستاذؒ دورۂ حدیث سے فارغ ہوکر واپس صدیق آباد لوٹ رہے تھے تو پندرہ طلبہ بھی آپ کے ساتھ تیار ہوگئے کہ وہ

Marfat.com

صدیق آباد میں اُن (حضرت الاستاذؒ) سے کتابیں پڑھیں گے۔ جب آپ صدیق آباد پہنچ گئے اور آپ نے طلبہ کو اسباق شروع کرادیے تو چند ہی ہفتے بعد "مرولہ شریف" تحصیل بھلوال سے پیر محمد حسین صاحب کا قاصد "مرولہ شریف" میں تدریس کے لئے درخواست لے کر آیا تو آپ طلبہ سمیت وہاں تشریف لے گئے۔ تمام مسافر طلبہ بھی آپ کے ساتھ "مرولہ شریف" آگئے۔ مولانا قطب الدین صاحبؒ نے حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ سے "مرولہ شریف" میں منطق وفلسفہ کی بڑی کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں گجرات میں موضع "آہی شریف" میں مولانا غلام رسولؒ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اُن کے وصال کے بعد اُن کی مسند پر بیٹھنے والے اُن کے شاگرد مولانا ولی اللہ صاحبؒ سے بعض کتابیں پڑھیں۔ "آہی شریف" سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۵۲۔۱۳۵۱ھ میں شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنی رحمہُ اللہ سے بخاری شریف اور باقی کتب دوسرے اساتذۂ کرام سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد واپس آکر مختلف دینی اداروں میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ بالآخر "مدرسہ دارالھدیٰ" جوکیرہ میں "صدرالمدرسین" کے منصب پر آپکا تقرر ہوا اور پھر تادمِ واپسیں اسی مدرسہ کے ساتھ منسلک رہے۔ ۲۰۰۶ء میں آپ کا وصال ہوا اور اپنے وطنِ مالوف اوچھالہ میں دفن ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحبؒ، گوجرانوالہ

آپ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء کو موضع اُوپیاں تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالتے ہی قرآنِ کریم پڑھنا شروع کردیا۔ کم عمری میں پختہ حافظ بن گئے۔ بعد ازاں چک نمبر ۱۹ اپنے گاؤں کے قریب ہی مولانا شاہ محمدؒ سے فارسی کتب پڑھیں۔ پھر "مَرُولہ شریف" ضلع سرگودھا میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدابخش صاحب رحمہُ اللہ سے ھدایہ اور قاضی مبارک تک کتابیں پڑھیں۔ پھر بھلوال میں

Marfat.com

مولانا محمد شریف ہزاروی سے مشکوٰۃ شریف، دیوانِ متنبّی، وغیرہ کتب پڑھ کر ۱۹۳۸ء میں مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۹ء کو دورۂ حدیث کی تمام کتابیں پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد وطن واپس آکر "مدرسہ عزیزیہ" بھیرہ ضلع سرگودھا میں مدرس مقرر ہوئے۔ دو سال بعد مولانا محمد چراغؒ کی دعوت پر مدرسہ عربیہ، بیرون خیالی دروازہ مسجد ارائیں گوجرانوالہ میں تقریباً ۹ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور مئی ۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، بانی جامعہ اشرفیہ، لاہور کی سرپرستی اور حکم پر مسجد شیخاں اندرون شیخوپورہ، دروازہ گوجرانوالہ میں "مدرسہ اشرف العلوم" کی بنیاد رکھی۔ پھر ۱۹۵۳ء میں محلہ باغبانپورہ، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ میں چار کنال قطعۂ اراضی خرید کر مدرسہ کی ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی۔ آہستہ آہستہ اس مدرسہ نے ایک عظیم علمی اور روحانی مرکز کی حیثیت حاصل کرلی۔

حضرت مفتی خلیل احمد صاحبؒ کو حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ امرتسری نے غالباً ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں بیعتِ تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ حضرت مفتی صاحب کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ اپریل کے وسط میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور مکہ مکرمہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے اور اس عاشقِ صادق کو جنت المعلیٰ میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادگان نے مدرسہ کو سنبھالا اور شبانہ روز محنت کرکے اُسے عُروج تک پہنچایا۔ مدرسہ کے مہتمم آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا نعیم اللہ صاحب ہیں اور مولانا قاری معین الدین، مولانا حافظ قاری فخر الدین، مولانا حافظ قاری ظہیر الدین معاون ہیں۔

Marfat.com

صاحبزادہ حضرت مولانا معین الدین صاحب

اِن کے مختصر حالات خاندان کے حالات میں دیکھ لئے جائیں۔

صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب رحمہ اُللہ

اِن کے تفصیلی حالات زندگی کتاب کے حصہ دوم میں ہیں۔ وہاں دیکھ لیے جائیں۔

محترم ڈاکٹر خالد علوی (مرحوم) ڈھاکہ

ڈاکٹر صاحب موصوف سُون ویلی کے گاؤں ڈھاکہ کے باشندے تھے۔ آٹھ نو ماہ تک حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے پڑھتے رہے، بعد ازاں بعض گھریلو مسائل کے پیشِ نظر چھوڑ کر چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب کے ساتھ، لاہور تعلیم الاسلام کالج کے سینٹر میں مولوی فاضل کا امتحان دیا تھا۔ اس کے بعد لاہور ہی میں مستقل قیام پذیر ہوگئے اور تعلیمی میدان میں آگے بڑھتے رہے۔ بی اے اور ایم اے اسلامیات کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد یونیورسٹی نے اُنہیں پی ایچ ڈی کرنے کے لئے آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ بھیج دیا۔ واپس آکر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامی اُمور کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور بالآخر اسلام آباد میں ہی اُن کا انتقال ہوگیا۔

حضرت مولانا حافظ عبد القیوم صاحب، ہردوسودھی بالا

حضرت مولانا حافظ عبد القیوم صاحب یکم جنوری ۱۹۴۶ء کو اپنے آبائی گاؤں ھردوسودھی بالا (وادیٔ سون) میں پیدا ہوئے۔ مناسب عمر کو پہنچنے کے بعد حفظ کیلئے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مظفر الدین (مرحوم) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ اڑھائی سال کی مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ سے فراغت کے بعد فارسی کی ابتدائی کتب میں سے کریما، نامِ حق اور پند نامہ والد صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد استاذ العلماء

Marfat.com

حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کی خدمت میں صدیق آباد پہنچے اور آپ سے فارسی زبان و ادب کی معروف کتابیں مثلاً گُلستان، بوستان، یوسف زلیخا اور سِکندر نامہ وغیرہ پڑھیں۔فارسی کے بعد حضرتؒ سے صرف و نحو کی کتابیں شروع کر دیں۔ علوم عالیہ اور علوم آلیہ کی ہر چھوٹی بڑی کتاب حضرتؒ سے پڑھ لی تا آنکہ موقوف علیہ کی تکمیل کر لی۔ الغرض ۱۹۶۲ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک کا عرصہ مولانا نے علومِ دینیہ کی تحصیل کے لئے صدیق آباد، حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں گزارا۔ اس کے بعد جامعہ اشرفیہ، لاہور آ گئے اور ۱۹۶۹ء میں موقوف علیہ دوبارہ پڑھا اور پھر ۱۹۷۰ء میں دورۂ حدیث کر کے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے سال کے دوران ہی جامع مسجد دارالسّلام جناح باغ، لارنس روڈ میں امام و خطیب مقرر ہوئے اور تقریباً اڑھائی سال تک یہ فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں پاکستان آرمی میں بحیثیت نائب خطیب کے بھرتی ہوئے اور ۲۶ سال تک دینی خدمات انجام دیتے رہے اور بالآخر خطیب اعلیٰ (صوبیدار میجر) کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ گویا کہ مولانا نے ۶ دسمبر ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک کا عرصہ پاکستان آرمی میں گزارا۔

ریٹائرمنٹ کے بعد کراچی ملیر ۱۵ کے علاقہ میں تقریباً اڑھائی سال تک تجارت میں مشغول رہے۔ مولانا کے برادر نسبتی مولانا محمد ہارون القاسمی جامع مسجد معمور، بی، ای، سی ایس، ایچ طارق روڈ میں امام و خطیب تھے، روافض کے خلاف کام کرنے کے نتیجے میں شہید کر دیئے گئے۔ اُن کی شہادت کے بعد مولانا حافظ عبدالقیوم صاحب مسجد معمور کے امام و خطیب مقرر ہوئے اور تا حال اسی مسجد میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ میاں احمد رضا صاحب (مرحوم) صدیق آبادی

مولانا موصوف ۱۹۴۵ء کو اپنے وطنِ مالوف صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ سکول میں

Marfat.com

ساتویں کلاس مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے حافظ منشی فتح محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۹۵۹ء میں حفظ مکمل کر لیا۔ بعد ازاں درسِ نظامی کے لئے حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ حضرتؒ کے علاوہ آپ نے مولانا محمد اسلم خطیب سکیسر ایئر بیس، مولانا امین الحق، خطیب ایئر بیس، اور مولانا سیّد امیر صاحب آف کورڈھی، فاضل دارالعلوم دیوبند سے بھی کتابیں پڑھی ہیں۔ کچھ وقت کے لئے اوچھالہ میں مولانا قطب الدین صاحب کی خدمت میں پہنچ کر اُن کی شاگردی اختیار کی۔ مولانا قطب الدین صاحب جب صدرالمدرسین بن کر مدرسہ "دارالھُدیٰ" چوکیرہ میں تشریف لے گئے تو ۶۶۔۱۹۶۵ء میں مدرسہ دارالھُدیٰ چوکیرہ میں داخلہ لے لیا اور مولانا قطب الدین صاحب اور مولانا احمد شاہ بخاری کی شاگردی اختیار کی۔

اس کے بعد جہلم میں "مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن" میں داخلہ لیا اور مولانا عبداللطیف صاحب اور مولانا محمد یحییٰ صاحب کے پاس پڑھتے رہے۔ ۷۱۔۱۹۷۰ء میں خوشاب شہر کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب فاضلِ دارالعلوم دیوبند سے "ھدایہ" پڑھی۔ علاوہ ازیں سرگودھا چک نمبر ۸۲ میں مولانا عبدالشکور صاحب کے پاس بھی بعض کتابیں پڑھیں۔ میانوالی میں "مدرسہ تعلیم القرآن" میں بھی کچھ عرصہ قیام رہا اور آخر میں دورۂ حدیث کے لئے "جامعہ اشرفیہ" لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۴ء میں فراغت حاصل کی۔ یہ وہی سال تھا جس سال محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا وصال ہوا۔

مولانا احمد رضا صاحب کے والد ماجد میاں سراج دینؒ نے ۱۹۶۰ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان، کے ہمراہ حج بیت اللہ کیا۔ دورانِ سفر مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری کا تقویٰ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور واپسی پر اپنے صاحبزادے مولانا احمد رضا صاحب سے فرمایا۔ کتابیں خوب محنت سے پڑھو تاکہ پڑھا سکو ورنہ پڑھنے کا فائدہ نہیں۔

Marfat.com

مولانا احمد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ "دورۂ حدیث کے سال میں ہم دو طلبہ عبارت پڑھتے تھے (احقر احمد رضا اور مولانا عبداللہ پٹھان (سرحدی) مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ نے میرا نام "اعلیٰ حضرت" رکھا ہوا تھا۔ جب آپ مسندِ حدیث پر رونق افروز ہوتے تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے:

اعلیٰ حضرت! عبارت پڑھو" ایک دفعہ عبارت میں غلطی ہوئی تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

"اعلیٰ حضرت! ابھی تک آپ کو عبارت پڑھنا نہیں آئی بستر اُٹھاؤ اور گھر کو چلے جاؤ"۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران اپنے اساتذۂ جامعہ اشرفیہ کے ساتھ کچھ دن جیل میں رہے۔

مولانا صاحبزادہ احمد رضا صاحب نے ولی کامل شیخ طریقت حضرت میاں علی احمد صاحب ؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بعد ازاں انہوں نے صاحبزادہ صاحب کو خلافت عطا کی اور اُن کے سر پر دستارِ فضیلت باندھ کر خانقاہ شریف کا انتظام اُن کے سپرد کیا۔

جامعہ اسلامیہ، ابوبکر چوک کی بنیاد سے پہلے صاحبزادہ کا ارادہ تھا کہ خانقاہ شریف پر شعبۂ حفظ کے علاوہ شعبۂ کتب کا آغاز بھی کر دینا چاہیے۔ اسی دوران جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھ دی گئی۔ تو صاحبزادہ صاحب نے شعبۂ کتب کے اِجراء کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا: یہ بھی اپنا ہی مدرسہ ہے"۔ اس مدرسہ کے ہوتے ہوئے اب کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ اب تو اسکو کامیاب کرنے کی ضرورت ہے"۔

حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ کی عدم موجودگی میں صاحبزادہ احمد رضا صاحب ہی جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھاتے تھے۔ آپ نے جمعہ اور عیدین کے خطبات میں شرک وبدعت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں توحید وسُنت کے دیپ روشن کیے۔ اصلاحِ عقائد پر ٹھوس اور مدلل گفتگو فرماتے۔ نتیجتاً شرک وبدعت اور

Marfat.com

جہالت کے بادل چھٹ گئے۔ اکثر لوگوں کے عقائد درست ہو گئے اور انہیں توحید سے آشنائی نصیب ہوئی۔ عیدین اور جمعہ کے علاوہ ضلع خوشاب کے مضافات میں سے جنّبی، مٹھہ ٹوانہ، خالق آباد، نلّی، بستی شیروالی اور سرگودھا کے بعض چکوک سمیت وادیٔ سون کے دیہات وقصبات اور تلہ گنگ کے بعض علاقوں میں بیانات کے لئے تشریف لے جاتے اور مسئلہ توحید پر کھل کر گفتگو فرماتے۔

آپ نے شعبۂ حفظ کی تقریباً بیس سال تک تدریس کی۔ کامل الحفظ طلبہ کی تعداد بلاواسطہ اور بالواسطہ تقریباً دو درجن ہے کیونکہ آپ ایک وقت میں ایک یا دو طلبہ کو حفظ کراتے تھے۔ آپ کے تمام شاگردوں نے الحمد اللہ نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنایا۔

آپ فرمایا کرتے: درحقیقت حافظ کہلانے کا صرف وہی طالب علم حقدار ہے جو پورے اعتماد اور دلجمعی کے ساتھ رمضان شریف میں قرآنِ کریم سُنا سکے"۔

آپ نے جامع مسجد خانقاہ شریف، صدیق آباد میں تقریباً چالیس سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ خانقاہ شریف پر آپکا قائم کردہ حفظ وناظرہ کا مدرسہ بنام "انوارالقرآن" تقریباً بیس سال سے کام کر رہا ہے۔ طلبہ سبھی مقامی ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی حفظ کی ایک کلاس جاری ہے۔

مولانا صاحبزادہ احمد رضا صاحبؒ مسلک عُلمائے دیوبند سے تعلق رکھنے والی تمام جہادی تنظیموں سے نہ صرف قلبی لگاؤ اور تعلق رکھتے تھے بلکہ دامے، درمے اور سُخنے اُنکی مدد اور سرپرستی بھی فرماتے تھے۔

صاحبزادہ صاحب پر فالج کا پہلا حملہ اس دن ہوا جس دن اُستاذِ محترم حضرت مولانا مُحمد بخش صاحب کا وصال ہوا۔ فالج کے حملہ کے بعد فرمایا: اب میرا وقت قریب ہے"۔ ۲۵ دن کے بعد دوسرا حملہ ہوا جسکی وجہ سے ۱۵ روز بستر علالت پر رہ کر ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ء کو عیدالاضحیٰ کے دن جبکہ آفتاب غُروب ہو رہا تھا۔ آپ کی حیات کا سورج بھی غروب ہو گیا۔

Marfat.com

اگلے دن بعد نمازِ ظہر آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ آپکی نمازِ جنازہ میں مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سمیت عوام الناس کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ پیر طریقت حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب نقشبندی نے پڑھائی اور عصر سے تھوڑی دیر پہلے تدفین عمل میں لائی گئی۔

حضرت مولانا قاضی مُحمد الطاف (مرحوم)، کوٹلی

قاضی صاحب موصوف ۱۹۳۲ء کو قاضی عبدالحی صاحب کے ہاں اپنے آبائی گاؤں کوٹلی (وادئ سون) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی۔ پھر مردوال میں آگئے اور یہاں بھی مقامی عُلماء سے فیض یاب ہوتے رہے۔ فارسی زبان وادب میں کمال حاصل کرنے کے لئے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) آگئے اور حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ فارسی کے علاوہ موصوف نے درس نظامی کی بعض کتابیں بھی حضرت الاستاذؒ سے پڑھیں۔

جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر 1 سرگودھا میں حضرت مولانا مُفتی مُحمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا مُفتی احمد سعید صاحب، حضرت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب سے بھی فیض حاصل کیا۔ چوکیرہ کے مدرسہ "دارالھدیٰ" میں مولانا سیّد احمد شاہ صاحبؒ اور جھاوریاں میں حضرت مولانا مُحمد بخش صاحب سے بھی شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ بعد ازاں ۱۹۶۰ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لے کر احادیث کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذۂ حدیث میں سے حضرت مولانا سیّد مُحمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مُفتی ولی حسنؒ، حضرت مولانا مُحمد نافع گل جیسے اساطین علم اور تبحر عُلماء تھے۔

فراغت کے بعد سکھر پھر فیصل آباد میں چند ماہ تک دینی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۶۱ء کے آخر میں مدرسہ اشرفیہ ونیکے روڈ حافظ آباد آگئے۔ مدرسہ کی تعلیمی اور انتظامی تمام تر ذمہ داریاں آپ نے سنبھال لیں۔ اس کے علاوہ جامع مسجد قدیم کا انتظام،

Marfat.com

خطابت اور امامت سمیت سب کچھ آپ کے سپرد ہو گیا۔ اس زمانہ میں حافظ آباد چونکہ گوجرانوالہ کی تحصیل تھی اور گوجرانوالہ شہر میں حضرت مولانا سرفراز خان صاحبؒ اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ جیسے جید عُلمائے کرام اور فضلائے دیوبند وسیع پیمانے پر دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور علاقے میں خاص قسم کا اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ قاضی صاحب موصوف کو اِن اکابر علماء کی صُحبت اور سرپرستی نصیب رہی، قاضی صاحب کے زمانۂ شباب میں مدرسہ اشرفیہ میں فارسی سمیت موقوف علیہ تک تعلیم ہوتی رہی۔ آپ جید عالمِ دین اور حق گو انسان تھے۔ نظریاتی تھے۔ لہٰذا جس بات کو حق جانا اس پر جم گئے۔ مصلحت کوشی کے بجائے ہمیشہ عزیمت کی راہ اپنائی۔

کلمۂ حق کے اظہار کے لئے جمعیّت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم کا انتخاب کیا۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور مولانا مُفتی عبدالواحدؒ صاحب کی قیادت میں جمعیّت کے لئے ایسے کارنامے انجام دیئے جن کی وجہ سے ضلع بھر کے کارکنوں کے محبوب راہنما بن گئے۔ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ مفکرِ اسلام حضرت مولانا مُفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ جیسے جمعیّت کے اکابر آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ یہ اکابر بارہا حافظ آباد تشریف لائے اور ان کے بیانات کے علاقے بھر میں خاطر خواہ اثرات مرتب ہوئے۔ ضلعی انتظامیہ آپ سے خار رکھتی تھی۔ پھر ایک وقت آیا کہ آپ گوجرانوالہ کے امیر بنے۔ پھر اکابر کا اعتماد بڑھا اور اُنہوں نے جمعیّت کے لئے آپ کی بے پناہ مُخلصانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو جمعیت علمائے اسلام پنجاب کا امیر بنا دیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء تحریک نظام مصطفی ۱۹۷۷ء تحریک بحالی جمہوریت (ایم آرڈی) ۱۹۸۳ء تحریک ختم نبوت ۱۹۸۳ء تحریک ختم نبوّت ۱۹۸۴ء میں آپ نے قابلِ رشک خدمات انجام دیں۔ مُختلف اضلاع میں جا کر آپ نے تحریکوں کے لئے راہ ہموار کی۔

Marfat.com

ایم آر ڈی کی تحریک میں لاہور جاکر گرفتاری دی۔ آپ کو لاہور، جھنگ اور گوجرانوالہ کی جیلوں میں رکھا گیا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دَور حکومت میں آپ کو کوڑوں کی سزا سنائی گئی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔

ذوالفقار علی بھٹو کے دَورِ حکومت میں گوجرانوالہ میں ایک وزیر بے تدبیر نے جامع مسجد نور اور جامعہ نصرۃ العلوم کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کیا تو حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب نے تحریک سول نافرمانی کا اعلان کر دیا۔ ہر روز جلسے اور گرفتاریاں ہوتیں۔

ضرورت محسوس کی گئی کہ نہ صرف گوجرانوالہ شہر کے کارکن گرفتاریاں دیں بلکہ پورے ضلع کے کارکن گرفتاریاں پیش کریں۔ قاضی صاحب موصوف نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے حکم پر تحریک کے اندر جوش، پھیلاؤ اور قوت بخشنے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ بالآخر آپ کی شبانہ روز کی محنتیں رنگ لائیں، جس کے بعد حکومت نے شکست تسلیم کرلی اور جامع مسجد نور کو اوقاف میں لینے کا حکم واپس ہو گیا۔

آپ کے کئی مشہور تلامذہ ہیں جن میں گوجرانوالہ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا محمد اشرف مجددی خلیفہ مجاز حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ اور مولانا صاحبزادہ احمد سعید اعوان سرفہرست ہیں۔

قاضی صاحب موصوف ایک نڈر اور بیباک عالم تھے۔ نصف صدی تک حق کی حمایت میں آپ کی گھن گرج سے حافظ آباد کے درودیوار گونجتے رہے۔

قاضی صاحب موصوف ایک عرصے سے شوگر اور جگر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل چند دن کے لئے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ الحمد اللہ صحت یاب ہو کر گھر آ گئے۔ ہفتہ کے روز تمام معمولات پورے کئے۔ ۲۲،۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء کی رات کو دل کا دورہ پڑا اور جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

Marfat.com

مولانا نے ایک حج اور دو عمروں کی سعادت حاصل کی۔ اعوان برادری سے تعلق تھا اور قاضی کہلاتے تھے۔

حضرت مولانا حافظ محمد نور صاحب (مرحوم) آف رُکھلہ منڈی

مولانا موصوف ۱۹۳۰ء کو اپنے آبائی گاؤں رُکھلہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری سطح کی تعلیم اپنے گاؤں کے سرکاری سکول میں حاصل کی۔ پھر حفظ کے لئے کورڈھی آ گئے۔ حفظ کے بعد درسِ نظامی کی تعلیم کے لئے مختلف علاقوں اور مختلف مدارس میں قیام پذیر رہے۔ چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خان اور انڈیا کی ایک ریاست میں پڑھتے رہے۔ مولانا کے والدِ گرامی کا مزاج تھا کہ جس علم و فن کا ماہر جس علاقہ میں اُن کے علم میں آیا، کوشش کر کے صاحبزادے کو وہاں پہنچایا۔ علوم دینیہ کا زیادہ حصہ مولانا نے حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ سے حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا اپنے برادرِ صغیر مولانا چانن دین کے ساتھ تقریباً چھ سال تک صدیق آباد (کفری) میں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے "مدرسہ سراج العلوم" سرگودھا بلاک نمبر 1 میں داخلہ لیا اور احادیث کی تکمیل کی۔

مولانا موصوف کے برادرِ صغیر جناب میاں عبدالخالق صاحب آف رکھلہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا محمد نور صاحب، کچھ عرصہ گنجیال شہر میں حاجی ملک کرم بخش اعوان (مرحوم) آف پدھراڑ کے ساتھ مل کر آڑھت کا کام کرتے رہے ہیں اور سرگودھا شہر میں کھَل کا کاروبار بھی کیا۔ اس دوران سرگودھا ۸۔ بلاک کی تبلیغی مسجد میں آنا جانا رہا۔ مولانا معتبر خان صاحب مسجد کے امام و خطیب تھے۔ اُن کے ساتھ مولانا کے روابط اچھے تھے۔ تبلیغی کام سے محبّت انہی کی محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ مولانا نے عالم ہونے کی حیثیت سے تبلیغ میں ایک سال لگایا ہے۔ وادیٔ سون میں سب سے پہلی تبلیغی جماعت مولانا محمد نور صاحبؒ لے کر گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ

Marfat.com

(حضرت جی) کی جماعت جب حجازِ مقدس گئی تو اس میں مولانا محمد نور صاحب بھی تھے۔

مولانا موصوف اپنی زندگی میں مختلف شہروں کی مختلف مساجد میں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ چنانچہ سرگودھا کے محلہ ہری پورہ کی مسجد میں خطیب رہے۔ چکوال میں مُرشدِ عالم حضرت مولانا حافظ غلام حبیب نقشبندیؒ کی مسجد میں امام و خطیب رہے۔ اس کے بعد چکوال میں خواجگان کی مسجد میں امام و خطیب رہے۔ اور اس میں ۳ سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۲ء تک پنڈی بھٹیاں شہر کی شاہی مسجد میں خطیب رہے۔ ایک سال نارووال میں بھی خطیب رہے۔

سرگودھا قیام کے دوران "انجمن خالقیہ" کی نگرانی میں چلنے والے ہائی سکول میں عربی و اسلامیات کے معلم رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نقشبندی تقسیم کے وقت ہندوستان سے ہجرت کر کے سرگودھا آ گئے تھے اور یہاں انہوں نے ۱۷ بلاک میں "انجمن خالقیہ" کی بنیاد رکھی۔ یہ انجمن مسلمانوں کے لئے ایک رفاہی ادارہ تھا۔ جس کے زیرِ نگرانی پرائمری، مڈل اور ہائی سکول سمیت ایک دینی ادارہ اور ورکشاپ جس میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو ہنر مند بنایا جاتا تھا۔ چل رہے تھے۔ مولانا محمد نور صاحبؒ مرحوم اِس انجمن کے تاحیات ممبر تھے۔ سرگودھا کو چھوڑنے کے بعد مولانا ممدوح اپنے آبائی گاؤں رُکھلہ منڈی میں آ گئے اور پی، ایم، ڈی، سی، جو کہ ایک سرکاری محکمہ تھا، کی مسجد میں بحیثیتِ خطیب بھرتی ہو گئے اور ۱۹۷۱-۷۲ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۲۵ جون ۱۹۸۸ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب نقشبندی (مرحوم) کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۲۹ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے خوشاب کے محلہ پراچگان میں قائم "مدرسہ نورالاسلام" میں داخلہ لیا۔ مولانا قاری

Marfat.com

غلام مُصطفےٰ جگوؒ نے محنت کر کے آپ کو ۱۲ سال کی عمر میں حافظ بنا دیا۔ حفظ کے بعد درسِ نظامی سے پہلے فارسی زبان و ادب میں کمال حاصل کرنے کے لئے حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ آف صدیق آباد سے کریما سے لے کر یوسف زلیخا اور سِکندر نامہ تک تمام کتابیں پڑھیں۔ دوبارہ مدرسہ نورالاسلام میں آ گئے اور اس میں اپنے ماموں مولانا نور حسین صاحب سے ابتدائی صرف و نحو سے لے کر شرح جامی تک کی کتابیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ جامعہ مدنیہ لاہور میں حضرت مولانا سید حامد میاں صاحبؒ جو کہ شاگرد اور خلیفہ تھے، شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنیؒ کے، سے پڑھتے رہے جبکہ جامعہ مدنیہ اس وقت مُسلم مسجد لوہاری میں قائم تھا۔ فقہ میں مالا بدّ منہ سے کنزالدقائق تک حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی جو مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے شاگرد تھے، سے پڑھتے رہے۔ اس کے علاوہ کچھ عرصہ کے لئے اچھرہ لاہور کے کسی مدرسہ میں قیام پذیر ہوئے اور مولانا مہر محمد صاحب سے منطق و فلسفہ اور فقہ کی بعض کتب پڑھیں۔ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا مُحمد چراغ صاحب سے عربی ادب، بعض کتب احادیث اور منطق و نحو پڑھی ہے۔

اصولِ حدیث اور فلسفہ کی بعض کتب مولانا عبدالرحمن صاحب سے پڑھیں جو علامۃ العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔

بعد ازاں خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیکر حضرت مولانا خیر مُحمد صاحبؒ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ عِلم طب میں مولانا موصوف نے صوفی غلام رسول صاحب سے فیض حاصل کیا۔ صوفی صاحب جوڑا کلاں تھل کے رہنے والے تھے۔ مزید بر آں مُفتی مُحمد حسن صاحب حاذق کی شاگردی اختیار کی۔ جو حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کے شاگرد تھے۔

بَیعتِ سُلوک حضرت خواجہ مُحمد اسماعیل صاحب آف موسیٰ زئی شریف سے کی۔ کوروڈھی میں ایک ادارہ "جامعہ عُثمانیہ" کے نام سے قائم کیا، جس میں درسِ نظامی کی

Marfat.com

تعلیم دی جاتی تھی۔

۶۵-۱۹۶۴ء میں پاکستان ائیر فورس میں خطیب بھرتی ہو گئے اور سکیسر، کلر کہار، بیسز پر خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۹۷۷ء میں ریٹائرڈ ہو گئے۔

یکم ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۸ فروری ۲۰۰۰ء بروز منگل صبح پانچ بجے انتقال فرما گئے۔

نوٹ: یہ معلومات مولانا کے صاحبزادے میاں تنویر صاحب نے فراہم کی ہیں جو کہ غیر مربوط اور زمانی تقدم و تاخر سے آزاد ہیں۔

حضرت مولانا محمود شاہ بن حافظ شاہ محمد، دھدھڑ

مولانا موصوف ۱۹۱۸ء کو اپنے آبائی گاؤں دھدھڑ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ ۱۹۳۶ء میں اپنے دادا جی کے پاس کیا۔ ۱۹۳۷ء میں درسِ نظامی کا آغاز کیا اور سب سے پہلے حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ چند ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مولانا سلطان اعظم صاحبؒ آف چیچھڑ شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے فقہ اور منطق کی بعض کتابیں پڑھیں۔ چیچھڑ شریف میں حضرت مولانا خدا بخش صاحب آف ھر دوبالا سودھی، اُن کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک تقریباً سات سال صدیق آباد میں حضرت الاستاذؒ کے پاس رہے اور پھر منطق و فلسفہ، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر اور حدیث شریف کی تمام کتب اِن کے پاس پڑھیں۔ صدیق آباد میں قیام کے دوران صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب مولانا قاضی ظہور احمد صاحب وغیرہ مولانا موصوف کے ہم سبق تھے۔ مولانا ایک پختہ کار حافظ ہیں۔ تقریباً ۳۰ سال تک نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ ۷۵ سال سے عملیات بھی کر رہے ہیں اگر کوئی پریشان آجائے تو شرعی دائرے میں رہتے ہوئے اپنا عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ چاہتے ہیں تو بعضوں کو شفا دے دیتے ہیں۔

Marfat.com

مولانا حافظ شہاب الدین (مرحوم) کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۴۷ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ جب کچھ ہوش سنبھالا تو آپ کے والدِ ماجد استاذ حضرت حافظ فخر الدین صاحب نے آپ کو حفظ کی کلاس میں بٹھادیا۔ والد صاحب خود ہی حفظ کی کلاس پڑھاتے تھے۔ باپ بیٹے کی مسلسل محنت کے نتیجے میں الحمد للہ شہاب الدین، حافظ شہاب الدین بن گئے۔

قرآنِ کریم کی تدریس، خدمت اور نشرو اشاعت اس گھرانے کی ماضی میں شناخت رہی ہے۔ حافظ صاحب ممدوح کے پرداداجی حضرت حافظ قاری قمر الدین صاحب (مرحوم) کا درس نہ صرف یہ کہ وادیٔ سون میں شہرت رکھتا تھا بلکہ دُور دراز علاقوں اور دوسرے اضلاع میں بھی ایک مثالی درس کے حوالے سے پہچانا جاتا تھا۔ قاری قمر الدین صاحب رحمہُ اللہ کا شمارِ صالحین اور اولیاء اللہ میں ہوتا تھا۔ آپ ایک عظیم روحانی شخصیت تھے۔ ایک ہی وقت میں بعض اوقات آپ کے درس میں آٹھ سو اور ہزار تک طلبہ زیرِ تعلیم رہتے۔ بزرگوں کی روایات میں یہ بات بھی نسلاً بعد نسلٍ چلی آرہی ہے کہ آپ کی حفظ کی کلاس میں جِنّات بھی پڑھتے تھے۔

حافظ شہاب الدین صاحب ایسے عظیم خانوادہ کے چشم و چراغ تھے کہ جنہیں اپنے آباؤ و اجداد سے کئی عُمدہ اور اعلےٰ صفات وراثت میں ملیں۔ آپ کی قوتِ حافظہ اور قوتِ ذکاوت مثالی تھیں۔ بہت جلد حفظ مکمل کرلیا۔ اس کے بعد والدِ ماجد نے اپنے صاحبزادے کو ایک پختہ کار اور جید عالمِ دین بنانے کے لئے اِستاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ صدیق آبادی کے سپرد کردیا۔ استاذ حضرت حافظ فخر الدین صاحب (مرحوم) بجاطور پر اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب کے پائے کا عالم، فقیہ اور مُربی قریبی اَضلاع میں نظر نہیں آتا۔ حافظ شہاب الدین صاحب ؒ کی اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کے لئے اُن کے والدِ ماجد کی نگاہِ انتخاب اگر پڑتی ہے تو حضرت الاستاذ ؒ کی ذاتِ اقدس پر، غور طلب اور فکر انگیز بات یہ ہے کہ

Marfat.com

انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ اس سوال کا صاف اور واضح جواب یہی ہے کہ استاذ جی حافظ فخر الدین صاحب خود بھی صحیح العقیدہ تھے اور اُن کے عظیم اور قابلِ فخر آباؤ واجداد بھی ٹھوس عقائد رکھنے والے اور شرک وبدعت سے نفرت کرنے والے تھے۔ استاد جی حضرت حافظ منور دین صاحب مرحوم پر تو، توحید کا غلبہ تھا شرکت و بدعت سے بیزار اور کوسوں دور رہتے اور اپنے حلقۂ عقیدت و محبّت کی اسی نہج پر تربیت کرتے تھے۔ زندگی میں یہ حضرات ہمیشہ علمائے حق عُلمائے دیوبند کی صُحبت کو نہ صرف ترجیح دیتے بلکہ عملاً اُس کو اختیار کرتے اور مسائل میں بہر صورت عُلمائے اھل السُنّۃ والجَماعۃ عُلمائے دیوبند سے رجوع کرتے۔ استاذ حافظ فخر الدین صاحب نے اپنے صاحبزادے کو حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے ہم عصر علمائے بریلوی کے حوالے نہیں کیا حالانکہ یہ لوگ بھی وادیٔ سون کے مُختلف دیہات میں درس و تدریس کا کام کررہے تھے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے صاحبزادے کو نہ تو جاہل بنانا پسند کرتے تھے اور نہ ہی بدعقیدہ۔

مولانا حافظ شہاب الدین صاحب (مرحوم)، صدیق آباد پہنچے اور حضرت الاستاذؒ سے درسِ نظامی کا آغاز کر دیا اور تقریباً آٹھ سال تک علوم و معارف کے اس مبارک چشمے سے اپنی علمی پیاس بُجھاتے رہے۔ موقوف علیہ تک کی تمام کتابیں پڑھ چکے تھے کہ ناگاہ سر کی شدید درد میں مبتلا ہوگئے۔ مجبوراً اسباق چھوڑ کر اپنے گاؤں واپس آگئے۔ دیہاتی ماحول کے مطابق علاج معالجہ کا سلسہ جاری رہا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی"۔ بالآخر مستقل طور پر صاحبِ فراش ہوگئے۔

گھر والوں نے علاج کے لئے لاہور منتقل کر دیا۔ مرض کی تشخیص ہوئی تو پتا چلا کہ سر میں پھوڑا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مشورے کے مطابق جلد از جلد آپریشن ہونا ضروری قرار پایا۔ تیاریاں ہو رہی تھیں کہ وقتِ اَجل آپہنچا اور آپ نے ۳۰ اپریل ۱۹۷۲ء کو اپنی جان، جاں آفرین کے سپرد کر دی۔

Marfat.com

مولانا حافظ شہاب الدین صاحبؒ کی موت خاندان بلکہ پورے شہر کے لئے ایک عظیم حادثہ تھا۔ ہر شخص نے اس سانحہ کو اپنا ایک دینی نقصان خیال کیا، کیونکہ اپنے آباؤ اجداد کی چھوڑی ہوئی علمی اور روحانی وراثت کے حقیقی وارث وہی تھے۔ جنہوں نے دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد اپنے شہر میں لوگوں کی صحیح دینی راہنمائی کرنی تھی۔ توحید و سُنت کا نغمہ بلند کرنا تھا اور شرک و بدعت اور جاہلی رسم و رواج اور روایات کی بیخ کنی کرنی تھی۔ افسوس کہ آج قرآنِ کریم کے خادم اس خاندان کی دینی مَسند اپنے حقیقی وارث سے خالی ہے۔

مولانا حافظ قاضی ظہور احمد صاحب، سبھرال

قاضی صاحب موصوف ۱۳۴۰ھ کو اپنے آبائی گاؤں سبھرال میں پیدا ہوئے۔ تیرہ، چودہ برس کی عُمر میں اپنے گھر پر اپنے بزرگوں سے حفظ مکمل کرلیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ پرائمری سکول سبھرال میں تیسری اور چوتھی کلاس کا امتحان دیا۔ پھر اپنے خاندان کے ایک بزرگ سے کریما، نامِ حق اور پندنامہ جیسی ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ صدیق آباد (کفری) سے اوچھالہ میں آگئے اور حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ فاضل دارالعلوم دیوبند سے فقہ، نحو اور معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اوچھالہ میں چھ ماہ قیام کے بعد قاضی کو پتا چلا کہ حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ مرولہ شریف سے واپس صدیق آباد تشریف لے آئے ہیں تو اوچھالہ سے صدیق آباد آکر حضرتؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء سے لے کر ۱۹۴۹ء تک حضرتؒ سے پڑھ کر دورۂ حدیث مکمل کرلیا۔ اس کے بعد اورینٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لے کر فاضلِ عربی کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ تک گورنمنٹ ہائی سکول بھمبر (آزاد کشمیر) میں بطورِ عربی ٹیچر کے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ ہائی سکول پنڈدادن خان میں بحیثیت عربی مدرس کے تقرر ہوا۔

Marfat.com

پونے تین سال کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں ٹرانسفر ہو گئی۔ جنوری ۱۹۵۵ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک نوشہرہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ستمبر ۱۹۸۸ء کو ریٹائرڈ ہو گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد گھر پر رہے اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگرانی میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مولانا فضل الٰہی صاحبؒ، پھلروان

مولانا موصوف ۱۹۱۹ء کو اپنے آبائی گاؤں "اُوپی" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم نور محمد گوندل صاحبؒ نے آپ کو حفظ کے لئے اپنے بھائی حافظ علی محمد صاحبؒ کے سپرد کر دیا۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے قوتِ حافظہ اور قوتِ ذکاوت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اس لئے نو، دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے بعد ایک سال تک ابتدائی تعلیم مرولیاں والا (معظم آباد) میں حاصل کی۔ بعد ازاں "ھچّن" گاؤں میں آ گئے اور مولانا صمدانی صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور ان سے درسِ نظامی کی کئی کتب پڑھیں۔ پھر "اِتّی شریف" ضلع گجرات میں پہنچے اور یہاں معقولات کی بعض کتابیں مولانا ولی اللہ صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد صدیق آباد (کفری) آ گئے اور استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور دو سال تک علم کے اس سرچشمہ سے اپنی پیاس بُجھاتے رہے۔ ۱۹۴۰-۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور دورۂ حدیث میں داخلہ لے لیا۔ ابتدائی چند ماہ تک دارالعلوم میں شریک اسباق رہے۔ پھر مولانا علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ ڈابھیل آ گئے تو مولانا موصوف بھی ساتھ ہی ڈابھیل آ گئے اور جامعہ ڈابھیل ہی سے فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے اساتذہ میں سے حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عُثمانیؒ اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ وغیرہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران مولانا موصوف سے مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے فرمایا کہ "آپ ادب کی تمام

Marfat.com

کتابیں دوبارہ مجھ سے پڑھیں۔ ۱۹۴۲ء میں پھلروان واپس تشریف لائے اور اس قصبہ میں "مرکزی جامع مسجد پھلروان" اور "مدرسہ عربیہ دارالسّلام" کا سنگِ بنیاد رکھا۔

۱۹۶۰ء میں محکمۂ اوقاف نے مرکزی جامع مسجد پھلروان کو اپنی تحویل میں لے لیا تو اوقاف کی طرف سے سب سے پہلے اس مسجد کا خطیب آپ کو ہی بنایا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں صدر محمد ایوب خان مرحوم نے کوئٹہ میں "علماء اکیڈمی" بنائی اور اس میں علماء کو، کورس کرایا جس میں مولانا موصوف نے دوسری پوزیشن حاصل کی اور ساتھ ہی صدارتی ایوارڈ کے مستحق ٹھہرے۔

مولانا موصوف جب دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف کر رہے تھے تو ششماہی امتحان میں پنجاب کے طلبہ میں پہلی پوزیشن جبکہ باقی صوبوں کے طلبہ کے مقابلے میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

1982ء میں محکمۂ اوقاف نے آپ کو ترقی دے کر جامع مسجد گول چوک سرگودھا میں ڈسٹرکٹ خطیب مقرر کیا۔ دو سال بعد آپ کو مزید ترقی دے دی گئی اور آپ ڈویژنل خطیب سرگودھا مقرر ہوئے۔ 1987ء میں آپ محکمۂ اوقاف سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۲ اکتوبر 1992ء میں آپ کا وصال ہوا اور پھلروان کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ کے "مدرسہ عربیہ دارالسّلام" سے ہزاروں طلبہ فارغ التحصیل ہوئے جن میں سے بعض بڑے درجہ کے علماء میں شمار ہوتے ہیں اور علمی و تدریسی میدان میں ترقی کر کے شیخ الحدیث کے منصب پر پہنچے۔ کئی فنون کے ماہرین کے طور پر متعارف ہوئے۔ اس مدرسہ کے فضلاء اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک میں بھی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی فضلاء پاکستان آرمی میں بطورِ خطیب کے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پسماندگان میں آپ نے ایک بیوہ، تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑی ہیں۔ حضرت مولانا انیس الرحمن صاحب مدرسہ کے مہتمم اور جامع مسجد کے خطیب ہیں

Marfat.com

جبکہ حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب نائب مہتمم اور مدرسہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے حافظ عبدالرؤف صاحب ہیں جنکی دُنیاوی تعلیم ایف اے ہے اور وہ تجارت پیشہ ہیں۔ پانچ صاحبزادیوں میں سے سب سے چھوٹی صاحبزادی "جامعہ فضلیہ" کے نام سے بنات (طالبات) کا مدرسہ چلارہی ہیں۔

حضرت مولانا خدابخش صاحب، ھر دوسودھی بالا

مولانا خدابخش صاحب ۱۹۲۶ء کو وادیٔ سون کے ایک معروف گاؤں، ھر دوسودھی بالا میں عالم شیر اعوان کے گھر میں پیدا ہوئے۔ مناسب عمر کو پہنچنے کے بعد آپ کو گاؤں کے حکومتی سکول میں داخل کرادیا گیا۔ لیکن سکول میں اُن کا دل تعلیم سے اُچاٹ رہنے لگا۔ چنانچہ آپ کو سکول سے چھڑا کر حفظ کے لئے قاضی عبداللطیف صاحب مرحوم کے حوالے کردیا گیا۔ ذہین ہونے کی وجہ سے جلد ہی حفظِ قرآنِ کریم مکمل کرلیا۔

تکمیل حفظ کے بعد آپ کو ابتدائی دینی تعلیم کے لئے حضرت مولانا سلطان اعظم رحمہ اللہ کے حوالے کردیا گیا۔ مولانا کا درس چھپڑ شریف میں جاری تھا۔ عرصہ تین سال تک یہاں درسی کتب کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعدازاں کامرہ (اٹک) تشریف لے گئے جہاں اُنہوں نے علم کلام کی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازیں تعلیم کی غرض سے کچھ عرصہ گجرات و سیال شریف میں بھی مقیم رہے۔

درسِ نظامی کی اعلیٰ اور بڑی کتابوں کی تعلیم کے لئے ۱۹۴۴ء میں استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدابخش صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکمل چھ سال تک حضرت الاستاذؒ کے پاس ہی زیر تعلیم رہے تاآنکہ ۱۹۴۹ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کرکے اپنے آبائی گاؤں واپس لوٹ آئے، اور تدریس شروع کردی۔ بعدازاں ۱۹۵۱ء میں رینجرز میں بطورِ G-D-ASI بھرتی ہوگئے تاہم ساری سروس میں مسجد کے ساتھ وابستگی رہی اور عالم ہونے کی وجہ سے مسجد کے امام وخطیب رہے۔ لاہور قیام کے دوران مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے درس میں کچھ عرصہ شریک رہے۔ علاوہ ازیں

Marfat.com

باشاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا غلام مُرشد قاسمیؒ فاضل دارالعلوم دیوبند ساکن انگہ وادیٔ سون کے درس میں بھی شریک ہوتے رہے۔

۱۹۹۰ء میں ۴۰ سال تک دینی خدمات انجام دینے کے بعد پاکستان رینجرز سے بالا آخر سب انسپکٹر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے گاؤں تشریف لائے تو دوبارہ تدریس کا کام شروع کر دیا اور کامل ۱۸ سال تک گاؤں کی جامع مسجد میں کتب اور حفظ و ناظرہ بھی کسی نہ کسی درجہ میں پڑھاتے رہے۔ بڑھاپے کے اندر اللہ تعالےٰ نے آپ سے اس طرح دینی خدمات لیں کہ دس بچے حافظ بن گئے اور تقریباً سو بچوں نے ناظرہ قرآن کریم پڑھا۔

آپ اپنے جمعہ و عیدین کے خطبات میں اتحادِ امت پر زور دیتے اور قرآن و سُنت کی رُوشنی میں گفتگو فرماتے۔ فرقہ واریت سے کوسوں دُور رہتے۔

آپ کی ذاتی لائبریری میں کتابوں کا وافر ذخیرہ موجود ہے، اسلاف کی تمام معروف تفاسیر آپ کی لائبریری میں موجود ہیں، جنکا مطالعہ اہتمام سے جاری رکھتے۔ آپ کو عربی و فارسی زبان کے تکلّم اور اِنشا پردازی پر عبور حاصل تھا۔ اردو زبان و ادب سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ بعض اوقات مشکل الفاظ کے معانی سمیت اُن کا ماخذ اور تاریخی پس منظر بھی بتا دیتے۔ الفاظ کی تحقیق کا خاصا ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی ذاتی لائبریری اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں عام مُسلمانوں کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ آپ نے دو مرتبہ حج کیا۔ پہلا سفر ۱۹۷۷ء میں حج کے لئے کیا۔

مولانا خدا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ میرے اساتذہ کرام میں جس شخصیت نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہُ اللہ کی شخصیت ہے۔ آپ نہایت مشفق و مہربان استاذ تھے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ فقہی بصیرت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ میراث میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں ایسی صفات جمع فرمادی تھیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔

Marfat.com

مولانا خدا بخش صاحب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔۲۰۰۸ء سے دینی خدمات معطل ہو چکی تھیں۔ ایک عرصہ سے لاہور میں اپنے صاحبزادے محمد طارق صاحب کے ہاں رہائش پذیر تھیں جو پاکستان رینجرز میں آفیسر ہیں۔ یاد رہے کے ڈاکٹر خالد علوی ڈائریکٹر الدعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، آپ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا شیر محمد (مرحوم) کورڈھی

مولانا موصوف یکم جنوری ۱۹۳۵ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے اپنے گھر پر اپنے والد صاحب (حاجی بہاول خان) کی شاگردی اختیار کی۔ ۱۹۴۷ء میں حفظ مکمل کرنے کے بعد حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کی خدمت میں درسِ نظامی پڑھنے کیلئے حاضر ہوئے۔ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب کے ہم سبق اور حضرتؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ حضرتؒ انہیں پیار سے ”حافظا“ کہہ کر پکارتے تھے۔ چند سال صدیق آباد میں قیام کے بعد ”بندیال“ شہر میں مولانا سیّد امیر صاحب پھر چوکیرہ میں ”مدرسہ دارالھدیٰ“ میں داخلہ لے کر حضرت مولانا قطب الدین صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ دورۂ حدیث کے لئے ۶۰۔۱۹۵۹ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور جامعہ کے اساطین علم اساتذۂ کرام سے استفادہ کا شرف حاصل رہا۔ چنانچہ بخاری شریف محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے پڑھی۔ خانپور میں مولانا محمد عبد اللہ درخواستی صاحبؒ سے دورۂ تفسیر پڑھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد وطنِ مالوف لوٹے اور نوشہرہ کی جامع مسجد لطیفاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ پھر اوچھالی کی جامع مسجد غربی میں اٹھارہ سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۷ء کورڈھی کی مرکزی جامع مسجد حمزہ میں خطیب رہے اور بالآخر ۲۹ جولائی ۱۹۹۷ کو چند ہفتے بیمار رہ کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مولانا مرحوم سچی اور کھری بات کہنے میں اپنی مثال آپ تھے۔

Marfat.com

مشہور تلامذہ

حضرت مولانا شاہ محمد صاحب (مرحوم) کنڈ

مولانا شاہ محمد صاحب ۱۹۴۸ء تک حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے پاس پڑھتے رہے۔ کچھ عرصہ مولانا قطب الدین صاحب (مرحوم) کے پاس اوچھالہ اور پھر مرولہ شریف پڑھتے رہے، دورۂ حدیث کی تکمیل بھی مولانا صاحب کے پاس کی۔ بعد ازاں پاکستان آرمی میں بھرتی ہو گئے اور فوج سے بطورِ خطیب (صوبیدار) ریٹائرڈ ہوئے۔ اس کے بعد پروفیسر عبداللطیف صاحب کے "مدرسہ کاشف العلوم" میں پانچ سال تک تدریس کرتے رہے اور آخری دو سال میں بخاری شریف پڑھائی۔ مولانا مجاہدین سے محبّت کرتے تھے اور اُن کے ساتھ تعاون بھی فرماتے۔

آپ نے مولانا اشرف حیدری صاحب، ناظمِ حرکۃ المجاہدین صوبہ پنجاب اور جوہر آباد کے عُلمائے کرام کی معیت میں طالبان کے دورِ حکومت میں افغانستان کا سفر بھی کیا۔ بالآخر ۲۰۰۴ء میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت مولانا نور محمد صاحب، اٹک

مولانا کے حالات نہیں مل سکے، اِن کا اس قدر تعارف کافی ہے کہ مولانا نور محمد صاحب، شہید اسلام حضرت مولانا محمد گل شیر صاحب جو بہت بڑے عالم اور نامور خطیب ہو گزرے ہیں اور مجلس احرار سے فکری اور نظریاتی وابستگی رکھتے تھے، کے سگے بھانجے تھے۔

حضرت مولانا اللہ دتہ صاحب، کھوڑوی

مولانا اللہ دتہ ۱۹ء کو اپنے آبائی گاؤں کھوڑہ میں پیدا ہوئے۔ سنِ شعور کی پہنچنے کے بعد علومِ دینیہ کی تحصیل کی محبّت استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ کی

Marfat.com

خدمت میں لے آئی۔ ابتدائی فارسی کتب سے لے کر یوسف زلیخا اور سکندر نامہ تک اور صرف و نحو سے لے کر دورۂ حدیث تک تمام کتابیں حضرتؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔ فراغت کے بعد دینی خدمات میں مشغول ہو گئے۔ آجکل سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں رہائش پذیر ہیں۔ بیماری اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے دینی سرگرمیاں معطل ہیں۔

حضرت مولانا محمد حسین، کھوڑوی

مولانا موصوف ۱۹ء کو اپنے وطنِ مالوف کھوڑہ میں پیدا ہوئے۔ انتہائی ذہین اور استعداد والے تھے۔ کئی سال تک حضرت الاستاذؒ سے شرفِ تلمذ رہا، تاہم یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے دورۂ حدیث کہاں سے کیا؟ فراغت کے بعد مستقل بنیادوں پر ساہیوال منتقل ہو گئے۔ عربی معلم کی حیثیت سے سکول میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور مزید برآں کسی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب (مرحوم) کنڈ

مولانا خان محمد صاحب کنڈ ضلع خوشاب کے باشندے ہیں۔ انہوں نے مکمل تعلیم حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے پاس حاصل کی۔ بعد میں کاشتکاری کو اپنا مشغلہ بنالیا۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انکی مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے۔ آمین

حضرت مولانا خان محمد صاحب، خالق آباد

حضرت مولانا خان محمد صاحب ۱۹۳۱ء کو خالق آباد میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک عصری تعلیم خالق آباد کے سرکاری سکول میں حاصل کی۔

۴۲-۱۹۴۱ء میں حفظ کے لئے اپنے وقت کے عظیم انسان اور استاذ الکل حافظ محمد ظریف کی خدمت میں پہنچے اور تعلیم کا آغاز کر دیا۔ ۱۹۴۴ء میں حفظ کی تکمیل کی۔ ۱۹۴۶ء

Marfat.com

میں درسِ نظامی کی تعلیم کیلئے حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور عرصہ چار سال تک علم کے اس سرچشمہ سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں شدید قحط پڑا جس کی وجہ سے حضرتؒ نے طلبہ کو کچھ عرصہ کے لئے اپنے اپنے گھروں میں بھیج دیا۔ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی چلا گیا تاہم دوبارہ پھر آ گیا۔ اس عاجز نے حضرت الاستاذؒ سے صرف و نحو سے لے کر شرح الوقایہ تک کتابیں پڑھیں۔

ایک دن حضرتؒ کے حکم سے آپ کے بہنوئی ماسٹر غلام فرید صاحب کے گھر میں جوار لے کر گیا۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا، سکول میں کتنی کلاسیں پڑھی ہیں؟ مَیں نے جواب دیا، پانچ۔ اس پر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ مجھے روزانہ تھوڑا تھوڑا وقت دے دیں تو میں آپ کو آٹھویں جماعت کی تیاری کرادونگا۔ چنانچہ میں نے آٹھویں کی تیاری شروع کر دی۔ حضرتؒ کو پتا چلا تو انہوں نے ازراہِ شفقت روکا لیکن مجھ پر شیطان غالب آچکا تھا اور شوق میں دونوں طرف چلتا رہا۔ نتیجتاً دماغ دونوں طرف کا بوجھ برداشت نہ کرسکا اور بیمار ہو گیا۔ مڈل تو مَیں نے بالآخر گرتے پڑتے کر ہی لیا لیکن دینی تعلیم چھوڑنا پڑی۔

مولانا خان محمد صاحب مسلسل چھ سال بیمار رہے۔ بالآخر ۱۹۵۶ء میں سکول ٹیچنگ کا ایک سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد سکول ٹیچر تعینات ہوئے اور ۱۹۹۰ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ سکول ٹیچنگ کا تقریباً سارا عرصہ خالق آباد میں ہی گزرا۔ سکول ٹیچنگ کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۳ء سے امامت و خطابت اور درس و تدریس کی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۶۵ء سے جامع مسجد فاروق اعظم میں امام و خطیب ہونے کے علاوہ شعبۂ حفظ و ناظرہ میں تدریسی خدمات بھی اُن کے سپرد ہیں۔ ۱۹۶۵ء ہی میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہُ اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور سلوک کی تمام منزلیں حضرت خواجہؒ صاحب کے ہاں طے کیں۔ ہر ماہ کم از کم ایک مرتبہ خانقاہ

Marfat.com

سراجیہ کندیاں شریف حاضر ہوتے۔ تقریباً ۴۶ سال سے رمضان المبارک خانقاہ سراجیہ کے منور و مطہّر ماحول میں گزار رہے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ مولانا صاحبزادہ معین الدین صاحب، مولانا اللہ دتہ صاحب امام و خطیب نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا، مولانا محمد شاہ صاحب آف پدھراڑ، مولانا شاہ محمد آف کنڈ اور مولانا خدا بخش صاحب آف ہردو سودھی بالا اسباق میں مجھ سے متقدم تھے۔

حضرت مولانا مشتاق احمد، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۵۱ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے پیر عبدالغفور صاحب کے زیرِ اہتمام و انتظام چلنے والے اس وقت کے معروف دینی ادارے "جامعہ عربیہ تعلیم القرآن" سرگودھا بلاک نمبر ۹ میں داخلہ لیا۔ تکمیلِ حفظ کے بعد فارسی کتب کی تعلیم کیلئے مدرسہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا اور استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ مولانا نے ایک سال میں کریما، نامِ حق، پند نامہ، گُلستان اور بوستان جیسی فارسی زبان و ادب کی کتابیں پڑھ لیں۔ دوبارہ جامعہ عربیہ تعلیم القرآن میں آگئے اور درسِ نظامی کا آغاز کر دیا۔ درجۂ اولیٰ تا سادسہ اسی جامعہ میں پڑھتے رہے۔ درجہ سابعہ (موقوف علیہ) کیلئے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے زیرِ انتظام چلنے والے دینی ادارے "دارالعلوم تعلیم القرآن" راجہ بازار، راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ پھر دورۂ حدیث کے لئے مرکزِ علوم اسلامیہ "جامعہ اشرفیہ" لاہور میں داخلہ لے لیا۔ ۷۲-۱۹۷۱ء میں فراغت حاصل کرنے کے فوراً بعد ہی انار کلی کی تاریخی مسجد "سَت گھرا" میں بطورِ امام و خطیب کے کام شروع کر دیا۔ پانچ سال کے بعد "جامع مسجد الریاض" اسلامیہ پارک، سمن آباد لاہور میں ایک سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں ایک دوست کی

Marfat.com

ترغیب پر پاکستان ایئر فورس میں خطیب بھرتی ہو گئے۔ ۱۸ سال تک PAF میں دینی خدمات انجام دینے کے بعد ریٹائرڈ ہو گئے۔ آجکل N.F.C ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور کی جامع مسجد میں امام و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ مولانا مشتاق احمد کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے قرآنِ کریم کی تفسیر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم مغفور سے پڑھی ہے۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد مولانا جدید عصری علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے میٹرک لاہور بورڈ، ایف اے راولپنڈی بورڈ، بی اے کراچی یونیورسٹی اور ایم اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی سے کیا ہے۔

حضرت مولانا غلام مرتضٰے صاحب اعوان، کورڈھی

۱۹۶۲ء میں اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش ؒ صاحب سے عرصہ ۳ سال میں حفظ مکمل کیا۔ اس کے بعد ابتدائی فارسی کتب اور صرف و نحو کے لئے حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب ؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ۱۹۷۶ میں علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرسہ میں درس نظامی کے لئے داخلہ لیا اور ۱۹۸۴ء میں فراغت ہوئی۔ احادیث کی کتب میں سے بخاری شریف اول و دوم مفتی ولی حسن ؒ صاحب مسلم شریف مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی ؒ، ابوداؤد شریف مولانا بدیع الزمان صاحب طحاوی شریف مولانا مصباح اللہ صاحب سے پڑھی (زمانۂ طالب علمی میں ہی حضرت مرشدِ عالم ؒ سے اصلاحی تعلق قائم ہو گیا تھا) فرقِ باطلہ کے رَدّ کے لئے مولانا عبدالستار تونسوی ؒ، مولانا محمد امین اوکاڑوی، مولانا محمد حیات صاحب فاتح ربوہ، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبدالرحیم اشعر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔

Marfat.com

دورۂ تفسیر القرآن کے لئے، امام اہل سُنت مولانا محمد سرفراز صفدرؒ اور مولانا مہر محمد آف میانوالی کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔

حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد ۱۹۸۴ء سے دارالعلوم حنفیہ چکوال میں تدریس کا آغاز کیا اور ۱۹۸۸ء میں حضرت مُرشدِ عالمؒ کی طرف سے خلافت سے نوازے گئے۔ ۱۹۸۹ء میں حضرت مرشد عالمؒ کا وصال ہوا۔ اس سے قبل تقریباً موقوف علیہ تک تمام کتب کی تدریس کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ جس سال دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو طحاوی شریف اور مؤطین کی تدریس کی سعادت نصیب ہوئی۔

اب عرصہ ۶ سال سے بخاری شریف کی جلد اول و ثانی پڑھا رہے ہیں۔ ۱۹۸۶ء میں رشتۂ اُزدواج میں منسلک ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ۲ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں۔ اپنی زندگی میں ۳۰ سال تک رمضان شریف میں قرآنِ کریم سنایا۔

وفاق المدارس کی جانب سے ضلع چکوال میں ۱۵ سال سے شعبۂ حفظ کے لئے مسؤل ہیں اور اب ۳ سال سے شعبۂ کتب کے بھی مسؤل ہیں۔ ۱۵ سال تک دارالعلوم حنفیہ چکوال کے ناظم رہے۔ ۱۹۹۵ء سے OGDL میں بحیثیت امام و خطیب کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مولا بخش اعوان (اوگالی)

حضرت مولانا مولا بخش صاحب اعوان ۱۹۶۳ء میں وادیٔ سون کے معروف گاؤں اوگالی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ساتھ ساتھ ناظرہ قرآنِ کریم بھی مکمل کر لیا۔ ۱۹۷۵ء میں حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں داخلہ لیا۔ حفظ کے ساتھ ساتھ چھٹی اور ساتویں کلاس کا بھی امتحان دے دیا۔ اس کے بعد ہمہ تن حفظ کی طرف متوجہ ہو گئے اور ۱۹۷۸ء میں حفظ کی تکمیل کر لی۔ بعد ازاں ۱۹۷۹ء میں پہلی بار اللہ تعالےٰ کی توفیق سے گاؤں کی جامع مسجد میں نمازِ تراویح

Marfat.com

میں قرآنِ کریم پورے اعتماد اور کامیابی کے ساتھ سنایا۔

مولانا نے جس زمانہ میں مدرسہ اسلامیہ میں حفظ کے لئے داخلہ لیا، اس وقت شعبۂ حفظ کے استاذ حافظ انور حسین صاحب تھے جو استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہُ اللہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں۔ مولانا مولا بخش صاحب نے تقریباً مکمل قرآن کریم اُن ہی سے حفظ کیا۔ تاہم کبھی کبھار استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب اُن سے سبق اور منزل سُن لیا کرتے تھے۔

حفظ کی تکمیل کے بعد چند ماہ تک حضرت الاستاذ ولی کامل مُفتی خدا بخش صاحب رحمہُ اللہ سے کریما، نامِ حق، صرف بہائی اور صرف میر جیسی ابتدائی کتب پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔

۱۹۷۹ء میں اپنے اساتذہ کرام کے مشورے سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ اولیٰ میں داخلہ لیا۔ جہاں اُن کے دیرینہ اور مُخلص دوست مولانا غلام مرتضیٰ صاحب اعوان نقشبندی پہلے ہی سے زیر تعلیم تھے۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں داخلہ کے لئے جہاں اساتذہ کرام کا مشورہ محرک بنا وہاں مولانا غلام مرتضیٰ صاحب کی ترغیب بھی اُن کے ذوق و شوق میں اضافہ کا باعث بنی۔

درجۂ اولیٰ میں داخلہ کے بعد الحمد اللہ پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ اپنے تعلیمی سفر میں مسلسل آگے بڑھتے رہے تاآنکہ ۱۹۸۷ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد فراغت حاصل کی۔ اس سارے عرصہ میں مولانا اپنے اساتذہ کرام کے منظورِ نظر ہونے کے علاوہ اُن کی شفقتوں، محبتوں اور دُعاؤں کا مرکز بنے رہے۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مُفتی محمد نعیم صاحب کے حکم اور حضرت اقدس مُفتی احمد الرحمن رحمہُ اللہ تعالےٰ کے مشورہ سے جامعہ بنوریہ کراچی میں تدریس کتب کا آغاز کر دیا۔ واضح رہے کہ حضرت مولانا مُفتی محمد نعیم صاحب اور حضرت اقدس مُفتی احمد الرحمنؒ مولانا کے اساتذہ کرام میں سے ہیں۔

Marfat.com

حضرت مولانا مُفتی مُحمد نعیم صاحب کی بے پناہ شفقتوں اور نگرانی میں مولانا کو جامعہ بنوریہ میں مُختلف کتب کے پڑھانے کا موقع ملا، جن میں ہدایۃ النحو، قدوری، تیسر المنطق، ترجمہ القرآن، نورالانوار، مقامات، شرح تہذیب، قطبی، متنبی، ہدایہ ثانی، ثالث اور رابع، جلالین مکمل، حماسہ، مُحیط الدائرہ، توضیح و تلویح اور ابوداوٗد شریف مکمل شامل ہیں۔

مولانا الحمد اللہ تاحال جامعہ بنوریہ کراچی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ اللہ تعالےٰ جامعہ بنوریہ میں ہی تادمِ آخر اُن سے یہ دینی خدمت اپنے رحمت اور فضل و کرم سے لیتے رہیں۔

مولانا مولا بخش صاحب اعوان اب تک بحمد اللہ تعالےٰ توضیح و تلویح اکیس مرتبہ، ابوداوٗد شریف بیس مرتبہ، شعبۂ بنات میں بخاری اول و دوم چھ مرتبہ اور ہدایۃ النحو دس مرتبہ پڑھا چکے ہیں۔

تدریس کے ساتھ ساتھ جامعہ بنوریہ کے پڑوس ہی میں جامع مسجد بلال نیو لیبر کالونی سائٹ میں تقریباً سترہ سال سے امامت و خطابت کی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حافظ مشتاق احمد اعوان، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۶۵ء کو اپنے گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ میں حفظ کے لئے داخلہ لیا اور اڑھائی سال کی مختصر مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ اس کے بعد حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے درسِ نظامی کے لئے زانوئے تلمذ تہ کئے اور موقوف علیہ تک حضرتؒ کے پاس ہی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۹۳ء میں دورۂ حدیث کے لیے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ فراغت کے بعد اپنے گاؤں کی مرکزی جامع مسجد حمزہ میں امام و خطیب مقرر ہوئے اور تین سال تک

Marfat.com

دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا صاحب بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ ناساز گار معاشی حالت میں تعلیمی سفر کو جاری رکھا۔ مسجد کی طرف سے مشاہرہ انتہائی قلیل تھا جس کی وجہ سے نظامِ زندگی چلانا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ اس لئے مسجد کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ دکانداری کا مشغلہ بھی شروع کر دیا۔ مسجد میں حفظ و ناظرہ کی کلاس جاری کر دی۔ شادی کے بعد اہلیہ نے گھر پر قرآنِ کریم اور دینی تعلیمات کا آغاز کر دیا۔ آجکل کوٹ اقبال کی جامع مسجد حنفیہ میں بطور امام و خطیب عرصہ دس سال سے کام کر رہے ہیں۔ مولانا اب تک ۲۸ بار رمضان شریف میں قرآنِ کریم سنا چکے ہیں۔

مولانا حافظ امان اللہ، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۲ مئی ۱۹۶۵ء کو اپنے وطنِ مالوف کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مناسب عُمر میں پہنچنے کے بعد گاؤں کے سرکاری پرائمری سکول میں داخل ہو گئے۔ اس وقت مولانا صاحب کے پڑوس میں دارالعلوم حنفیہ چکوال کی ایک شاخ قائم ہو چکی تھی۔ جس میں شعبۂ حفظ کام کر رہا تھا۔ چنانچہ سکول کے ساتھ ساتھ حفظ بھی شروع کر دیا۔ قاری حیات محمد (مرحوم) آف تلہ گنگ کی محنت کے نتیجے میں تقریباً اڑھائی سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ بعد ازاں "مدرسہ اسلامیہ" صدیق آباد میں آ گئے اور مخدوم العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور حضرتؒ سے کریما، نامِ حق، پند نامہ، گلستان اور مالابدّ منہ جیسی فارسی زبان و ادب کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۸۱ء میں درسِ نظامی کے لئے چوکیرہ آ گئے اور "مدرسہ دارالھُدیٰ" میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۸۳ء کے بعد یعنی ثالثہ کی تکمیل کے بعد اشرف العلوم گوجرانوالہ میں آ گئے۔ یہاں شرح الوقایہ، شرح جامی اور دوسری کتب پڑھیں، پھر نُصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں آ گئے اور موقوف علیہ پڑھا۔ ۸۷-۱۹۸۶ء میں مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لے کر دورۂ حدیث میں شریک ہو گئے۔ فراغت کے بعد عرصہ چار سال تک جامع مسجد مدنی چونڈہ

Marfat.com

ضلع سیالکوٹ میں امام و خطیب رہے۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کو پاکستان آرمی میں بحیثیت خطیب بھرتی ہوگئے۔ تقریباً ۲۱ سال سے پاک فوج میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا ممدوح نے دینی تعلیم کے بعد عصری تعلیم کا سفر جاری رکھا۔ اب تک ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ مقصود احمد صاحب۔ صدیق آباد

مولانا مقصود احمد صاحب ۱۹۶۳ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ مناسب عُمر کو پہنچنے کے بعد سکول میں داخل ہوگئے اور پرائمری سطح کی تعلیم مکمل کر لی۔ مولانا موصوف کے والدِ گرامی مرحوم چونکہ حافظ تھے اس لئے وہ اپنے صاحبزادے کو بھی حافظ بنانے کے خواہش مند تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو "مدرسہ اسلامیہ" صدیق آباد میں داخل کرادیا۔ مولانا کو براہِ راست اُستاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب ؒ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ حفظ کے لئے انہوں نے استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب ؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ آپ کے معاون استاذ حافظ انور حسین صاحب ہیں۔ حفظ کے بعد فارسی کی بعض ابتدائی کتب حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش ؒ صاحب سے پڑھیں۔ بعد ازاں رائے ونڈ کے مدرسہ عربیہ میں داخلہ لیا۔ موقوف علیہ تک اس مدرسہ میں زیر تعلیم رہے اور پھر دورۂ حدیث کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان چلے گئے۔ فراغت کے بعد رائے ونڈ کے بزرگوں کے مشورے سے کراچی میں محترم جناب سُورتی صاحب کے مدرسہ میں بطورِ صدر مدرس کے کام شروع کر دیا۔ دو سال کے بعد تلہ گنگ میں تبلیغی مدرسہ میں تشکیل ہوئی۔ ۷/۸ ماہ تک کام کرنے کے بعد اپنے وطنِ مالوف صدیق آباد (کفری) میں واپس آ گئے۔ کیونکہ انہیں اطلاع ملی کہ اُن کے والد صاحب پر فالج کا حملہ ہُوا ہے۔ یہ سُن کر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اُن کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ چند ماہ کے بعد رائے ونڈ مرکز سے

Marfat.com

۸/۷ آدمی بذریعہ ویگن تشریف لائے اور واپس رائے ونڈ لے گئے۔ مولانا جمشید صاحب نے دوبارہ کراچی مسجد باب السّلام میں قائم دینی مدرسہ میں تشکیل کر دی، جہاں انہیں ۲۳ سال ہو چکے ہیں۔ مولانا نے درس نظامی میں داخلہ لینے سے پہلے ۴ ماہ تبلیغ میں لگائے۔ پھر ہر سال چلہ لگاتے رہے۔ بعض اوقات سہ روزے بھی لگائے۔ ۷ ماہ کے لئے انکی یورپ میں تشکیل ہوئی۔ چنانچہ مشرقی و مغربی جرمنی، فرانس، بیلجیئم اور ہالینڈ میں کام کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

حافظ مُحمد امین، انگوی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۵ء کو اپنے آبائی گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ جب کچھ بڑے ہوئے والدین نے حفظ کے لئے مدرسہ عُثمانیہ، انگہ میں بٹھا دیا۔ انتہائی کم عُمری یعنی صرف گیارہ سال کی عُمر میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول انگہ میں داخل ہو گئے اور مڈل پاس کر لیا۔ بعد ازاں نوشہرہ ہائی سکول میں داخلہ لے کر میٹرک پاس کر لیا۔ نوشہرہ میں تعلیم کے دوران اُنہیں خوش قسمتی سے استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ کی صُحبت مل گئی اور نویں دسویں کلاس میں اُن سے بعض مضامین پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ میٹرک کے بعد حضرتؒ کی ترغیب پر مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد آ گئے اور حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے فارسی کے اسباق شروع کر دیئے۔ چنانچہ کریما، نامِ حق، پند نامہ، گُلستان اور بوستان جیسی فارسی زبان و ادب کی کتابیں حضرت الاستاذؒ سے پڑھیں۔ اِن کے بعد عربی گرائمر (صرف و نحو) کی بعض کتابیں بھی پڑھ لیں۔ مکمل عالم بننے کا ارادہ تھا تاہم گھریلو حالات اور معاشی مسائل کی وجہ سے ۱۹۷۶ء میں ایئر فورس میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۸ سال کے بعد ۱۹۹۴ء میں ریٹائرڈ ہو گئے۔ اس کے بعد تجارت سے منسلک ہو گئے اور دس سال تک اس میں مشغول رہے۔ جی بھر گیا تو لاہور آ کر ملازمت اختیار کر لی۔ ایک سال کے

Marfat.com

بعد پھر گاؤں چلے گئے اور نوشہرہ میں کسی ایجنسی میں بحیثیت سیل مین ملازمت شروع کر دی۔ دو سال کے بعد اپنے آباء و اجداد کے عظیم پیشے یعنی خدمتِ دین کو اپنا لیا۔ مدنی مسجد انگہ میں آجکل امامت اور تعلیم قرآنِ حکیم کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا غلام مرتضےٰ صاحب، حافظ شیر محمد مرحوم آف کورڈھی اور بھائی غلام محمد صاحب انگوی، حافظ محمد امین صاحب کے ہم سبق تھے۔

حضرت مولانا حافظ امیر عُمر شاہ صاحب نقشبندی، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۶۹ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے دارالعلوم حنفیہ چکوال کے زیر اہتمام وانتظام چلنے والے مدرسہ حفظ القرآن کورڈھی، میں داخلہ لے کر قاری حیات محمد صاحب (مرحوم) آف تلہ گنگ کی شاگردی اختیار کی۔ تقریباً ۳ سال کے عرصے میں حفظ کی تکمیل کی۔ مولانا کا حفظ اور پرائمری سطح کی تعلیم ایک ساتھ چلتے رہے۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ جس دن پانچویں کلاس کا رزلٹ آیا اسی روز حفظ کی تکمیل کی خوشی میں ایک دینی جلسے کا انعقاد ہوا۔ حفظ کے بعد گردان کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد، آ گئے۔ گردان کے بعد کچھ دن کے لئے کریما کے اسباق پڑھ کر حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ نصیب ہوا۔ اس کے بعد کراچی آ گئے اور اِعدادیہ سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تمام علوم وفنون کی چھوٹی بڑی کتابیں جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن میں پڑھیں۔ احادیث میں آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا مُفتی احمد الرحمن صاحبؒ، حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب، حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب (شہید) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سِکندر صاحب، حضرت مولانا مُفتی نظام الدین شامزئی صاحب (شہید) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب (شہید) شامل ہیں۔ مولانا نے تخصص فی الفقہ حضرت مولانا محمد زرولی خان صاحب سے کیا۔ اس

Marfat.com

کے فوراً بعد جامع مسجد فاروق اعظم سیکٹر B/15 بفرزون نارتھ کراچی میں امام و خطیب مقرر ہوئے اور اس مسجد میں دینی خدمات انجام دیتے ہوئے تقریباً ۱۹سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

مولانا نے بیعتِ سلوک حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے کی۔ اُن کی شہادت کے بعد تجدیدِ بیعت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب شاہ جمالی نقشبندی سے کی اور اُن کی طرف سے مجاز بھی ہوئے۔

مولانا کے زیرِ انتظام و انصرام درج ذیل ادارے کام کررہے ہیں۔ ① جامعہ فاروقِ اعظم ② جامعہ سیّدہ عائشہ صدیقہ للبنات ③ جامعہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ ④ اقراء روضۃ الاطفال یوسفیہ۔

مولانا حافظ رشید احمد صاحب، صدیق آبادی

مولانا موصوف ۱۹۷۴ء میں اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ مکتب سکول میں پرائمری تعلیم کے ساتھ مدرسہ اسلامیہ میں حفظ بھی شروع کر دیا تھا۔ چار سال میں حفظ مکمل ہوا۔ بعد ازاں شعبۂ کتب کے لئے اسی مدرسہ میں داخلہ لے کر حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کی شاگردی اختیار کی اور اُن سے کریما، نامِ حق، پند نامہ، مالا بدمنہ تک ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ گلستان، بوستان مولانا سرور شاہ صاحب سے پڑھیں۔ فارسی کے بعد صرف و نحو کا فن شروع کر دیا۔ اس فن میں مولانا سرور شاہ صاحب اور مولانا نصیر الدین صاحب جیسے فضلائے دیوبند کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ثانیہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد پڑھا۔ اس کے بعد جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں آ گئے اور موقوف علیہ تک تمام کتب یہاں پڑھیں۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ، لاہور میں داخلہ لیا اور ۹۶-۱۹۹۵ء میں احادیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد بارہ سال تک شعبۂ حفظ میں تدریس کی۔ آجکل این، الیف، سی لاہور

Marfat.com

کی جامع مسجد میں اذان و امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مقصود اکبر بن شیر محمد صاحب، کورڈھی

مولانا مقصود اکبر ۱۹۵۴ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ کم و بیش ۳ سال میں حفظ مکمل کر لیا اور پھر کئی مرتبہ نماز تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ تکمیلِ حفظ کے بعد فارسی کی ابتدائی کتب اور صرف و نحو عربی کے لئے استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ بعد ازاں درس نظامی کے لئے مدرسہ دارالھدیٰ چوکیرہ (سرگودھا) میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک تمام کتابیں اسی مدرسہ میں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ، لاہور میں داخلہ لیا۔ فراغت کے بعد پاکستان آرمی میں بحیثیت خطیب بھرتی ہوئے۔ بیمار ہوئے تو آرمی سے ریٹائر منٹ لے لی اس کے بعد سرگودھا میں ایک مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ تقریباً ۸ سال تک سول ماحول میں دینی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۴ اپریل ۲۰۱۰ء کو بیماری کی حالت میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی گاؤں میں دفن ہوئے۔

مولانا غوث محمد آف اوچھالی

مولانا موصوف ۱۹۶۰ء کو اپنے آبائی گاؤں اوچھالی میں پیدا ہوئے۔ چھٹی کلاس تک سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ عُثمانیہ متصل مسجد قاضیاں ضلع انگہ میں داخلہ لے کر حافظ قاری محمد ایاز صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد درسِ نظامی کے لئے رحیم یار خان کے کسی معروف دینی ادارے میں آگئے۔ درجۂ اولیٰ سے لے کر رابعہ تک یہاں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخل ہو کر استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ خامسہ اور سادسہ کی تکمیل کے بعد موقوف علیہ کے

Marfat.com

لئے، اُترا، جو قائد آباد کے مضافات میں ایک معروف قصبہ ہے، میں پہنچے اور مدرسہ امینیہ میں داخلہ لے کر مولانا محمد امین صاحب اور مولانا امان اللہ صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ دورۂ حدیث کے لئے مرکزِ علوم اسلامیہ جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۸۵-۱۹۸۴ء میں احادیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد ۱۹۸۷ء میں ناکارہ مؤلفِ کتاب کی ترغیب اور مشورے سے پاکستان آرمی میں بحیثیت خطیب بھرتی ہو گئے۔ ۲۴ سال سے پاک آرمی میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا موصوف جدید عصری تعلیم کو بھی دھیرے دھیرے آگے بڑھا رہے ہیں۔ اب تک ایف اے کا امتحان دے چکے ہیں۔

مولانا حافظ شیر خان، اوچھالی

مولانا حافظ شیر خان ۱۹۶۶ء کو اوچھالی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری سطح کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ مخزن العلوم اوچھالی میں داخلہ لیا اور تقریباً ۳ سال کے عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ علوم دینیہ کا شوق مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد لے آیا اور یہاں حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کی شاگردی کا ۴ سال تک شرف حاصل رہا۔ بعد ازاں "اُترا" جو قائد آباد کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، میں پہنچ کر مدرسہ امینیہ تعلیم القرآن میں داخلہ لیا اور مولانا محمد امین صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ ۲ سال کے بعد رحیم یار خان کے کسی معروف مدرسہ میں ایک سال کے قیام کے دوران موقوف علیہ کیا اور پھر دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور کا رُخ کیا۔ ۱۹۸۵ء میں جامعہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد دھدھڑ (وادیٔ سون) میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں شعبۂ حفظ و ناظرہ کی تدریس کے فرائض بھی تقریباً چار سال تک انجام دیتے رہے۔ پھر ۱۹۹۲ء میں پاکستان آرمی میں بحیثیت نائب خطیب (نائب صوبیدار) بھرتی ہو گئے۔ تاحال اسی منصب

Marfat.com

پر رہتے ہوئے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا قاری سعید احمد، انگوی

قاری صاحب موصوف ۱۹۶۲ء کو انگہ میں پیدا ہوئے، پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ "جامعہ عثمانیہ" انگہ میں کیا، حفظ کے بعد ایک سال گردان کے لئے قاری شیر محمد صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ درسِ نظامی کے لئے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ کریما، پند نامہ، نامِ حق، جیسی فارسی کی ابتدائی کتب حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ سے پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد پھر جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد آگئے اور گلستان بوستان پڑھیں۔ بعد ازاں پھر جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں آگئے دو سال تک یہاں پڑھتے رہے۔ اولیٰ اور ثانیہ کی تکمیل کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم ملہوالی ضلع اٹک میں داخلہ لیا اور مولانا نور محمد صاحب کی شاگردی اختیار کی، جو علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ثالثہ، رابعہ کی تکمیل یہاں کی اور پھر مدرسہ "دارالھدیٰ" چوکیرہ ضلع سرگودھا میں آگئے اور تین سال تک اس ادارہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ موقوف علیہ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد آگئے اور مولانا سرور شاہ صاحب آف جھاٹلہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۸ء میں احادیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی سے منسلک ہوگئے۔ حضرتؒ کتابیں بول کر لکھواتے تھے اور قاری صاحب موصوف لکھتے جاتے۔ حضرتؒ کی کتابوں کی پروف ریڈنگ بھی قاری صاحب کے سپرد تھی۔ یاد رہے کہ حفظ میں قاری صاحب کے استاذ قاری قمر الدین صاحب ہیں۔

مولانا حافظ مسعود احمد، کورڈھی

مولانا حافظ مسعود احمد بن محمد سلیمان خان ۱۹۶۹ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ پرائمری تک کی تعلیم گاؤں کے سرکاری سکول میں مکمل کرنے کے بعد گاؤں میں دارالعلوم حنفیہ چکوال کی شاخ میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ آپ کے حفظ کے استاذ قاری حیات محمد صاحب تھے۔ تین سال کے عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے بعد مڈل تک کی تعلیم مکمل کی اور بعد ازاں درس نظامی کے لئے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث کے علاوہ ساری تعلیم اسی مدرسہ میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث کیلئے جامعہ اشرفیہ، لاہور میں داخلہ لیا۔ فراغت کے بعد میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ دو سال تک جامع مسجد امیر حمزہ کورڈھی کے امام و خطیب رہے۔ بعد ازاں پاکستان آرمی میں بحیثیت خطیب بھرتی ہو گئے۔ تقریباً ۱۶ سال سے آرمی میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا جدید عصری تعلیم بھی فوجی سروس کے ساتھ ساتھ حاصل کر رہے ہیں۔ تاحال ایف اے کا امتحان دے چکے ہیں۔

قادر بخش بن امیر خان، کورڈھی

ناکارہ مؤلف ۱۹۶۰ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوا۔ گاؤں میں پرائمری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول اوچھالی میں چھٹی کلاس کے لئے داخلہ لیا۔ ساتویں کلاس کو درمیان میں خیر آباد کہہ کر حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لے کر استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کی شاگردی میں آگیا۔ تقریباً تین پارے پڑھنے کے بعد مدرسہ عربیہ حنفیہ، جی، او، آر ٹو، نزد مزنگ چونگی لاہور میں داخلہ لیا۔ تیرہ پارے مکمل کرنے کے بعد حضرت مولانا قاضی جلیل الرحمن صاحب اور حضرت مولانا قاضی خلیل الرحمن صاحب کے دینی ادارہ جامعہ قادریہ، رحیم یار خان میں آگیا۔ دو اڑھائی ماہ کے بعد واپس مدرسہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لے لیا۔ بالآخر حفظ کی تکمیل اسی مدرسہ میں کی۔ حفظ کے بعد درسِ نظامی کے لئے استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدا بخشؒ صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ چنانچہ کریما، نام حق، پند نامہ، مالا بد منہ، گلستان اور بوستان سمیت صرف و نحو کی ابتدائی کتب اُن

Marfat.com

سے پڑھیں، بعد ازاں جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی میں آگیا۔ درجہ اولیٰ میں داخلہ لے لیا۔ مولانا غلام مرتضےٰ صاحب اُس وقت اِسی ادارے میں درجہ ثانیہ کے طالب علم تھے اور یہ وہی سال تھا جس سال محدثِ کبیر حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوریؒ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کا وصال ہوا۔ اس ناکارہ کو نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آب و ہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے عید الاضحیٰ پر واپس مدرسہ اسلامیہ میں آگیا اور پھر مسلسل چار سال تک حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ رہا۔ اس کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں آگیا اور چار سال تک اسی جامعہ میں زیر تعلیم رہا۔ جامعہ مدنیہ کا یہ عرصہ انتہائی قابلِ رشک تھا، کیونکہ اس وقت جامعہ میں فضلائے دارالعلوم دیوبند، تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ جن میں مولانا مُفتی عبد الحمید صاحبؒ، مولانا کریم اللہ صاحبؒ، مولانا ظہور الحق صاحب، مولانا مرزا گل صاحبؒ اور مولانا سید حامد میاں صاحبؒ مہتمم جامعہ مدنیہ قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۴۰۱ھ میں امام اھلِ سُنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اُللہ آف گوجرانوالہ سے دورۂ تفسیر القرآن الکریم پڑھا۔

دورانِ تعلیم آخری دو سال کے لئے مسجد شہداء شارع قائداعظم، ریگل چوک میں بطورِ مؤذن کے تقرر ہوا۔ اسی دوران گورنمنٹ ہائی سکول مَراکہ، ملتان روڈ، لاہور میں بطور عربی ٹیچر کے تقرر ہوا۔ چند دن ڈیوٹی دینے کے بعد اِستعفاء دیدیا۔ ۱۹۸۴ء میں محکمہ پولیس میں امام و خطیب بھرتی ہُوا۔ پہلی تعیناتی تھانہ لٹن روڈ میں ہوئی۔ ملازمت کے دوران دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لے لیا اور ۱۹۸۶ء میں فراغت حاصل کی چندماہ بعد پاکستان آرمی میں خطیب کے لئے امتحان دیا۔ پاس ہو گیا تھا اس کے بعد آرمی کی طرف سے طبی معائنہ کا لیٹر آیا۔ جسے وصول کرنے بعد پھاڑ دیا۔ فراغت کے بعد محکمہ پولیس کو خیر آباد کہہ دینے کا ارادہ کر لیا کہ اس دوران علاقہ مُصطفےٰ آباد (دھرمپورہ) سے دو بزرگ جناب محترم حاجی تاجدین صاحب (مرحوم) اور جناب محترم منظور احمد

Marfat.com

صاحب تشریف لائے اور انہوں نے اس ناکارہ کو تھانہ مصطفٰی آباد کی جامع مسجد الکبریاء میں کام کرنے کی درخواست کی۔ یہ دونوں بزرگ چونکہ مُخلص تھے اس لئے بندہ نے حامی بھرلی اور تھانہ لٹن روڈ سے ٹرانسفر کرا کے تھانہ مُصطفٰی آباد کی مسجد میں آگیا اور کام شروع کر دیا۔ واضح رَہے کہ اُس وقت اِس مسجد میں مسلکی اختلافات چل رَہے تھے۔اس مسجد میں یہ ناکارہ عرصہ ۲۴سال سے خدمات انجام دے رہا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مدرسہ محمودیہ کی بنیاد ڈالی۔ جس میں حفظ کی الحمدللہ مَعیاری تعلیم ہورہی ہے اور طلبہ کی تربیت کا بھی مناسب انتظام موجود ہے۔ اب تک مدرسہ محمودیہ سے بیسیوں طلبہ حافظ بن چکے ہیں اور سینکڑوں ناظرہ مکمل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ناکارہ نے ''معھد الاشرف للبنات'' اور ''اِقراء حَبیب الاطفال'' اسلامک سکول سسٹم کی بنیاد بھی رکھی۔ پانچ چھ سال سے اِن دونوں اداروں کے اہتمام کی ذمہ داری بھی لئے ہوئے ہوں۔ بندہ نے تین سال تک جامعۃ منظور الاسلامیہ میں تدریس کی۔ خوش نویسی میں اس نالائق کو حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

Marfat.com

بابؒ نمبر 19

شجرۂ نسبؒ

Marfat.com

خاندان کے افراد اور ان کے مختصر حالات

حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا کی جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

① صاحبزادہ قادر بخش ② صاحبزادہ مولانا معین الدین ③ صاحبزادہ مولانا حافظ محمد بخش ④ صاحبزادہ میجر نظام الدین

① صاحبزادہ قادر بخش

حضرت الاستاذ ؒ کے پلوٹھی کے بیٹے تھے، اور انتہائی حسین و جمیل تھے۔ عہدِ طفولیت ہی میں داغِ مفارقت دے گئے تھے۔

② حضرت مولانا صاحبزادہ معین الدین صاحب

آپ ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد (کفری) میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی عُمر چھ برس کی ہوئی تو حضرت والدِ ماجد مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ نے حفظ کے لئے مولانا ولی احمد ؒ اور مولانا شاہ محمد ؒ کے حوالے کر دیا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا حافظ ولی محمد صاحب ؒ طبعاً سخت گیر تھے۔ تعلیم میں غفلت اور کوتاہی، بالکل برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ نے تقریباً بائیس پارے پڑھ لئے تھے کہ حضرت والدِ ماجد ؒ نے حفظ سے اُٹھوالیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ آئے دن اساتذہ کرام تبدیل ہونے کی وجہ سے وقت ضائع ہو رہا ہے اور عُمر بھی زیادہ ہو رہی ہے۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کیا کہ صاحبزادہ کو عربی گرائمر (صرف و نحو) شروع کرادی جائے۔ چنانچہ آپ نے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں شروع کرادیں۔

آپ نے جُملہ علوم و فنون کی ہر چھوٹی اور بڑی کتاب حضرت والد ماجد ؒ صاحب سے پڑھی۔ جن میں فارسی زبان و ادب کی تمام متداولہ کتب مثلاً کریما، نامِ حق، پند نامہ، مالا بدمنہ، گلستان، بوستان، یوسف زلیخا اور سِکندر نامہ جیسی کتب شامل ہیں۔ فقہ

Marfat.com

میں نورالایضاح تاھدایہ رابع تک۔ عربی ادب میں مقامات، متنبی، دیوان حماسہ، سبع معلقات، تک ...... منطق میں ایسا غوجی تا حمد اللہ و قاضی مبارک تک...... فلسفہ میں ھدیہ سعیدیہ تاصدرا و شمس بازغہ...... میراث میں سراجی، اصول فقہ میں اصول الشاشی تا توضیح تلویح، اصول حدیث میں نخبتہ الفکر، اصول تفسیر میں الفوز الکبیر، علم بیان میں مختصر المعانی، تفسیر میں جلالین شریف اور بیضاوی شریف اور حدیث میں صحاحِ ستہ تک کی کتابیں پڑھی ہیں۔

آپ ماشاء اللہ ایک ذہین اور جید الاستعداد طالب علم تھے۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ بعدازاں ایم اے عربی و اسلامیات کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیئے۔ کچھ مدت کے لئے اپنے والدِ ماجدؒ کی نگرانی اور سرپرستی میں فارسی کی ابتدائی کتب سمیت طلبہ کو عربی ادب میں دیوانِ متنبی اور حماسہ پڑھاتے رہے۔ آپ نے باقاعدہ ایک کامیاب سکول ٹیچر کی حیثیت سے کام شروع کیا اور سب سے پہلی تعیناتی آپ کی، گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ، ضلع خوشاب میں ہوئی۔ زندگی کا ایک قابلِ ذکر حصہ آپ نے سکول کی تدریس میں گزارا۔ مُختلف قصبات اور دیہات میں آپ کی ٹرانسفر ہوتی رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ آپ اپنی فیلڈ میں ترقی کے مراحل طے کرتے رہے۔ جب آپ ریٹائرڈ ہو رہے تھے تو اس وقت ۱۹ ویں گریڈ میں سینئر ھیڈ ماسٹر آف ہائی سکول کے طور پر کام کر رہے تھے۔ سکول لائف میں جب کبھی انتظامی امور آپ کے سپرد ہوئے تو آپ نے ایک کامیاب منتظم اور ایڈمنسٹریٹر کے طور پر اپنے آپ کو متعارف کرایا۔ آپ ساٹھ سال کی عُمر میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اس وقت آپ کی مصروفیات میں سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگرانی کے علاوہ جامعہ اسلامیہ صدیق آباد کی سرپرستی اور طلبہ کی راہنمائی ہے۔

۳ صاحبزادہ مولانا حافظ مُحمد بخش رحمہ اللہ تعالےٰ

آپ حضرت الاستاذؒ کے تیسرے بیٹے ہیں جن کے تفصیلی حالاتِ زندگی کتاب

Marfat.com

کے حصہء دوم میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

۴ صاحبزادہ میجر نظام الدین حفظہُ اللہ تعالےٰ

آپ حضرت الاستاذؒ کے چوتھے بیٹے ہیں۔ ۱۵۔اکتوبر ۱۹۴۲ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی و عصری تعلیم گھر پر اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ نوشہرہ ہائی سکول میں تعلیم کے دَوران راولپنڈی کے ایک آرمی سکول میں داخلہ لے کر چار سال تک پوری محنت اور تندہی سے پڑھتے رہے۔ یہ تعلیمی ادارہ انٹر کی سطح کا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انہیں پاکستان آرمی میں کمیشن مل گیا۔ میجر کے رینک تک ترقی کی اور پھر ریٹائرڈ ہو گئے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد سولجر بورڈ ضلع خوشاب کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اپنی ڈیوٹی پوری لگن، محنت اور دیانتداری سے انجام دیتے رہے۔ پینشنرز خصوصاً خواتین پینشنرز کی مشکلات اور ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انکی اماؤنٹ اُن کے گھروں تک پہنچانے کا انتظام کرتے۔ ۶۰ سالہ سروس کے بعد ریٹائرڈ لائف گزار رہے ہیں۔ جوہر آباد شہر میں مستقل بنیادوں پر رہائش اختیار کرلی ہے۔ میجر صاحب کو تبلیغی کام سے قلبی لگاؤ ہے، چنانچہ وقتاً فوقتاً تبلیغ کے لئے اللہ کے راستے میں نکلتے رہتے ہیں۔

۵ صاحبزادی

اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک صاحبزادی عطا کی، جس کی بنیادی دینی و دنیاوی تعلیم کا انتظام گھر پر کیا۔ پھر اپنے وقت پر اُن کا نکاح اپنے برادرزادہ جناب قمرالدین صاحب سے کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے اُنہیں اولادِ ذکر ان واناث سے نوازا۔ اب سرگودھا شہر میں مستقل بنیادوں پر رہائش اختیار کرلی ہے۔ جہاں پُرسکون، خوشحال اور خوش گوار زندگی گزار رہے ہیں۔

صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب کو اللہ تعالےٰ تین بیٹے عطا کیے۔ جنکی تفصیل

Marfat.com

درج ذیل ہے۔

① صاحبزادہ ظہیر الدین ملک

صاحبزادہ ظہیر الدین ملک ۱۸ مارچ ۱۹۵۸ء کو اپنے وطن مالوف صدیق آباد (کفری) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی و عصری تعلیم گھر پر اپنے عَمِّ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں داخلہ لیا۔ اور یہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر گورنمنٹ کالج سرگودھا آ گئے جہاں انہوں نے انٹر سائنس کا امتحان پاس کیا۔ مزید آگے بڑھے تو کالج سے بی، اے کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔ بعد ازاں کراچی آ گئے اور کراچی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے کر ایم اے انگلش کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج میں لیکچرر مقرر ہو گئے اور پھر ترقی کرتے کرتے اسی کالج میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ عرصہ دس سال سے اسی کالج میں اسی سیٹ پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

کالج کے نتائج، نظم و ضبط سمیت تعلیمی، ادبی اور تفریحی پروگرام پر خصوصی توجہ اور نگاہ رکھتے ہیں۔

② صاحبزادہ غیاث الدین ملک

صاحبزادہ غیاث الدین ملک ۱۹۶۵ء کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی و عصری تعلیم اپنے گھر پر والدِ محترم اور عَمِّ محترم سے حاصل کی۔ میٹرک اور ایف اے کرنے کے بعد آرمی کیڈٹ کالج کاکول میں داخل ہو گئے۔ دو سال تک اپنی تعلیم میں پوری محنت اور ذوق و شوق سے مشغول رہے۔ اس کے بعد صحت خراب رہنے لگی۔ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ چند دن زیرِ علاج رہنے کے بعد عالمِ شباب میں ہی اپنے والدین، بھائیوں اور دیگر خاندان کے افراد کو آنسوؤں کی جھڑی میں تنہا چھوڑ کر اس جہانِ ناپائیدار سے عالمِ بقا کو سدھار گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

Marfat.com

③ صاحبزادہ محمد صُہیب ملک

صاحبزادہ محمد صُہیب ملک ۱۹۶۸ء کو اپنے آبائی قصبہ صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی و عصری تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ پھر نوشہرہ گورنمنٹ ہائی سکول میں زیرِ تعلیم رہے۔ بعد ازاں سرگودھا شہر میں آگئے اور یہاں رہ کر گورنمنٹ جناح ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد کراچی آگئے۔ کالج سے ایف اے کرنے کے بعد کراچی یونیورسٹی سے بی اے آنرز کیا۔ پھر مزید تعلیم کے لئے کینیڈا آگئے۔ یہاں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد امریکہ منتقل ہوگئے۔ اب یہاں کسی یورپین کمپنی میں کوئی ملازمت کرتے ہیں جبکہ امریکہ کے شہری بھی ہیں۔

حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ کو اللہ تعالٰی نے چارؔ بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

① صاحبزادہ مولانا حافظ قادر بخش صاحب

صاحبزادہ مولانا قادر بخش صاحب، حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے پوتے ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد (کفری) میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی انہیں اِن کے چچا میجر نظام الدین صاحب اپنے ساتھ لے گئے اور انگلش میڈیم سکول میں داخل کرادیا۔ چار سال تک انگلش میڈیم سکول میں پڑھنے کے بعد واپس صدیق آباد آکر مقامی سکول میں داخل ہوگئے۔ ایک سال مزید پڑھنے کے بعد پرائمری کی تعلیم مکمل کرلی۔ بعد ازاں مدرسہ اسلامیہ کے شعبۂ حفظ میں داخلہ لے لیا۔ اڑھائی سال کے قلیل عرصے میں حفظ مکمل کرلیا۔ صاحبزادہ صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے والد صاحب، استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ کو پورا قرآنِ کریم دس گھنٹوں میں سُنایا۔ آپ بہترین، پختہ کار اور خوبصورت لہجہ میں تلاوت کرنے والے حافظ کے طور پر پہچانے گئے۔

Marfat.com

جب آپ کی عُمر تیرہ ۱۳ برس کی ہوئی تو باقاعدہ درسِ نظامی کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ کریما، نامِ حق، پند نامہ، گلستان اور بوستان تک فارسی اور صَرف بہائی، ابواب الصرف، میزان الصرف، قانونچہ کھیوالی اور شاہ ولایت، نحومیر، شرح مأتہ عامل، ہدایت النحو، قال اقول، ایساغوجی، اصول الشاشی، قدوری، شرح تہذیب، مرقات، کنزالد قائق وغیرہ کتب اپنے داداجی حضرت الاستاذ مولانا خدابخش صاحب سے پڑہیں۔ بعد ازاں جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا اور ثالثہ، رابعہ تک کی کتابیں مکمل کرنے کے بعد ''مدرسہ دارلھُدیٰ'' چوکیرہ ضلع سرگودھا میں آگئے اور خامسہ تاموقوف علیہ اس ادارے میں پڑھے۔ پھر جامعہ اشرفیہ، لاہور آگئے اور ۱۹ء میں احادیث کی تکمیل جامعہ میں کی۔ دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد واپس صدیق آباد آکر تدریسِ کتب کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ نورالایضاح، قدوری، کنزالد قائق، ہدایہ اولین، صرف ونحو کی ابتدائی کتب، مقامات، متنبّی، حماسہ، نفحۃ العرب، شرح تہذیب اور قطبی جیسی کتب پورے اعتماد اور کامیابی کے ساتھ پڑھائیں۔ طلبہ آپ سے پڑھی ہوئی کتب کے امتحانات میں اعلےٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے۔ ۲۰۱۰ء تک تدریسی سلسلہ چلتارہا، صحتؒ کی خرابی کی وجہ سے اب پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت والد ماجدؒ کے وصالِ کے بعد جامعہ اسلامیہ کے مہتمم ہیں۔

۲ صاحبزادہ حافظ مُحمد عُمیر (شہیدؒ)

صاحبزادہ حافظ مُحمد عمیر ۱۹۷۱ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ حفظ اپنے والدِ ماجدؒ اور حافظ انور حسین صاحب سے جامعہ اسلامیہ میں مکمل کیا۔ ابتدائی دینی وعصری تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کرنے کے بعد میٹرک کے لئے گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں داخلہ لیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد کراچی آگئے اور پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ مزید تعلیمی سفر کو جاری رکھنے

Marfat.com

کے لئے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلہ لے لیا۔ یہاں سے بی اے کیا۔ یہ وہ دَور تھا کہ جب روس کے خلاف جہاد اپنے عروج پر تھا۔ پاکستان کی حکومتی اور فوجی پالیسی بھی یہی تھی۔ پورے پاکستان میں جہاد کی ایک فضا بنی ہوئی تھی جہادی تنظیمیں حکومتی سرپرستی اور راہنمائی میں افغانستان کے اندر روس سے برسرِ پیکار تھیں۔ کچھ عرصہ انتظار کرنے کے بعد امریکہ بھی اس جنگ میں کود پڑا۔ وہ پاکستان اور مجاہدین کی مدد کو نہیں آیا بلکہ افغانستان میں اس کے ذاتی مفادات تھے۔ اس نے دیکھا کہ مجاہدین نے دُنیا کی دوسری بڑی طاقت کو افغانستان کے پہاڑوں میں اُلجھادیا ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر امریکہ نے مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنا شروع کر دیا کیونکہ مقابلے میں اس کا ایک شریک اور حریف مسلسل کمزور ہو رہا تھا۔ یہی اس کا مفاد تھا۔ امریکہ کی خواہش تھی کہ روس مجاہدین کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہو تو پھر دُنیا میں واحد سُپر پاور اور تھانیدار کہلائے گا۔ اس لئے مجاہدین کو روس کے خلاف ڈالرز دے رہا تھا اور اسلحہ بھی، ٹریننگ بھی دے رہا تھا اور عمدہ قسم کی گاڑیاں بھی۔ جب روس شکست کھانے کے بعد اپنے وجود کو بھی باقی نہ رکھ سکا تو اب افغانستان میں امریکہ کا مفاد ختم ہو چکا تھا۔ اُسے مجاہدین اور افغانستان سے بدبُو آنے لگی۔ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے خوف سے اس نے خانہ جنگی کی صورت پیدا کر دی۔ تاہم امریکہ کے اِن اُوچھے ہتھکنڈوں کے باوجود اللہ تعالےٰ نے افغانیوں کی مدد فرمائی۔ وہ اس طرح کہ ایک مختصر سی جماعت مُلا عمر مجاہد کی قیادت میں سپین بولدک سے اُٹھی اور انتہائی تیزی کے ساتھ مختصر عرصے میں افغانستان کے نوے فیصد حصے پر چھاگئی۔ طالبان نے اسلامی حکومت قائم کر کے اور افغانستان میں مثالی امن قائم کر کے دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور ۶ سال تک آئیڈیل اور مثالی حکومت کی۔ اس مختصر سی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے پُراثر اور پُرکشش نتائج سے دُنیائے کفر کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا اور پھر دُنیا کے واحد چوہدری اور تھانیدار نے افغانستان کی اس چھوٹی سے حکومت کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ ورلڈ

Marfat.com

ٹریڈ سنٹر کو خود تباہ کرنے کے بعد اس کا ملبہ عرب مجاہدین بالخصوص اسامہ بن لادن پر ڈال دیا۔ اس وقت اسامہ بن لادن افغانستان میں مہمان کی صورت میں اپنے کام میں مشغول تھے۔ امریکہ نے طالبان سے مطالبہ کیا کہ اسامہ بن لادن ہمارا مجرم ہے۔ لہٰذا اس کو ہمارے حوالے کرو۔ طالبان نے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ ہم اپنے معزز اور مجاہد مہمان کو ظالموں اور کافروں کے حوالے کسی صورت میں نہیں کرینگے۔ خواہ اس کے لئے ہمیں حکومت بھی قربان کرنی پڑے۔

ملا عمر مجاہد کی طرف سے یہ جواب سُن کر امریکہ بپھر گیا اور اس نے یہ جواب اپنی توہین خیال کرتے ہوئے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ اس نے سلامتی کونسل میں افغانستان پر حملے کی قرارداد منظور کرائی اور مست ہاتھی کی طرح ناٹو کی قیادت کرتے ہوئے جدید ترین ٹیکنالوجی لے کر افغانستان پر حملہ آور ہوا۔ اس نے سوچا تھا کہ طالبان کی حکومت ختم کرنا ہمارے لئے چند دنوں کا کھیل ہے۔ روس کے شکست خوردہ ایک سابق صدر نے امریکہ کو سمجھایا کہ افغانیوں کے ساتھ پنگا نہ لو، ہم سے سبق حاصل کرو، بعد میں پچھتاؤ گے۔ لیکن امریکہ نے روسی صدر کی نصیحت طاقت کے نشے میں مخمور ہو کر سُنی اَن سُنی کردی۔ چنانچہ دُنیا والوں نے امریکہ اور اس کے حواریوں کا ذلت آمیز انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ دس سال مکمل ہو چکے ہیں اور اب گیارہواں شروع ہے۔ امریکہ طالبانِ افغانستان اور مجاہدین کے سامنے ناک رگڑ رہا ہے، مسلسل لاشیں اُٹھا رہا ہے۔ چاہتا ہے کہ باعزت واپسی کی صورت پیدا ہو جائے۔ طالبان سے مذاکرات کے لئے منت سماجت کر رہا ہے لیکن طالبان کی بے نیازی دیکھئے کہ وہ دُنیا کے اس چوہدری اور تھانیدار کو منہ لگانے کو تیار نہیں۔ اُن کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ ہمارے ملک سے اپنی فوجیں نکال کر لے جاؤ۔

خیر! بات طویل ہوگئی، حافظ محمد عُمیر اس وقت افغانستان میں تھے جب روس کے خلاف جہاد ہو رہا تھا۔ امریکہ کے حملہ کے وقت بھی وہ افغانستان میں تھے اور مجاہدین کی صفوں میں

Marfat.com

شریک ہو کر اب امریکہ کے خلاف میدانِ کارزار میں اُترے ہوئے تھے۔ شہادت قسمت میں تھی چنانچہ بہت جلد شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

③ صاحبزادہ محمد جُنید

صاحبزادہ محمد جُنید پیدائش کے چند دن بعد ہی عقبیٰ کو واپس لوٹ گئے۔

④ صاحبزادہ شاہ فیصل

صاحبزادہ شاہ فیصل ۱۹۷۵ء کو اپنے وطنِ مالوف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی و عصری تعلیم اپنے والدِ ماجدؒ سے حاصل کی۔ درسِ نظامی کو تاحال جاری رکھے ہوئے ہیں اور اب تک درجۂ سادسہ کا امتحان دے چکے ہیں۔ نیز عصری تعلیم میں میٹرک کا امتحان پاس کر چکے ہیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی آبائی زرعی زمین میں بھی اپنے آپ کو مشغول رکھتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں اپنے برادرِ کبیر صاحبزادہ مولانا قادر بخش صاحب سے جامعہ اسلامیہ کے بعض اُمور کی انجام دہی میں معاونت بھی کرتے رہتے ہیں۔

⑤ صاحبزادی

ابتدائی دینی اور عصری تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کو مسلسل جاری رکھا اور اپنے گھر پر بیٹھ کر بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ دینی کتابوں میں سے ابتدائی صرف و نحو، اور بعض دوسرے علوم و فنون کی کتابیں بالخصوص تفسیر القرآن، بخاری و مسلم اور ترمذی شریف حضرت والدِ ماجد مولانا حافظ محمد بخش صاحب سے پڑھیں۔ والدِ ماجدؒ نے طالبات کے لئے ایک دینی ادارہ بنام ''جامعہ عائشہ للبنات'' قائم کیا۔ جس کی مکمل نگرانی اور انتظام واہتمام اِن کے سپرد ہے۔ اب تک بنات کے اس ادارے سے بیسیوں طالبات چار سالہ عالمہ کا کورس مکمل کر چکی ہیں۔ اسی طرح کئی حافظات اور سینکڑوں ناظرہ قرآن کریم ختم کر چکی ہیں۔

صاحبزادہ ظہیر الدین ملک کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا اور بیٹی عطا کی۔ تفصیل درج

Marfat.com

ذیل ہے:

① صاحبزادہ انجینئر محمد اسد ظہیر ملک

صاحبزادہ محمد اسد ظہیر ملک ۱۹ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایف ایس سی کے لئے آدم جی ڈگری کالج، کراچی میں داخلہ لیا اور اعلےٰ نمبروں میں امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں انجینئرنگ کے لئے این ای ڈی یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک غیر ملکی کمپنی میں ملازمت اختیار کرلی۔ آجکل لاہور میں اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔ ....

② صاحبزادی

ظہیر الدین ملک کی صاحبزادی ماشاء اللہ ڈاکٹر ہیں۔

صاحبزادہ محمد صُہیب ملک کو اللہ تعالےٰ نے ایک بیٹا محمد حمزہ اور ایک بیٹی عطا کی۔ دونوں کم عُمر ہیں اور امریکہ میں زیر تعلیم ہیں۔

صاحبزادہ مولانا قادر بخش صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ۳ بیٹیاں اور دو بیٹے عطا کئے۔ بڑی صاحبزادی مڈل پاس کرنے کے بعد عالمہ کا کورس کر رہی ہے۔ باقی دو کم عُمر ہیں۔

محمد نعمان آپ کا بڑا صاحبزادہ ہے۔ جو مڈل پاس کرنے کے بعد مدرسہ محمودیہ، مصطفےٰ آباد، لاہور میں حفظ کر رہے ہیں۔ دوسرا بیٹا محمد سفیان تاحال کم عُمر ہے۔

صاحبزادہ شاہ فیصل کو اللہ تعالےٰ نے ایک بیٹا محمد ثوبان عطا کیا ہے جو تاحال کم عُمر ہے۔

Marfat.com

بابؒ نمبر 20

متفرقاتؒ

خواہش ہے کہ استاذِ محترم کی قبر پر حاضری دوں

ڈاکٹر خالد علوی صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کا آبائی وطن ڈھاکہ ہے جو کہ وادیٔ سون کے مرکزی قصبہ نوشہرہ سے متصل جنوب مشرق میں ایک معروف بستی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۱ء ابتدائی دینی کتب کی تعلیم ہر دوسودھی بالا میں مولانا خدا بخش صاحب سے حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں مولانا G.D. Asi کی حیثیت سے پاکستان رینجرز میں بھرتی ہوگئے تو ڈاکٹر صاحب کو تعلیم کے لئے اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کی خدمت میں چھوڑ گئے۔ ڈاکٹر صاحب آٹھ، نو ماہ تک صدیق آباد میں حضرتؒ کے ہاں زیر تعلیم رہے۔ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب آف مکان شریف صدیق آباد (کفری) آپ کے ہم سبق اور ہم عصر تھے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم دونوں استاذِ محترم حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے کافیہ، شرح تہذیب، قطبی اور شرح جامی وغیرہ پڑھتے تھے۔ شرح جامی شروع کی ہی تھی کہ بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر ڈاکٹر صاحب کو مدرسہ چھوڑ کر جانا پڑا۔

ڈاکٹر سلطان مبارز پی، ایچ، ڈی پولیٹیکل سائنس فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ملاقات ڈاکٹر علوی صاحب سے ہوئی۔ میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ بندہ حضرت مولانا خدا بخش صاحب آف ھردوسودھی بالا، کا بھانجا ہے تو انتہائی مسرت و محبّت کا اظہار فرمایا اور ماموں جان کی خیر و عافیت دریافت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میری شدید خواہش ہے کہ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر استاذ محترم مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ آف صدیق آباد، کی قبر پر جا کر حاضری دوں، اور اُن کے صاحبزادے

Marfat.com

حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کی زیارت بھی کروں اور رات کو آپ کے ماموں جان مولانا خدا بخش صاحب آف ھر دوسودھی بالا کے ہاں قیام کروں۔ لیکن افسوس کہ ڈاکٹر علوی صاحب کی یہ خواہش اور تمنّا دھری کی دھری رہ گئی کیونکہ موت نے مہلت ہی نہ دی اور وہ بہت جلد اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ (راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

مَیں نے گھر کے صحن میں سبزیاں لگا رکھی تھیں

ایک خاتون نے مجھ سے بیان کیا کہ میں سکول ٹیچر تھی۔ حضرت رحمہُ اللہ سے عقیدت رکھتی تھی۔ اُن کے بلند علمی مقام اور تقویٰ سے بہت متأثر تھی۔ میں نے اپنے گھر کے صحن میں سبزیاں لگا رکھی تھیں۔ ایک دفعہ ریت لے کر حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی کہ اسے دم کر دیں تاکہ اسے سبزیوں پر ڈال دوں جس کی برکت سے اللہ تعالےٰ انہیں بیماریوں سے محفوظ رکھیں اور سبزی بھی زیادہ ہو۔ بیان کرتی ہیں کہ ریت ڈالنے کے بعد الحمد اللہ سبزی خوب اور وافر مقدار میں ہوئی اور بیماریوں سے بھی محفوظ رہی۔

(راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

اہلِ سُنّت والجماعت کون؟

(ابو ہارون قادر بخش اعوان، لاہور)

بعض باتیں مُسلم معاشرے میں جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح پھیل جاتی ہیں کہ اُن کا اصلی اور حقیقی مفہوم نگاہوں سے مکمل اوجھل ہو جاتا ہے اور ایک نیا اور خاص مفہوم دل و دماغ کے تختی پر نقش ہو جاتا ہے، اب اگر کسی موقع پر اصلی اور حقیقی مفہوم سے کسی ہمدرد اور خیر خواہ نے آگاہ کر دیا تو حیرت میں ڈوب کر سوال کر بیٹھتا ہے کہ صاحب یہ نئی بات آج آپ کی زبان سے سن رہے ہیں۔ دل و دماغ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ جو کچھ اُسے بتایا جا رہا ہے وہ حقیقت ہے اور جو اُس نے سن رکھا ہے وہ کسی جاہل کا خود ساختہ مفہوم ہے۔

Marfat.com

اہل سُنت والجماعت جیسے الفاظ کیساتھ بھی کچھ اسی طرح کا سلوک روا رکھا گیا ہے۔ بعض جُہلا، ہوس پرستوں اور مذہب فروشوں نے درج بالا کلمات کے مفہوم کو اپنی مخصوص جماعت اور فرقہ پرست گروہ کے لیے رجسٹرڈ کرار رکھا ہے۔ یا تو وہ ان کلمات کے تاریخی پس منظر سے جاہل ہیں یا پھر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل پیش نظر ہے۔ جو بھی صورت ہو، ہم اس سے صرف نظر کرتے ہوئے عام سادہ لوح مُسلمانوں کو اہل السُّنّۃ والجماعۃ کا مفہوم پوری دیانتداری کیساتھ بتانا چاہتے ہیں۔

اھل السُّنّۃ والجماعۃ کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ ائمۃ اربعہ، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور اجتہادی مسائل میں ان پر اعتماد کرنے والے یعنی اُن کے مقلدین سبھی اہل السُّنّۃ والجماعۃ میں داخل ہے۔ ہاں اگر فرق ہوگا تو اتنا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلدین، اھل السُّنّۃ والجماعۃ حنفی، امام مالکؒ کے مقلدین، اہل السُّنّۃ والجماعۃ مالکی، امام شافعیؒ کے مقلدین، اہل السُّنّۃ والجماعۃ شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین اہل السُّنّۃ والجماعۃ حنبلی کہلائیں گے۔ چاروں ائمۃ مجتہدین اور اُن کے مقلدین کو کوئی جاہل اہل السُّنّۃ والجماعۃ سے خارج نہیں کر سکتا۔ البتہ روافض اور غیر مقلدین کا اہل السُّنّۃ والجماعۃ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

عُلمائے دیوبند اور علمائے حرمین شریفین کو جو بعض جُہلا، وھابی یا کچھ اور کہہ کر اہل السُّنّۃ والجماعۃ سے خارج کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، در حقیقت یہ اسلام دشمن طاقتوں کا اھلِ حق، جہاد کے علَم برداروں اور خُدامِ دین کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ اور ناپاک سازش ہے جس کا شکار بعض اسلام کے نام لیوا، شعوری یا غیر شعوری طور پر ہوگئے۔ جس طرح سیّدنا حسنؓ اور سیّدنا حسینؓ کو آلِ رسولؐ سے خارج کرنا مُحال ہے اسی طرح عُلمائے دیوبند اور علمائے حرمین شریفین کو اہل السُّنّۃ والجماعۃ سے خارج کرنا بھی مُحال اور سعی بے ثمر ہے۔ اور ہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے چاروں بیٹے جو عظیم محدث تھے، اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور سیّد اسماعیل شہیدؒ بھی اہل السُّنّۃ والجماعۃ تھے۔

Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں تقریباً ۹۸ فیصد مُسلمان اہل السُنّۃ والجماعۃ حنفی ہیں۔ واضح رہے کہ دیوبندی اور بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے دونوں اپنے آپ کو اہل السُنّۃ و الجماعۃ کہلاتے ہیں اور ساتھ ہی حنفی بھی۔ فقہی اور اجتہادی مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پیروکار ہیں۔ اپنے اپنے مدارس میں فقہ حنفی کی تمام کتابیں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

اب اصل اور غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں میں سے کونسی جماعت حقیقت میں اہل السُنّۃ والجماعۃ حنفی کہلانے کی مستحق ہے؟

فقہ حنفی کیا ہے؟ بس مختصر یہ سمجھیں کہ قرآن و سُنت کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اجتہادی مسائل میں جو تحقیق اور تعبیر امام اعظم ابو حنیفہؒ نے پیش کی وہ اقرب الی السُنّۃ ہے۔ آپ کو احناف کی کتابوں میں اہل السُنّۃ والجماعۃ کے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں سے ہر شعبۂ زندگی پر تفصیلی مسائل واحکام اور ہدایات مل جائیں گی۔

اگر عقائد میں سے کوئی عقیدہ ہے تو احناف کے وکیل امام طحاوی حنفیؒ کی معروف کتاب ''العقیدۃ الطحاویہ'' میں اس کا ذکر مل جائے گا۔ اور اگر کسی چیز کا تعلق ''عبادات، معاملات اور معاشرت وغیرہ'' سے ہو تو ''البدائع، الجر الرائق، ہدایہ، فتاوٰی شامی، فتاوٰی عالمگیریہ'' وغیرہ سے مل جائے گی۔

دیوبندیوں اور بریلویوں میں عقائد اور اعمال و عبادات کے بیسیوں مسائل واحکام میں اختلاف ہے جو زیادہ تر اصولی اور بنیادی ہے۔ جب ان اختلافی مسائل و عقائد پر دونوں جماعتوں میں بحث چلتی ہے تو ہر کوئی قرآن و سُنت سے اپنی ہی تعبیر اور اپنے ہی بزرگوں کی کتابیں بطور حوالہ پیش کرتا ہے۔ اس سے عموماً مسائل حل ہونے کی بجائے مزید اُلجھ جاتے ہیں اور فریقین میں باہمی اختلاف و نفرت کی خلیج بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

دیوبندی اگر اختلافی مسئلہ میں قرآن و سُنت کی اپنی تعبیر اور اپنے اکابر کی تحقیق پیش کرتے ہیں تو بریلوی اُسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ بریلوی اگر کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن و سُنت کی اپنی تعبیر اور اپنے عُلماء کی تحقیق پیش کرتے ہیں تو دیوبندی اُسے

Marfat.com

ٹھکرا دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی پریشانی ہے کہ جس نے سارے ماحول میں دائمی کشمکش اور تناؤ کی صورت پیدا کر رکھی ہے۔ جس سے عوام الناس میں سنجیدہ طبقہ یہ کہتا ہے کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم کس کی بات پر یقین کریں؟

اس پریشانی کا بہترین حل موجود ہے، وہ یہ کہ عوام الناس کو چاہیے کہ وہ دیوبندیوں اور بریلویوں کو لیکر ایک ایسی شخصیت کی عدالت میں پیش کریں جو دونوں کے نزدیک قابل احترام، معتبر اور ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

ایسی شخصیت جو دونوں کے لیے نقطۂ اتحاد ہے اور کسی بھی پہلو سے اختلاف کا محل نہیں بن سکتی۔ وہ ذات اقدس کون ہے؟ اے وہ لوگو: جو اخلاص کے ساتھ تلاش حق میں سرگرداں ہو، وہ ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ جن کی فقہ پر دونوں فریق متفق ہیں اور اپنے اپنے مدارس میں اُن کی فقہ پڑھتے پڑھاتے ہیں انھیں اپنے اختلافی مسائل میں فیصل اور حکم بنانے میں کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔

فقہ حنفی کی کتابوں کو امام اعظم ابو حنیفہؒ کی عدالت تصور کرلیں اور فریقین (دیوبندی اور بریلوی) اپنے تمام اختلافی مسائل خواہ انکا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال و عبادات سے ہو، فقہ حنفی کی کتاب کو کھول کر بیٹھ جائیں اور دیکھیں کہ اس میں اہل السّنۃ والجماعۃ کے عقائد کیا ہیں؟ اور اعمال و عبادات کیا ہیں؟ جو مُفتیٰ بہٖ قول فقہ حنفی میں مل جائے اس کو دونوں فریق لے لیں اور جو اس میں نہ ہو اس کو دونوں چھوڑ دیں اور جس مسئلے میں اختلاف نہیں اس کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ بہت آسان طریقہ ہے کوئی جھگڑے کی صورت پیدا نہیں ہوگی۔

مثال کے طور پر دیوبندیوں اور بریلویوں میں عقیدہ "علم غیب" کے بارے اختلاف ہے۔ دیوبندیوں کا موقف ہے کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اس کی اس صفت میں مخلوق میں سے کوئی چھوٹا بڑا اس کا شریک نہیں۔ جبکہ بریلویوں کا موقف ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ بھی "عالم الغیب" ہیں۔ حتیٰ کہ اولیاء اللہ اور ان کے

Marfat.com

گھوڑے اور بلیاں بھی غیب کا علم رکھتی ہیں۔ اب فقہ حنفی میں دیکھ لیں کہ وہ اس عقیدے میں کس کا ساتھ دے رہی ہے؟ اگر بریلویوں کا عقیدہ ثابت ہو جائے تو دیوبندی اپنی ضد چھوڑ دیں اور اگر دیوبندیوں کا عقیدہ ثابت ہو جائے تو بریلوی بھی دیوبندیوں کے عقیدہ کو اپنا لیں اور اپنی "میں نہ مانوں" والی ضد چھوڑ دیں۔ دونوں فریق اپنے اپنے دلائل، تحقیق اور تعبیر سے دستبردار ہو جائیں اور امام اعظمؒ پر مکمل اعتماد کر کے اُن کی تحقیق و تعبیر کو سینے سے لگالیں۔ جھگڑے کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔

اعمال و عبادات میں اذان کے ساتھ بریلوی مسلک والے "درود شریف" پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ "سُنّی" ہونے کی شناخت بھی ہے۔ جبکہ دیوبندی اس کو بدعت قرار دیتے ہیں، اب فقہ حنفی کی کوئی بھی معتبر اور مُستند کتاب کھول لیں اور وہاں اذان کے تفصیلی احکام و مسائل دیکھ لیں۔ اگر اذان سے پہلے یا بعد میں "درود شریف" پڑھنا مل جائے تو دیوبندی بھی اذان کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیں اور اگر نہ ملے تو بریلوی بھی چھوڑ دیں۔ علم غیب اور درود شریف کو بطور مثال کے پیش کیا گیا ہے۔ جتنے اختلافی مسائل ہیں اُن کو اسی طرح حل کیا جاسکتا ہے۔ اور جو فریق فقہ حنفی کو فیصل اور حکم تسلیم نہ کرے تو خدارا وہ اپنے آپ کو اہل السُنّۃ والجماعۃ حنفی بھی مت کہلائے جب اس کا امام اعظم ابو حنیفہؒ پر اعتماد ہی نہیں تو پھر اپنا نام کوئی اور تجویز کر لے۔ "سُنّی حنفی" کہلا کر سادہ لوح مُسلمانوں کو دھوکہ نہ دے اور عوام الناس کو بھی چاہیے کہ ایسے لوگوں سے لاتعلق اور دُور رہیں کیونکہ ان کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی نہیں بلکہ ان کے مقاصد ذاتی اور بطنی ہیں۔ یہ لوگ امت کے اتحاد کے دشمن ہیں۔ نفس و شیطان اور دشمنانِ دین کے ہاتھوں کھلونے بنے ہوئے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِكَ۔

ناکارہ مؤلف کے ایک دوست طالبان کے دور حکومت میں افغانستان گئے۔ ایک دن کابل میں سورج نکلنے کے بعد دھوپ سینکنے کے لیے "حرکت المجاہدین" کے دفتر کے باہر کرسی پر بیٹھے تھے۔ انکے ساتھ بریلوی مسلک کے ایک معروف عالم شفاعت

Marfat.com

الرسول نوری بھی بیٹھے تھے۔ خدا جانے نوری صاحب افغانستان میں کیسے پہنچ گئے اور کیا مقاصد تھے؟ دوست نے اُن سے اختلافی مسائل پر بحث شروع کر دی۔ چلتے چلتے اُس نے مولانا سے کہا: ہم اور آپ دونوں اپنے آپ کو اہل السُنّۃ والجَماعۃ حنفی کہلاتے ہیں۔ فریقین اپنے اختلافی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ اور عام سادہ لوح مُسلمانوں کو نفرت و تعصب کی دلدل سے نکال سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ دوست نے کہا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہ میں "اہل السُنّۃ والجَماعۃ" کے عقائد اور اعمال و عبادات کا تفصیلی ذکر موجود ہے جو چیز فقہ حنفی میں موجود ہے دونوں فریق اس کو لے لیتے ہیں اور جو چیز فقہ حنفی میں نہیں اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نوری صاحب چونکہ عالم تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم نے جو اختلافی عقائد اور اعمال و عبادات اپنا رکھے ہیں۔ فقہ حنفی اُن کو جھٹلاتی ہے۔ فقہ حنفی ہمارا ساتھ نہیں دے گی۔ وہ تو دیوبندیوں کا ساتھ دے گی۔ اس لیے مولانا کو سانپ سونگ گیا اور کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔

مناظرہ

اوچھالی جھیل کے شمال مغربی کنارے پر "چِٹہ" نامی ایک گاؤں ہے، جہاں سے ایک لڑکی اغواء ہو گئی۔ مُغوِی نے اُس سے نکاح کر لیا۔ لڑکی کے وُرثاء نے اسکی واپسی کے لئے اپنی سی کوشش کی۔ وہ اِس طرح کہ مولوی غلام رسول آف لالیاں سے فتویٰ لیا کہ یہ نکاح باطل ہے۔ یہ لوگ فتویٰ لے کر واپس آ گئے۔ مولوی غلام رسول نے نکاح کو اس وجہ سے باطل قرار دیا کہ مجلس نکاح کے گواہ بے دین اور فاسق و فاجر لوگ تھے اس لئے نکاح ہُوا ہی نہیں۔ یہ فتویٰ حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے سامنے بھی پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ لڑکی کا اغوا کرنا اگرچہ ایک سنگین گناہ اور معاشرتی جُرم ہے تاہم لڑکی کا نکاح ہو گیا ہے۔ کیونکہ گواہوں کے لئے صالح اور متقی ہونا شرط نہیں اور لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اس نے بلا جبر و اکراہ اپنی مرضی سے نکاح کیا ہے۔ حضرتؒ کے فتویٰ کے بعد

Marfat.com

لڑکی کے ورثاء مولوی غلام رسول کو مناظرہ کے لئے تیار کر کے لے آئے۔ "چٹہ" گاؤں میں مناظرہ کیلئے دن اور وقت مقرر ہُوا۔

حضرتؒ مناظرہ کے لئے تیار ہو کر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ آپ کے کئی عقیدت مند بھی وہاں پہنچے جن میں اوچھالی کے حافظ مُحمد رمضان، صاحبزادہ حافظ مُحمد بخش رحمہ اُللہ اور حافظ دوست مُحمد آف کورڈھی شامل ہیں۔

گفتگو کا آغاز مولوی غلام رسول نے کیا اور کہا کہ یہ نکاح بایں وجہ باطل ہے کہ مجلس نکاح کے گواہ فاسق وفاجر تھے اور حوالہ کے لئے کہا کہ فلاں علاقے کے مولانا عبدالحی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ گواہ اگر فاسق فاجر ہوں تو نکاح نہیں ہوتا۔ حضرتؒ نے مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے مولانا عبدالحی صاحب کا حوالہ دیا ہے۔ مولانا اور مَیں تو ایک ساتھ پڑھتے رَہے ہیں آپ نے اگر حوالہ دینا ہے تو سلف صالحین میں سے کسی بڑی شخصیت کا حوالہ دیں جسے کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اغوا کا واقعہ چونکہ "چٹہ" گاؤں کا ہے لہذا بہتر ہوگا کہ یہاں کے مولانا مُحمد زمان صاحب کے کتب خانہ سے "فتاویٰ شامی" کی مطلوبہ جلد منگوا لیتے ہیں۔ اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ (واضح رَہے کہ مولانا مُحمد زمان خان صاحب فاضِل دارالعلوم دیوبند تھے اور مناظرہ کے وقت وہ دُنیا میں موجود نہ تھے) چنانچہ فتاویٰ شامی کی مطلوبہ جلد لائی گئی اور حضرتؒ نے متعلقہ صفحہ کھول کر مولوی غلام رسول کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب "فتاویٰ شامی" کی عبارت پڑھو اور اسکا مطلب بیانِ کرو۔ یہ سُن کر مولوی صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے کیونکہ وہ عربی زبان سے نابلد اور جاہل تھے وہ تو اُردو کی کتابیں پڑھ کر جاہل مرکب مُفتی بنے تھے۔ اہلِ مجلس نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ مولوی صاحب تو جاہل ہیں تو حاضرین مجلس نے باآوازِ بلند اُن کی شکست کا اعلان کر دیا اور مولوی صاحب اپنا سامنہ لے کر مجلس سے اُٹھ گئے۔

Marfat.com

زکوٰۃ نہ دینے کا وَبال

مخدوم العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا سلطان اعظم صاحبؒ کی روایت سے زکوٰۃ ادانہ کرنے کے وَبال سے متعلق ایک عبرت آموز واقعہ بیان کرتے تھے۔

فرمایا: اُستاذِ محترم سلطان اعظم صاحبؒ کے ساتھ ایک ایسا طالب علم پڑھا کرتا تھا جس کی شہادت والی انگلی پر ہمیشہ ایک پٹی بندھی رہتی۔ پٹی کو وہ پانی سے تَر رکھا کرتا تھا۔ جونہی پٹی خشک ہونے لگتی تو وہ پھر سے اُسے تَر کر دیتا۔ ہم نے بارہا اُس سے اِسکی وجہ پوچھی لیکن وہ ٹال جاتا تھا۔ ایک دن ہم طلبہ نے اِصرار کیا تو اُس نے کچھ اس طرح واقعہ بیان کیا۔

"ہم دو دوست تھے اور ایک جگہ اکٹھے پڑھ رہے تھے۔ فقر و فاقہ اور افلاس کا زمانہ تھا۔ لوگ صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ کی مَد میں ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہتے۔ مجھے جو رقم ملتی میں خرچ دیتا، لیکن میرا دوست اپنی رقم خود اپنی ذات پر بھی خرچ نہیں کرتا تھا۔ میں اپنی رقم بھی بوقتِ ضرورت اس پر خرچ کرتا رہتا۔

ایک وقت ایسا آیا کہ میرا دوست شدید بیمار ہو گیا۔ میرے پاس جو جمع پونجی تھی، اُسے مَیں نے اپنے دوست پر خرچ کر دیا۔ میرے دوست کی رقم میرے پاس بطورِ امانت رہتی۔ مَیں نے سوچا کہ میرے پاس جو رقم تھی وہ تو میں نے اپنے دوست پر خرچ کر دی۔ اُسے علاج معالجہ کے لئے اب بھی رقم کی شدید ضرورت ہے۔ مَیں اسکی رقم سے اسکی اجازت کے بغیر بقدرِ ضرورت پیسے لے کر کھانے پینے کی کوئی چیز لے آیا۔ جب دوست کو دی تو اُس کے حلق میں اٹک گئی اور پیٹ میں اُترنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اِس پر اُس نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا یہ چیز آپ میری رقم سے لے کر آئے ہیں؟ مَیں نے اِثبات میں جواب دیا۔ اُس نے کہا میری رقم سے خریدی ہوئی چیز میرے پیٹ میں نہیں

Marfat.com

اُتر سکتی۔ آپ ایسا کریں کہ کہیں سے قرض لے کر میرے لئے کھانے پینے کا انتظام کریں۔ قصہ مختصر حتی المقدور میں اپنے ساتھی کی خدمت کرتا رہا۔ تا آنکہ اُس کی موت کا وقت قریب آپہنچا۔ انتقال سے پہلے اس نے مجھے وصیت کی کہ میری جمع پونجی کو کسی تھیلی میں ڈال کر میری قبر میں میرے ساتھ رکھ دینا۔ مَیں نے اسکی وصیت پر عمل کیا۔ اُس کے انتقال کو کچھ عرصہ گزر گیا۔ مجھے میری زندگی میں ایک موقع پر رقم کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ مَیں نے سوچا کہ بجائے اس کے کہ مَیں کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کروں۔ اپنے دوست کی قبر کو اُکھاڑ کر اسکی تھیلی سے اپنی حاجت پوری کر لوں گا۔ یہ رقم اب اس کے کام کی تو ہے نہیں۔ چنانچہ مَیں اسکی قبر پر گیا اور قبر کو اکھاڑا۔ قبر کے اندر کی صورتحال کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ رقم تھیلی میں نہیں ہے بلکہ وہ سکے میت کے جسم پر بکھرے ہوئے ہیں اور غیر معمولی طور پر چمک رہے ہیں۔ مجھے تجسس ہُوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ مَیں نے شہادت کی انگلی سے ایک سکے کو چھُوا تو مجھے شدید تپش محسوس ہوئی۔ جسکی تکلیف میں، مَیں آج تک مُبتلا ہوں۔ اس وقت سے لے کر آج تک میری اس انگلی پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اسکو تر رکھتا ہوں تو کچھ سکون ملتا ہے اگر یہ خشک ہو جائے تو پھر تکلیف میں مُبتلا ہو جاتا ہوں۔ اگر رات کو سویا ہُوا ہوں اور اس دَوران پٹی خشک ہو جائے تو بیقرار ہو کر اُٹھ جاتا ہے اور دوبارہ پٹی کو تر کر کے سونے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضرت الاستاذؒ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ قرآنِ کریم میں ہے۔

﴿يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۖ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ التوبہ آیت ۳۵

ترجمہ: ”جس دن اس دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے اُن لوگوں کی پیشانیاں اور اُنکی کروٹیں اور انکی پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا! اب چکھو اُس خزانے

Marfat.com

کا مزہ جو تم جوڑ جوڑ کر رکھا کرتے تھے"

زکوٰۃ نہ دینے پر یہ عذاب اللہ نے دُنیا میں دِکھا دیا۔ یہ طالب علم جو قبر کے اندر اس عذاب میں مُبتلا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے مال و دولت سے غیر معمولی محبّت تھی، جس کے نتیجے میں نہ تو وہ خود اپنی ذات پر خرچ کرتا اور نہ ہی زکوٰۃ دیتا تھا۔ یادرَہے کہ یہ طالب علم زکوٰۃ، صدقہ وخیرات کی مَد میں ملنے والی رقم سے خود صاحبِ نصاب بن چکا تھا۔ اس پر زکوٰۃ فرض تھی لیکن اُس نے کبھی زکوٰۃ ادا نہ کی اور اسی طرح اسکی موت آگئی اور قبر میں ہی گرفتارِ عذاب ہُوا۔ آخرت کا عذاب علیحدہ رَہا۔ اَعاذَنا اللّٰہُ مِنہُ

(راوی: مولانا علی خان، گوہل)

اخلاص بھرا پراٹھا

مُنشی محمد شیر مرحوم و مغفور، حضرت الاستاذ رحمہُ اللہ کے ہم زُلف تھے۔ عام طور پر آپ سے مسائل پوچھتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے علوم کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ انہوں نے جمع کر لیا تھا۔ حضرتؒ سے بہت زیادہ محبّت وعقیدت کا اظہار کرتے۔ مُنشی صاحب کا زیادہ تر وقت مسجد میں ہی گزرتا تھا۔ عبادت، تلاوت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ طلبہ سے بھی بڑی محبّت سے پیش آتے۔ اس ناکارہ مؤلف سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور "حافظ صاحب" جیسے ادب و احترام سے بھرے کلمات سے مخاطِب ہوتے، حالانکہ میں اُن کے مقابلے میں ہر اعتبار سے چھوٹا تھا۔ تاہم یہ اُن کا حُسنِ اخلاق اور سینے میں دینی نسبت کی عظمت موجود ہونے کی دلیل ہے۔

جس طرح بعض طلبہ کا کھانا اہلِ مُحلہ کے گھروں میں لگا ہوا تھا، اسی طرح مُنشی محمد شیر (مرحوم) کے گھر میں طلبہ۔ کے لئے صبح ناشتہ کے وقت ایک پراٹھا لگا ہوا تھا۔ یہ پراٹھا کیا تھا؟ عجیب وغریب شان رکھتا تھا ۔ اللہ ہی جانے کس درجہ کے اخلاص اور محبت سے بھرا ہوتا! اس طرح کا لذیز پراٹھا شاید طلبہ نے کبھی نہ کھایا ہوگا۔ طلبہ اس پر جان دیتے تھے اور اُس کے حصول میں اُن کا مقابلہ ہوتا تھا۔ ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ

Marfat.com

یہ ہمارے حصے میں آئے۔ طلبہ گروپ بنا کر کسی ایک ساتھی کو پراٹھا حاصل کرنے کے لئے بروقت بھیج دیتے خواہ چند منٹ انتظار ہی کیوں نہ کرنا پڑتا۔ اس طرح پراٹھا حاصل کرنے میں کبھی کوئی گروپ کامیاب ہوتا اور کبھی کوئی۔ کبھی ایسی صورت بھی پیش آجاتی کہ دو گروپوں کے دو طلبہ ایک ساتھ مُنشی صاحب (مرحوم) کے گھر میں آدھمکے۔ تاہم پراٹھا کی تحصیل میں کوئی ایک ہی کامیاب ہوتا۔ ایسا بھی ہوا کہ طلبہ کا ایک گروپ پہلے پہنچ کر پراٹھا لے کر واپس مسجد میں آگیا کہ ساتھ ہی دوسرے گروپ کا طالب علم پراٹھے کیلئے پہنچ گیا۔ گھر سے جواب ملتا کہ آپ سے پہلے ایک طالب علم پراٹھا لے جا چکا ہے۔

روزانہ طلبہ کے مابین یہ مسابقت چلتی رہتی۔ پراٹھا بھی ماشاء اللہ خوب جاندار اور وزنی ہوتا تھا کہ دو تین طلبہ اس ایک پراٹھے کو باہمی تقسیم کر کے چائے کیساتھ کھالیتے تھے۔ مُنشی محمد شیر مرحوم و مغفور کے اس پراٹھے کی لذت آج بھی محسوس ہو رہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ طلبہ سے اُن کی اس طرح کی محبّت کا آخرت میں صلہ عطا فرمائے۔ اُن کی مغفرت فرما کر جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے گھر والوں کے بھی درجات بلند فرمائے جنہوں نے ایک عرصۂ دراز تک طلبہ کے لئے قربانی دی اور بلاناغہ بروقت پراٹھا پکا کر درویشوں کو پیش کرتے رہے۔ (آمین)

علمِ صحیح کی اصطلاح

حضرت الاستاذؒ اپنے تلامذہ سے مسلک عُلمائے دیوبند سے وابستہ دینی مدارس کے بارے استفسار فرماتے رہتے۔ مثلاً یہ کہ نظام کیسا ہے؟ تربیتی اور تعلیمی فضاء کیسی ہے؟ اکابر اساتذہ کرام کون کون سے ہیں؟ اور کیا کیا اسباق پڑھا رہے ہیں؟ طلباء کی تعداد کتنی ہے؟ جب آپ کے علم میں مدارس دینیہ سے متعلق خوش کن اور اطمینان بخش خبریں آتیں تو مسرت و انبساط سے چہرہ پھول کی طرح کھل جاتا۔ روح کو فرحت اور تازگی نصیب ہوتی۔

مولانا غلام مرتضےٰ صاحب آف کوڑھی، بیان کرتے ہیں کہ میں جامعۃ الاسلامیہ

Marfat.com

بنوری ٹاؤن میں زیر تعلیم تھا۔ سالانہ امتحان کے بعد شعبان میں عام تعطیلات گزارنے کے لیے اپنے گاؤں آجایا کرتا تھا۔ اسی دوران حضرات شیخین کی خدمت میں حاضری ہوتی۔ حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب انتہائی دلچسپی سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے تعلیمی و تربیتی ماحول سے متعلق دریافت فرماتے۔ بندہ وہاں کی علمی و روحانی فضاء کا تذکرہ کرتا تو بڑے محظوظ ہوتے۔ بنوری ٹاؤن میں طلباء کی تعداد کی کثرت کا سن کر بہت خوش ہوتے۔ اکثر اپنے دو مایۂ ناز شاگردوں کے مدراس کا ذکر کرتے رہتے کیونکہ یہ مدارس اور یہاں کا ماحول حضرت نے خود دیکھا تھا۔ وقتاً فوقتاً یہ شاگرد مختلف دینی تقریبات میں دعوت دیتے رہتے تھے۔ مولانا فضل الٰہی صاحب کا دارالعلوم منڈی بھلروان اور حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب کا مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ، ان دواداروں کے ماحول اور طلبہ کی تعداد کو دیکھ کر طبعی مسرت کا اظہار فرماتے۔

مدارس دینیہ کی خدمات کے حوالے سے آپ ایک خاص قسم کی اصطلاح استعمال فرماتے۔ حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی آف ساہیوال جامعہ اسلامیہ صدیق آباد کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو حضرت نے اُن کے سامنے بھی یہ خاص اصطلاح استعمال فرمائی۔ آپ نے فرمایا، "مدارس مسلک عُلمائے دیوبند علم صحیح کی نشرواشاعت میں مصروف ہیں"۔ اس جملے اور اصطلاح سے حضرت مفتی صاحب بڑے محظوظ ہوئے۔

حضرت الاستاذ کے وصال کے بعد حضرت مفتی صاحب جامعہ اسلامیہ کے سالانہ جلسہ پر دوبارہ تشریف لائے تو اسی "علم صحیح" کی اصطلاح پر اپنا سارا بیان فرمایا۔ فرمایا: یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس پر میں نے بہت غوروخوض کیا، جس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ "علوم نبوت" کے لیے اس سے بہتر کوئی اصطلاح نہیں ہوسکتی۔ فرمایا: اس میں تمام ادیان باطلہ کا رد بھی ہے۔ اور علوم نبوت کے لیے ایک جامع مانع تعبیر بھی۔ یوں سمجھیں کہ علوم نبوت کے لیے یہ ایک الہامی اصطلاح اور تعبیر ہے۔

(مولانا غلام مرتضےٰ اعوان)

Marfat.com

حضرت الاستاذؒ کی شان میں مدحیہ اشعار

کفری وِچ ھِک مُفتی بیٹھا، شریعت او چُکاوے
فِقہ دا جو مسئلہ ہووے سچ سچ او بتاوے
نہ منئیں سفارش کسے دی بھاویں کوئی بِھرا وے
وِچ مَسیتی بیٹھا رھندا، روٹی گھر دی کھاوے
روزی پچھے بَھج نہ پیا اُس نوں بھروسا خدا وے
دین دا کوئی مسئلہ پُچھے نال تحقیق دَساوے
علم دا کوئی طالب ہووے وَھندا پیا دَریا وے
وَڈا اودانا بندہ رُٹھیاں نوں مناوے
کفری وِچ ھِک ھور مولوی او دُوئی کرباھوے
اتنی طاقت او نہ رکھے، جے فتوے نوں چلاوے

(نتیجۂ فکر: حاجی عالم شیر محلہ درسال، کورڈھی)

Marfat.com

حیاتِ مہتابؒ

یعنی استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہُ اللہ تعالےٰ کے حالات، واقعات، اَخلاق، سیرت و کردار اور دینی و تبلیغی خدمات پر مشتمل ایک مُستند دستاویز

حصہ دوم

Marfat.com

منظوم کلام در مدحتِ استاذ محترم رحمہ اللہ

(1) آنکھیں ہیں ہنوز مری اشکبار، اور دِل پُراز حُزن و ملال ہے
کہ اُٹھ گئے ہیں استاذِ ذی وَقار، نہیں جنکی کوئی مثال ہے

(2) یہ حقیقت ہے دَرخشاں، سُنو غور سے تُم اَے اھلِ زماں
کہ موت ہے یہ سارے عَالم کی، ہُوا جو عالم کا وِصال ہے

(3) ذکرِ خیر ہے یہ اس مردِ حق آگاہ کا، تھا جو دردمند دینِ متین کا
ولی تھا وہ اور ابنِ ولی بھی، فِراق پر جِن کے اِک جہاں بے حال ہے

(4) جو گُونجتے ہیں آج وادی میں، یہ زَمزمے قرآن و سُنت کے
نِثار ہوگئے ہیں وُہ جو دین پر، اُنہی کی محنتوں کا یہ کمال ہے

(5) فِدا کردی جس نے دین پر عُمر اپنی تمام، اور اِسی غم میں رَہے مدام
کہ سَدا بلند رَہے پرچم اسلام کا دُنیا میں، یہی فرمانِ ذوالجلال ہے

(6) علم و عرِفان کا شجر جو لگایا تھا، حضرتِ قاسمؒ نے دیوبند میں
اُسی نوع کا ہے یہ سلسلہ، اُسی مرکز کا یہ خطِّ اِتصال ہے

(7) قدم بہ قدم دینِ احمد کے لگائے ہیں چمن، لحہ بہ لحہ کی اُنکی آبیاری
اِسی دُھن میں رَہے ڈوبے عُمر ساری، اَعداء کی تو بس قیل و قال ہے

Marfat.com

(8) سُنو غور سے تم اے اہلِ نظر، یہ لوگ تھے ذی آن بڑے، ذیشان بڑے
تھے علم و عمل کے کوہِ گراں، دیکھو تو سہی ! جلال ہے کیسا جمال ہے!

(9) لکھوں مَیں کچھ مِدحَت حضرتِ اُستاذ کی، یہ حکم ہے بخشیدۂ قادر کا
جوعلم کے بہتے چشموں سے جامِ عقیدت بھرتا ہے، ہوشیار ہے کیسا خوشخصال ہے!

(10) یہ دُعا ہے مِری گر قبول ہو، کہ استاذِ مہربان پر رحمتوں کا نُزول ہو
جنّت میں دُخول ہو، مُقرّبینِ خُدا میں اُنکا شُمول ہو

(نتیجۂ فکر: مولانا حافظ محمد قاسم انگوی)

Marfat.com

عکسِ تحریر مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محترم مولانا قادر بخش صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ مزاج گرامی۔

گزشتہ عید مبارک ہو۔ ہمارا رمضان بھی دیکھنے میں اچھا ہی گزرا ہے۔ اللہ اپنی رحمت سے قبول فرمائے۔

آج کل حج کی تاریخ آنے والی ہے صبح شام اسی انتظار میں گزر رہے ہیں اللہ جل شانہ اس فریضہ کی عظمت کے مطابق اہتمام اور اپنی شان کے مطابق عافیت و غفران کا معاملہ فرمائے۔ آمین

کلونجی کا تیل۔ زیتون کا تیل اور بادام روغن تینوں چیزیں رمضان کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی ہیں۔ بر اولین فرصت میں بھجوانے کی تکلیف فرما دیں۔

دیگر خیریت ہے دو قاری صاحبان اور ایک مولوی صاحب کا تقرر ہوا ہے دعا فرما دیں اللہ خیر و برکت کا سبب بنائے۔

فقط

والسلام

دعاگو

حافظ خدا بخش عفی اللہ عنہ

۲۶ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

باب نمبر 21

ولادت، فراغت اور سکول میں تدریسی خدماتؒ

استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب (رحمہ اللہ تعالےٰ)

نسب نامہ

(حافظ) محمد بخش بن حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخشؒ بن میاں نظام الدینؒ بن میاں قادر بخشؒ بن میاں غلام حسنؒ بن میاں شیر محمدؒ

پیدائش

۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء کو آپ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے جب کچھ ہوش سنبھالا تو حضرت والد ماجدؒ نے حفظ و ناظرہ کے لیے آپ کو میاں حافظ غلام دین مرحوم کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے خوب محنت کر کے اڑھائی تین سال میں حفظ و ناظرہ مکمل کرا دیا۔ آپ ایک پختہ کار حافظ تھے اور انتہائی سوز و گداز سے تلاوت کرتے تھے۔ آپ نے بیسیوں مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآن کریم سنایا۔ لوگ دُور دُور سے پروانہ وار آپ کی تلاوت سننے کے لیے آتے تھے۔ وادیٔ سون میں خوبصورت اور باتجوید قرآن کریم پڑھنے کی داغ بیل آپ نے ہی ڈالی۔ آپ سے پہلے اگرچہ اِکّا دُکّا پرانے اور عمر رسیدہ حُفاظ موجود تھے، تاہم وہ سادہ اور بعض تو بطریق مجہول پڑھتے تھے۔ آپ نے اپنے علاقہ میں قرآن مجید خوبصورت اور باتجوید پڑھنے کا نہ صرف عام مسلمانوں میں ذوق شوق پیدا کیا، بلکہ ایک ایسی تڑپ اور لگن پیدا کر دی

Marfat.com

جو پھول کی مہک کی طرح مسلسل پھیلتی ہی چلی گئی۔ نتیجتاً ایک وقت ایسا آیا کہ خوبصورت اور باتجوید پڑھنے والوں کی ایک بہت بڑی کھیپ تیار ہو گئی۔ لوگ رمضان شریف میں اپنی اپنی مساجد میں آپ کے شاگردوں کی تشکیل کرانے کے لیے دو دو ماہ پہلے رابطے میں رہتے۔ آپ کی شب و روز کی کوششوں اور قربانیوں کے نتیجے میں اتنے زیادہ حفاظ کرام تیار ہو گئے کہ مُحلہ کی مساجد میں باقاعدہ ترتیب قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ اس سال فلاں حافظ صاحب اور اگلے سال فلاں حافظ صاحب قرآن کریم سنائیں گے۔ یاد رہے کہ آپ نے تجوید و قرأت جامعہ مدنیہ لاہور میں پڑھی جبکہ جامعہ مدنیہ مکی مسجد انار کلی لاہور میں دینی خدمات انجام دے رہا تھا۔

ابتدائی فارسی تعلیم

آپ نے فارسی کی تمام چھوٹی اور بڑی کتابیں، از کریما تا سِکندر نامہ، حضرت والد ماجدؒ سے پڑھیں۔

درسِ نظامی کا آغاز

فارسی کی مروجہ تمام کتب پڑھنے کے بعد آپ کو صَرف و نحو شروع کرادی گئی علوم عالیہ اور علوم اٰلیہ میں سے ہر چھوٹی اور بڑی کتاب آپ نے حضرت والد ماجدؒ سے پڑھی، اور بالآخر احادیث شریف کی تمام کتب بھی آپ نے اپنے والد ماجدؒ سے پڑھ کر درسِ نظامی سے فراغت حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے جدید عصری تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ میٹرک کرنے کے بعد آپ نے سکول ٹیچنگ کا باقاعدہ کورس کیا، اور بعد ازاں، کورڈھی گاؤں میں بحیثیت پرائمری سکول ٹیچر کے تعینات ہوئے۔ آپ نے اپنی سکول لائف کا اکثر حصہ اسی گاؤں میں گزار دیا۔

گاؤں والے آپ سے بے حد محبّت کرتے تھے۔ آپ جب مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے تو ائمۂ مساجد اور عام نمازی آپ کی اِقتداء میں نماز پڑھنے

Marfat.com

کو سعادت سمجھتے۔ جمعہ کے موقع پر بھی کسی نہ کسی مسجد میں آپکا کایا پلٹ بیان ہوتا تھا۔

آپ موقع کی مناسبت سے جمعہ کے بیان میں بڑے اہم موضوعات پر گفتگو فرماتے۔ معاشرے میں پائی جانے والی غیر شرعی رسومات اور بدعات پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ دل سے نکلی ہوئی بات حاضرین پر اثرانداز ہوتی اور انہیں عمل کے لیے تیار کرتی۔ رفتہ رفتہ اس گاؤں میں عظیم انقلاب آیا۔ لوگوں نے بدعات اور رسومات سے توبہ کرنی شروع کر دی۔ عقائد صحیح ہو گئے۔ منفی فکر کی جگہ مثبت سوچ نے لے لی۔ لوگوں کے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا ہو گئی۔ اور اس طرح لوگ اپنی اصلاح میں جُت گئے۔

آپ ذرا اعداد و شمار جمع کر لیجئے۔ عُلمائے کرام اور حفاظ کی جتنی بڑی تعداد آپ کو اس گاؤں میں دیکھنے کو ملے گی اور کسی گاؤں میں اتنی نہیں ہو گی۔

مزید براں اس گاؤں کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ شعبہ حفظ کا آغاز آپ نے اسی گاؤں سے کیا ہے۔ آپ کے سب سے پہلے شاگرد حافظ محمد عُثمان بن ملک احمد خان ہیں، جو اب تک ۴۲ مرتبہ نماز تراویح میں قرآن کریم سنا چکے ہیں۔ اور بڑے ہی خوبصورت لہجہ اور روانی سے پڑھتے ہیں۔

آپ سکول میں بڑی بارعب شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ طلبہ اور اساتذہ کی نگاہوں میں انتہائی قابل احترام تھے۔ آپ سکول کی ڈیوٹی کو بڑے احسن طریقے سے نبھاتے۔ بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کے بارے میں بھی بہت فکر مند رہتے۔ ہمارے ایک بزرگ محترم ڈاکٹر حافظ حفیظ الحق صاحب حال مقیم سعودیہ عربیہ، فرمایا کرتے ہیں کہ تربیت، تعلیم سے مقدم ہے۔ سب سے مشکل کام تو انسان بننا ہے۔ تعلیم تو ہر فاسق و فاجر اور کافر بھی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن تربیت یافتہ اور مُہذب انسان میں اور تعلیم یافتہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت ہو گی تو پھر تعلیم بھی مفید اور کارآمد ہو گی اور اگر تعلیم تو ہو لیکن تربیت نہ ہو گی۔ تو فساد ہی فساد نظر آئے گا۔

Marfat.com

یورپ وامریکہ کو دیکھئے کہ وہاں صرف تعلیم ہے اور تربیت نہیں۔ لہذا وہاں مادی ترقی تو نظر آئے گی روحانی ترقی نام کی کوئی شے وہاں موجود نہیں۔ اُنکی عام آزادانہ زندگی میں اور چوپاؤں، درندوں، کتوں اور سُوروں کی زندگی میں فرق نظر نہیں آتا۔ "اُولٰئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ" ہاں فرق اگر ہے تو یہ کہ چوپائے اور درندے غیر عاقل ہیں اور یہ عاقل۔

جدید عصری تعلیم میں ترقی

سکول اور شعبہ حفظ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ نے جدید عصری تعلیم کو مسلسل جاری رکھا۔ بی ایڈ کرنے کے بعد ایم اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ سکول لائف میں آپ تدریجاً ترقی کرتے رہے تا آنکہ آپ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ بھی اپنے برادرِ کبیر کی طرح ایک مثالی منتظم اور ایڈمنسٹریٹر ثابت ہوئے۔

اِحساسِ ذمہ داری

گورنمنٹ پرائمری سکول کورڈھی سے آپکی ٹرانسفر "سُرگّی" گاؤں کے مڈل سکول میں ہوئی تو وہاں کا ماحول کچھ عجیب سا تھا۔ وہاں کے باسیوں کی اکثریت بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی تھی۔ سینے کے اندر تو یقیناً نفرت کے جذبات رکھتے تھے، لیکن کچھ کر گزرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اور نہ ہی اس گاؤں میں کوئی ایسی شخصیت تھی جو علمی میدان میں آپکا مقابلہ کر سکتی۔ آپ اپنی ڈیوٹی کا حق ادا کر دیتے۔ وقت پر پہنچنا اور وقت پُورا ہونے پر چھٹی کرنا، اس میں آپ لوگوں کے لیے عموماً اور سکول اساتذہ کے لیے خصوصاً ایک نمونہ تھے۔ آپ نے بجا طور پر اپنی تنخواہ کو حلال کر کے کھایا۔

نصابی کورس پڑھانے کے ساتھ ساتھ آپ طلبہ کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھتے۔ با جماعت نمازوں کا اہتمام، صبح اسمبلی میں قرآن و حدیث کا مختصر درس، دین کے مختلف شعبہ ہائے زندگی پر مختصر اور جامع تقریر آپ کا معمول رہا۔ آپ نے اپنی سیرت و

Marfat.com

کردار، زُہد و تقویٰ اور اخلاق حسنہ کی بنیاد پر لوگوں کے دلوں کو جیتا۔ آپ کے کردار پر کسی کو انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ کئی مخالف آپ کے طرزِ زندگی کو دیکھ کر آپ کے حلقۂ عقیدت و محبّت میں داخل ہو گئے۔ مسلکی بنیادوں پر نفرت کی آگ اپنے سینوں میں جلانے والوں کی آگ کے شعلے بجھ گئے۔ بعض حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخل ہو گئے۔ (راوی: حافظ انور حسین صاحب)

ناظرہ قرآن کریم کے اختتام پر اظہارِ مسرت

سُرَیّی سے آپ کی ٹرانسفر سب تحصیل نوشہرہ میں ہوئی۔ اس وقت گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر حبیب الرحمن کھوڑوی تھے جو آپ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ آپ کی دیانتداری خلوص اور احساس ذمہ داری کا برملا اظہار کرتے تھے۔ ہائی سکول نوشہرہ میں آپ کی عادت یہ تھی کہ آپ چھٹی کلاس کو لیا کرتے، اور دسویں کلاس تک اس کے ساتھ چلتے۔ نصابی مضامین کے ساتھ ساتھ آپ چھٹی کلاس کو ناظرہ قرآن کریم بھی شروع کرا دیتے جو دسویں کلاس کے اختتام پر مکمل ہو جاتا۔ قرآنِ کریم مکمل ہونے کے پُر مسرت موقع پر ایک عظیم الشان تقریب منعقد کی جاتی جس میں محکمہ تعلیم کے بڑے بڑے آفیسرز کے علاوہ علاقہ کے معززین کو بھی مدعو کیا جاتا۔ اس موقع پر باقاعدہ عمدہ قسم کے کھانے کا انتظام کیا جاتا بقول حافظ انور حسین صاحب کے کہ ایک موقع پر دیسی گھی کے حلوے کے دو کڑاہ پکائے گئے۔

جس سال آپ چھٹی کلاس لیتے اس سال ہائی سکول نوشہرہ میں عام سالوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ داخلہ ہوتا۔ آپ کے پاس جو مضامین ہوتے اس میں رزلٹ سو فیصد ہوتا۔ کوئی طالب علم فیل نہیں ہوتا تھا۔ آپ کے چلے جانے کے بعد اساتذہ اور طلبہ آپ کو ہمیشہ یاد رکھتے۔

Marfat.com

سکول یا دیہاتی چوپال

نوشہرہ سے آپ کی ٹرانسفر خالق آباد ہو گئی۔ اس علاقے کے ملک اور چوہدری طرز کے لوگوں نے سکول کو گاؤں کے چوپال کا درجہ دے رکھا تھا۔ گپ شپ، باہمی تنازعات کے فیصلے، سیر و تفریح، کھیل کود اور دوسرے مقاصد کے لیے سکول کو استعمال کرتے۔ مکمل قبضہ جما رکھا تھا اور کسی ہیڈ ماسٹر کو اس بات کی ہمّت نہ ہوتی کہ وہ ان لوگوں سے سرکاری عمارت کو آزاد کرا سکیں۔ نوبت بایں جا رسید کہ سرکاری سکول میں پرائیویٹ لڑکوں کی کلاسیں لگا کرتیں۔

حضرتؒ کے لیے اس ساری صورتحال سے نبرد آزما ہونا، ایک بہت بڑی آزمائش اور چیلنج تھا۔ آپ نے انتہائی حکمتِ عملی سے تدریجاً گورنمنٹ ہائی سکول کو تمام قسم کی خرابیوں سے پاک کر دیا۔

اکثر اساتذہ سکول کے اوقات میں سکول کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شِلوار کی بجائے چادر باندھ کر کلاسوں میں آتے۔ آپ نے ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا۔ جس کے بعد انہوں نے تہ بند چھوڑ دیا اور شِلوار قمیض میں آنا شروع کر دیا۔ آپ اوقات کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔ خالق آباد میں تعیناتی کے زمانہ میں گھر سے خالق آباد تک تقریباً ۴۵ کلومیٹر کا سفر کر کے مقررہ وقت سے ۳۰ منٹ پہلے سکول میں پہنچ جاتے۔

اُستاد کو رجسٹر حاضری پر حاضری لگانے سے روک دیا

خالق آباد سے آپ کی ٹرانسفر کھوڑہ میں ہوئی۔ یہاں کا ماحول بھی کافی بگڑا ہوا تھا جس کی اصلاح بحیثیت ہیڈ ماسٹر ضروری تھی۔ ایک استاذ صبح کی اسمبلی میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ بعد میں آ کر سٹاف روم میں موجود ''رجسٹر حاضری برائے اساتذہ'' پر بروقت پہنچنے کا اندراج کر کے حاضری لگا دیتے۔ آپ نے چند روز دیکھا اور ساتھ ساتھ

Marfat.com

استاذِ محترم کو سمجھاتے رہے، احساس ذمہ داری یاد دلاتے رہے، لیکن استاذِ محترم پر اس فہمائش کا کوئی اثر نہ پڑا، اور اپنی پُرانی روش پر چلتے رہے۔ ایک دن حضرتؒ نے سکول کے چوکیدار سے کہا کہ فلاں استاذ جب آپ سے "رجسٹر حاضری" طلب کریں تو آپ انکار کر دیں اور میری طرف سے بتادیں کہ حافظ صاحب نے منع کیا ہے۔ چوکیدار نے اس حکم پر عمل کیا۔ استاذِ محترم بڑے پریشان اور غم و غصے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ چوکیدار سے پوچھا کہ "تم نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟" اس نے کہا: "ہیڈ ماسٹر صاحب نے منع کیا ہے" غضبناک ہو کر حضرتؒ کے پاس پہنچے، اور کہا کہ حافظ صاحب آپ نے اتنا سخت قدم کیوں اٹھایا ہے؟ آج تک کسی اور ہیڈ ماسٹر نے ایسی حرکت نہیں کی؟ فرمایا: وقت پر آؤ اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرو۔ صبح اسمبلی میں حاضری ضروری ہے۔ "استاذِ محترم نے کہا "حافظ صاحب کیا کریں زمین دار اور کاشتکار آدمی ہوں۔ سکول آنے سے پہلے کاشتکاری سے متعلق کاموں کو بھی انجام دینا ہوتا ہے۔ فرمایا: آپ کا اصل کام طلبہ کو پڑھانا ہے جس کی آپ حکومت سے تنخواہ لیتے ہیں۔ بات کو توجہ سے سُن لیں کہ آپ کی حاضری اس صورت میں لگے گی جب آپ بروقت سکول آئیں گے اور اپنے تمام مضامین طلبہ کو پڑھائیں گے"۔ اس فہمائش کے بعد استاذِ محترم نے طوعاً و کرھاً اپنی اصلاح کر لی اور باقاعدہ اب اسمبلی میں شریک ہوتے۔ موصوف اُستاذ صاحب ایک مرتبہ حافظ انور حسین صاحب سے ملے اور دورانِ گفتگو کہنے لگے کہ حافظ صاحب بڑے اچھے اور اُصول پسند انسان تھے۔ ہم جیسے نالائقوں کا انہوں نے قبلہ درست کر دیا۔ ہم میں سکول ڈیوٹی کے بارے میں غفلت اور کوتاہی تھی۔ احساس ذمہ داری سے دل خالی تھا۔ حافظ صاحب نے بڑے ہی احسن طریقے سے ہماری اس بے حسی اور کوتاہی کو دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (راوی: حافظ انور حسین)

Marfat.com

معائنہ ٹیم کے تاثرات

ایک دفعہ میٹرک کے امتحانات کے موقع پر آپ کو سپر نٹنڈ نٹ (نگران اعلیٰ) بنا کر کسی علاقے میں بھیج دیا گیا۔ آپ نے اپنے مخصوص مزاج کے پیش نظر امتحان گاہ میں مثالی نظم و ضبط قائم کیا۔ انتہائی سلیقے سے تمام اُمور انجام دیئے۔ طلبہ میں نقل کو ناممکن بنا دیا۔ ماتحت عملہ پوری ذمہ داری کیساتھ چاق و چوبند کھڑا عقابی نگاہیں طلبہ پر جمائے ہوئے تھا۔ اسی دوران معائنہ ٹیم بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے امتحان گاہ کا بغور معائنہ کیا۔ قابل رشک و تقلید اور لائق تحسین نظم و ضبط کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا "پُرانے تجربہ کار آدمیوں کے مقابلے میں نئے دیانت دار اچھا کام چلا سکتے ہیں"۔

(راوی: حافظ انور حسین صاحب)

Marfat.com

باب نمبر 22

شعبۂ حفظ

آغاز شعبۂ حفظ

۶ نومبر ۱۹۵۴ء میں استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کا کورڈھی گاؤں میں بحیثیت پرائمری سکول ٹیچر تقرر ہوا۔ اس دوران آپ نے گاؤں کی مرکزی جامع مسجد حمزہ میں رمضان شریف کی آمد پر نمازِ تراویح میں قرآن کریم سنایا۔ آپ کی تلاوت کیا تھی؟ خوبصورت، باتجوید اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا انقلاب انگیز لہجہ تھا۔ تلاوت میں وہ سوز و گداز جو ڈھونڈنے سے نہ ملے۔ انداز اسقدر نرالا کہ سنگ دلوں پر بھی رقت طاری کردے، بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو جائیں۔ آرزؤں کے سمندر میں تلاطم پیدا ہو جائے کہ کاش ہمارے بیٹے بھی اس طرح خوبصورت اور باتجوید تلاوت کر کے ہمیں دنیا و آخرت میں عزت عطا کریں۔

یہ قُرعہ سب سے پہلے کس خوش نصیب کے حق میں نکلتا ہے؟ کون شعبۂ حفظ کی خشتِ اولین کا اعزاز حاصل کرتا ہے؟ ملک احمد خان نمبردار مرحوم گاؤں کی معروف سماجی شخصیت تھی۔ یہ بھی رمضان المبارک میں حضرت استاذ محترم کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ تلاوت سُن کر تڑپ اٹھے، قرآن کریم کی تلاوت کا یہ انداز اور حسین ترین لہجہ پہلی دفعہ سننے کو ملا۔ بس نیت کر لی کہ اپنے بیٹے محمد عُثمان کو حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کے حوالے کر کے اُسے اپنے جیسا حافظ بنانے کی درخواست کروں گا۔ چنانچہ حضرت کی خدمت میں پُراُمید ہو کر درخواست پیش کر دی۔

آپ کے سامنے سکول کی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حفظ کی ذمہ داری کو قبول کر لینے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ مسلسل چھ ماہ تک پس و پیش کرتے رہے،

Marfat.com

فرمایا: وقت کی کمی ہے اور سکول کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ حفظ کا کام انتہائی محنت طلب اور مشکل ترین ہے"۔ لیکن ملک صاحب کی طرف سے مسلسل اِصرار اور طلب صادق تھی، جس کی بناء پر حضرتؒ نے بالآخر اس کوہِ گراں جیسی ذمہ داری کو قبول کر ہی لیا۔

حافظ محمد عُثمان صاحب خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں تیسری کلاس میں تھا تو حضرت استاذِ محترم نے سکول کے اوقات میں مجھے قرآن کریم شروع کرا دیا۔ چند روز بعد حافظ انور حسین بھی اس عظیم اور مقدس سفر میں میرے رفیق بن گئے۔ گرمیوں کی عام تعطیلات میں ہم دونوں ساتھی گاؤں سے صدیق آباد (کفری) تقریباً تین کلو میٹر کا پیدل سفر کر کے جاتے اور سبق، سبقی اور منزل سنا کر واپس گھر لوٹ آتے۔

ساتویں پارہ تک ہم دونوں اکٹھے تھے۔ اس کے بعد میں سبق زیادہ یاد کر لینے کی وجہ سے حافظ انور حسین سے سبقت لے گیا۔ اور اُن سے ایک سال پہلے حفظ مکمل کر لیا۔ ۱۹۶۵ء مَیں نے پرائمری پاس کی اور اُسی سال اپنے مُحلہ کی مسجد میں نمازِ تراویح میں قرآن کریم سنایا۔ اس طرح مجھے شعبۂ حفظ میں حضرت استاذِ محترم کا اولین شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ اسلامیہ میں شعبۂ حفظ کے قیام کا سارا ثواب آپ کے والد صاحب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

نو ماہ تک میرا سبق اس وجہ سے بند ہو گیا کہ حضرتؒ بی ایڈ کا امتحان دینے کے لیے، لاہور پنجاب یونیورسٹی تشریف لے گئے۔ اس دوران مَیں پورے اہتمام کے ساتھ اپنی والدہ محترمہ کو منزل سناتا رہا۔ حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے پہلے سال پوری پختگی اور خود اعتمادی کے ساتھ نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سنایا۔ در حقیقت یہ حضرتؒ کی محنتوں اور قربانیوں اور دعاؤں کا ثمرہ تھا۔

گاؤں کے بعض لوگوں نے جب مجھے خوبصورت اور باتجوید قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اُنہوں نے بھی اپنے بچوں کو اس عظیم مقصد کے لیے وقف کر دیا۔ چنانچہ میرے عزیزوں میں سے فاروق احمد نے بھی شعبۂ حفظ میں داخلہ لے لیا جو بعد میں

Marfat.com

قاری فاروق احمد کے نام سے مشہور ہوئے۔ان کے بعد مزید طلباء نے داخلہ لیا جن میں (حافظ) دوست محمد (حافظ) انوار احمد (مولوی) نصیر احمد اور (ماسٹر) میاں عبدالغنی صاحب اور (مولانا) غلام مرتضےٰ صاحب شامل ہیں۔

اب ایک اچھی خاصی حفظ کی کلاس بن گئی، اس کلاس کے اوقات تعلیم عام دینی مدارس کے اوقات سے بالکل علیحدہ تھے۔ چونکہ حضرتؒ کی دن کو سکول کی مصروفیت رہتی۔ جس کی وجہ سے ہم سب طلبہ اپنے گاؤں (کورڈھی) سے بعد نمازِ عصر پیدل سفر کر کے صدیق آباد (کفری) مغرب سے پہلے پہنچ جاتے۔ نمازِ مغرب کے بعد کلاس شروع ہوتی اور دیر تک جاری رہتی۔ نماز عشاء عموماً حفظ کی کلاس کی وجہ سے رات کا ایک تہائی حصہ گزر جانے پر ادا کی جاتی۔ نمازِ عشاء کے بعد طلبہ سو جاتے اور نماز فجر کے بعد پھر کلاس شروع ہو جاتی اور سکول ٹائم شروع ہونے تک جاری رہتی۔ اس کے بعد طلبہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

حفظ کا ذوق شوق طلبہ کو دھیرے دھیرے کھینچتا رہا چنانچہ اس کے بعد مزید طلبہ نے داخلہ لیا جن میں کورڈھی سے (حافظ) محمد احمد، (حافظ) میاں حبیب الرحمن، (حافظ) علی ماہی، (حافظ) محمد صفدر، (حافظ) محمد رمضان، (حافظ) فلک شیر، (حافظ) غلام محمد، (حافظ) بشیر احمد مرحوم، (حافظ) سلطان بخش مرحوم، (حافظ) محمد الیاس، (حافظ) سرفراز احمد، (حافظ) قادر بخش، (حافظ) محمد فیروز، (حافظ) محمد نواز، جبکہ صدیق آباد سے (حافظ) محمد یعقوب (حافظ) ظہور احمد، (حافظ) محمد صادق، (حافظ) عبدالرازق، (حافظ) منظور احمد (حافظ) مقصود احمد (ڈاکٹر حافظ) حبیب سلطان، (پروفیسر حافظ) عبد القیوم، (حافظ) نور محمد، (حافظ) صاحبزادہ قادر بخش، (حافظ) جاوید سرور، (حافظ) محمود سرور، (حافظ) محمد ریاض سُرّکی گاؤں سے (حافظ) اللہ بخش اور سبھرال سے (حافظ) حسین احمد اور (حافظ) غلام نظام الدین اور اوگالی سے (حافظ) اجمل، (حافظ) مولا بخش صاحب شامل ہیں۔

Marfat.com

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف اطراف اور مختلف دیہات سے طلبہ کی فوجوں کی فوجیں داخل ہونے لگیں، جن کی فہرست کتاب کے آخر میں دی جائے گی۔

۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء کو حضرتؒ کی کورڈھی سے سُرَکّی بحیثیت ہیڈ ماسٹر ٹرانسفر ہوگئی۔ شعبۂ حفظ باقاعدہ جاری رہا اور ترقی کے مراحل نہایت تیزی کے ساتھ طے کرتا رہا۔ حافظ محمد عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ نے مجھے پرائیویٹ طور پر مڈل کی تیاری کرائی۔ چنانچہ میں نے مڈل کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ نویں، دسویں کلاس کے لیے نوشہرہ ہائی سکول میں بطورِ ریگولر طالب علم کے داخلہ لیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخشؒ سے درسِ نظامی کی کتب شروع کر دیں۔ مولانا مقصود اکبر (مرحوم) اور مولوی نصیر احمد بندہ کے شریک سبق تھے۔ مولوی نصیر احمد نے بہت جلد ہی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا، جبکہ مولانا مقصود اکبر (مرحوم) نے چوکیرہ مدرسہ "دارالھدیٰ" میں داخلہ لے لیا۔

حضرت الاستاذؒ کی تعیناتی سُرَکّی کے بعد خالق آباد، پھر کھوڑہ اور آخر میں سوڈھی جے والی سے ۱۴ مارچ ۱۹۹۵ء کو بطور سینئر ہیڈ ماسٹر کے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس سارے عرصے میں آپ باقاعدہ شعبۂ حفظ میں جزوقتی مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے قدیم شاگرد حافظ انور حسین نے مدرسہ اسلامیہ میں پہلے معاون اور پھر مستقل مدرس کی حیثیت سے پڑھانا شروع کر دیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد حضرتؒ نے باقاعدہ جامعہ اسلامیہ کا اہتمام سنبھال لیا۔ اب شعبہ حفظ کے لیے آپ کے پاس وقت نہیں تھا۔ کام کافی پھیل چکا تھا، اس لیے سات آٹھ نئے اساتذہ کا تقرر ہوا جنہوں نے شعبۂ حفظ کو سنبھال لیا۔ آپ نے جامعہ کے اہتمام کے ساتھ ساتھ درس نظامی کے چند اسباق بھی لے رکھے تھے۔ علمی استعداد و صلاحیت ماشاء اللہ خوب تھی۔ جو سبق بھی لیتے اس کی تدریس و تفہیم کا حق ادا کر دیتے۔ مسائل کو مثالیں دیکر سمجھاتے، جس کی وجہ سے بات دلوں میں اُتر جاتی اور طلبہ اطمینان پاتے۔

Marfat.com

بابٌ نمبر 23

مدرسہ اسلامیہ سے جامعہ اسلامیہ تک

حضرت استاذِ محترم نے ۱۹۵۸ء میں شعبۂ حفظ کا آغاز کیا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے ترقی کرتا چلا گیا۔ بیسیوں بہترین حفاظ تیار ہو گئے جو پوری وادی میں رمضان شریف کی آمد پر مختلف مساجد میں پھیل جاتے اور نمازِ تراویح میں پوری کامیابی کیساتھ قرآن کریم سناتے۔ عام مسلمان حضرتؒ کے شاگردوں کے خوبصورت اور باتجوید لہجہ و تلاوت سے بہت متاثر ہوتے اور اپنی اولادوں کو بھی حفظ کے لیے حضرتؒ کے حوالے کر دیتے۔ اور آئندہ کے لیے مستقل بنیادوں پر رمضان شریف میں اپنی مساجد کے لیے آپ ہی کے شاگردوں کی تشکیل کراتے۔

یہ تمنّا حضرتؒ کے دل میں ایک چنگاری کی طرح دبی ہوئی تھی کہ کاش اللہ تعالیٰ مدرسہ کے لیے کوئی وسیع جگہ عطا کر دیں۔ جہاں مستقبل کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اور تمام جدید سہولتوں اور ضرورتوں سے آراستہ ایک عظیم جامعہ کی بنیاد رکھی جائے۔ بظاہر وسائل کا فقدان تھا تاہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا یقین تھا کہ وہ قادرِ مطلق ہیں۔ شہر کی مرکزی جامع مسجد کے آس پاس تو چند مرلے زمین خریدنے کی استطاعت تک نہیں تھی۔ اچانک آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے وہ رشتہ دار جو ملتان کے چکوک میں رہائش پذیر ہیں۔ صدیق آباد میں اپنی ۳۶ کنال جگہ بیچنا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد آپ کے دل میں شدید داعیہ پیدا ہوا کہ یہ ساری جگہ مدرسہ کیلئے خرید لی جائے اور "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے ایک عالیشان ادارہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر دین کا کام کیا جائے۔

اس مقصد کو پانے کیلئے اللہ تعالیٰ سے مانگنا شروع کر دیا اور عالمِ اسباب میں تگ و دَو بھی شروع کر دی۔ چنانچہ ہنگامی بنیادوں پر اپنے شاگردوں اور اہل عقیدت و محبّت کی

Marfat.com

ایک خصوصی میٹنگ بلائی گئی جنکی تعداد پچیس[۲۵] بتائی جاتی ہے۔ اس میٹنگ میں اپنا مدعا پیش کیا۔ اکثر نے حمایت کا اعلان کیا، بعض نے کہا کہ منصوبہ بہت بڑا ہے اس کے لیے چار لاکھ کی بڑی رقم فراہم کرنا مشکل ہے۔ حضرتؒ نے ساتھیوں کو بتلایا کہ ہمیں یہ رقم بڑی لگ رہی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔

عزائم جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

جن ساتھیوں کو اشکال تھا اُن کا ذہن صاف کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ سب سے پہلے حضرتؒ نے خود اپنا چالیس ہزار جی پی فنڈ دینے کا اعلان کیا۔ حاضرین مجلس میں سے سبھی نے حسبِ توفیق اپنا اپنا حصہ لکھوا دیا۔ اس مجلس میں چار لاکھ کی خطیر رقم جمع ہو گئی۔ ایک ماہ کا وقت لیکر رقم جمع کر کے ادا کر دی گئی۔ جامعہ اسلامیہ کے لیے جو جگہ خریدی گئی اس کا محلِ وقوع بہت ہی عالیشان تھا۔ شمال میں سکیسر روڈ اور مغرب میں صدیق آباد لنک روڈ تھا۔ ایک دینی ادارہ کے لیے انتہائی موزوں جگہ تھی، جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی۔

حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ صاحبزادہ صاحب مدرسہ کے لیے ۳۶ کنال جگہ لینا چاہتے ہیں۔ شروع میں تو آپ کو بھی شرح صدر نہیں تھا، بعد میں جب آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ مطلوبہ رقم کا انتظام ہو گیا ہے تو انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعا دی۔

جگہ مل جانے کے بعد "جامعہ اسلامیہ" کا باقاعدہ نقشہ تیار کرایا گیا۔ اس کیلئے اوگالی کے کرنل محمد حنیف صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں، انہوں نے ایک خوبصورت نقشہ بنا دیا۔ جس میں مستقبل کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا۔ نقشہ تیار ہو جانے کے بعد حضرتؒ اور آپ کا حلقۂ احباب تعمیر کیلئے فکر مند ہو گئے۔ چنانچہ مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی۔ مسجد کیسی بنائی گئی؟ ایسی کہ واقعی جس سے اللہ تعالیٰ کے گھر کی عظمت نمایاں ہوتی ہے۔

Marfat.com

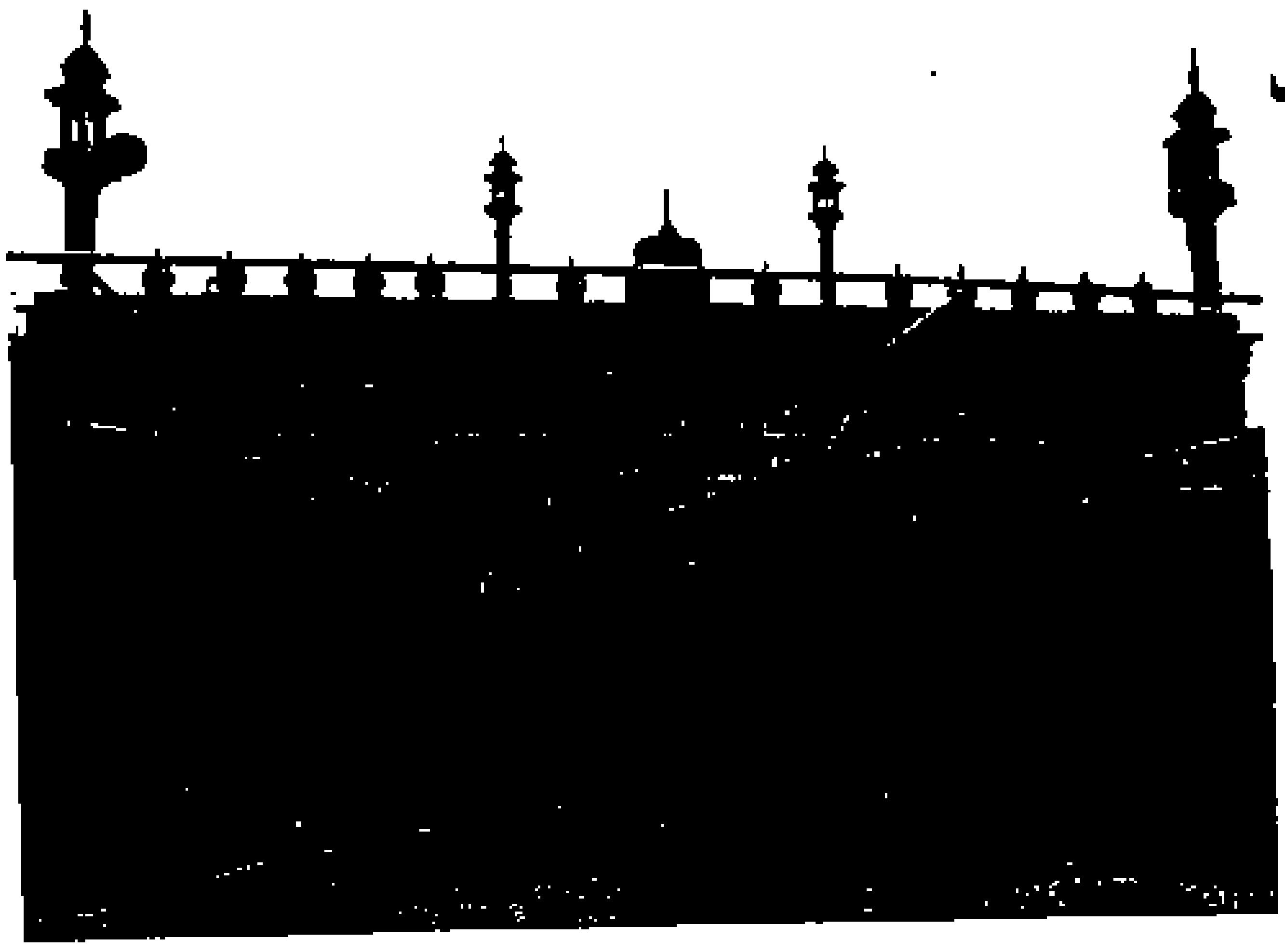

حضرت الاستاذ مفتی خدا بخش صاحبؒ
کی مرکزی جامع مسجد کا فرنٹ

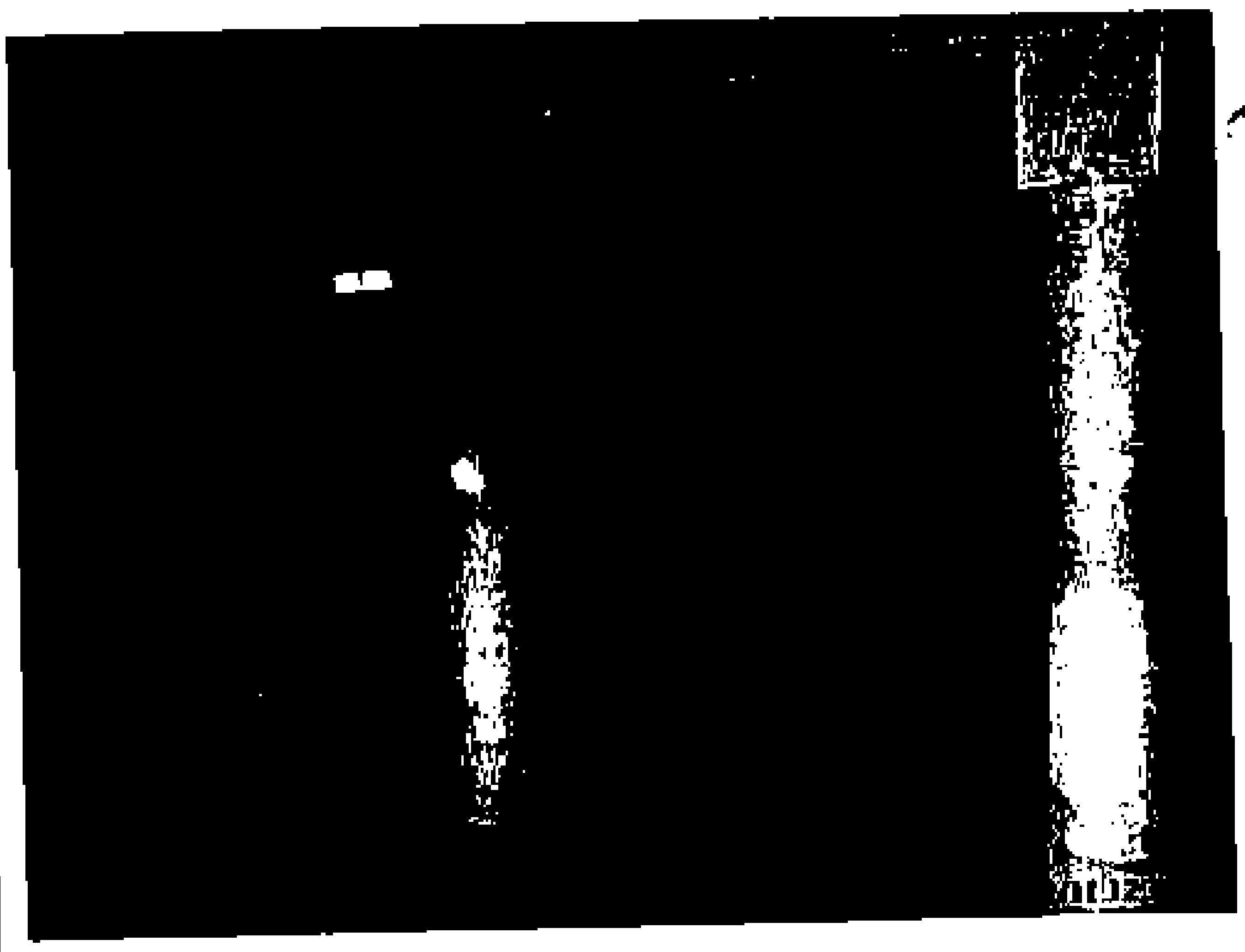

مسجد کا اندرونی حصہ

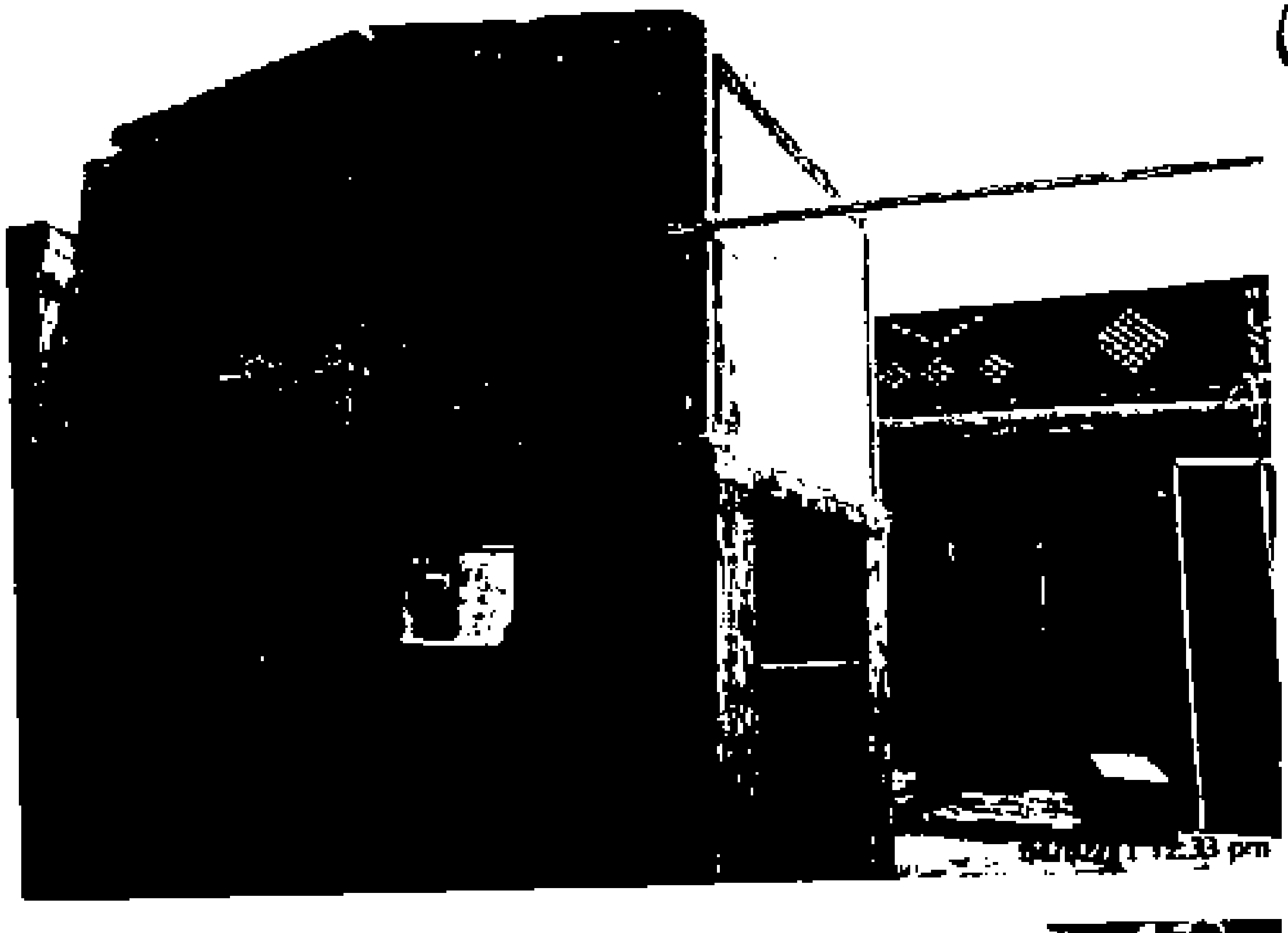

مسجد کی ٹینکی

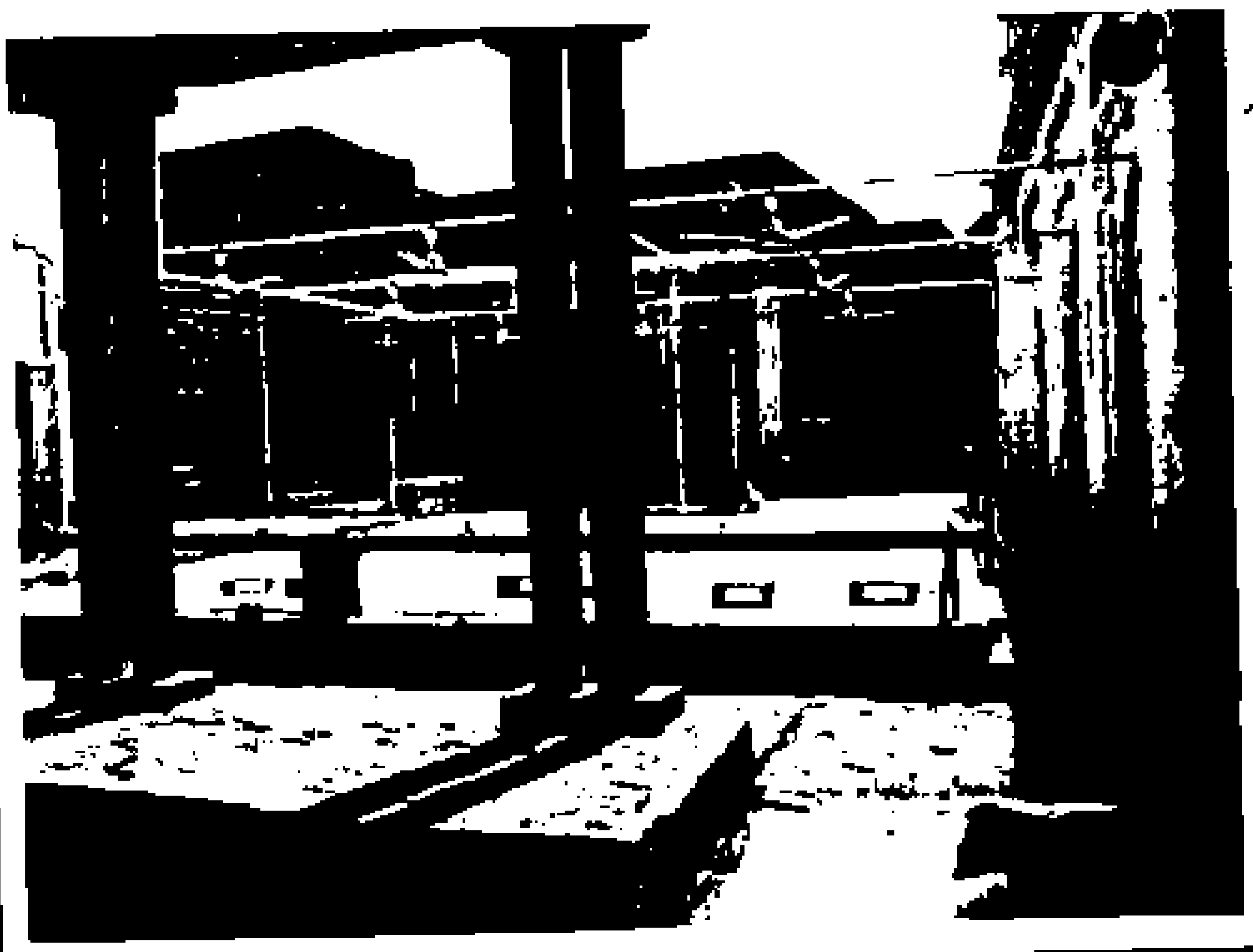

مسجد کا عمومی منظر

Marfat.com

حضرت الاستاذؒ کاوہ حجرہ جوبیک وقت آرامگاہ، دارالمطالعہ، کتب خانہ
اور مہمان خانہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے

حضرتؒ کی لائبریری کا ایک حصہ

حضرتؒ کے زیر استعمال رہنے والی چارپائی

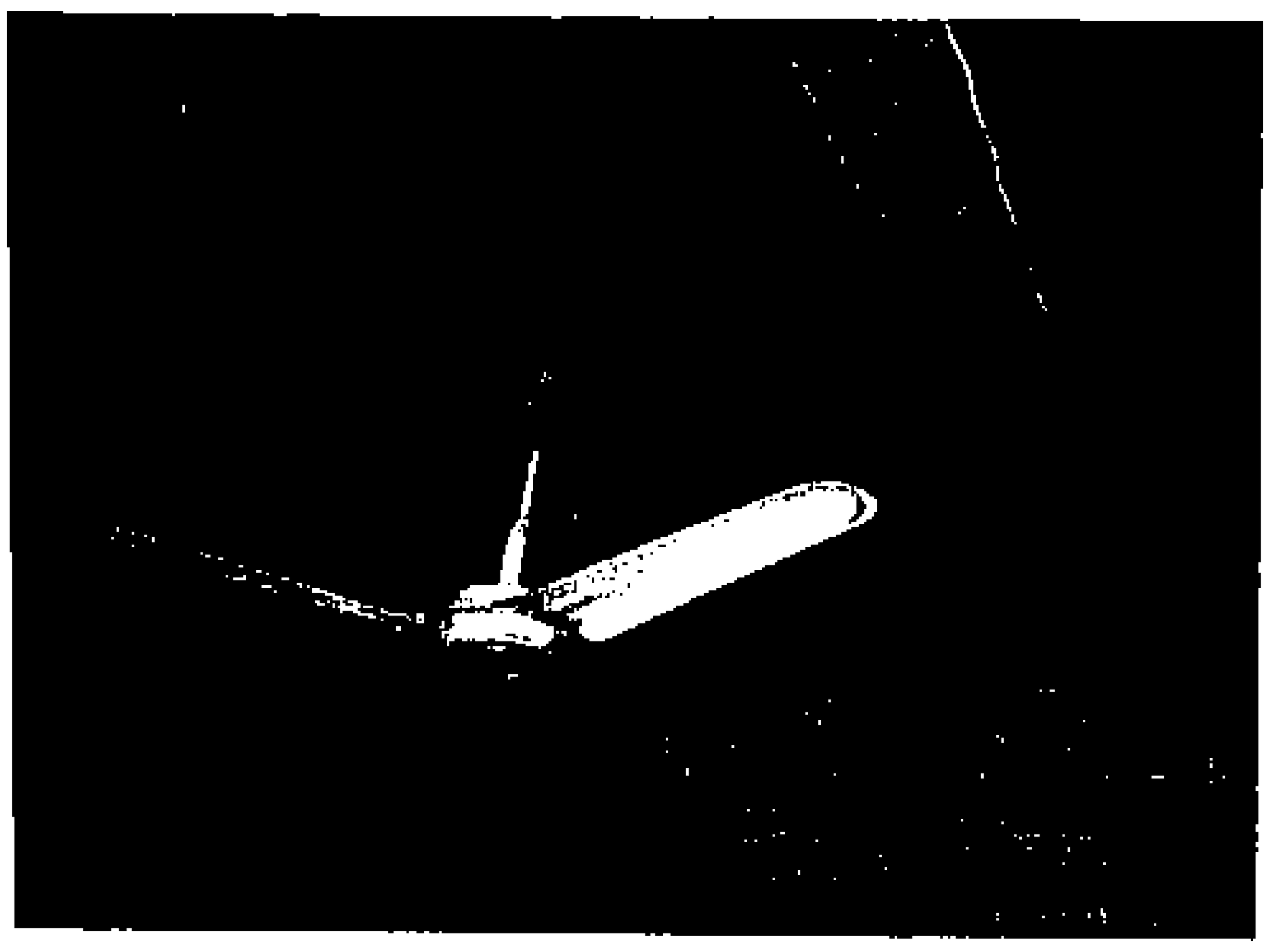

حضرتؒ کے حجرے کی چھت

حضرتؒ کی آخری آرامگاہ

Marfat.com

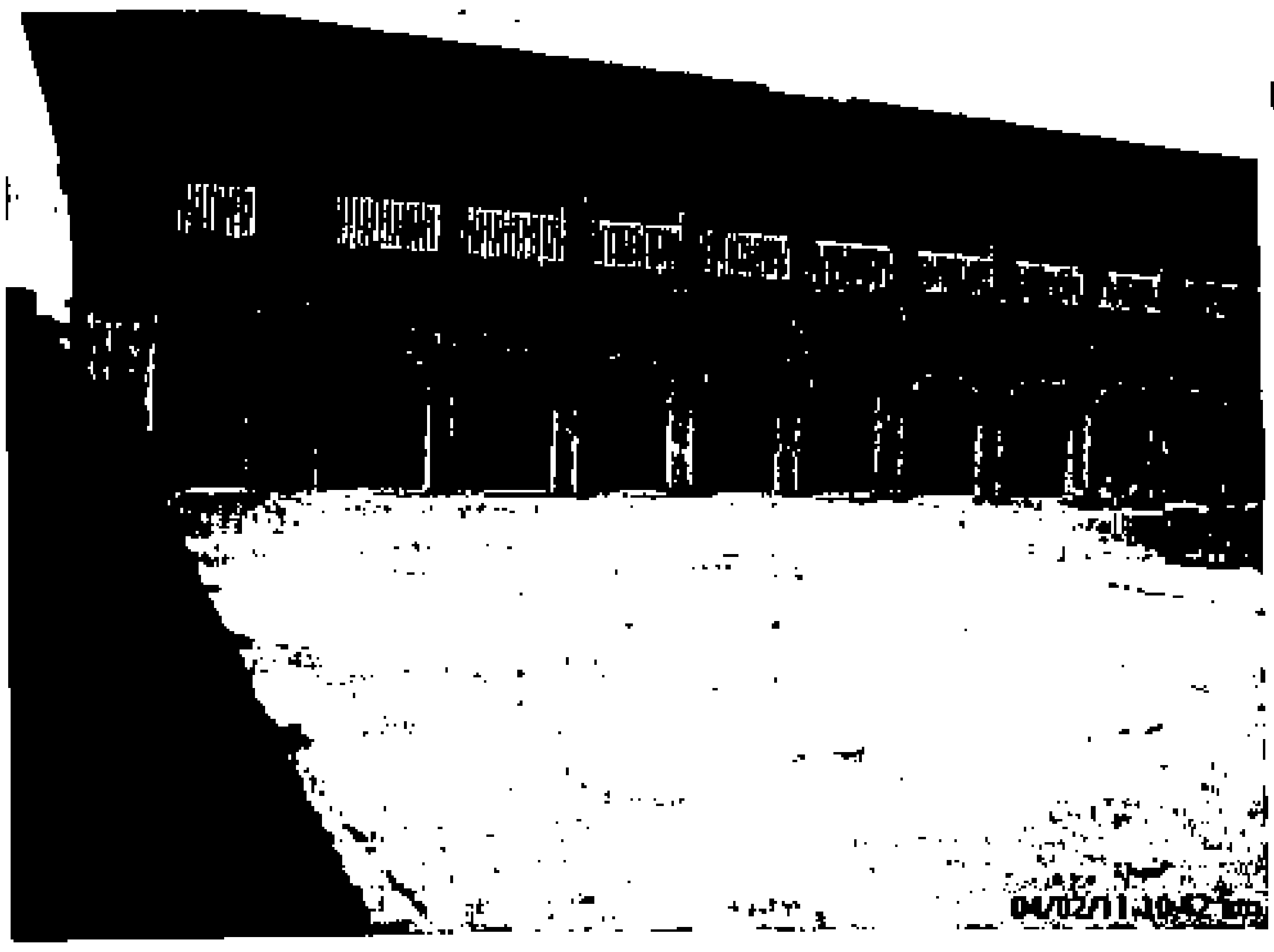

جامعہ اسلامیہ کی مسجد کا فرنٹ

مسجد کا برآمدہ

جامعہ اسلامیہ کا مرکزی گیٹ

جامعہ کی مسجد کا محرابی حصہ

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ کی شاخ،
جامعہ عائشہ للبنات

جامعہ اسلامیہ کی مسجد کا صحن
اور برآمدے

مسجد کا وضو خانہ

مسجد کا شمالی حصہ

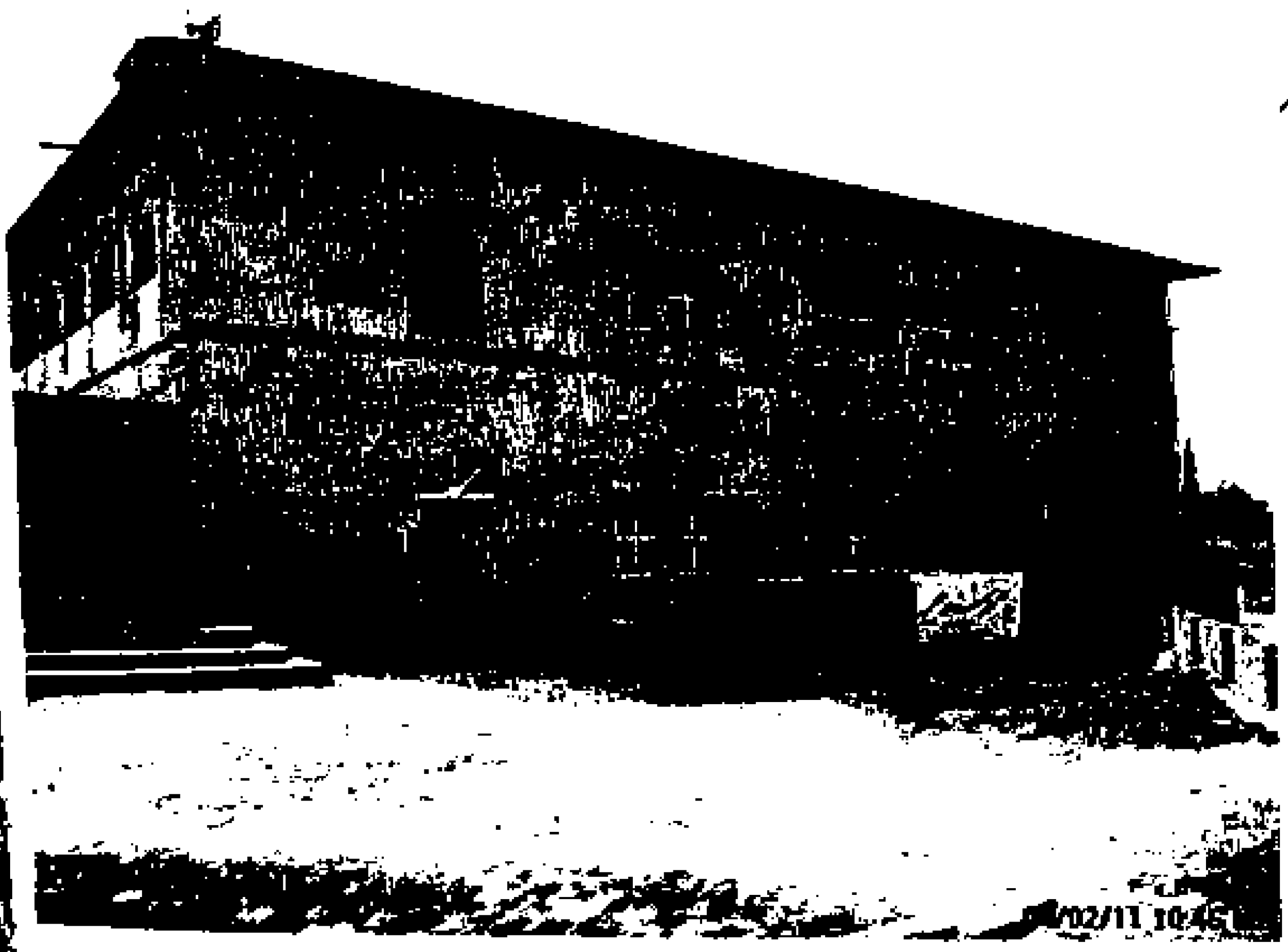

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ کی مسجد کا مرکزی شرقی دروازہ

جامعہ اسلامیہ کا عمومی منظر

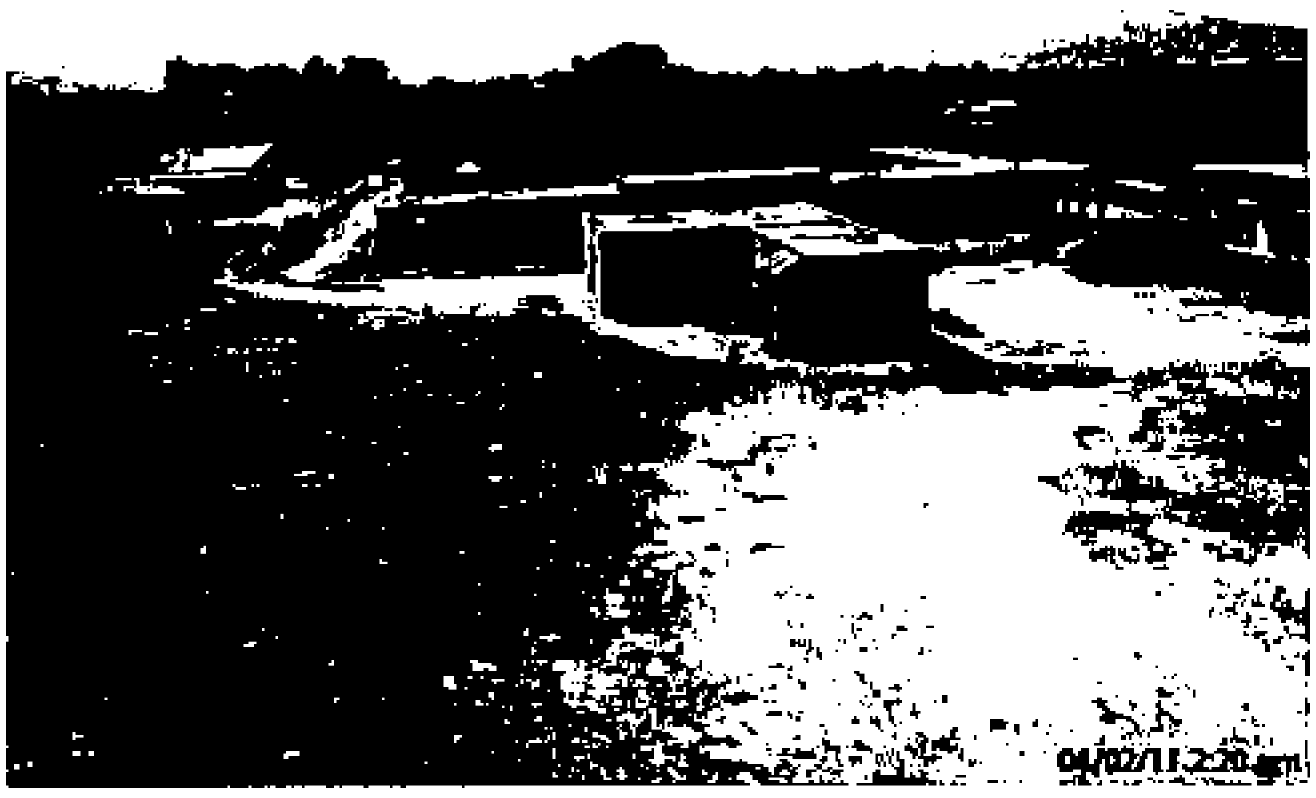

جامعہ اسلامیہ کا تعارفی بورڈ

حضرت استاذِ محترم
مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ
کی آخری آرامگاہ

Marfat.com

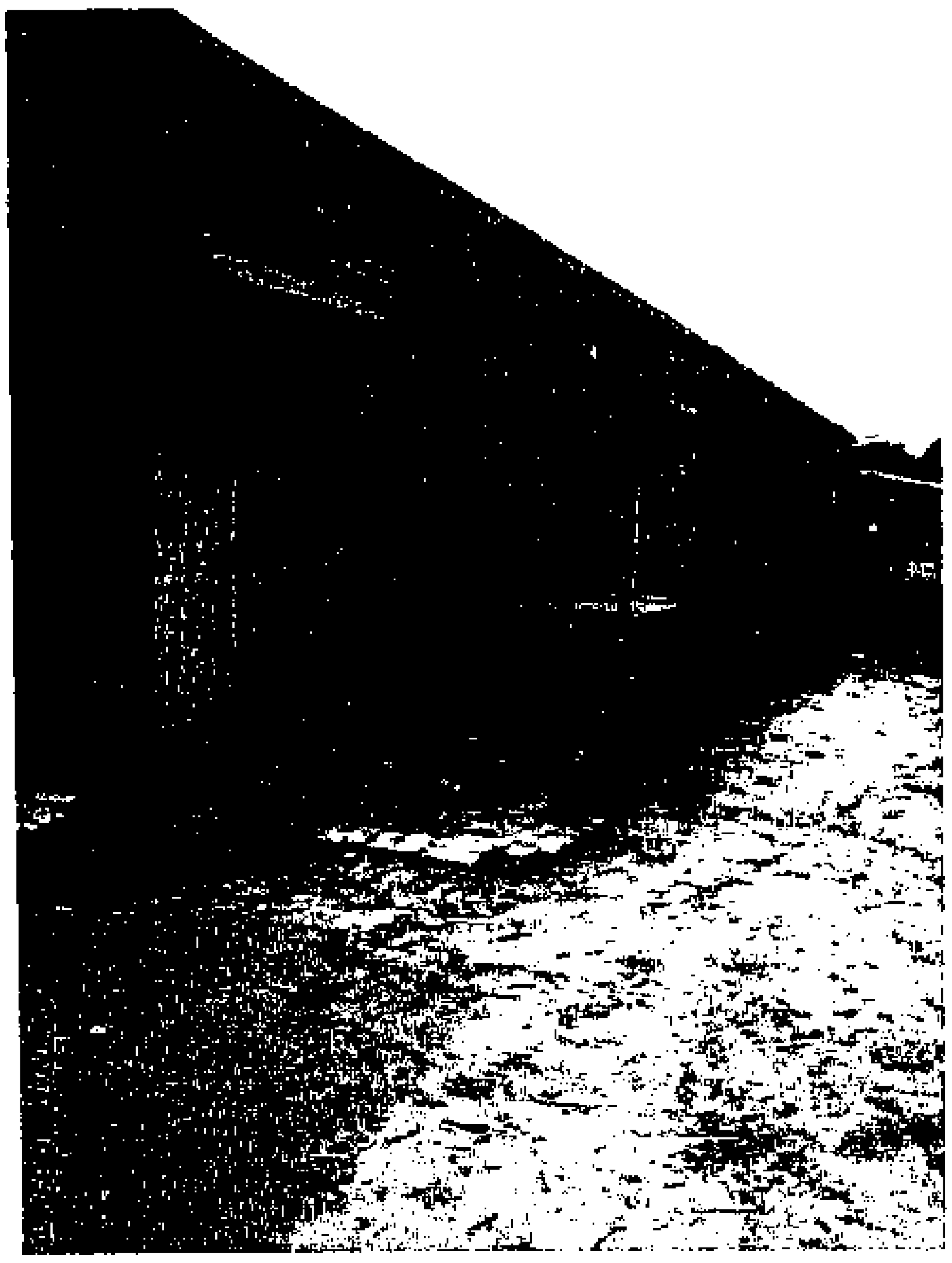

جامعہ اسلامیہ کے رہائشی مکانات اور دفاتر

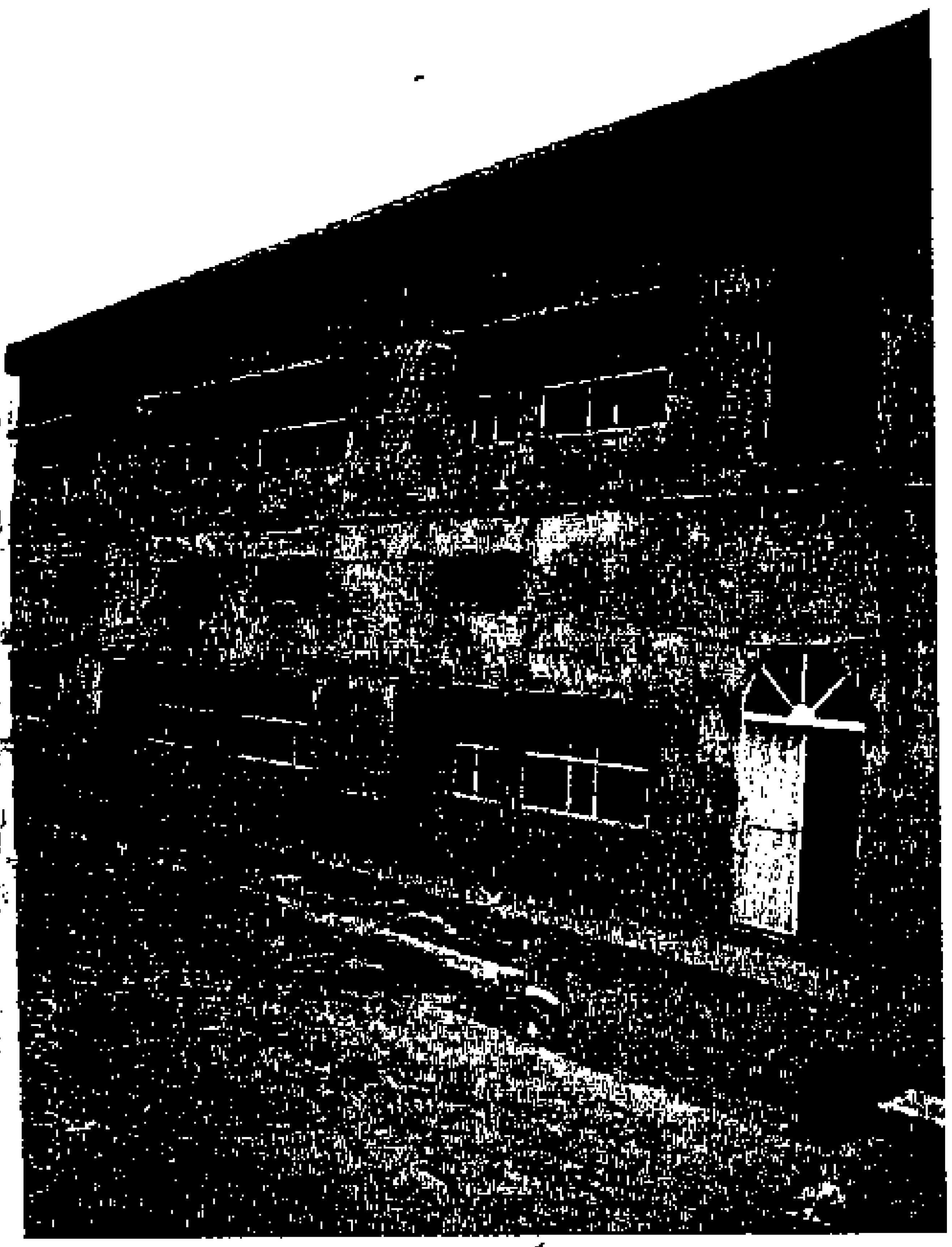

جامعہ اسلامیہ کی مسجد کا جنوبی حصہ

مسجد کا شرقی برآمدہ

جامعہ کی ٹینکی

Marfat.com

خوبصورت جامع مسجد حضرت مریم حبیب (کوڑھی)

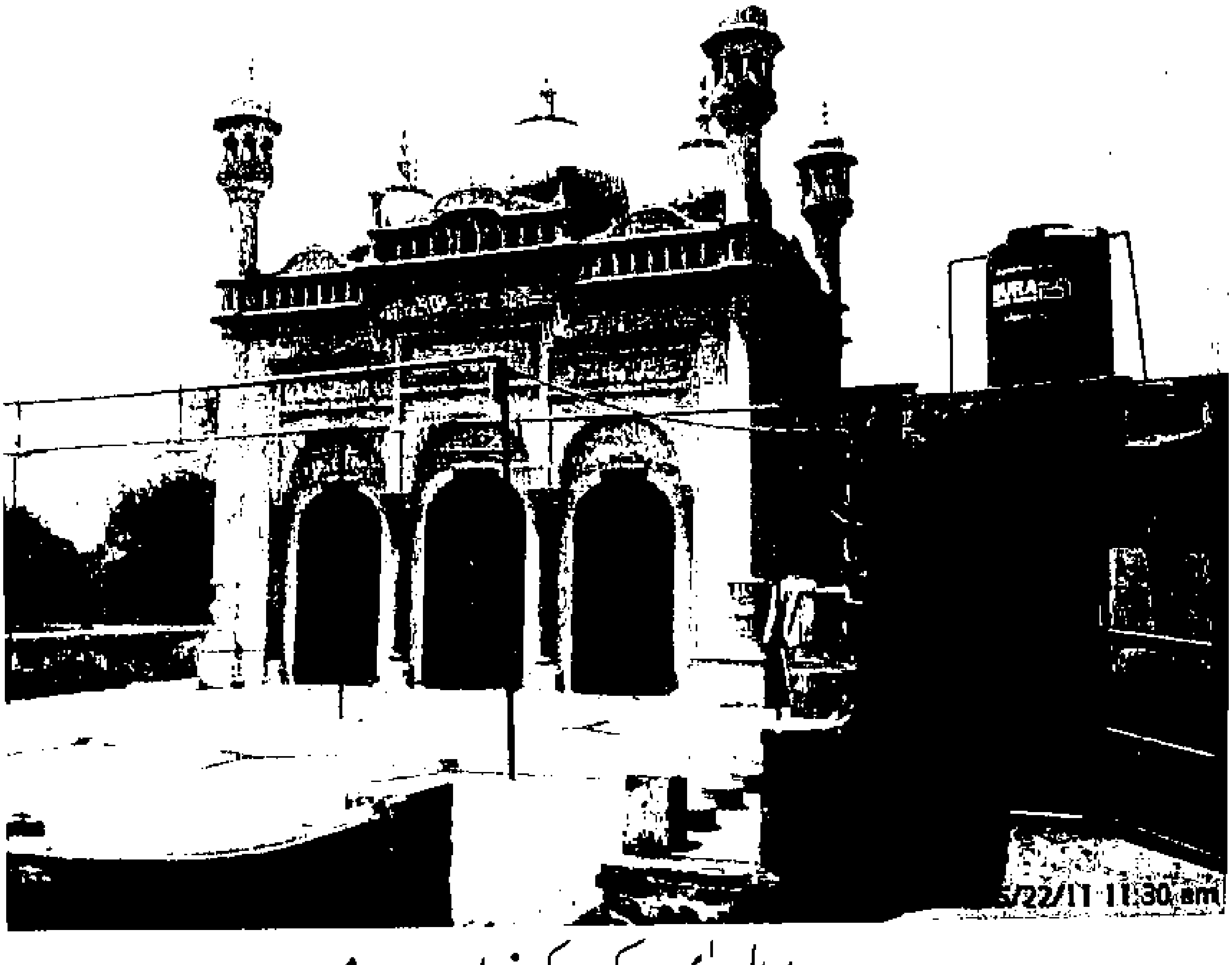

مدرسہ دارالھدیٰ چوکیرہ کی خوبصورت مسجد

Marfat.com

04/19/11 11:37 am

حضرت مولانا خدا بخش کی جامع مسجد (ہر دو سودھی بالا)

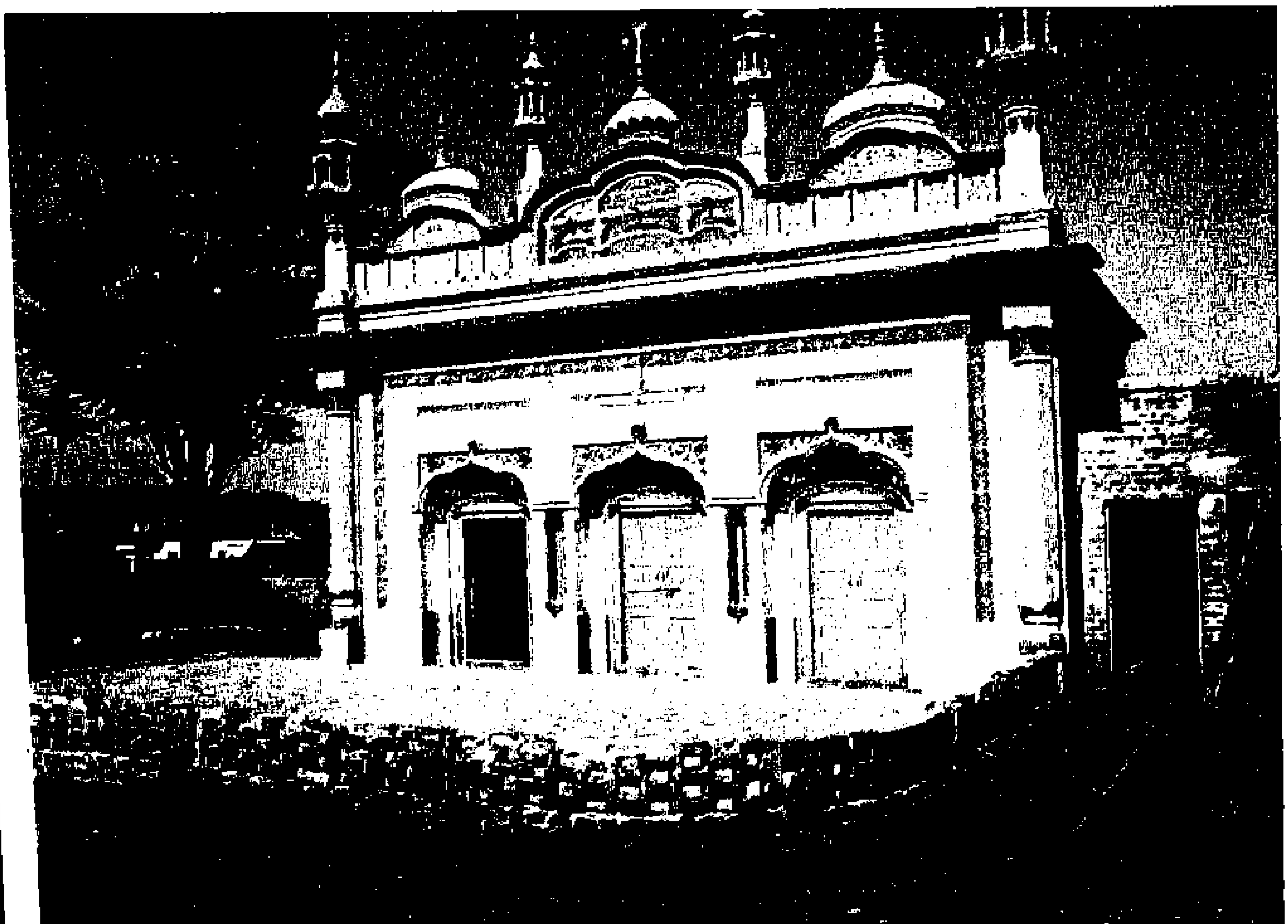

جامع مسجد خانقاہ شریف صدیق آباد (کفری)

Marfat.com

جس روز اس کا پہلا لنٹر ڈالا گیا تو اس میں پوری وادی کی نمائندگی تھی۔ سینکڑوں لوگ ایک مثالی جذبہ کے ساتھ جمع ہو گئے۔ دورِ حاضر میں لنٹر ڈالنے کے لیے جس جدید مشینری کی ضرورت ہوتی ہے، اس سے بے نیاز ہو کر اہل محبّت نے سارا کام اپنے ہاتھوں سے کیا۔ تغاریوں اور پراتوں سے سیمنٹ، ریت اور بجری سے تیار شدہ مکسچر اٹھا کر چھت پر جا کر پھینکتے۔ غالباً 120×60 فٹ کا لنٹر تھا جو مکمل طور پر ہاتھوں کی محنت کے نتیجے میں تیار ہوا۔ کام کرنے والے ساتھیوں کا یہ حال تھا کہ اُن کے ہاتھوں سے خون بہہ رہا تھا۔ سیمنٹ کی وجہ سے ہاتھ پھٹ گئے تھے، لیکن انہیں قطعاً اس کی پروانہ تھی۔ اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تعمیری کام مسلسل تیز رفتاری کیساتھ ہوتا رہا۔ تعلیمی اور تربیتی کام میں بھی ترقی ہوتی چلی گئی۔ تا آنکہ ایک وقت آیا کہ دیہاتی ماحول میں جامعہ کے مقامی اور مسافر طلبہ کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی۔ ایک ہی وقت میں حفظ کی آٹھ کلاسیں نظر آنے لگیں۔ شعبۂ کتب کے طلبہ کی تعداد تقریباً اڑھائی سو تک جا پہنچی۔ جامعہ کا تعلیمی اور تربیتی گلشن اب سدا بہار نظر آنے لگا۔ چند ہی سالوں میں سینکڑوں کی تعداد میں حفاظ تیار ہو گئے۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں عالم بن کے نکلے۔ شعبۂ کتب کے طلبہ صرف دورۂ حدیث کے آخری سال باہر کسی دوسرے جامعہ میں داخلہ لیکر فارغ ہو جاتے۔ حفظ و کتب کے شعبۂ کے علاوہ شعبۂ تجوید کا بھی اجراء کر دیا گیا۔ دستارِ فضیلت اور تقسیم اسناد کے سالانہ جلسے بھی عظیم الشان ہونے لگے جن میں ملک کی معروف علمی اور روحانی شخصیات کو دعوت دی جاتی۔

کچھ عرصہ بعد امتِ مسلمہ کی بچیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے "جامعہ عائشہ للبنات" کی بنیاد رکھ دی گئی۔ جس سے اب تک بیسیوں طالبات عالمہ اور حافظہ بن کر نکل چکی ہیں۔

حضرتؒ گو اس وقت ہمارے اندر موجود نہیں تاہم دین کے تحفّظ و بقاء اور اس کی نشر و اشاعت کی خاطر قائم کردہ انکا یہ عظیم الشان ادارہ اپنے سفر پر رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اسے تا قیامت آباد رکھے۔ آمین

Marfat.com

باب ؒ نمبر 24

سیاست

میدانِ سیاست میں قدم

حضرتؒ کا مزاج سیاسی قطعاً نہیں تھا۔ البتہ سیاست کے میدان میں جو عُلمائے کرام کام کر رہے تھے، اُن کا دل سے احترام کرتے تھے اور میدانِ سیاست میں اُن کے وجود کو اس لیے ضروری قرار دیتے تاکہ یہ میدان اسلام دشمن طاقتوں اور لادین عناصر کے لیے خالی نہ رہے۔ اور یہ لوگ اُن کے ناپاک عزائم کے سامنے سدِ سکندری بنے رہیں۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علمائے کرام کے علاوہ ملک بھر سے جو لوگ اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں یہ وطنِ عزیز پاکستان، پاکستانی قوم اور اسلام کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ یہ لوگ یورپ و امریکہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔

حضرت استاذِ محترم اگرچہ اپنی ذات کو عملاً سیاست میں ملوث نہ کرتے تاہم الیکشن کے دنوں میں عُلمائے کرام اور صالحین کو ووٹ دینے کی ترغیب ضرور دیتے۔ حضرتؒ کا اپنا طبعی رجحان اور میلان تبلیغی کام کی طرف تھا اس کے لیے شب و روز متفکر رہتے۔ خود بھی اللہ کے راستے میں نکلتے اور لوگوں پر محنت کر کے اُنہیں بھی اس راستے میں نکالتے۔

مولانا عزیز احمد صاحب آف صدیق آباد، نہ صرف سیاسی مزاج رکھتے ہیں بلکہ عملاً سیاست میں گہری دلچسپی بھی رکھتے ہیں۔ دینی سیاسی جماعتوں میں سے قائدِ جمعیّت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی کے طرزِ سیاست، سیاسی افکار اور سیاسی تدبُّر کے بیحد مداح ہیں۔ میدان سیاست میں انہیں اپنا قائد اور امام تسلیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

اُن کے مقابلے میں دوسرے سیاستدانوں کو طفلِ مکتب خیال کرتے ہیں۔

مولانا عزیز احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنی زرعی زمینوں سے واپس لوٹ رہا تھا کہ حضرتؒ نے مجھے دیکھ کر بلالیا (جامعہ اسلامیہ مولانا کے راستہ میں پڑتا تھا، اور آتے جاتے ان کی حضرتؒ سے ملاقات عموماً ہوتی رہتی تھی) جامعہ اسلامیہ کی جامع مسجد کی محرابی جانب مجھے بٹھالیا اور فرمایا: بھکر سے چند علمائے کرام تشریف لائے ہیں (جن میں غالباً مولانا عبداللہ صاحب مرکزی شخصیت تھے۔ جو جمعیّت کے چوٹی کے راہنماؤں میں سے ہیں اور پنجاب کے امیر بھی رہ چکے ہیں۔)

حضرتؒ نے فرمایا: مولانا عبداللہ صاحب اور دوسرے عُلمائے کرام مجھ پر زور دے رہے ہیں کہ میں جمعیّت کی قومی اور صوبائی سیٹ پر الیکشن لڑوں، یہ ایسا وقت تھا کہ حالات کی سنگینی نے مذہبی سیاسی جماعتوں کو مجلسِ عمل کی صورت میں جمع کردیا تھا۔ ان حضرات نے میری ذہن سازی بھی کی اور اصرار بھی۔ اب اس سلسلے میں آپ کا مشورہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ حضرت ضرور الیکشن لڑیں۔ علاقے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی نسبت سے عزت عطا کر رکھی ہے آپ کی شخصیت کوئی گُمنام شخصیت نہیں بلکہ معروف شخصیت ہے۔

حضرتؒ کا ذہن الیکشن میں حصہ لینے کا، عُلمائے کرام کی ملاقات اور مدلل گفتگو سے کافی حد تک بن چکا تھا۔ مجھ سے مشورہ کے بعد حضرتؒ نے حتمی فیصلہ کرلیا۔ اس کے لیے باقاعدہ ایک اہم اور بڑی مجلس مشاورت ہوئی۔ جس میں علاقہ بھر کی نمائندگی تھی۔ مجلس مشاورت میں مُختلف آراء اور تجاویز سامنے آئیں۔ شرکاء مجلس مشاورت میں سے بعض نے اتفاق اور بعض نے اختلاف کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مولانا عزیز احمد صاحب نے کھڑے ہو کر کہا: محترم حاضرین مجلس! گزارش ہے کہ حضرتؒ نے الیکشن میں حصہ لینے کا حتمی فیصلہ کرلیا ہے آپ حضرات کو زحمت دینے کی غرض یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے آپ کا تعاون درکار ہے۔ آپ لوگ اپنے اپنے مقام پر جاکر کتنی محنت کرسکتے

Marfat.com

ہیں؟ آپ کی مخلصانہ محنت کا ثمرہ آیا حوصلہ افزاء ہوگا؟ یہ ضروری نہیں کہ ہم کامیاب بھی ہو جائیں اصل ہدف تو یہ ہے کہ جمعیت کا علاقے میں تعارف ہو۔ جمعیت کے نظریاتی ووٹوں کی حقیقت عام لوگوں کو سمجھائی جائے۔ ہمارے ہاں عمومی فضاء ایسی ہے کہ لوگ ووٹ کی حقیقت اور قدر و قیمت کو سمجھتے ہی نہیں۔ سیاسی شعور اور بیداری بہت کم لوگوں میں ہے۔ اس پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ حاضرین مجلس نے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ اور اپنی کاوشوں اور خدا داد صلاحیتوں کو اس مقصد کے لیے بروئے کار لانے کا وعدہ کیا۔

الیکشن کمپین شروع ہو گئی اس میں شبہ نہیں کہ اہل تعلق نے الیکشن کمپین میں تگ و دو اور قربانیوں کا حق ادا کر دیا۔ کسی نے گاڑی پیش کر دی، کسی نے چوبیس گھنٹوں کے لیے اپنی ذات کو اور کسی نے رقم فراہم کر دی۔ الیکشن میں گو کامیابی تو نصیب نہ ہو سکی تاہم حضرتؒ کا حلقے میں خوب تعارف ہوا۔ لوگ بڑی عزت سے پیش آتے۔ آئندہ کے لیے جمعیت کے لیے ایک راہ ہموار ہو گئی۔ آپ نے قومی سیٹ پر 18 ہزار ووٹ حاصل کیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 25

حج بیت اللہ

سفرِ حج

حضرت استاذِ محترمؒ نے پہلا حج ۱۹۹۸ء میں کیا جبکہ دوسرا حج ۲۰۰۳ء میں کیا۔ پہلے حج کے سفر میں آپ کے رُفقاء میں حاجی غلام مصطفٰے صاحب، جناب ہیڈ ماسٹر اسلم صاحب، جناب ڈاکٹر محمد صادق صاحب، حاجی محمد یعقوب صاحب اور حاجی نور ماہی صاحب تھے۔ خواتین و حضرات کی تعداد برابر تھی۔ حاجی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس وقت آپ کو اطلاع ملی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری ہو گئی۔ تو اس وقت آپ کی بے چینی اور بے قراری دیکھنے کے قابل تھی۔ فلائٹ کی تاریخ تک کے لیے ایک ایک دن اور ایک ایک لمحہ کا کتنا بار گراں محسوس ہو رہا تھا۔ کسی وقت حرمین شریفین کی حاضری کے تصور سے مسرت کے آنسو رُخساروں پر ڈھلکنے لگتے۔ اور کسی دوسرے لمحہ خوف کی کیفیت طاری ہوتی اور لرزہ براندام ہو جاتے کہ کس طرح کعبہ اللہ کے غلاف سے جا کر لپٹوں گا؟ اپنے روٹھے ہوئے ربِّ ذوالجلال کو کس طرح مناؤں گا؟ کعبۃ اللہ پر پڑنے والی تجلیات کا تحمّل اور سامنا کیسے کروں گا؟ جذبات کے اُمڈتے طوفانوں میں اور کرب و بیقراری کی فضاؤں میں حجرِ اسود کو کس طرح بوسہ دے پاؤں گا؟

اور سب سے مشکل وقت اور کڑی آزمائش تو میری اس وقت ہو گی کہ جب محبوبِ کُل جہاں، رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ایک ادنیٰ امتی اور غلام بے دام کو باریابی نصیب ہو گی، جو انتہائی ادب کا مقام ہے، جو جنّت کا ٹکڑا ہے۔ جہاں کے آداب وہی ہیں جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی مجلس میں حاضری کے آداب ہیں۔ یہاں تو آواز بلند ہونے کی بناء پر زندگی بھر کے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

یہ راہِ حق ہے سنبھل کے چلنا، یہاں ہے منزل قدم قدم پر
پہنچنا دَر پر تو کہنا آقا، سلام لیجئے غلام آیا
یہ کہنا آقا بہت سے عاشق تڑپتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں مَیں
بُلاوے کے منتظر ہیں، لیکن نہ صبح آیا نہ شام آیا

یہ سنتے ہی تیاری میں لگ گئے۔ مسائل و احکام سیکھے جا رہے ہیں۔ خود بھی متفکر اور اپنے رفقاء کو بھی فکر مند کیے ہوئے ہیں۔ آخر وہ دن آ ہی گیا جب گھر والوں، دوست و احباب، عزیز و اقارب اور تلامذہ کو عازمِ حرمین شریفین بن کر آنسوؤں کی برسات میں الوداع کر رہے ہیں۔ عجیب پُر کیف منظر تھا۔

صدیق آباد (کفری) سے اپنے رفقائے سفر کے ساتھ بذریعہ ملک کوچ اسلام آباد کے لیے چل پڑے۔ دورانِ سفر لمحہ لمحہ اپنی اور اپنے رفقاء کے اعمال اور سنتوں کے حوالے سے نگرانی کرتے رہے۔ جب بس تلہ گنگ پہنچی تو بس کے عملہ نے عازمین حج کو اعزازاً اپنی طرف سے ناشتہ پیش کیا۔ فراغت کے بعد پھر سفر شروع ہوا اور چند ہی گھنٹوں بعد بس نے ہمیں اسلام آباد، حاجی کیمپ میں پہنچا دیا۔ کیمپ میں سے سفر کا ضروری سامان اور بورڈنگ کارڈ وصول کرنے کے بعد اسلام آباد میں اپنے اپنے عزیزوں کے ہاں آ گئے جو اسلام آباد میں مقیم تھے۔ اگلے دن وقتِ مقررہ پر ائیر پورٹ پہنچے، احرام باندھا، تلبیہ پڑھا، تھوڑی دیر کے بعد جہاز کی روانگی کا اعلان ہوا۔ چنانچہ سب اپنی اپنی سیٹوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ جہاز نے اُڑان بھری اور ہم ساڑھے چار گھنٹے میں جدہ ائیر پورٹ پر اُتر گئے۔ فارغ ہوتے ہوتے دو گھنٹے لگ گئے۔ فجر کی نماز جدہ ائیر پورٹ پر ادا کی۔ پھر گاڑیوں پر سوار ہو گئے۔ اور تقریباً صبح آٹھ بجے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرتؒ نے عمرہ کی ادائیگی کا مکمل مسنون طریقہ بتلایا۔ حرم شریف پہنچے، بیت اللہ پر پہلی نگاہ پڑی تو اس وقت کیا کیفیت طاری ہوئی۔ اُن رقت آمیز مناظر کو قلم بند کرنا انسانی طاقت میں نہیں، تاہم پھر بھی درج ذیل اشعار کی صورت میں اندرونی کیفیت کو کسی حد تک بیان کیا

Marfat.com

جا سکتا ہے۔

کعبہ پر جب پڑی پہلی نظر .... کیا چیز ہے دنیا، بھول گئے
یوں ہوش و خرد مفلوج ہوئے .... دِل ذوقِ تماشا بھول گیا
پھر روح کو اذنِ رقص مِلا .... خوابیدہ جنوں بیدار ہُوا
تلووں کا تقاضا یاد رہا .... نظروں کا تقاضا بھول گیا
احسان کے پردے لہرائے .... ایمان کی حرارت تیز ہوئی
سجدوں کی تڑپ اللہ اللہ .... سر اپنا سُودا بھول گیا
جس وقت دعا کو ہاتھ اُٹھے .... یاد آنہ سکا جو سوچا تھا
اظہارِ عقیدت کی دُھن میں .... اظہارِ تمنّا بھول گیا
پہنچا جو حرم کی چوکھٹ پر .... اِک اَبرِ کرم نے گھیر لیا
باقی نہ رہا یہ ہوش مجھے .... کیا مانگ لیا، کیا بھول گیا
ہر وقت برستی ہے رحمت .... کعبہ پر جمیل، اللہ اللہ
خاطی ہوں میں کتنا! بھول گیا .... عاصی ہوں کتنا ! بھول گیا

حاجی غلام مصطفےٰ صاحب بیان کرتے ہیں ہم چونکہ پہلی فلائٹوں میں چلے گئے تھے جس کی وجہ سے رش نہیں تھا۔ اس لیے صرف دو گھنٹوں میں ہم طواف و سعی سے فارغ ہو گئے تھے۔ اب آخر میں حلق کرانا تھا۔ اس کے بارے میں حضرتؒ نے فرمایا کہ ایک پرچہ ایسا ہے کہ جس میں سو نمبر لیے جا سکتے ہیں، وہ اس طرح کہ جب ہم اپنا سر حجام کے حوالے کر دیں گے تو ان شاء اللہ سو نمبر پورے ملیں گے۔

عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد واپس اپنے کمروں میں آ گئے۔ کپڑے تبدیل کیے، اس سفر میں رہائش بھی اپنی اور کھانا بھی اپنا تھا۔ حضرتؒ کے لیے پرہیزی کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ خدمت پر مَیں اور حاجی نور ماہی متعین تھے۔ الحمد اللہ چالیس روز ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ہم اپنے ساتھیوں کی خدمت میں مصروف رہے۔

Marfat.com

حاجی پرویز صاحب کی وساطت سے حرم شریف کے بالکل قریب، طریق ابراہیم خلیل پر محلہ مِسفلہ میں تمام تر سہولتوں سے آراستہ ایک مکمل مکان مل گیا تھا۔ جس میں بڑی راحت رہی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نماز ظہر کے لیے حرم میں حاضری ہوئی۔ حضرتؒ نے فرمایا: نماز کے بعد آرام کے لیے واپس مکان پر جائیں گے۔ اور جب عصر کی نماز کیلئے حاضری ہوگی تو پھر ان شاء اللہ عشاء کے بعد واپسی ہوگی۔

نماز عصر کے بعد چائے کے لیے حرم سے نکل کر مکہ ٹاور کے نیچے پہنچے۔ یہاں ایک پاکستانی کو چائے پیتے ہوئے دیکھا۔ چائے پیتے وقت اپنی ذات سے محوِ گفتگو تھا۔ اس زمانے میں ایک کپ چائے کا ایک ریال میں ملتا تھا۔ اور ایک ریال کے بدلے سولہ روپے پاکستانی ملتے تھے۔ اس نے حساب لگایا اور کہا ایک چائے کا کپ سولہ روپے کا! صدمے کی وجہ سے ہاتھ میں لرزہ طاری ہوا اور ساتھ ہی کپ ہاتھ سے چھوٹا اور زمین پر جا پڑا۔ میرے اور حضرتؒ کے کپڑے اس کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے خراب ہوگئے۔ حضرتؒ نے اُسے دوبارہ نیا کپ چائے کا اپنی طرف سے پیش کیا۔

نمازِ تہجد کے لیے حضرت کا معمول یہ تھا کہ اذانِ تہجد سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے حرم میں پہنچ جاتے تھے۔ تمام رفقاء کو اڑھائی بجے رات کو بیدار کر دیتے تھے۔ حرم میں پہنچ کر دو تین طواف کرتے۔ نماز فجر ادا کر کے تلاوت اور ذکر میں یا طواف میں مشغول رہتے۔ اشراق کے بعد واپسی ہوتی۔ اور پھر ناشتہ کا انتظام کیا جاتا۔ ناشتہ کے بعد آرام اور پھر نمازِ ظہر کے لیے تیاری کی فکر دامن گیر ہوتی۔ اب مستقل یہ معمول بن گیا کہ نمازِ ظہر کے لیے حرم میں حاضری ہوتی پھر عشاء کے بعد ہی واپس رہائش گاہ پر لوٹتے۔

حضرتؒ نے ایک موقع پر فرمایا: حج سے پہلے ہم منیٰ، عرفات اور مزدلفہ جائیں گے۔ جب منیٰ میں پہنچ کر جمرات پر گئے تو آپ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا سارا واقعہ بیان فرمایا کہ جب اپنے صاحبزادے سیدنا اسماعیل علیہ السّلام کو لیکر قربانی کرنے کی نیت سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے اور راستے میں تین مقامات پر ابلیس

Marfat.com

مزاحمت کی۔ اس کے بعد میدانِ عرفات اور جبلِ رحمت پر گئے۔ یہاں آپ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء کی ملاقات کا تفصیلی ذکر فرمایا۔ اس کے بعد مسجد نمرہ کی زیارت کے لیے چلے گئے۔

حج کے ایام سے پہلے ہی ہم مدینہ منورہ چلے گئے اور دس دن قیام کیا۔ مسجد نبوی کی زیارت اور روضہء اقدس پر حاضری کی کیفیت بھی عجیب و غریب تھی۔ یہاں کی مقدس اور روحانی فضاؤں میں قلب کی اندرونی حالت ناقابل بیان ہے۔ دل و دماغ پر ہیبت اور خوف کا کھلا اور نمایاں اثر تھا۔ ادب کا غلبہ، عشق و محبّت کے نرالے انداز۔ اپنی قسمت پر نازاں و فرحاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل و کرم سے اس بندہ ناچیز کو کہاں پہنچادیا۔ رقت آمیز نظارے تھے۔

حاجی غلام مُصطفٰے صاحب فرماتے ہیں کہ روضہ اقدس پر پہلی حاضری کے وقت محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے چہرے کا خون ختم ہو گیا ہے۔ ادب، خوف اور محبّت کا اس قدر غلبہ تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

مواجھہ شریف کے بالمقابل پینتالیس[۴۵] منٹ تک صلوۃ و سلام پیش کرتے رہے۔ اس کے بعد جب بھی روضہ اقدس پر حاضری ہوئی، مواجھہ شریف پر وقت زیادہ دیا۔

حضرتؒ کی ہمّت و شوق کو داد دیجئے کہ بڑھاپے، ضعف اور مُختلف قسم کے امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود دو دفعہ مسجد قبا تک پیدل تشریف لے گئے۔ حالانکہ مسجد نبوی سے مسجد قبا تک تقریباً ایک گھنٹے کا سفر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد نبوی سے پیدل مسجد قبا تک تشریف لے جاتے۔

قُبا سے متعلق حضرت نے فرمایا: کہ یہاں ایک کنواں تھا جو بیرِ اَرِیس کے نام سے مشہور تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف لاتے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ کر اپنے مبارک پاؤں اس میں لٹکا دیتے پانی آپ سے اِظہارِ محبّت کے لیے نیچے سے بلند ہو کر

Marfat.com

آپ کے قدموں کے بوسے لیتا۔ حصولِ برکت کے لیے پاؤں مبارک سے مَس کرتا۔ جب آپ واپس تشریف لے جاتے تو وہ بھی نیچے چلا جاتا۔ آپ کے بعد آپ کی سُنت پر عمل کرنے کے لیے سیّدنا ابو بکر صدیق، سیّدنا عمر فاروق اور سیّدنا عُثمان غنی رضی اللہ عنہم تشریف لایا کرتے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ سیّدنا عُثمان غنیؓ اس کنواں پر تشریف لائے اور آپ کی وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی جو حضور اقدس ﷺ سے حضرات شیخینؓ اور پھر اُن سے سیّدنا عُثمان غنیؓ کے پاس پہنچی۔ تلاشِ بسیار کے بعد نہ ملی۔ خلافت عُثمانیہ کے دَور میں ایک ترک فرماں روا نے کنویں کا سارا پانی نکالنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کنویں کی ساری مٹی نکالی گئی اور اُسے خشک کیا گیا پھر اُسے چھانا گیا تو وہ مل گئی۔ اُسے صاف کیا گیا تو اس میں وہی چمک دمک اور آب و تاب نظر آئی جو حضور اقدس ﷺ کے مقدس زمانے میں تھی۔ بیر اریس کو اب سعودی حکومت نے اوپر سے بند کر دیا ہے۔ یہ کنواں قباء سے جنوب کی جانب واقع ہے۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی رحمت سے ریاض الجنہ میں کافی وقت مل جاتا تھا۔ ذکر و فکر کا دور چلتا رہا۔ درود شریف کی کثرت اور تلاوت شب و روز کا وظیفہ تھا۔ اب مدینہ منورہ، مسجد نبوی اور روضہ اقدس کے فراق اور جدائی کا وقت قریب آچکا تھا۔ ہمارے قلوب غم اور صدمے سے لبریز تھے۔ آنکھیں سبھی کی اشکبار اور سسکیاں، بالآخر آخری صلوٰۃ و سلام کے بعد ایک رقت آمیز دعا کیساتھ روضہ اقدس، مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کو الوداع کہا۔ باہر میقات (مسجد ذوالحلیفہ) پر آئے۔ حضرتؒ کی یہ حالت تھی کہ فراق کے صدمے کی وجہ سے کسی سے بات ہی نہیں کر رہے تھے۔ بیرِ علی تک یہی کیفیت رہی۔

اب مسجد ذوالحلیفہ میں عمرے کے لیے احرام باندھا۔ اور مکہ مکرمہ کا سفر شروع کر دیا۔ مکہ مکرمہ پُہنچ کر عمرہ ادا کیا۔ حج کا زمانہ قریب آچکا تھا۔ حضرتؒ اصرار فرما رہے تھے کہ مناسکِ حج پیدل ادا کریں گے۔ میرا مشورہ یہ تھا کہ پیدل چلنے کی وجہ سے شدید

Marfat.com

تھکاوٹ ہو جائے گی۔ طبیعت میں نشاط نہیں رہے گی۔ اور اعمال حج کی ادائیگی میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر بھی ۸ ذی الحجہ کو منیٰ تک کا سفر پیدل لیا۔ سُنت یہ ہے کہ نمازِ فجر کے بعد مکہ مکرمہ سے نکلیں جبکہ معلّمین، عازمینِ حج کو وقتِ مسنون سے پہلے نکال لے آتے ہیں۔

منیٰ کی طرف ۹ ذی الحجہ کو معلّمین کی معیت میں گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا: کہ سُنت یہ ہے کہ نمازِ فجر کے بعد جایا جائے، لیکن کثرتِ ہجوم کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہوسکا اور معلّمین ہمیں نماز سے پہلے لے گئے۔ میدانِ عرفات میں فرمایا: ظہر سے پہلے کچھ آرام کرلو۔ ظہر کی نماز اپنے خیمے میں ادا کی۔ معلم نے دُعا خود کرانی تھی لیکن اس نے حضرتؒ سے دُعا کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی دعا فرمائی۔ بعد ازاں سبھی رفقاء اپنی اپنی دعاؤں میں مشغول رہے۔ غروب آفتاب سے پہلے ہم بسوں میں بیٹھ گئے اور غروب آفتاب کے بعد بسیں مزدلفہ کے لیے روانہ ہوگئیں۔ تقریباً دو گھنٹہ میں مزدلفہ پہنچے، حالانکہ مسافت تو صرف سات کلومیٹر کی تھی لیکن بہت زیادہ بھیڑ تھی جس کی وجہ سے وقت زیادہ خرچ ہوا۔

ہم نے مزدلفہ میں مسجد مشعر الحرام کے قریب قیام کیا۔ نمازِ مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں اس کے بعد کنکریاں جمع کرلیں اور پھر سبھی سو گئے۔ سونے سے پہلے حضرتؒ نے اس رات کی فضیلت کے بارے ارشاد فرمایا: یہ رات، لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ (ترمذی اور ابن ماجہ میں ایک روایت آتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عشرہ ذی الحجہ کی ایک رات کی عبادت شبِ قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ مؤلف) صبح تہجد کے لیے اُٹھ گئے۔ اس کے بعد نماز فجر کے لیے اذان دی اور اپنی جگہ پر باجماعت نمازِ فجر ادا کی۔ یہاں بعض لوگ طلوع فجر سے پہلے اذان دے دیتے ہیں تاہم ہم نے اپنے وقت پر اذان دی۔ نماز سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا: نماز فجر کے بعد مزدلفہ میں قیام واجب ہے، لہٰذا قیام کرو بعد ازاں روانگی ہوگی۔ اِس کا لوگ خیال نہیں کرتے۔

Marfat.com

مزدلفہ سے منیٰ تک پیدل سفر کیا۔ وہاں پہنچ کر قدرے آرام کیا۔ پھر فرمایا: زوال سے پہلے رمی واجب ہے چنانچہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ البتہ خواتین کو عصر کی نماز کے بعد لے گئے جب بھیڑ ختم ہو چکی تھی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مَیں، ڈاکٹر محمد صادق صاحب اور حاجی نور ماہی صاحب تینوں اکٹھے قربان گاہ چلے گئے۔ سب کی طرف سے اپنے ہاتھوں جانور ذبح کرنے کی سعادت حاصل کی۔ واپس آکر سب کو قربانیاں ہو جانے کی اطلاع کی، جس پر سبھی نے حلق کروالیا۔

حضرتؒ نے فرمایا: طواف زیارت دس ذی الحجہ کو افضل ہے اس لیے عشاء کے بعد ہی طوافِ زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آ گئے تھے۔ طواف و سعی سے فراغت کے بعد ۱۱ ذی الحجہ کو واپس منیٰ میں آ گئے۔ اور اسی روز بعد نمازِ عصر رَمی کی۔ دن بھر وہیں رہے۔ ۱۲ ذی الحجہ کو نمازِ عصر سے آدھ گھنٹہ پہلے رَمی کی اور پیدل ہی مکہ مکرمہ آ گئے۔

الوداعی دعا

کعبۃ اللہ سے جُدائی اور اس کی دیواروں اور غلاف پر نگاہوں کو جما کر اس سے رخصت ہونا، ایک انتہائی مشکل مرحلہ ہے۔ طبیعت پر بہت شاق گزرتا ہے۔ بلکہ اہل محبّت تو اس نازک وقت میں محسوس کرتے ہیں کہ بیت اللہ سے فراق کے وقت کہیں روح جسدِ عنصری سے پرواز ہی نہ کر جائے۔ چنانچہ حضرتؒ کے دعا کے لیے اُٹھے ہاتھوں کے ساتھ سبھی نے ہاتھ اُٹھا لیے۔ اس وقت منظر بڑا ہی پر کیف اور پر سوز تھا۔ برستی آنکھوں کے ساتھ حضرتؒ نے حضرت عروج قادری کی وہ منظوم دعا زبانی پڑھی جو انہوں نے کعبۃ اللہ کو الوداع کہتے ہوئے پڑھی تھی۔

رخصت اے رُکنِ یمانی، رُخصت اے سنگِ سیاہ
یاد رکھنا میرے آنسو، یاد رکھنا میری آہ
اے حطیمِ پاک رخصت تجھ سے بھی ہوتا ہوں مَیں
لب پہ آہ سرد ہے، دُھنتا ہوں سر، روتا ہوں مَیں

Marfat.com

رخصت اے میزابِ رحمت، الوَداع اے بام و دَر
رُخصت اے دیوارِ کعبہ، الوَداع اے پاک گھر
الوَدَاع اے رُکنِ شامی، الوَداع اے مُستجار
چُبھ رہے ہیں دل میں کانٹے، ہو رہا ہوں بے قرار
چھوٹ کر سب سے چلا ہوں، رخصت اے رُکنِ عراق
مختصر یہ، ہو رہا ہے، ہَجرِ کعبہ دل پہ شاق
الوَداع اے بابِ کعبہ، الوَداع اے مُلتزم
یاد رکھنا گریۂ شب، نالہ ہائے صبح دَم
آ لپٹ لوں خوب تجھ سے، آج با قلبِ حزین
جانے تجھ سے پھر لپٹنا ہے کہ قسمت میں نہیں
الوداع اے حُفرۂ جبریل، رخصت اے مَطاف
چھوڑتا ہوں ہاتھ سے، با چشمِ پُر نم اب غلاف
زمزمی رحمت ہو تجھ پر، مَیں تو اب چلا
رُو بروئے کعبہ مجھ کو کاسۂ آخر پلا
الوداع اے چاہِ زمزم، رُخصت اے آبِ طَہُور
تجھ کو پینا دل کی ٹھنڈک، دیکھنا آنکھوں کا نور
اے الٰہ الخلق، ربُّ البَیت، رَبِّ دو جہاں
یہ دُعا ہے آخری میری کہ پھر لانا یہاں
پڑھ چکا ہوں مَیں آخری جب واجب خلَف المقام
ذرّے ذرّے کو کہا مَیں نے وَداعی السَّلام

دعا سے فارغ ہوئے تو آخری نگاہ بیت اللہ شریف پر ڈالی اور لرزتی ٹانگوں کے ساتھ حرم سے باہر آ گئے۔ کمرے میں پہنچ کر سامان سفر تیار کیا اور باہر آ کر بسوں میں بیٹھ

Marfat.com

گئے۔ ہمیں فلائٹ سے ۲۴ گھنٹے پہلے جدہ ائیر پورٹ پر پہنچا دیا گیا۔ میں نے اپنے ماضی کے تجربہ کی بنیاد پر کھانے پینے کا سامان مکہ مکرمہ سے ہی لے لیا تھا۔ کیونکہ واپسی پر اشیائے خوردونوش کی قلت ہوتی ہے جس کی وجہ سے زائرین کو مُجاہدات سے گزرنا پڑتا ہے۔ مختصر یہ کہ وقت مقررہ پر جہاز میں سوار ہو گئے اور چند گھنٹے فضاء میں رہنے کے بعد ہم اسلام آباد ائیر پورٹ پر تھے۔ عزیز و اقارب، اہل محبت، استقبال کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔ ملاقات کے بعد گاؤں سے آئی ہوئی ہائی ایس ویگن میں سوار ہوئے اور تقریباً چار گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔

نوٹ: حافظ محمد رمضان صاحب نے اوچھالی میں اہلِ حق کے مرکز کی بنیاد رکھنے کا ارادہ کیا۔ کچھ مطلوبہ جگہ تو مشرقی جانب آبی نالہ سے متصل قیمتاً حاصل کر لی گئی۔ تاہم مغرب میں تقریباً ۹ مرلے جگہ ڈاکٹر مُحمد صادق صاحب کی تھی جو قیمتاً بھی دینے سے انکاری تھے۔ جب تک یہ جگہ نہ ملتی تو مسجد کا صحیح نقشہ تیار ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ حافظ صاحب نے کئی بااثر اور معروف شخصیات کو ڈاکٹر صاحب سے ملایا تاکہ وہ انہیں قائل کر لیں، لیکن تمام سفارشی اپنے مشن میں ناکام رہے۔ حج کے اس سفر میں حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد بخش ؒ نے ڈاکٹر صاحب کو قائل کر لیا اور انہوں نے بالآخر ۹ مرلے قطعہ زمین قیمتاً مسجد کو دے دیا۔

Marfat.com

باب نمبر 26

حضرت استاذِ محترم اور تبلیغی کام

تبلیغی کام سے محبّت

حضرت استاذِ محترم فرماتے ہیں کہ میری زندگی میں فکری انقلاب کیسے پیدا ہوا؟ علم کے بعد عملی قوت کیسے نصیب ہوئی؟ اور مجھے نظریاتی پختگی کیونکر ملی؟ اس میں مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ انتہائی مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ جب مولانا کی کتاب ''مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' کا مطالعہ کیا تو تبلیغی کام سے بھی محبّت پیدا ہو گئی۔

مولانا معتبر خان بلاک نمبر ۸ کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ یہی مسجد ایک عرصہ تک سرگودھا میں تبلیغی مرکز کا کام دیتی رہی۔ مولانا محمد نور صاحب آف رُکھلہ، حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد انہوں نے سرگودھا شہر میں اپنا کاروبار شروع کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلق بھی قائم رہا۔ سرگودھا کی بلاک نمبر ۸ کی تبلیغی مسجد میں آمد و رفت رہتی تھی۔ مولانا معتبر خان نے ان پر محنت کر کے تبلیغ میں ایک سال لگانے کے لیے تیار کر لیا۔ مولانا ایک سال کے لیے جماعت میں چلے گئے۔ جب واپس لوٹے تو ان کی زندگی ہی بدل چکی تھی۔ تبلیغی کام سے بے حد محبّت پیدا ہو چکی تھی۔ نیز اس کام کی افادیت بھی اُن کے سامنے واضح ہو گئی۔ مولانا نے اب اپنی زندگی کا غم اور درد اسی کام کو بنا لیا۔ شب و روز اسی کام میں فکر مند نظر آنے لگے۔

مولانا محمد نور صاحبؒ ۱۹۵۵ء میں غالباً سب سے پہلی جماعت وادیٔ سون میں لیکر

Marfat.com

آئے۔ جماعت کی دس دن کی تشکیل تھی۔ یہ جماعت سب سے پہلے صدیق آباد (کفری) ٹھہری، پھر کورڈھی کی "دندی والی مسجد" اور "مسجد درسال" میں ٹھہری۔ یہاں کام کرنے کے بعد اوچھالی پہنچی اور پھر چٹہ، اوگالی اور کوٹلی میں کام کرنے کے بعد آگے بڑھتی ہی چلی گئی۔

استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ نے اس جماعت میں چھ دن لگائے۔ استاذِ محترم کے علاوہ اس جماعت میں حاجی نذر محمد آف صدیق آباد، ملک احمد خان، کپتان محمد نواز، اور ملک عطا محمد وغیرہ آف کورڈھی بھی چل رہے تھے۔ یہ جماعت مسلسل پیدل سفر کر رہی تھی۔ اس پہلی جماعت کی محنت کے نتیجے میں وادیٔ سون کی مقامی جماعت بھی تیار ہو گئی۔ جس کے امیر استاذِ محترم تھے چنانچہ یہ جماعت کام کرتے کرتے ڈھوک میانی، ڈُھر ننّہ، چکڑالہ اور دوسرے دیہات و قصبات سے ہوتے ہوئے کوہاٹ جا پہنچی۔ چشمہ والی مسجد میں علاقائی اجتماع تھا جو تین دن جاری رہا۔ اس اجتماع میں ہندوستان سے بڑے بڑے علماء اور بزرگ تشریف لائے ہوئے تھے، جن میں مولانا محمد داؤد نسائی اور مولانا عبید اللہ دہلوی بھی تھے۔

حاجی نذر محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں رائے ونڈ کے سالانہ اجتماعات میں دو دفعہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا بیان سننے کا موقع ملا۔ غالباً یہ ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء کا سال تھا۔ ہمارے ساتھ حاجی میاں محمد دکاندار آف صدیق آباد اور مولانا محمد اسلمؒ آف کورڈھی بھی اجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ مولانا محمد اسلم مرحوم پر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیان کا کچھ زیادہ ہی اثر ہوا۔ بعد میں مولانا صاحب جب بھی حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کا ذکر کرتے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔

حضرت استاذِ محترمؒ نے وادیٔ سون میں کوئی بستی اور گاؤں ایسا نہیں چھوڑا جہاں جماعت لیکر نہ پہنچے ہوں۔ تبلیغی کام کی محبّت اور اس کے حیران کُن نتائج آپ کو کشاں

Marfat.com

کشاں لیے پھر رہے تھے۔ آپ پورے اہتمام کیساتھ اپنی مسجد اور دوسری مسجد کا گشت کرتے، ہر ماہ سہ روزہ لگانے اور ہر سال چلہ لگانے کا اہتمام فرماتے۔ آپ نے چار ماہ بھی لگا رکھے تھے۔ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماعات میں بھی پوری فکر کے ساتھ شریک ہوتے اور اپنے حلقۂ عقیدت و محبّت کو بھی ترغیب دیکر اجتماع میں لے جاتے۔ ۱۹۵۵ء سے لیکر تادم واپسیں حضرتؒ اس کام کیساتھ جڑے رہے۔ (راوی: حاجی نذر محمد آف صدیق آباد)

Marfat.com

باب نمبر 27

معاشرت، معاملات اور کراماتؒ

کیا میں نے آپ کا کچھ قرض نہیں دینا؟

ماسٹر احمد حسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت استاذِ محترم نے اپنی زرعی زمین میں ٹیوب ویل نصب کرایا۔ کیسنگ (پائپس) کم پڑگئی۔ مجھ سے پوچھا کہیں سے مل سکتی ہے؟ میں نے عرض کی، کیوں نہیں۔ میرے ایک عزیز رشتہ دار ہیں، اُن کے پاس بچی ہوئی کیسنگ پڑی ہے میں وہ لیکر آتا ہوں، آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرتؒ کے حکم سے میں پائپس لے آیا۔ چند دنوں کے بعد میرے عزیزوں نے رقم کا مطالبہ کیا۔ میں نے حضرتؒ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "آپ رقم ادا کر دیں"۔ چنانچہ میں نے رقم ادا کر دی۔ کچھ عرصہ گزر گیا۔ نہ میں نے رقم کا مطالبہ کیا اور نہ ہی حضرتؒ نے اس رقم کا کبھی ذکر کیا۔

حضرتؒ نے حج بیت اللہ کے لیے درخواست دیدی، درخواست منظور ہو گئی۔ آپ حج کی تیاری میں لگ گئے۔ غالباً روانگی سے ایک دن پہلے میں اپنے بعض اہلِ تعلق و محبّت کے ہمراہ ملنے کے لیے گیا۔ راستہ میں بندہ (احمد حسن) نے دوستوں سے کہا کہ میں حضرت سے کہوں گا کہ جو آدمی مقروض ہو اس کا تو حج نہیں ہوتا اور یہ بات میں نے دوستوں سے دل لگی کے طور پر کہی۔

حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ دورانِ گفتگو حضرتؒ نے میرے دل کی بات کہہ ڈالی، اور فرمایا: کیا میں نے آپ کا کچھ قرض نہیں دینا؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے قرض ادا کر دیا۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے دل میں وہی بات ڈال دیتے ہیں، جو

Marfat.com

حاضرین میں سے کسی کے دل میں ہوتی ہے۔ یہ علم غیب نہیں بلکہ اِلقاء ہے۔ جو اولیاء اللہ کو وقتاً فوقتاً ضرورت کے درجے میں ہوتا رہتا ہے۔ علمِ غیب تو خاصہ خداوندی ہے۔ کیونکہ علم غیب کی تو تعریف ہی یہ ہے۔ جو ذاتی ہو اور کائنات کے ذرے ذرے کو مُحیط ہو اور تفصیلی ہو۔ ایسا علم مخلوق کے لیے مُحال ہے۔ مخلوق کا جتنا بھی علم تسلیم کر لیا جائے وہ اسباب سے جُڑا ہوا ہے۔ لہٰذا عطائی ہوا، ذاتی نہ ہوا۔ اسی طرح مخلوق کا سارے کا سارا علم محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا لامحدود۔ ریاضی کا قاعدہ ہے کہ محدود کو لامحدود سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ ایک قطرے کو تو سمندر سے نسبت ہے لیکن محدود کو لامحدود سے کوئی نسبت نہیں۔ علم غیب خالص ایک دینی اصطلاح ہے۔ جس کا مطلب ہے "علم ذاتی اور کائنات کے ذرے ذرے کو مُحیط اور تفصیلی"۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اس میں وہ لاشریک ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو وحی وغیرہ کے ذریعے غیب کی خبریں بتلاتے رہتے ہیں۔

سونے کی بالیاں

بیوہ غلام فاطمہ، حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مدرسہ اسلامیہ میں اپنی سونے کی دو بالیاں بطور عطیہ دینے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اُس سے اُس کے گھر کے حالات اور قریبی رشتہ داروں کے حالات معلوم کیے۔ اس کی گفتگو سے پتا چلا کہ اس کے قریبی رشتہ تنگ دست ہیں۔ چنانچہ آپ نے بیوہ سے فرمایا: آپ یہ بالیاں مدرسہ میں نہ دیں بلکہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیدیں تاکہ وہ بیچ کر اپنی کوئی ضرورت پوری کر لیں۔ لیکن اس نے بالیاں مدرسہ میں دینے پر اصرار کیا۔ اس کے مسلسل اصرار کے بعد حضرتؒ نے اس کی دل جوئی کے لیے فرمایا: اچھا ایسا کرو کہ ایک بالی مدرسہ میں عطیہ دیدو اور دوسری اپنے رشتہ داروں کو دیدو۔ اِس پر وہ راضی ہو گئی۔

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ سے تنخواہ لینے کا خیال

اُستاذِ محترم نے اپنے عظیم والد ماجدؒ کی طرح تادمِ آخر جامعہ اسلامیہ کے اہتمام، نظامت، تدریس، افتاء، امامت اور خطابت جیسی دینی خدمات پر کبھی کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ آپ کا ذریعۂ معاش، محکمۂ تعلیم کی طرف سے ملنے والی پینشن اور زرعی زمین کی پیداوار تھا۔ بس قُوتِ لایمُوت جیسے حالات تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ جامعہ اسلامیہ سے کچھ نہ کچھ تنخواہ مقرر کر لینی چاہیے۔ بس یہ سوچ ہی رہا تھا کہ غیب سے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو بھیجا اور اُس نے آکر کہا کہ حضرت! یہ پچاس ہزار روپے خاص طور پر آپ کے لیے ھدیہ ہے۔ قبول فرمالیجئے۔ فرمایا: اس واقعے کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی کہ آئندہ جامعہ اسلامیہ سے تنخواہ لینے کا نہیں سوچوں گا۔ فرماتے تھے کہ اس واقعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اللہ تعالیٰ کو جامعہ اسلامیہ سے تنخواہ لینا میرے لیے پسند نہیں۔

معاملات کی صفائی

سکول سروس کے دوران جب آپ کی ٹرانسفر سُرَیّ گاؤں میں ہوئی تو آپ کو سواری کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ آپ نے ایک عمدہ قسم کی اور قیمتی گھوڑی خریدی۔ اس زمانے میں انسانی سہولتوں کا فقدان تھا۔ گاؤں کو باقاعدہ کوئی سڑک تو در کنار، کچی سڑک بھی نہیں جاتی تھی۔ جنگل کا ماحول اور پہاڑوں کے درمیان دشوار گزار راستے تھے۔ جنہیں عبور کر کے اس گاؤں تک رسائی ممکن ہوتی تھی۔ آپ جب تک اس گاؤں کے سکول میں تعینات رہے تو گھوڑی کی سواری آپ کی ضرورت تھی، بعد میں جب دوسرے گاؤں میں ٹرانسفر ہوئی تو گھوڑی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ اس گاؤں تک پہنچنے کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ کا انتظام تھا۔ لہذا آپ نے گھوڑی کو فروخت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے صوفی محمد شیر اور حافظ مبشر حسین کو بلا کر فرمایا: آپ دونوں

Marfat.com

گھوڑی کو سرگودھا لے جائیں اور سنو! اس پر سوار ہونے کی اجازت نہیں۔ سفر پیدل کرنا ہوگا۔ رات کو خالق آباد میں مولانا خان محمد صاحب کے ہاں قیام کریں اور صبح ناشتہ کے بعد سرگودھا کے لیے سفر شروع کر دیں۔ یہ دونوں ساتھی گھوڑی لیکر خالق آباد کے لیے عازم سفر ہوئے۔ دن کو دوپہر کے وقت سفر شروع کیا اور مغرب سے پہلے خالق آباد پہنچ گئے۔ اگلے دن ناشتہ سے فراغت کے بعد علی الصبح سرگودھا کے لیے چل پڑے اور ظہر کے بعد سرگودھا کے چک نمبر ۴۷ میں پہنچ کر گھوڑی کو اپنے عزیزوں کے حوالے کر دیا اور خود واپس آگئے۔

سرگودھا شہر میں سال میں ایک مرتبہ مویشیوں کی منڈی لگا کرتی تھی اور مسلسل آٹھ دن تک جاری رہتی۔ منڈی لگنے کے دن قریب آئے تو حضرت استاذِ محترمؒ اپنے خالہ زاد بھائی ظفر حسین صاحب کو لیکر چک میں پہنچے۔ رات کو وہاں قیام کیا اور اگلے دن علی الصبح گھوڑی کو لے کر منڈی پہنچ گئے۔ گھوڑی سیاہ رنگ کی بڑی ہی خوبصورت اور صحت مند و فربہ تھی۔ گاہک آتا تو اس پر لٹو ہو جاتا۔ حضرتؒ اس کی قیمت بتاتے تو خریدار کم کرائے بغیر فوراً دینے کے لیے تیار ہو جاتا۔ آپ معاملات کے بڑے صاف تھے۔ نہ جھوٹ بولتے اور نہ ہی دھوکہ دیتے۔ اگر کوئی چیز فروخت کرتے اور اس میں کوئی عیب ہوتا تو علانیہ گاہک کو بتا دیتے۔ گھوڑی میں ایک عیب تھا۔ آپ ہر گاہک کو بتا دیتے کہ: بھائی اس میں ایک عیب ہے وہ یہ کہ اس کی پیٹھ پر ایک چھوٹا سا زخم ہے جو نظر نہیں آتا۔ سواری نہ کریں تو زخم ٹھیک ہو جاتا ہے، لیکن آپ سواری کے لیے اس کا زین کسیں گے اور سوار ہو کر سفر شروع کر دیں گے تو زخم تازہ ہو جائے گا۔ یہ سُن کر گاہک آگے کو چلتا بنتا۔ تین دن گزر گئے۔ بیسیوں گاہک آئے، عیب سُن کر گھوڑی کو چھوڑ کر چلے جاتے۔ بالآخر تیسرے روز کے اختتام پر ایک گاہک آیا۔ آپ نے قیمت اور عیب بتایا۔ اس نے بخوشی قیمت ادا کی اور گھوڑی لیکر چلا گیا۔ اس نے کہا یہ گھوڑی میں سواری

Marfat.com

کے لیے نہیں خرید رہا بلکہ نسل کشی کے لیے خرید رہا ہوں۔ کیونکہ گھوڑی ماشاء اللہ عمدہ نسل کی ہے۔ اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ معاملات کے کس قدر صاف اور کھرے تھے۔

18ہزار ووٹ حاصل کیے

② جنرل مشرف کے دورِ حکومت میں متحدہ مجلس عمل وجود میں آئی اور اس نے الیکشن میں حصہ لیا تو پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ دینی سیاسی جماعتوں کو پارلیمنٹ میں بھرپور اور حیران کن حد تک نمائندگی ملی۔ جمعیّت کی طرف سے حضرت الاستاذؒ کو قومی اور صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ ملا۔ اپنے حلقے میں آپ نے الیکشن کمپین کے لیے مختلف علاقوں اور شہروں میں عوامی حمایت حاصل کرنے کے لیے جلسے اور جلوسوں کا انعقاد کیا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے تلامذہ، رفقاء اور اہل عقیدت و محبّت نے بے مثال جدوجہد کر کے الیکشن کمپین کا حق ادا کیا۔ گو سیاست کے جدی پشتی اور پرانے کھلاڑیوں کے مقابلے میں آپ کو کامیابی نہ مل سکی۔ تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی آپ کی کامیابی تھی کہ جس شخص نے ساری زندگی مسجد و مدرسہ میں گزار دی ہو۔ اور خوشاب کے قومی اور صوبائی حلقوں میں سیاسی اعتبار سے آپ کی کوئی پہچان بھی نہ ہو، بایں ہمہ آپ نے قومی اسمبلی کے حلقے سے اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) ووٹ حاصل کر لیے، یہ کامیابی نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ اس کو کرامت کا نام دیا جائے تو انتہائی مناسب ہو گا۔

آپ اس کام کے قابل نہیں

حاجی دوست محمد صاحب آف کورڈھی، نیک، صالح اور دین سے محبّت کرنے والے انسان ہیں۔ حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخشؒ سے ان کا کافی گہرا تعلق رہا ہے۔ حضرتؒ کا دل سے احترام اور محبّت کرتے۔ بے تکلفی میں گرم سرد باتیں بھی کہہ لیتے، حضرتؒ ناراض ہوتے اور پھر دوسرے ہی لمحے چہرہ ہشاش بشاش ہو جاتا۔ جامعہ

Marfat.com

اسلامیہ کی مالی مدد میں خود بھی متفکر رہتے اور دوسروں کو بھی مسلسل ترغیب دیتے رہتے۔ نوشہرہ سے جب اپنی پینشن (PENSION) لینے جاتے تو واپسی پر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرتؒ جب دور سے انہیں دیکھتے تو فوراً گھر میں چائے کی تیاری کا حکم دیتے۔ حاجی صاحب اپنی پینشن میں سے کچھ رقم علیحدہ کر کے مدرسہ میں جمع کراتے۔ حضرتؒ نے جب جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے قومی اور صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا تو الیکشن کمپین کے لیے حضرتؒ کیساتھ موضع نلی ناڑی تشریف لے گئے اور وہاں علاقے کی بااثر شخصیات سے ملاقاتیں کر کے انہیں اس بات پر آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ وہ حضرتؒ کو ووٹ دیں۔

حاجی صاحب ایک دفعہ حضرتؒ کیساتھ تبلیغی جماعت میں وادیٔ سون کے مرکزی قصبہ نوشہرہ گئے۔ گشت کے لیے باہر نکلے تو چلتے چلتے ایک دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر سے ایک پولیس مین باہر آئے جو غالباً محکمہ پولیس سے رُخصت لیکر چند منٹ پہلے ہی گھر میں داخل ہوئے تھے کہ جماعت والوں نے اُن کا دروازہ کھٹکھٹادیا۔ اُن کی طَبیعت کو گرانی ہوئی اس لیے ناراض ہو گئے اور اپنی گفتگو میں غصے کا اظہار کیا۔ جماعت والوں کا مزاج تو بڑا ہی نرم ہوتا ہے یہ تو اس راستے میں بہت کچھ برداشت کرتے ہیں۔ حاجی صاحب تاحال تبلیغی کام سے پوری مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے پولیس مَین کی گفتگو کا جواب انہوں نے تُرکی بہ تُرکی دیا۔ حضرتؒ نے جب ان کی یہ گفتگو سُنی تو فرمایا: حاجی صاحب! آپ مسجد میں تشریف لے جائیں۔ آپ اس کام کے قابل نہیں"۔

اس جملے میں حضرتؒ نے حاجی صاحب کی اصلاح فرمائی اور بتادیا کہ کارِ نبوّت اور تبلیغی کام میں بڑا تحمل چاہیے۔ اس راہ میں تو بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات توہین آمیز سلوک ہوتا ہے اور بعض اوقات محبوس، مضروب اور مقتول ہونا پڑتا ہے۔ بہت کچھ سہنا پڑتا ہے۔ صبر ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔

Marfat.com

ڈاکوؤں نے حضرتؒ سے سوال ہی نہیں کیا

حاجی غلام مُصطفٰے صاحب آف کورڈھی، بیان کرتے ہیں کہ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں وادی سُون کے مُختلف دیہات وقصبات کے ساتھی اپنی مکمل بس کرایے پر لیکر جارہے تھے۔ تمام ساتھیوں نے کرایہ حضرتؒ کے پاس جمع کرادیا تھا۔ دورانِ سفر، چوکی بھاگٹ اور لکسیاں کے درمیان ڈاکوؤں نے بس کو روک لیا۔ تمام مسافروں سے جو کچھ تھا، انہوں نے چھین لیا، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ڈاکوؤں نے حضرتؒ سے سوال تک نہیں کیا۔ یہ حضرتؒ کی کھلی کرامت اور اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد تھی۔

حضرتؒ کے خلاف کچھ لکھنا چاہتا تھا

حاجی غلام مُصطفٰے صاحب آف کورڈھی، حضرتؒ کے سکول کے شاگرد ہیں اور جامعہ اسلامیہ کے معاون، سفیر، اور کل وقتی متحرک کارکن بھی۔ جامعہ کے کسی بھی مسئلہ سے متعلق جب انہیں بلایا گیا تو فوراً حاضر ہوئے، اور پورے اخلاص کے ساتھ اس کام کو بطریق احسن تکمیل تک پہنچایا جو اُن کے سپرد کیا گیا۔ جامعہ کی تعمیر و ترقی کے لیے انہوں نے کئی اسفار بھی کیے۔ مختصر یہ کہ جامعہ کے لیے اُن کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہیں۔

حاجی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت استاذِ محترم کو جب پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی تو میں عیادت کے لیے جوہر آباد حاضر ہوا۔ آپ کے دونوں بھائیوں (صاحبزادہ معین الدین و صاحبزادہ نظام الدین) نے مجھ سے فرمایا کہ آپ اس شرط پر ملاقات کرسکتے ہیں کہ آپ حضرتؒ سے کسی قسم کی بات نہ کریں۔ میں نے اس شرط کو تسلیم کرلیا۔ حضرتؒ سے ملاقات ہوگئی۔ بندہ نے تو کوئی بات نہ چھیڑی لیکن خود حضرتؒ نے مجھ سے گفتگو کا سلسلہ اس طرح شروع کیا:

شرکاءِ مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا: غلام مُصطفٰے میرا اسکول کا شاگرد ہے پکی

Marfat.com

کلاس سے لیکر پانچویں جماعت تک اس نے مجھ سے پڑھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں وقت معلوم کرنے کے لیے گھڑیاں نایاب تھیں۔ کورڈھی کی جامع مسجد میں ایک گھڑیال تھا جسے مسجد کے پڑوسی عباس خان مرحوم نے ہانگ کانگ سے لاکر مسجد کے لیے ہدیہ کردیا۔ ہمارے سکول کا نظام اسی پر چلتا تھا۔ مسجد کا گھڑیال معیاری وقت سے پانچ منٹ آگے تھا۔ فرمایا میں اور میرے دوسرے ٹیچر ساتھی نذر محمد سکول سے چھٹی کرکے صدیق آباد، گھر کو لوٹ رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حاجی غلام مُصطفٰے تیزی کیساتھ دوڑتے ہوئے ہمارے طرف آرہے ہیں۔ سانس پھولا ہوا تھا۔ آکر کہا: استاد جی! کھنجا سکول پہنچ چکا ہے۔

کھنجا اے ڈی آئی تھا، جو سکولوں کے تعلیمی نظام کو چھاپہ مار کر چیک کیا کرتا تھا۔ رافضی تھا۔ اہل سُنت والجماعت سے دل میں عداوت و نفرت رکھتا تھا۔ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی موقع ملے تو اہل سُنت اساتذہ کے خلاف رپورٹ لکھے۔ اس موقع پر اس نے سکول ٹائم ختم ہونے سے دو منٹ پہلے چھاپہ مارا۔ حاجی غلام مصطفی صاحب کی اطلاع پر حضرتؒ واپس سکول تشریف لائے۔ اور اے ڈی آئی کو بتایا کہ ہم مسجد کے گھڑیال کے مطابق سکول کا آغاز کرتے اور اسی کے مطابق چھٹی کرتے ہیں۔ اور مسجد کا گھڑیال پانچ منٹ معیاری وقت سے آگے ہے۔ اس حساب سے ہم سکول کا آغاز بھی پانچ منٹ پہلے کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش رہا۔ پھر کہا: سکول کی ڈائری چیک کرائیں۔ حضرتؒ نے ڈائری چیک کرائی تو اس میں اس دن کی تاریخ کے حوالے سے لکھا تھا۔ ''آج طلبہ کو واقعۂ بدر پڑھایا گیا''۔ اے ڈی آئی نے بطور امتحان حاجی غلام مُصطفٰے صاحب سے واقعہ بدر سُنا تو انہوں نے فرفر سُنادیا۔ اس سے کھُنجے کو شدید صدمہ ہُوا، جس کے نتیجے میں اُسے دل کا دورہ پڑا اور وہ دھڑام سے زمین پر آگرا۔ تاہم یہ دورہ جاں لیوا ثابت نہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی طبیعت سنبھل گئی۔ یہ حضرتؒ کی کرامت تھی کہ ایک رافضی آپ کے خلاف رپورٹ لکھ کر نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن فوراً اللہ تعالیٰ کی گرفت

Marfat.com

میں آ گیا اور اُسے لینے کے دینے پڑ گئے۔

اللہ تعالےٰ کوئی انتظام کریں گے

جامعہ اسلامیہ، ابو بکر صدیق چوک، صدیق آباد کی تعمیر جاری تھی مستری صالح محمد آف انگہ نے حضرتؒ کو اطلاع دی کہ سریا اور بجری بالکل ختم ہو چکی ہے۔ اس کا کوئی انتظام کریں۔ شدید ضرورت ہے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ جامعہ کے فنڈز میں کچھ نہیں تھا انتظام کیسے ہو سکتا تھا؟ حضرتؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کوئی انتظام کریں گے۔ آپ نے یہ جملہ پورے یقین سے کہا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بجری اور سریے کا انتظام بڑے عجیب طریقے سے کیا۔ وہ اس طرح کے رات کے سناٹے میں ایک ٹرک آیا، اور اس نے سریا اور بجری اُتاری اور ملاقات اور رسید لیے بغیر واپس چلا گیا۔ یہ ٹرک کہاں سے آیا؟ کون بھیجنے والا تھا؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ صبح جب مستری صالح محمد کام کے لیے جامعہ آئے تو حضرتؒ نے فرمایا: جس چیز کی آپ کو فوری طور پر ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کا انتظام کر دیا ہے۔ (راوی: حاجی دوست محمد صاحب، کوڑھی)

حضرت استاذِ محترم کی توجہ سے جادو ختم

حاجی نذر محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ مرکزی جامع مسجد کے احاطہ میں تعمیر شدہ مشرقی حجرے میں مطالعہ میں مصروف تھے۔ اس دوران ایک صاحب اپنی بیوی کو لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ جو سحر زدہ تھی اور بے ربط اور اُلٹی سیدھی گفتگو کر رہی تھی۔ اُس نے حضرتؒ سے مخاطب ہو کر عرض کی۔ استاد جی! میری بیوی پر جادو کا اثر ہے براہ کرم کوئی تعویذ دے دیں یا دم کر دیں۔ حضرتؒ نے عورت کی طرف دیکھا تک نہیں اور صرف توجہ ڈالی۔ اس دوران تھوڑی دیر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے قلب کو متوجہ کیا۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ بغیر دم اور تعویذ کے خاتون کو وہیں صحت ملی۔ جادو کا اثر زائل ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی حضرتؒ کے عقیدت مندوں

Marfat.com

میں شامل ہو گئے۔

مسجد کے باہر سے تالا لگا دیا

حاجی نذر محمد آف صدیق آباد بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ ایک جماعت کیساتھ کسی علاقہ میں اہل بدعت وہوا کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ اہل بدعت نے اپنے روایتی تعصب اور مسلکی عداوت کی وجہ سے موقع پا کر مسجد کے ہال کے دروازے کو باہر سے تالا لگا دیا۔ ساتھی پریشان ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: گھبرانے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔" آپ نے فرمایا: جس ساتھی کا ہاتھ ہلکا پھلکا اور جسم میں سب سے کم ہو وہ اندر سے اپنا ہاتھ باہر نکال کر صرف تالے کو ہاتھ لگا دے"۔ ایک ساتھی نے حکم کی تعمیل کی۔ ہاتھ کا تالے کو لگنا تھا کہ تالا خود بخود کھل گیا۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔

گستاخی کی سزا

جس زمانہ میں مجلس عمل وجود میں آئی تو اس وقت حضرتؒ جمعیت علمائے اسلام فضل الرحمن گروپ کی طرف سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کیلئے بطور امیدوار کے سامنے آئے۔ آپ الیکشن کمپین کے لیے موضع جنّی تشریف لے گئے تاکہ وہاں کی با اثر شخصیات سے ملاقات کر کے انہیں اپنی حمایت کے لیے آمادہ کیا جا سکے۔ جنّی کی با اثر شخصیت ایک صاحب تھے جو ناظم تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ظالم اور متکبر بھی تھے۔ باتوں باتوں میں کمزور طبقہ کے افراد کو تھپّڑ رسید کر دیتے۔ غلط اور توہین آمیز زبان استعمال کرتے۔ حضرتؒ کو بھی اندیشہ تھا کہ کہیں ہمارے ساتھ بھی گستاخی کا سلوک نہ کرے۔ اس لیے عالم اسباب میں ایک تدبیر کی گئی۔ وہ اس طرح کہ جنّی شہر میں حاجی نور محمد صاحب رہتے تھے۔ تبلیغی جماعت سے تعلق تھا اور ان کا بھی وہاں اثر و رسوخ تھا۔ اور یہ خانقاہ شریف صدیق آباد کے بزرگوں سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا حافظ احمد رضا صاحبؒ نے حاجی نور محمد صاحب کو پیغام بھجوایا کہ حضرت مولانا

Marfat.com

حافظ محمد بخش صاحب جج کے ناظم سے ملاقات کے لیے آرہے ہیں۔ آپ پہلے سے اُن کو بتادینا، اور ملاقات کے وقت بھی ساتھ رہنا، تاکہ وہ گستاخی کی جُرأت نہ کرسکے۔ حاجی صاحب نے حامی بھرلی۔ حضرتؒ تشریف لے گئے اور حاجی نور محمد صاحب کی معیت میں ناظم سے ملاقات کی اور اپنا مدعا پیش کیا۔ لیکن وہ اپنی دنیاوی وجاہت اور سیاسی قوت کے نشے سے باہر نہ نکل سکا اور اس نے حضرتؒ کیساتھ بھی سخت لہجہ استعمال کیا۔ اور ایک بزرگ مہمان کا ادب واحترام نہ کیا۔ آپ اس کے چوپال سے مایوس ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ اللہ والوں کی جب توہین اور بے ادبی ہوتی ہے تو وہ تو خاموش ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آجاتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد گرامی ہے۔ "مَنْ عَادٰی لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" جس نے میرے ولی اور دوست سے عداوت کی اور اس کی بے ادبی کی تو اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔

ذرا غور فرمائیں بھلا جو شخص اللہ تعالیٰ سے جنگ کریگا اس کا انجام کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اسے نشانِ عبرت بنادیتے ہیں۔ چنانچہ اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ناظم پر فالج کا حملہ ہوا جہاں باقی جسم متاثر ہوا وہاں زبانِ گستاخ پر سب سے زیادہ اثر ہوا۔ یعنی اس کی زبان ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔ مقامی طور پر اس کا جو اثر ورسوخ تھا وہ خاک میں مل گیا۔ اور سیاسی حیثیت اور قوت بھی برف کے بلاک کی طرح پگھل گئی۔ اب اپنی چوپال (دارے) پر بیٹھا لوگوں کو نگاہِ حسرت وندامت سے دیکھتا رہتا ہے۔

(راوی [redacted])

بینائی لوٹ آئی

مولانا عزیز احمد آف صدیق آباد (کفری) بیان کرتے ہیں کہ ایک طالبہ جس نے جامعہ عائشہ للبنات میں عالمہ کا مکمل نصاب پڑھا۔ اور وفاق المدارس العربیہ کے تحت سالِ رابع کا امتحان دیا، اور کامیاب ہو کر واپس اپنے گاؤں چلی گئی۔ جلد ہی اس کی شادی کردی گئی۔ ایک دن اپنے گھر میں بیٹھی تھی کہ اچانک اس نے رونا شروع کردیا۔ گھر

Marfat.com

والے پریشان ہو گئے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ کہنے لگی کہ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا؟ آنکھوں کی بینائی بالکل ختم ہو گئی۔ گھر والے حیرت میں ڈوب گئے کہ نہ کوئی بیماری اور نہ کوئی حادثہ ہوا کہ جو بینائی کے چلے جانے کا باعث بن گیا ہے۔ یا اللہ کیا ماجرا ہے؟ لڑکی کے والدین کو بھی اطلاع کر دی گئی۔ وہ بھی صدمے میں ڈوبے آنکلے۔ اب سبھی مشورہ کرنے لگے کہ کیا کریں، کسی معالج، ڈاکٹر یا حکیم کے پاس لے جائیں یا کسی روحانی عامل کے پاس لے جائیں؟ یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ لڑکی خود ہی بول اُٹھی کہ مجھے کہیں مت لے جاؤ، مجھے بس اپنے اُستاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کے پاس لے چلو۔ لڑکی کے دل میں آپ کی عظمت بھی تھی اور عقیدت بھی۔ چنانچہ میکے اور سسرال کے چند آدمیوں نے لڑکی کو لیا اور ایک سپیشل ویگن کرایے پر لیکر صدیق آباد (کفری) حضرت استاذِ محترم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا گیا۔ واقعہ سُن کر آپ کو حیرت بھی ہوئی اور صدمہ بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر کامل توکل و اعتماد اور پورے یقین کیساتھ آپ نے قرآن وحدیث کے مخصوص کلمات پڑھنا شروع کیے۔ پہلی دفعہ دم کرنے کے بعد پوچھا کیا صورت حال ہے؟ کچھ فرق پڑا؟ لڑکی نے جواباً کہا، کچھ نہیں۔ آپ نے دوسری دفعہ دم کیا اور سوال کیا کہ کچھ فرق ہے؟ کہا: کوئی فرق نہیں پڑا: تیسری مرتبہ آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ قدرے بلند آواز میں کچھ مقدس کلمات پڑھ کر پانی پر دم کیا اور آنکھوں پر چھڑک دیا اور پھر سوال کیا کہ اب کیا صورت حال ہے؟ لڑکی نے انتہائی شکر اور مسرت کے انداز میں کہا کہ الحمد للہ میری بینائی مکمل واپس لوٹ آئی ہے اور مجھے بالکل صحیح نظر آ رہا ہے۔ بینائی کے واپس آ جانے کے بعد لڑکی کے ورثاء کی خوشی بھی دیدنی تھی۔ سب کے چہرے مارے خوشی کے چمک رہے تھے۔ اور حضرت استاذِ محترم کے اس عظیم احسان پر بچھے چلے جا رہے تھے۔ اور آپ کو ڈھیروں دعائیں دے رہے تھے۔ یوں اپنے مقصد میں کامیابی کے بعد اپنے وطن مالوف لوٹ گئے۔

Marfat.com

حادثے سے بچ گئے

آپ جامعہ اسلامیہ کے شعبۂ حفظ کے استاذ حافظ انور حسین صاحب کے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر غالباً تعزیت کے لیے "لاوا" جارہے تھے۔ دورانِ سفر آپ نے اچانک موٹر سائیکل رکوادی۔ حالانکہ جہاں آپ نے موٹر سائیکل رکوائی تھی، نہ وہاں کوئی آبادی، نہ ہوٹل، اور نہ ہی اس مقام پر کوئی اور ایسی ضرورت و حاجت جو انسانی زندگی کیساتھ وابستہ ہو، سمجھ میں آرہی تھی۔ بس ایک جنگل کا ماحول تھا۔ حافظ صاحب نے تعجّب کی کیفیت میں سوال کیا، حضرت! کیا مسئلہ ہے؟ اس ویرانے میں آپ نے بلاوجہ موٹر سائیکل کیوں رکوادی؟ فرمایا: آپ موٹر سائیکل چیک کرلیں اور میں ذرا چلتا پھرتا ہوں۔ حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے موٹر سائیکل کے مختلف حصوں پر نگاہ ڈالی۔ جن چیزوں کی دورانِ سفر دیکھ بھال ضروری تھی، میں نے انہیں دیکھا اور بہ نظرِ غائر دیکھا۔ اچانک میری نگاہ عقبی پہیے پر پڑتی ہے تو میں لرز جاتا ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ پہیے کی ایک جانب کے ایکسل (موٹر سائیکل کا وہ حصہ جس پر پہیہ گھومتا ہے) کا بولٹ (BOLT) لوز (LOOSE) ہو چکا ہے اور اس کے گرنے میں صرف ایک دو چوڑیاں باقی رہ گئیں تھیں۔ اگر بالفرض استاذِ محترم اس مقام پر موٹر سائیکل نہ رکواتے اور سفر مسلسل جاری رہتا تو تقریباً دو منٹ مزید سفر کرنے کے بعد کوئی خطرناک حادثہ ہو سکتا تھا۔ حضرتؒ کی یہ کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حادثے سے بچالیا۔

حضرتؒ کے وظیفہ سے قاتل کا سراغ مل گیا

ظہور احمد بٹھلی ایک شریف النفس، خاموش طبع اور صالح انسان ہیں۔ صدیق آباد شہر کے وسط میں کریانہ کی ایک بڑی دکان چلارہے ہیں۔ ۲۰۰۷ء میں آنے والے رمضان المبارک میں ایک المناک حادثہ اُن کے گھر کی دُنیا ویران کر گیا۔ خوشیاں روٹھ گئیں۔ آفتابِ نیم روز کی تمامتر ضیا پاشیوں کے باوجود وہ غموں کے گھرے

Marfat.com

اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُسے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اب وہ کہاں جائے؟

ہُوا یوں کہ ظہور احمد کا تین سالہ چھوٹا بیٹا محمد حماد، حاجی عزیز احمد صاحب کے گھر سے پڑھ کر نکلتے تو دیکھا گیا لیکن اس کے بعد ایسا غائب ہُوا کہ اس کی تلاش میں تمام انسانی ہمتیں جواب دے گئیں۔ شہر کا ہر باسی اس حادثہ پر غمناک اور انگشت بدنداں، تین سال کا بچہ آخر وہ اچانک کہاں غائب ہو گیا؟ اسکی تلاش کے لئے تمام بشری ذرائع اور تدابیر اختیار کی گئیں لیکن اسکا سراغ نہ مل سکا۔ بالآخر تھانہ نوشہرہ میں رپورٹ درج کرائی گئی۔ پولیس نے بھی اپنی سی کوشش کی لیکن مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ غم اور صدمے میں ڈوبے ہوئے ظہور احمد نے اپنے پیارے کی تلاش میں دیوانوں کی طرح بے دریغ روپیہ بہادیا۔ مختلف لوگوں اور ہمدردوں کے کہنے پر جعلی پیروں اور فقیروں کے ہاتھوں میں بھی لٹتا رہا لیکن معصوم محمد حماد کا کوئی اَتا پتا نہ چل سکا۔ بالآخر غموں کے مارے ہوئے ظہور احمد کی ایک عزیزہ نور خاتون دختر جہان خان کو کسی نے بتایا کہ استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب گمشدہ بچوں کے لئے ایک تعویذ دیتے ہیں جسے شرائط کے ساتھ استعمال کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے مِل جانے کی صورت پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ موصوفہ استاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کرتی ہیں۔ آپ نے تعویذ تو نہیں دیا تاہم ایک وظیفہ بتلایا کہ یہ کریں ان شاء اللہ بچے کا سراغ مل جائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ ۱۰۱ مرتبہ سورۃ یٰسین کا ختم اسی مقصد کے لئے کرائیں اور پڑھنے والے سنجیدہ قسم کے حفاظ ہوں۔ جب تلاوت مکمل ہو جائے تو اس کا ثواب بچے کی والدہ کی طرف منتقل کر دیں اور پھر والدہ عین افطاری کے وقت اللہ تعالےٰ سے خوب رو رو کر اور پورے یقین اور توکل کے ساتھ دُعا کرے، اللہ تعالےٰ پردہ چاک کر دیں گے اور فرمایا زیادہ وقت نہیں گزرے گا بلکہ تین دن کے اندر سراغ مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر قربان جائیں کہ اس نے تین دن کے اند مُعمّا حل کر دیا۔ پتا چلا کہ معصوم حماد کو کسی شخص نے قتل کر کے ویران کنویں میں ڈال دیا ہے۔ اس

Marfat.com

طرح ایک ماہ بعد اس معصوم کی گلی سڑی لاش ویران کنویں سے مل گئی۔

(راوی: اللہ کا ایک بندہ)

چائے کا کپ پینے کی بھی اجازت نہیں

جامعہ اسلامیہ کا تعمیراتی کام جاری تھا کہ سیمنٹ ختم ہو گیا۔ تعمیراتی کام رُک گیا۔ اور پھر اچانک اللہ تعالےٰ کی طرف سے غیبی مدد آئی۔ اس طرح کہ رات کے آخری حصہ میں ایک ٹرک سیمنٹ کا جامعہ اسلامیہ کے احاطہ میں داخل ہوا۔ آتے ہی اُتارنا شروع کر دیا کیونکہ مزدور بھی ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ابھی صبح صادق کی روشنی پھیلنے نہ پائی تھی کہ یہ لوگ سیمنٹ اتار کر فارغ ہو گئے اور پھر حضرت استاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ آپ نے اور آپ کے رفقاء نے انہیں ناشتہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جس شخص نے سیمنٹ کا یہ ٹرک بھیجا ہے اس نے ہمیں تاکیداً حکم دیا ہے کہ جامعہ اسلامیہ سے آپ لوگوں کو چائے کا کپ پینے کی اجازت بھی نہیں۔ اس نے ہمیں چائے اور کھانے کے لئے علیحدہ رقم دی ہے، لہذا ہم باہر جا کر کسی بھی ہوٹل سے ناشتہ کر لیں گے۔ اس طرح یہ لوگ حضرت الاستاذؒ سے اجازت لے کر واپس لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کلاس میں سچ فرمایا ہے۔

"وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ"

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

(راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

یہ شخص کون ہے؟

سیمنٹ کا سٹاک ختم ہونے کی وجہ سے تعمیراتی کام عارضی طور پر تعطل کا شکار ہو گیا۔ جبکہ معمار (راج) ایک ٹرک سیمنٹ کا مانگ رہا تھا تاکہ تعمیراتی کام کا تسلسل باقی

Marfat.com

رَہے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ حضرت استاذِ محترم حافظ محمد بخش صاحب کے پاس جامعہ کے فنڈز بھی ختم ہو چکے تھے۔ اگر کچھ تھے تو ایک ٹرک سیمنٹ کے لئے ناکافی۔ ضرورت کے اس موقع پر ایک ٹرک سیمنٹ تقریباً ۲ہزار روپے کا آتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد ہم چند طلبہ حضرت استاذِ محترم کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ سیمنٹ کے سلسلے میں کافی پریشان ہیں اور دل ہی دل میں اپنے رب کی طرف متوجہ بھی ہیں۔ ناگاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوئے اور نمازِ عشاء میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ "یہ شخص کون ہے؟" ہم سب ساتھیوں نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ تو حاجی محمد یعقوب صاحب ہیں جو آجکل سرگودھا میں رہائش پذیر ہیں اور ملازمت کے سلسلے میں پاکستان سے باہر کسی دوسرے ملک میں قیام پذیر ہیں۔ موصوف نماز سے فراغت کے بعد حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور انکی خیریت دریافت فرمائی۔ بعد ازاں حضرت استاذِ محترم نے حاجی صاحب سے سوال کیا، "حاجی صاحب! خیریت تو ہے آپ رات کو نماز کے لئے تاخیر سے آئے ہیں؟" اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ایک ہفتہ قبل بیرون ملک سے آیا ہوں۔ آج صدیق آباد (کفری) کے اپنے عزیز و اقارب کی ملاقات کے لئے سرگودھا سے حاضری ہوئی ہے۔ ابھی رشتہ داروں کے ہاں نہیں گیا، سوچا کہ پہلے نمازِ عشاء ادا کر لوں، اس کے علاوہ مدرسہ کی کچھ امانت بھی میرے پاس تھی وہ بھی آپ کے حوالے کرنی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ۳۰ہزار روپے حضرت استاذِ محترم کی خدمت میں پیش کئے اور اجازت لے کر اپنے عزیزوں کے ہاں چلے گئے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے ایک جملہ ارشاد فرمایا۔

"دیکھو حافظ صاحب! ہم تھوڑے سے متفکر ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے کس طرح غیبی طور پر ہماری مدد فرما دی"۔ (راوی: حافظ انور حسین)

Marfat.com

آپ تو ہمیں باجماعت نماز پڑھنے کی نصیحت کرتے!

ایک دفعہ میرے جسم پر پیپ بھرے دانے نکل آئے جس کی وجہ سے میں سخت اذیت اور تکلیف محسوس کر رہا تھا، اس بیماری کی وجہ سے دو دن کی میری نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ استاذِ محترم حضرت مولانا محمد بخش صاحب ؒ کو میری بیماری کی اطلاع ملی تو آپ عیادت کے لئے تشریف لائے اور میری خیریت دریافت فرمائی۔ مَیں نے اپنی کیفیت بیان کی اور ساتھ ہی عرض کی کہ میری دو دن کی نمازیں اس بیماری کی وجہ سے قضا ہو گئیں ہیں۔

یہ بات سُن کر آپ نے جلالی انداز میں میری کمر ٹھونکی اور فرمایا: آپ جیسے سفید ریش مستری حضرات تو ہمیں باجماعت نماز ادا کرنے کی نصیحت کیا کرتے تھے، حیرت اور تعجّب ہے کہ آج آپ کی نمازیں قضا ہو رہی ہیں"۔ اس کے بعد فرمایا: تیمم کر کے اگر اشارے سے نماز پڑھنی پڑے تو ضرور پڑھو، نماز قضا کسی صورت میں نہیں ہونی چاہیے"۔

مستری میاں محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ کی نصیحت کو مَیں نے دل کی لوح پر لکھ لیا۔ وہ دن اور آج کا دن، تقریباً پندرہ سال ہونے کو ہیں، الحمد اللہ مَیں نے نماز قضا نہیں کی۔ (راوی: مستری میاں محمد، صدیق آباد)

Marfat.com

باب ؒ نمبر 28

اخلاق حسنہ

حِلم و بُردباری

آپ ایک عقابی نگاہ رکھتے تھے۔ طلبہ کے اعمال و اخلاق کو پوری گہرائی سے دیکھتے۔ اگر کسی کا کوئی عمل دیکھتے یا کوئی بات سنتے تو فوراً نتائج تک جا پہنچتے۔ طلبہ کی تعلیم و تربیت اور اصلاح میں قدرے سخت واقع ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رُعب بھی خوب عطا کیا تھا۔ طلبہ تو در کنار کسی عام آدمی کو بھی آپ کے سامنے ننگے سر آنے کی ہمّت نہ ہوتی۔ جو آپ سے ہم کلام ہوتا تو بہت نرم اور آہستہ آواز میں گفتگو کرتا۔

طلبہ میں مسلکی بنیادوں پر بے جا جوش اور اشتعال پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس حرکت پر سخت گرفت فرماتے۔ ہاں علمی دنیا میں دلائل کی قوت سے اپنے حریف کو شکست سے دوچار کرنے کا سبق دیتے۔ ہمارے بعض دوست اپنے خیال باطل میں ۱۲ ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکال کر اپنے تئیں عشق و محبّت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک موقع پر صدیق آباد (کفری) سے ایک جلوس نکالا گیا جو براستہ جامعہ اسلامیہ نوشہرہ جا رہا تھا۔ جب یہ جلوس جامعہ کے پاس پہنچا تو بعض پست سوچ کے حامل شرکاء نے تعصب کے تعفّن میں ڈوبی ہوئی نعرے بازی کی اور مزید حماقت کا یہ مظاہرہ کیا کہ جامعہ کی حدود میں گولے پھینکے جو مسجد کی مغربی دیوار کے قریب آکر گرے اور زوردار دھماکے ہوئے۔ بلا شبہ اس نازیبا حرکت میں مسجد اور ایک دینی ادارہ کی توہین اور بے ادبی کا پہلو تھا۔ حضرت استاذِ محترم نے تمام طلبہ کو مسجد میں جمع کیا اور فرمایا کہ آپ باہر نہیں جاسکتے۔ کیونکہ اگر آپ باہر گئے تو نقضِ امن کا خطرہ ہے۔ فریقین میں تصادم کی صورت پیدا ہو سکتی ہے جس کے نتیجے میں کوئی بھی نقصان ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

فرمایا: ہمیں اس حماقت اور جہالت کو برداشت کرنا ہو گا۔ ہم حماقت و جہالت کا جواب حماقت و جہالت سے نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا: کوئی ایک طالب علم باہر جا کر دیکھ لے کہ کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔ فرمایا: اپنے ان بھائیوں کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سمجھ عطا کریں اور ہدایت نصیب فرمائیں۔ (راوی: قاری خالد حبیب لاہوری)

عجز و انکسار

جامعہ اسلامیہ کے طلبہ باورچی خانے کے سامنے دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ اسی دوران حضرت اُستاذ محترم بھی تشریف لے آئے، اور کھڑے ہو کر طلبہ کو دیکھتے رہے۔ جب طلبہ کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے تو آپ دستر خوان پر بیٹھ گئے اور طلبہ کے پَس خوردہ ٹکڑے اُٹھا اُٹھا کر اُن کی پلیٹوں کو صاف کرنے لگے۔ ایسے کام وہی کر سکتا ہے جس کے اندر کمال درجہ کی تواضع اور انکسار ہو۔ جس شخص نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے فنا کر دیا ہو، اس سے اس قسم کے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ جب کسی کے اندر یہ بات حقیقت بن کر اُتر جاتی ہے کہ میں کچھ بھی نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اُسے بلند کر دیتے ہیں۔

مٹا دے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار بنتا ہے

(راوی: قاری خالد حبیب لاہوری)

مَیں سنتا تھا کہ.......

ایک دفعہ حضرت استاذِ محترمؒ صدیق آباد (کفری) سے سہ روزہ کی ایک جماعت لیکر جامع مسجد باغوالی (کورڈھی) میں تشریف لائے۔ نمازِ عصر کے بعد گشت کے لیے نکلے تو سب سے پہلے "والی بال" کی ٹیم کے پاس تشریف لے گئے۔ جو مسجد کے قریب شمال مغربی جانب کھیل میں مصروف تھی۔ جب تک ٹیم کھیل میں مصروف رہی، آپ

Marfat.com

نے کھلاڑیوں کو دعوت نہیں دی۔ بیٹھ کر کھیل دیکھتے رہے، جب کھیل ختم ہوا تو سب کو آپ نے بلایا اور فرمایا: میں سنتا تھا کہ "کورڈھی" گاؤں کی ٹیم والی بال میں خوب ماہر ہے اور اچھی شہرت رکھتی ہے۔ لیکن آج دیکھ کر یقین ہو گیا کہ خبر مشاہدہ کے مطابق تھی۔ پھر فرمایا: کھیل صحت کے لیے ضروری ہے لیکن اس میں مسلمان اتنا بھی نہ ڈوب جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض ضائع ہونے لگیں۔ چلو! آپ لوگ وضو کریں اور میں آپ کا نیٹ (NET) لپیٹ کر لاتا ہوں۔

کھلاڑیوں پر آپ کی مختصر بات کا بڑا گہرا اثر ہوا۔ اور شرمندہ بھی ہوئے کہ حضرتؒ نے کیا کہہ دیا ہے کہ میں آپ کا نیٹ لپیٹ کر لاتا ہوں۔ انہوں نے جلدی جلدی خود نیٹ لپیٹا اور پوری ٹیم مسجد میں آگئی اور وضو کر کے نمازِ عصر ادا کی۔

(راوی: قاری خالد حبیب لاہوری)

تقویٰ

الیکشن کمپین کے حوالے سے خوشاب شہر میں متحدہ مجلس کی طرف سے ایک عظیم الشان جلسے کے انعقاد کا پروگرام طے پایا۔ تاریخ مقرر کر دی گئی۔ مختلف علاقوں سے ایم ایم اے کے جلوس آنا شروع ہو گئے۔ وادیٔ سون صدیق آباد (کفری) سے بھی ایک عالی شان جلوس حضرتؒ کی قیادت میں خوشاب کے لیے روانہ ہوا۔ سٹیج پر متحدہ مجلس عمل کے بڑے بڑے دینی اور سیاسی قائدین تشریف فرما تھے۔ میڈیا کی ایک بڑی جماعت نے بھی جلسے کو گھیرا ہوا تھا۔ فوٹو گرافروں نے قائدین کی تصاویر لیں۔ کسی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ لیکن حضرتؒ نے میڈیا کو اپنی تصویر لینے میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ جلسہ آپ کی صدارت میں ہو رہا تھا لیکن آپ نے جلسہ کے آخر تک اپنی پگڑی کا ایک پلّو چہرے پر لٹکائے رکھا، جس کی وجہ سے میڈیا تصویر لینے میں بری طرح ناکام ہوا۔ یہ آپ کا تقویٰ ہی تھا کہ آپ نے اپنی تصویر لینے کو کسی کو موقع ہی فراہم نہیں کیا۔

(راوی: مولانا شعیب انور، کورڈھی)

Marfat.com

جو دعا آپ کے دل سے نکلے گی.........

مولانا حافظ مقصود احمد آف صدیق آباد، حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ مُحمد بخش ؒ صاحب کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ حفظ کی تکمیل انہوں نے مدرسہ اسلامیہ میں کی۔ اس کے بعد حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب ؒ کی شاگردی اختیار کی۔ ابتدائی کتب (فارسی اور صرف و نحو وغیرہ) اُن سے پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ رائے ونڈ مرکز میں داخلہ لے لیا۔ موقوف علیہ تک یہاں کتابیں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف کے لیے "جامعہ رشیدیہ" ساہیوال تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد رائے ونڈ مرکز کے بزرگوں کے مشورے سے مُختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آج کل جامع مسجد دارالسّلام کراچی میں امام و خطیب ہیں اور مدرسہ کے سرپرست اور مدرس عربی ہیں۔ راقم الحروف مؤلف کے ساتھی ہیں۔ حفظ کا زمانہ ہم دونوں کا ایک ہے۔ معمولی تقدم و تاخر ہے۔

مولانا حافظ مقصود احمد کے والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ صدیق آباد اور ارد گرد کے دوسرے دیہات و قصبات کے اہل تعلق نماز جنازہ پڑھنے کے لیے صفیں بنا رہے تھے۔ حافظ صاحب، استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش کی تلاش میں تھے تاکہ والد صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ حضرتؒ کی یہ بھی عاجزی اور تواضع تھی کہ نماز جنازہ میں شرکت کرتے لیکن آخری صفوں میں کھڑے ہوتے۔ یہ عمل اس بات کی علامت تھا کہ مجھے نماز جنازہ پڑھانے کا شوق نہیں بلکہ پڑھنے کا شوق ہے۔ حافظ مقصود احمد صاحب کیسے گوارا کر لیتے کہ حضرتؒ کی موجودگی میں خود نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ اُن کی بڑی خواہش اور تمنّا تو یہ ہو گی کہ حضرتؒ نماز جنازہ پڑھائیں گے تو ہماری سعادت ہو گی اور والد صاحب کی مغفرت کا ذریعہ۔ اس لیے تیزی کیساتھ صفوں کو چیرتے ہوئے حضرتؒ کی خدمت میں پہنچے اور نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے

Marfat.com

فرمایا: نہیں جی نہیں۔ نمازِ جنازہ آپ ہی پڑھائیں گے، جو دُعا آپ کے دل سے نکلے گی وہ میرے دل سے نہیں نکلے گی"۔

شرعی مسئلہ بھی یہی ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق میت کا ولی ہے۔ بشرطیکہ نماز جنازہ پڑھا بھی سکتا ہو۔ آج کل دین سیکھنے کے حوالے سے عام مُسلمانوں میں کافی غفلت پائی جاتی ہے۔ کئی ایسے افسوسناک واقعات سامنے آئے کہ والد، والدہ کی میت نماز جنازہ کے لیے سامنے پڑی ہے اور اولاد اپنے والدین کے لیے دعا کرنے سے بھی عاجز ہے۔ کیونکہ دنیا کمانے کے تو سارے ڈھنگ سیکھ لیے لیکن نماز جنازہ کی دعائیں سیکھی ہی نہیں۔ فوا اَسفا!

(راویت کنندگان: مولانا صاحبزادہ خبیب احمد، حافظ ظہور احمد، صدیق آباد)

اِس کا بھی ہم پر حق ہے

استاذ احمد حسن صاحب آف صدیق آباد، مدرسہ اسلامیہ کے قدیم طلباء میں سے ہیں۔ غالباً تیرہ پارے حفظ کر لیے تھے لیکن قسمت میں حفظ نہیں تھا۔ کچھ گھریلو ذمہ داریوں میں ایسے اُلجھے کہ تکمیل نہ ہو سکی۔ حضرت استاذِ محترم سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ منظورِ نظر بھی تھے۔ ادب و احترام کی پاسداری کرتے ہوئے کسی نہ کسی درجہ میں بے تکلّف بھی ہو جاتے اور موقع کی مناسبت سے حضرتؒ سے کھری کھری باتیں بھی کر لیتے۔ استاذِ محترم وقتی طور پر ناراض بھی ہو جاتے لیکن چند لمحوں بعد راضی ہو جاتے۔ اور محبّت و شفقت کے دریا بہاتے رہتے۔ اہم امور میں مشاورت بھی کر لیتے۔

ماسٹر احمد حسن صاحب استاذِ محترم کے اخلاقِ عالیہ کے بعض باریک پہلو کچھ اس طرح نمایاں کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرتؒ موضع "سوڈھی جے والی" میں ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ میری تعیناتی بھی اسی سکول میں تھی۔ میں سکول میں حضرتؒ کے ماتحت تھا۔ صدیق آباد سے صبح ایک ساتھ سکول کی ڈیوٹی انجام دینے کے لیے جاتے۔ صدیق آباد سے نوشہرہ تک بذریعہ بس، اور نوشہرہ سے سوڈھی جے والی تک

Marfat.com

بذریعہ ویگن جاتے۔ واپسی پر نوشہرہ تک بذریعہ ویگن آنا پڑتا اگرچہ وہ تاخیر سے ملتی تھی۔ آپ کی عجیب عادتِ مبارکہ تھی۔ سکول سے چھٹی کر کے اڈا پر تشریف لاتے تو کبھی کبھار اڈا پر کھڑی کسی ٹیکسی پر نگاہ پڑتی، تو فرماتے ٹیکسی والا سواری کے انتظار میں کھڑا ہے۔ خدا جانے اُسے کوئی سواری ملی ہے یا نہیں۔ ٹیکسی اس کا ذریعہ معاش ہے۔ اس کا بھی ہمارے اوپر حق ہے لہٰذا آج ویگن پر نہیں جائیں گے بلکہ ٹیکسی کرایہ پر لیں گے۔ چنانچہ ٹیکسی کا کرایہ حضرتؒ خود ادا کرتے، مجھے دینے کی اجازت نہیں تھی۔ اسی طرح اگر حضرتؒ پھل لینے کا ارادہ فرماتے تو فروٹ کی متعدد دکانوں میں سے اس دکان سے پھل خریدنے کیلئے تشریف لے جاتے جس پر گاہک کوئی نہ ہوتا۔ فرماتے اس نے دکان ہمارے لیے بنائی ہے اس سے فروٹ خریدنا ہم پر ضروری ہے اور یہ اس کا ہم پر حق ہے۔

اخلاق عالیہ کے یہ وُہ باریک اور اہم گوشے ہیں جن کی طرف عام مُسلمانوں کی نگاہ نہیں جاتی۔

ماشاء اللہ سالن بہت لذیذ ہے

ناکارہ راقم الحروف پر استاذِ محترمؒ کی بہت عنایات تھیں۔ اپنی شفقت و محبّت کا بے حد مستحق ٹھہراتے۔ جب بھی کسی کام کے لیے لاہور تشریف لاتے تو اس ناکارہ کو میزبانی کا شرف عطا فرماتے۔ ہماری مسجد کے نمازی بھی بہت زیادہ آپ سے مانوس تھے اور بڑی محبّت اُور احترام سے پیش آتے اسی تعلق کی بناء پر ہماری مسجد کے کئی ساتھی اور نمازی جامعہ اسلامیہ صدیق آباد کے سالانہ جلسوں میں گاڑیوں کے قافلہ کی صورت میں شرکت کرتے رہے۔ جن میں جناب مُحمد طاہر شاہ صاحب، بھائی ہارون صاحب، قاری مُحمد عُثمان صاحب، جناب حامد منظور صاحب، جناب علی عمران صاحب، جناب رانا مُحمد اسلم صاحب، جناب محفوظ الرحمن صاحب، جناب مُحمد حسن صاحب، جناب فیروز الرحمن صاحب وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ایک دفعہ حضرتؒ لاہور تشریف لائے تو اتفاقاً گھر والے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ گھر سے کھانا تیار کرانے کی صورت ناممکن تھی، اس لیے مسجد میں

Marfat.com

کھانے کا انتظام کرنا تھا۔ مشورے میں طے پایا کہ کریلے پکائے جائیں۔ جامع مسجد الکبریاء کے نائب امام و خطیب اور ایک عرصہ سے اذان کی خدمت انجام دینے والے ہمارے رفیق اور شاگرد قاری محمد عثمان صاحب نے یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی، اور صورت حال کچھ اس طرح تھی کہ انہوں نے کبھی کریلے پکائے ہی نہیں تھے۔ قاری صاحب نے توری کی طرح، بیج نکالے بغیر اور کریلے کی کرواہٹ ختم کیے بغیر سالن تیار کر لیا۔

کریلا پکانے کی ترکیب تو یہ ہے کہ پہلے اس کو لمبائی میں کاٹ کر بیج نکالیں پھر نمک لگا کر تھوڑی دیر کیلئے رکھ دیں اس کے بعد گھی میں خوب بھونیں، تب جا کر کھانے کے قابل بنتے ہیں۔ قصہ مختصر قاری صاحب نے سالن تیار کر کے دستر خوان پر لگا دیا۔ باقی لوازمات بھی دستر خوان پر سجا دیئے گئے۔ ہم نے بھی حضرتؒ کیساتھ اسی دستر خوان پر کھانا، کھانا تھا۔ آپ نے کھانا شروع کیا اور ازاول تا آخر سالن کی تعریف کرتے چلے جا رہے تھے۔ قاری صاحب سے مخاطب ہو کر فرماتے، ماشاء اللہ سالن بہت لذیذ ہے، لیکن جب ہم نے لقمہ منہ میں ڈالا تو چہرے کے نقشے ہی بدل گئے، سالن شدید کڑوا تھا۔ ایک لقمہ بھی نگلنا دل گردے کی بات تھی۔ ہم ایک بڑے امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن کیا کرتے جو نہ کھاتے؟ حضرتؒ تو مزے لے لے کر کھا رہے تھے اور مزید بر آں مسلسل تحسین کے کلمات بھی زبان پر جاری تھے۔ آپ نے یہ ساری تکلیف صرف اس لیے برداشت کی کہ پکانے والے کا دل نہ ٹوٹے۔ خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اخلاق حسنہ کے کس بلند درجہ پر فائز تھے۔

قاری محمد عثمان صاحب نے کسی موقع پر حضرتؒ کی خدمت میں نصیحت کی درخواست کی تو اس پر فرمایا: موت کو اس طرح خیال کرو گویا کہ آپ کے سر پر ایک بہت اژدھا بیٹھا ہے جو کسی وقت بھی آپ کو ڈس سکتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اپنی موت کو نہ بھولو۔ (راوی: قاری محمد عثمان صاحب، لاہور)

Marfat.com

مہمان نوازی

استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد بخش کو اللہ تعالےٰ نے کئی اعلےٰ وارفع صفات سے نواز رکھا تھا۔ مہمان کی آمد پر عمدہ سے عمدہ تر اور لذیز سے لذیز تر کھانا تیار کراتے اور سُنت کے مطابق مہمان کی خدمت میں بنفسِ نفیس شریک رہتے اور اسکو اپنی سعادت خیال فرماتے۔ چھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ سب کے لئے بچھے چلے جاتے۔ مہمان سے مخاطب ہو کر "اور کھایئے، اور کھایئے" کی مسنون صدائیں بلند کرتے رہتے۔ تا آنکہ مہمان ہی اپنی شکست تسلیم کر لیتا۔ بندہ (حافظ) خبیب احمد اکثر بعد نماز عصر استاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ نمازِ مغرب کے بعد واپسی ہوتی۔ اس دَوران مُختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔ بندہ کے حاضر ہوتے ہی گھر سے چائے منگوا لیتے۔ چائے سے پہلے گھر میں اگر فروٹ ہوتا وہ بھی منگوا کر سامنے رکھ دیتے۔ استاذِ محترم چائے کا ایک بڑا کپ میرے ہاتھ میں تھما دیتے۔ بندہ عرض کرتا حضرت یہ اتنا بڑا کپ کون پیئے گا؟ اس پر فرماتے "جی ہاں" (یہ آپ کا تکیہ کلام تھا) یہ چائے کا کپ بڑا ہے یا آپ بڑے ہیں؟ بس اسکو پی جاؤ۔ طوعاً و کرھاً حضرت کے حکم کی تعمیل میں پینا پڑتا۔ نمازِ مغرب کا وقت آتا تو فرماتے "نماز پڑھاؤ"۔ یہ حضرت کا بڑا پن اور انتہائی شفقت و محبّت کا اظہار ہوتا۔ بندہ کو آپ کی موجودگی میں نماز پڑھانے کی ہمّت کیسے ہو سکتی تھی؟ عرض کرتا کہ حضرت! آپ ہی پڑھائیں، مجھے معذور سمجھیں۔ انکار کے باوجود سختی کے ساتھ حکم فرماتے کہ نماز آپ ہی پڑھائیں گے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

(راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

مَیں آپ کو قتل کر دونگا

مولانا حبیب الرحمن صاحب کا تعلق ضلع لکی مروت سے تھا۔ کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا پر کبھی کبھی

Marfat.com

جنون کا دورہ بھی پڑتا تھا۔ جامعہ سے چھوڑ کر واپس وطن چلے گئے۔ جاتے وقت بعض دینی کتب جامعہ ہی میں چھوڑ گئے۔ استاذِ محترم رحمہ اللہ نے اُن کی کتابیں سنبھال کر الماری میں رکھ دیں اور الماری کو مقفل کر دیا۔ جس کی کنجی انتظامیہ کے کسی رُکن کے پاس تھی۔ اس دَوران مولانا حبیب الرحمن صاحب کتابیں لینے جامعہ اسلامیہ پہنچ گئے۔ حضرت استاذِ محترم سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ کتابوں کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا: ''تھوڑی دیر انتظار کریں۔ الماری کی کنجی میرے پاس نہیں۔ انتظامیہ کے ایک رکن کے پاس ہے جو باہر نکلا ہوا ہے۔ ابھی آتا ہی ہوگا''۔ یہ سُن کر مولانا حبیب الرحمن صاحب غصے میں آگئے۔ چہرہ سُرخ ہو گیا اور آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرتؒ سے سخت لہجہ میں گفتگو کرنے لگے۔ اُن کا غصہ آگ کے شعلوں کی طرح مسلسل بڑھتا ہی چلا جارہا تھا تاآنکہ اُنھوں نے دھمکی دیدی کہ میری کتابیں فوراً دیدیں ورنہ میں آپ کو قتل کر دونگا۔ حضرت استاذِ محترم اُن کی اس طرح کی گستاخانہ گفتگو انتہائی تحمل سے سُنتے رَہے اور تبسّم کے ساتھ معقول جواب دیتے رَہے۔ کیا مجال کہ مولانا کی گستاخی و بے ادبی کا جواب سختی سے دیتے۔ آپ اس موقع پر انتہائی پُر وقار اور سنجیدہ رَہے اور تحمل کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔ (راوی: صاحبزادہ خبیب احمد)

اپنی جان خطرے میں ڈال دی

حافظ محمد عُثمان ملک آف کورڈھی بیان کرتے ہیں کہ:

ڈیپ شریف کے آبی نالہ کی غربی جانب جنوبی پہاڑوں کے دامن میں ہماری زرعی زمین ہے۔ اسکی آبادی کے لئے ہم نے وہاں ایک ڈیرہ بنا رکھا تھا تاکہ زمینوں کی آبادکاری جس کو سونپی جائے، وہ اپنی فیملی کے ساتھ اس میں رہائش پذیر ہو سکے۔ چنانچہ ہم نے اپنی زرعی زمین اور ڈیرہ ایک شخص کے حوالے کر دیا۔

دیہاتی زندگی کے صبح و شام کے مشاغل سے کون ناواقف ہوگا؟ ایسے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے صبح سویرے بیدار ہو کر ہلکے پھلکے ناشتے سے اپنی جانِ جفاکش کو

Marfat.com

بہلاتے ہیں اور پھر سوائے بڑے بوڑھوں، بچوں اور بیماروں کے سبھی جنگل یا کھیتوں کی راہ لیتے ہیں۔ زندگی کے ایسے ہی نرالے انداز کو اپناتے ہوئے ایک روز ہمارے ڈیرے کے سبھی افراد صبح سویرے اپنے کاموں کو چل دیئے۔ دس بارہ برس کے ایک بچے کو گھر پر چھوڑ گئے۔ اس عمر کے بچے اپنے بڑوں کو گھر میں نہ پاکر، نفع و نقصان اور نتائج سے بے پرواہو کر اپنے محبوب مشاغل میں لگ جاتے ہیں۔ اس بچے کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی حقہ پینے کی عادت پڑ گئی تھی۔ والدین اور گھر کے دوسرے بڑوں کو نہ پا کر اس نے حقّے کو اُٹھایا اور پھر چِلم میں تمباکو دبایا اور اس میں آگ بھری اور خوشی خوشی دُھواں کے کش لینے لگا۔ جب دِل بھر گیا تو حقّے کو وہیں چھوڑ کر گھر سے باہر کھیل کود میں مصروف ہو گیا۔

دیہاتی لوگ مویشی پالنے کے عادی ہوتے ہیں اس کے بغیر وہ اپنی زندگی کو ادھورا خیال کرتے ہیں۔ مویشیوں کے لئے جنگل یا کھیت کی خودرو گھاس کو کاٹ کر جمع کرنا اور خشک ہونے پر بالخصوص سردیوں کے موسم میں بطورِ چارہ کے مویشیوں کو کھلانا، دیہاتی کلچر اور روایات کا لازمی حصہ ہے۔ ہمارے ڈیرہ کی فیملی نے بھی گھر پر خشک گھاس جمع کر رکھی تھی۔ جو گھر میں بکھری پڑی تھی۔ صاحبزادہ صاحب چِلم کو بجھائے بغیر گھر سے باہر چلے گئے۔ سوئے اتفاق سے ایک چھوٹی سی چنگاری چِلم سے باہر جا پڑی۔ قریب ہی خشک گھاس کو اس نے دھیرے دھیرے سُلگانا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ شعلہٗ جوّالہ بن گئی اور اس نے گھر کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سب کچھ راکھ کا ڈھیر بنانے کے بعد لکڑی سے بنی خشک چھت کو بھی اپنے حِصار میں لے لیا۔ دُھواں گھر سے باہر نکلتا دیکھ کر قریب ہی دوسرے ڈیرے کے شیر محمد کھچال صاحب پانی کا گھڑا اُٹھائے آگ بجھانے کیلئے دَوڑ پڑے۔ ڈیرے کے دروازے کی طرف سے اندر داخل ہونا ناممکن تھا اسلئے مکان کے عقب سے چھت کے اوپر چڑھ گئے اور پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ شیر محمد صاحب قطعاً اس سے بے خبر تھے کہ آگ نے اندر ہی اندر سے چھت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ بالآخر چھت اندر جا پڑی اور شیر محمد صاحب بھی آگ کی خندق میں محبوس ہو گئے۔

Marfat.com

قریب ہی سے استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب گزر رہے تھے جو صبح کو گورنمنٹ پرائمری سکول کوڑھی میں اپنی ڈیوٹی انجام دینے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے چھت پر کھڑے شخص کو چھت سمیت آگ کے شعلوں میں جاتے دیکھا تو اسکی جان بچانے کے لئے تیزی کے ساتھ لپکے۔ قریب پہنچ کر مکان کی دیوار پر چڑھے اور اپنی گرفت کو مضبوط رکھنے کے لئے ایک ٹانگ اندر لٹکا دی اور دوسری باہر اور اندر کی طرف جھک کر شیر محمد صاحب کے ہاتھ کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ شیر محمد صاحب کی جان تو بچ گئی تاہم کافی حد تک جھلس چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت استاذِ محترم کا پاؤں بھی جل گیا۔ زمانہ طالب علمی میں حضرت کا جلا ہوا پاؤں تو دیکھتے تھے لیکن سوال کرنے کی ہمّت نہیں ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ رحمۃ واسعۃ۔

(روایت کنندہ: حافظ محمد عثمان ملک، کوڑھی)

مجاہدِ ختمِ نبوت پہنچ چکے ہیں

مولانا عبدالستار صاحب عالمی مجلس تحفّظِ ختمِ نبوت ضلع میانوالی اور خوشاب کے مبلغ ہیں۔ اپنے عظیم مقصد کے لئے دونوں اضلاع کے مختلف علاقوں، قصبوں اور دیہات کے اسفار انہیں در پیش رہتے ہیں۔

مولانا موصوف بیان فرماتے ہیں کہ کئی دفعہ اپنے مشن کے حوالے سے صدیق آباد (وادیٔ سون) کے عظیم دینی ادارے کے مہتمم صاحب، استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ آپ کی شفقت و محبّت دیکھ کر محوِ حیرت ہوں۔ تصور سے کہیں بڑھ کر آپ نے عزت عطا کی۔ میری آمد پر جامعہ کے طلبہ کو جمع کر لیتے اور مجھے حکم دیتے کہ اُن کے سامنے عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر بیان کریں۔ میں طلبہ کو عقیدۂ ختم نبوت کی حقیقت کو امکانی حد تک سمجھانے کی کوشش کرتا اور انہیں بتاتا کہ اس عقیدے کا تحفّظ کیسے کرنا ہے؟

اسی طرح جمعۃ المبارک کے موقع پر مختلف اوقات میں مجھے دعوت دے کر بلاتے اور

Marfat.com

فرماتے: عوام الناس کے سامنے بھی عقیدۂ ختمِ نبوت کو بیان کریں، تاکہ یہ بھی قادیانیوں کے دَجل وفریب اوراُن کے بچھائے ہوئے کفریہ اورارتدادی جالوں سے محفوظ رہ سکیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ بہت شفیق، خلیق، ملنسار، مہمان نواز، ہنس مکھ اور عزت عطا کرنے والے انسان تھے۔ آپکی شخصیت انتہائی باوقار، بارُعب، شائستہ اور پُرکشش تھی۔ دینی وایمانی حمیت وغیرت آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔

حضرت رحمہُ اللہ کی زندگی کاایک ناقابلِ فراموش واقعہ بندہ کو یاد ہے کہ انہوں نے مجھ جیسے کمزور اور چھوٹے انسان کو کس قدر عزت عطا کی۔ ایک دفعہ اس حقیر فقیر نے حضرتؒ سے اپنی مرکزی جامع مسجد میں جمعۃ المبارک کے موقع پر بیان کرنے کے لئے وقت مانگا تو آپ نے کمال شفقت کااظہار کرتے ہوئے بصدِ مسرت اجازت دیدی۔ جس جمعۃ المبارک کو مَیں نے بیان کرنا تھا اتفاقاً اس دن بروقت پہنچنے سے قدرے تاخیر ہوگئی۔ حضرتؒ نے یہ خیال فرمایا کہ ممکن ہے کوئی عذر پیش آگیا ہو اس لئے نہ پہنچ سکے، اس لئے بیان کے لئے خود بیٹھ گئے۔ آپ کی گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، سامعین آپ کی زبان سے نکلنے والے قیمتی موتی سمیٹ رہے تھے کہ ناگاہ اور بے وقت میں بھی جا پہنچا۔ مجھے دیکھ کر فوراً ہی اعلان فرمایا کہ: مجاہدِ ختم نبوت مولانا عبدالستار صاحب پہنچ چکے ہیں، لہٰذا اب وہ بیان فرمائیں گے۔ یہ فرما کر منبر سے نیچے اُتر آئے اور مجھے حکم دیا کہ اپنا بیان شروع کردیں۔

حضرت اقدس مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کا مجھ جیسے حقیر اور سیاہ کار کو اسقدر عزت عطا کرنا، اُن کی عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ والہانہ وابستگی کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ اُنکی حسنات کو قبول فرما کر درگزر کا معاملہ فرمائیں اورانہیں اپنے صالحین بندوں میں شمار فرمالیں اوراُن کے فرزندِ ارجمند صاحبزادہ مولانا حافظ قادر بخش صاحب کواُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اٰمین۔ (راوی: مولانا عبدالستار صاحب)

کوئی بات نہیں آج تک انتظار تھا........

حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہُ اللہ جب حج بیت کی سعادت

Marfat.com

حاصل کرنے کے بعد گھر واپس لوٹے تو عزیز و اقارب، اہل عقیدت و محبّت اور تلامذہ کا ملاقات کے لئے تانتا بندھ گیا۔ مَیں (ناکارہ محمد جمیل) اور مولانا محمد دین صاحب نے بھی زیارت کرنے اور مبارکباد دینے کا پروگرام بنایا۔ آج اور کل کرتے ہوئے پورا مہینہ گزر گیا۔ ایک ماہ کی تاخیر کے بعد حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ حضرتؒ بڑی محبّت اور شفقت سے ملے۔ مولانا محمد دین صاحب نے عرض کی کہ ”حضرت! شرمندہ ہیں کہ ہم اسقدر تاخیر کے ساتھ حاضر ہوئے، جلدی آنا چاہیے تھا“۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا: کوئی بات نہیں، مَیں بھی آج تک انتظار میں تھا کہ ابھی ایک شخصیت نے آنا ہے، آج آپ تشریف لے آئے تو میرا انتظار بھی ختم ہو گیا“۔

(راوی: مولانا محمد جمیل صاحب، سکول ٹیچر)

بے تکلّف اور سادہ زندگی کے نرالے انداز

مَیں لاہور سے ساؤنڈ سسٹم کی تنصیب کے لئے صدیق آباد گیا ہوا تھا۔ ایک دن نمازِ فجر کے بعد جبکہ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ حضرت مہتمم صاحبؒ (مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ) مجھے لے کر ٹہل رہے تھے۔ اسی دوران طلبہ کے سبق کا وقت بھی آ پہنچا۔ طلبہ اپنی کتابیں اُٹھائے دھیرے دھیرے اپنے استاذِ محترم کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ناگاہ آپ کی نگاہ اُن پر پڑی تو دریافت فرمایا، کیا سبق کا وقت ہو گیا؟ طلبہ نے اِثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:

”آؤ! بھائی یہیں بیٹھ کر پڑھ لیتے ہیں“۔ چنانچہ جامعہ کے لئے پڑے بجری کے ڈھیر پر خود بھی بیٹھ گئے اور طلبہ بھی بیٹھ گئے۔ اس طرح آپ نے ہر قسم کے تکلفات سے بے نیاز ہو کر انتہائی سادہ انداز میں طلبہ کو سبق پڑھا دیا۔ یہ منظر میرے لئے انتہائی حیرت انگیز اور سبق آموز تھا۔ (راوی: رانا محمد اسلم، لاہور)

Marfat.com

بابؒ نمبر 29

کُفری سے صدیق آباد تک

اہالیانِ کفری جب کہیں سفر پر جاتے ہیں اور پھر کوئی اجنبی شخص اُن سے اپنے وطنِ مالوف کے بارے سوال کرتا ہے تو ابتدائی چند لمحوں کے لئے تو سوچوں میں گم ہو جاتے کہ اس شخص کو کیا نام بتائیں؟ بالآخر سینے میں پشیمانی کے جذبات واحساسات چھپاتے ہوئے، دبے الفاظ میں کہہ ہی دیتے۔ ''کُفری''۔

اس پر اگر سوال اُٹھتا کہ آیا ''کُفری'' میں ''ی'' نسبت کی ہے؟ اگر ایسا ہے تو مطلب یہ ہُوا کہ آپکا قصبہ اور گاؤں، کُفر والا ہے۔ جیسے خوشاب سے ''خوشابی'' خوشاب والا، یعنی خوشاب شہر یا ضلع کا رہنے والا حالانکہ دینی اعتبار سے وادیٔ سون میں ''کُفری'' قصبہ کو مرکزیت حاصل ہے۔ بڑے بڑے اہلِ علم وفضل اور اولیاء اللہ اس میں ہو کر گزرے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ نام کو اہالیانِ قصبہ سے کوئی مناسبت نہیں۔ ہر شخص تو اس بات کو نہیں جانتا کہ یہ ''سنسکرت'' زبان کا لفظ ہے جسکا مطلب اور معنٰی ''میٹھا چشمہ'' ہے۔ آج بھی وہ معروف چشمہ قصبہ کے جنوبی پہاڑی حصے میں موجود اور رَواں دَواں ہے جس سے اہالیان قصبہ اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ تاہم وقت کا تقاضا تھا کہ اس نام کو تبدیل کیا جاتا ہے تا کہ اہالیانِ قصبہ برصغیر کی تقسیم کے بعد اپنی اسلامی تہذیب اور تمدن کی حفاظت سمیت حالتِ مسافرت میں مختلف لوگوں کی طرف سے اُٹھائے جانے والے اعتراضات وسوالات سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔

نام کی تبدیلی کے حوالے سے دھیرے دھیرے آوازِ بازگشت سنائی دینے لگی۔ ظاہر ہے اس قسم کے کاموں میں بحیثیت قائد تو ہر آدمی کردار نہ ادا کر سکتا ہے نہ اسکی یہ سوچ ہو سکتی ہے۔ ایسے اُمور کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہی اشخاص میدانِ عمل

Marfat.com

میں اُترتے ہیں جو قائدانہ صلاحیت کے حامل ہونے کے علاوہ مُسلم معاشرے میں دینی یادنیاوی اعتبار سے باا ثرہوتے ہیں اور قومی ودینی غیرت کے پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی روایات واقدار کی بقاء اور تحفّظ کے لئے آخری حد تک جانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

"کفری سے صدیق آباد تک" کی اگر مختصر تاریخ اور پس منظر پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں دو شخصیات ایسی نظر آتی ہیں جن کی مُخلصانہ مَساعی اور کاوشوں کے نتیجے میں قصبہ "کفری" کو "صدیق آباد" جیسا خوبصورت اور پیارا نام نصیب ہوا۔

ایک استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ اور دوسرے اُن کے شاگردِ رشید حافظ ظہور احمد صاحب ہیں۔

حافظ ظہور احمد صاحب "تبدیلیٔ نام" کی مختصر روئیداد کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحب رحمہ اُللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر کہنے لگا کہ "آپ اپنے گاؤں کا نام تبدیل کردیں تو بہت اچھا ہوگا"۔ اس تجویز پر حضرت الاستاذؒ نے اپنے صاحبزادے مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کو بُلوا کر فرمایا کہ "آپ قانونی راستہ اختیار کر کے کفری کا نام تبدیل کرادیں"۔ صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا۔ "جی بہت اچھا"۔ اس جواب پر حضرت الاستاذؒ ناراض ہوئے اور فرمایا۔ "حافظ صاحب آپ سے پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ کفری کا نام تبدیل کرائیں تو آپ جواباً "جی بہت اچھا"۔ کہہ دیتے ہیں۔ سُنو! اس کے لیے سنجیدہ کوشش شروع کردیں۔ تبدیلیٔ نام کے حوالے سے ابتدائی معلومات اور یہ کہ قانونی راستہ کونسا ہے؟ پہلے مرحلے میں کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟ اس سلسلے میں (صاحبزادہ مولانا) معین الدین (صاحب) سے رابطہ کریں اور سردست اُن کو آگے رکھیں۔ حضرتؒ کے اس حکم اور تجویز کے بعد صاحبزادہ معین الدین صاحب نے تگ ودو شروع کردی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے قانونی پیچیدگیاں معلوم کیں اور اس راہ سے تحریک کو قدرے تیز کردیا گیا۔

Marfat.com

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے "کفری" کا نام خلفائے راشدین میں سے کسی ایک کے نام پر رکھنے کی تجویز دی اور مجھے حکم دیا کہ آپ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے پاس جا کر میری خواہش اور تمنّا کا اظہار کر کے اُن سے بھی مشاورت کریں۔ چنانچہ مَیں صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے پاس حاضر ہُوا اور آنے کی تفصیلی غرض وغایت بیان کی۔ صاحبزادہ صاحب نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اُمتِ مسلمہ کے کندھوں پر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا میری تجویز یہ ہے کہ "کفری" کا نام "صدیق آباد" رکھا جائے۔ اس پر ایک سوال اُٹھایا گیا کہ "انگہ" کے ایک مُحلے کا نام بھی "صدیق آباد" ہے اگر "کفری" کا نام بھی "صدیق آباد" رکھ لیا جائے تو کیا دو ایک جیسے ناموں میں اِلتباس پیدا نہیں ہو گا؟ اس پر صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ شہر کے نام کے مقابلہ میں "مُحلے" کے نام کی کوئی حیثیّت نہیں ہوتی۔ بنابریں "صدیق آباد" نام ہی موزوں ہے۔ میں نے واپس آکر حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں صاحبزادہ عزیز صاحب کی ساری گفتگو اور تجویز رکھ دی۔ آپ نے فرمایا "واقعی امتِ مسلمہ کے کندھوں پر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات بہت زیادہ ہیں، لہٰذا "کفری" کا نام "صدیق آباد" ہی ہونا چاہیے۔

قصہ مختصر نام پر اتفاق ہو جانے کے بعد استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ نے ایک درخواست تیار کی، جس کا کچھ حصہ استاذِ محترم نے اور کچھ ماسٹر محمود الحسن صاحب نے لکھا جو اردو زبان و ادب سے کافی مناسبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد درخواست پر چار سو افراد کے دستخط کرائے گئے۔ اس درخواست پر صاحبزادہ مولانا حافظ احمد رضا صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ شریف نے پورے اہتمام کے ساتھ تائیدی دستخط کئے اور درخواست لے کر صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے پاس حاضر ہوئے تاکہ وہ بھی تائیدی دستخط کر دیں۔ لیکن یہ سُن کر حیرت میں ڈوب گئے کہ جس شخصیت نے از خود "کفری" کا نام "صدیق آباد" تجویز کیا، وہ دستخط کرنے سے مُنحرف اور انکاری ہو گئی۔

Marfat.com

یوں اس تحریک کے خلاف ایک گھناؤنی اور سنگین سازش کی گئی۔ اس کے مقابلے میں خفیہ طور پر ایک نئی تحریک یہ شروع کی گئی کہ "کفری" کا نام صاحبزادہ عزیز احمد کے نام پر "عزیز آباد" رکھا جائے۔ چنانچہ ہم چند ساتھی حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس نئی سازش سے آگاہ کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ "مجھے خدشہ تھا کہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب انکار کر دیں گے۔" بہر حال حضرتؒ نے ہمیں دوبارہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے پاس بھیجا کہ اُن سے کہیں کہ آپ نے خود ہی تو "صدیق آباد" نام تجویز کیا ہے۔ اب آپ کے انکار کی وجہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہم چند ساتھی مکان شریف پر پہنچ گئے اور حضرتؒ کا پیغام پہنچا دیا اور کہا کہ ہم انتہائی حیران بھی ہیں اور پریشان بھی، آپ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنے نام کو ترجیح دے رہے ہیں؟ کیا یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ کے ادب و احترام اور عظمت کے خلاف نہیں؟ آپ کے قول و فعل میں یہ تضاد کیسا ہے؟ اس پر صاحبزادہ عزیز احمد نے کہا کہ اگر کوئی "عزیز آباد" کی تحریک چلا رہا ہے تو مجھے اس کا کچھ علم نہیں۔ ہم نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تحریک آپ کے نام پر چل رہی ہو اور آپ کو اس کا علم نہ ہو۔ اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور کہا "مَیں یہ تحریک ختم کرتا ہوں"۔ اس کے بعد انہوں نے درخواست پر دستخط کر دیئے۔ درخواست پر نہ صرف یہ کہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے دستخط ہیں بلکہ اُن کے جانشین اور صاحبزادے حامد عزیز صاحب کے بھی دستخط ہیں۔

حافظ ظہور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حاجی خیر محمد صاحب اس وقت یونین کونسل کے ممبر تھے۔ انکی تحریک پر ملک محمد ایوب صاحب چیئرمین یونین کونسل نے اجلاس بُلا کر ایک قرارداد پاس کرائی کہ "کفری" کا نام تبدیل کر کے "صدیق آباد" رکھا جائے۔ بعد ازاں درخواست مَع قرارداد D.C کے سامنے پیش کی گئی۔ D.C نے تمام متعلقہ اداروں مثلاً ڈاک و مال کو ایک لیٹر جاری کیا اور اُن سے رائے طلب کی کہ "کفری" کا نام تبدیل کرنے سے انتظامی اُمور میں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئے گی؟ تمام

Marfat.com

اداروں نے جواباً D.C کو رپورٹ O.K کر دی۔ اس کے بعد ڈی سی نے اپنے طور پر تحقیق اور اطمینان کے لئے ایک سرکاری کارندہ کفری بھیجا تاکہ وہ کفری کے باشندوں سے مِل کر اکثریت کی رائے معلوم کرے۔ چنانچہ اکثریت نے "صدیق آباد" کی تائید و حمایت کر دی۔ اس کے بعد ڈی سی نے درخواست منظور کر کے A.C سرگودھا کو بھیج دی تاکہ باقی مراحل طے کئے جائیں۔ A.C کے فرائض اس وقت ایک ایسے شخص انجام دے رہے تھے جو صدیق آباد کے باشندے تھے۔ انہوں نے اس مسئلے کو سنجیدگی سے نہیں لیا بلکہ اس کو اپنی اَنا کا مسئلہ بنالیا۔ اور فرمایا کہ مَیں اتنی بڑی پوسٹ پر بیٹھا ہوں اور کفری کا باشندہ ہوں لیکن مجھ سے رائے تک طلب نہیں کی گئی۔ انہوں نے اس درخواست کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور کہا کہ "کفری" کا نام ہماری پہچان ہے یہ تبدیل نہیں ہوگا اور درخواست پیش کرنے والے چند احباب کو مایوسی کے عالم میں واپس کر دیا۔ صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب نے نام کی تبدیلی کے حوالے سے بات کی تو ہنس کر ٹال دیا۔ اسی طرح حیدر عُثمان صاحب سے بات کی لیکن انہوں نے بھی ہنس کر ٹال دیا۔ کچھ عرصہ کے لئے یہ تحریک دب گئی کیونکہ اسکی کامیابی کا ہر راستہ A.C آفس سے ہو کر گزرتا تھا اور A.C آفس میں جو شخص تشریف فرماتے تھے وہ اس تحریک کو کچلنے کے خواہاں تھے۔ اس تحریک کی ناکامی پر ہم کچھ عرصہ کے لئے خاموش ہو کر بیٹھ گئے اور کسی مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔ اس کے بعد ہُوا یوں کہ محترم جناب کرنل محمد صادق صاحب الیکشن مہم کے دوران کفری تشریف لائے تو ہم نے اپنا مسئلہ اُن کے سامنے پیش کیا اور اُن سے تعاون کی درخواست کی۔ اس پر انہوں نے وعدہ کر لیا کہ الیکشن کی مصروفیات کے بعد سب سے پہلا کام یہی کرونگا۔

چنانچہ اُن کے وعدہ کے بعد ہماری ڈھارس بندھ گئی۔ کرنل صاحب نے الیکشن سے فراغت کے بعد ماسٹر خیر محمد صاحب کے توسط سے درخواست منگوائی اور براہِ راست A.C کو پیش کی۔ اس وقت سرگودھا ڈویژن کا A.C کوئی اور شخص تھا۔ نئے A.C نے کہا

Marfat.com

کہ آپ یہ قرارداد نئے سرے سے پاس کرائیں اس کے بعد میں آپکا یہ کام کر دونگا۔ محترم کرنل محمد صادق صاحب نے فون پر ہمیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ ہم نے دوبارہ اسی قرارداد پر ملک اصغر صاحب آف سُرکی ناظم یونین کونسل سے دستخط لئے اور از سرِ نو تبدیلیٔ نام کی قرارداد منظور کرا کے D.C کے سامنے پیش کر دی۔ انہوں نے دس روز کا وقت مانگا اور تحقیق کے لئے محکمہ مال سے ایک تحصیلدار بھیجا۔ کفری سے ایک طبقہ نے "صدیق آباد" نام کی بھرپور مخالفت کی، ممکن ہے اسکی وجہ ماسٹر خیر محمد صاحب کی خود ذات ہو۔ تاہم اس مرتبہ محترم جناب زبیر صاحب نے علانیہ حمایت کی۔ ماسٹر خیر محمد صاحب نے تحصیلدار پر واضح کیا کہ "صدیق آباد" نام میرا تجویز کردہ نہیں بلکہ یہ تو استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدابخش صاحب کا تجویز کردہ ہے اور تبدیلیٔ نام کے حوالے سے یہ تحریک انہی کی شروع کی ہوئی ہے۔ اس تحریک کی خشتِ اول حافظ ظہور احمد صاحب ہیں جو اس وقت آپ کے پاس موجود ہیں۔ آپ اُن سے ساری داستان سُن لیں۔ چنانچہ بندہ ظہور احمد نے "کفری" کے نام کی تبدیلی کے حوالے سے ماضی میں کی جانے والی جملہ مساعی اور کاوشوں کا تفصیلی ذکر کیا۔ تحصیلدار اچھی فکر کے انسان تھے۔ میری بات کو انہوں نے خوب سمجھ لیا اور کہا کہ میں نے پہلے بھی کئی نام تبدیل کرائے ہیں اور اب "کفری" کا نام بھی ان شاء اللہ تبدیل کراؤنگا۔ میں نے ساری بات استاذِ محترم حافظ محمد بخش صاحب کو بتلائی کہ آپ کے خاندان کے بعض لوگوں نے "صدیق آباد" کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے "صدیق آباد نام، نامنظور" کے خانے میں دستخط کئے ہیں۔ آئندہ جمعۃ المبارک کے بیان میں حضرت استاذِ محترم نے مخالفت کرنے والوں کی خوب خبر لی۔ بعد ازاں مخالفین نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا "معافی کی اب صورت یہ ہوگی کہ دوبارہ تحصیلدار کے آفس میں جا کر نیا فارم لے کر "صدیق آباد نام منظور" کے خانے میں دستخط کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس ساری کاروائی کے بعد تحصیلدار نے اپنی رپورٹ D.C کو دی اور D.C نے

Marfat.com

منظوری دے کر A.C کے ہاں بھیج دی۔ A.C آفس سے محترم جناب کرنل محمد صادق صاحب کی کوشش اور پیروی کے نتیجے میں درخواست منظور ہو کر بورڈ آف ریونیو میں چلی گئی۔ بورڈ آف ریونیو سے منظور ہو کر وزیر اعلیٰ پنجاب اور گورنر پنجاب کے پاس پہنچی۔ انہوں نے بھی منظوری کے لئے دستخط کر دیئے اور بالآخر یوں حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کی فکر اور استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کی قربانیوں اور محنتوں کے نتیجے میں شروع ہونے والی "تحریک تبدیلیٔ نام" پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ (راوی: صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد)

حضرت استاذِ محترم حافظ محمد بخش صاحبؒ گو آج ہمارے اندر موجود نہیں، تاہم انہیں زندگی میں یہ خوش خبری مل چکی تھی کہ "صدیق آباد" کی منظوری بورڈ آف ریونیو سے ہو چکی ہے۔

"کفری" کے نام کی تبدیلی کے حوالے سے بعض حضرات کا کردار کلیدی، بعض کا معاوِن اور مُشیر کی حیثیت سے رہا ہے۔ جن میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب، استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب، حافظ ظہور احمد صاحب، محترم جناب کرنل محمد صادق صاحب، صاحبزادہ مولانا معین الدین صاحب، صاحبزادہ مولانا احمد رضا صاحب اور ماسٹر خیر محمد صاحب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

بابؒ نمبر 30

تحریکِ تحفّظِ ناموس صحابہؓ اور حضرت استاذِ محترمؒ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کا مقام اور مرتبہ، اُن کی عظمت اور مناقب کیا ہیں؟ بعد والے نہ بیان کرسکتے ہیں، اور نہ انہیں حاشیہ تصور میں لاسکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ بہت بڑے تھے۔ اُن کے مقابلہ میں بعد کے زمانوں میں آنے والے بہت چھوٹے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی جماعت وہ مقدس اور خوش قسمت جماعت تھی جنہیں دُنیا ہی میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے پروانے مل گئے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) اللہ اُن سے راضی وہ اللہ سے راضی، اللہ تعالےٰ اپنی رضا کا پروانہ صرف اُسے عطا کرتے ہیں جس کے بارے میں اُن کے علم ازلی میں یہ بات طے ہے کہ ایمان لانے کے بعد موت تک وہ کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں کریگا۔ صحابہ کرامؓ کس قدر عظیم تھے، اس کا اندازہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۳ کے ایک حصے سے لگایا جاسکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔

"اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" ایسے ایمان لے آؤ جیسے صحابہ کرامؓ ایمان لے آئے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ خطاب منافقین کے بارے میں ہے۔ وہ اہلِ ایمان سے کہا کرتے۔

"اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ" ہم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ مومن نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے منافقین کے دعوائے ایمان کی نفی فرما کر ارشاد فرمایا کہ "اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو پھر ایمان ایسا لے کر آؤ جیسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخلص اور جانثار صحابہؓ کا ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کے بعد قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اُن کے ایمان کو کسوٹی قرار دیا۔ تابعین سے لے کر میرا اور آپ کا بلکہ رہتی دُنیا تک ہر ایک مدعیٔ ایمان کا ایمان

Marfat.com

صحابہؓ کے ایمان سے ملا کر پرکھا جائے گا، اگر صحابہؓ کے ایمان سے مِل گیا تو مقبول ورنہ مردود۔) دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ میرے اور آپ کے ایمان کا فیصلہ صحابہ کرامؓ کریں گے نہ یہ کہ ہم اور آپ یا کوئی اور صحابہ کرامؓ کے ایمان کا فیصلہ کریگا کہ اُن میں ایمان تھا یا نہیں، اگر تھا تو کس درجہ کا تھا؟

صحابہ کرامؓ تو وہ تھے کہ جن کے تذکرے اور اوصاف تورات وانجیل میں پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے بیان کردیئے ہیں۔ قرآنِ کریم اعلان کرتا ہے "أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ" وہ سب کے سب ہدایت یافتہ تھے۔ صحابہ کرامؓ کے فضائل اور مناقب قرآن وحدیث میں بہت زیادہ ہیں جنکا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔

تعجّب ہے اس شخص پر جو جہالت کے اندھیروں میں خود تو ٹھوکریں کھا رہا ہے اور نفسانی خواہشات کی گندگی میں ڈوبا ہُوا ہے اور وہ صحابہ کرامؓ کے ایمان کا فیصلہ کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس مقدس جماعت کے سامنے اسکی اوقات ہی کیا ہے؟ وہ قسمت کا ہارا ہوا یہ کہتا ہے کہ گو اللہ تعالےٰ نے اپنی آخری اور سچی کتاب میں انہیں اپنی رضا کا پروانہ عطا کیا ہے، لیکن مَیں اس سے مطمئن نہیں اور نہ مَیں اُن سے راضی ہوسکتا ہوں۔ بھلا بتلایئے ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہوسکتی ہے؟ کیا یہ مَجانین میں سے نہیں ہے؟

پھر حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام کیا ہے؟ اگر آپ بے خبر ہیں تو سُن لیجئے۔

① حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الكتابَ وَالحسابَ وَقِهِ العَذَابَ (البدایہ والنہایہ)

"اے اللہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے محفوظ فرما"۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے بھی آتی ہے۔

Marfat.com

(۲) حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ آپ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ

"اے اللہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو (لوگوں کیلئے) ہادی بنا، ہدایت یافتہ اور اُن کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت عطا فرما"۔

نوٹ: یہ روایات علامہ ابن کثیرؒ کے نزدیک صحیح اور حسن درجے کی ہیں۔

حضرت معاویہ اُمّت کے ماموں ہیں۔ کاتبِ وحی اور حضور اقدس ﷺ کے برادرِ نسبتی ہیں۔ ۵۵۰ احادیث کے راوی ہیں۔ آپ ﷺ کے قابلِ اعتماد مُنشی اور کاتب تھے۔ آپ نے متعدد شاہانِ عجم اور قائدین کُفر کو ۱۶۵ خطوط لکھے جن میں اُنہیں اسلام کی دعوت دی گئی، ان میں سے ۱۳۵ خطوط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لکھے گئے۔

یہ ساری تمہید اس لئے باندھی گئی کہ صدیق آباد (کفری) میں ایک شخص نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ آپ کی شان میں گستاخانہ زبان استعمال کرتا۔ یہ شخص پہلے فوج میں ملازم رہا اور پھر صوبیدار کے رینک پر ریٹائرڈ ہوا۔ ایم اے اسلامیات تک عصری تعلیم کا مدعی تھا۔ اپنے آپ کو عقلِ کُل اور محقق خیال کرتا تھا۔ گو شعوری طور پر بسم اللہ کا ترجمہ بھی نہ کر سکتا تھا۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد سکول میں کچھ عرصہ بطور SST ٹیچر کے کام کرتا رہا۔ پھر غالباً یہ شخص کویت چلا گیا۔ جب وہاں سے واپس لوٹا تو اس کے عقائد و نظریات یکسر بدل چکے تھے اور یہ شخص اہل السنّۃ والجماعت سے نکل چکا تھا۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ یہ شخص فکری ارتداد میں مبتلا ہو گیا تھا۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے اپنے گمراہ اور گمراہ کنندہ پیر کے آستانہ اُلیہ حویلیاں (ایبٹ آباد) پر تعلیم و تربیت کے لئے قیام پذیر رہا۔ ۱۹۹۲ء میں اس شخص نے اپنے خبثِ باطن کا اسطرح اظہار کیا کہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں "ندائے حق" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں اس نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نمبر لگا کر ۶۲

Marfat.com

گالیاں دیں اور پھر اسکو تقسیم کرا دیا۔ علاوہ ازیں کچھ عرصہ جامع مسجد غوثیہ اور جامع مسجد قاضیاں والی میں جمعۃ المبارک کے موقع پر تقریر کی صورت میں اور بعض نجی محافل و مجالس میں درسِ حدیث کی صورت میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کا نشانہ بنایا۔

اس قسم کی پلید تحریک پر بند باندھنا دینی و ایمانی غیرت کا تقاضا تھا۔ چنانچہ استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب اور مولانا احمد رضا صاحب اس شخص کی ناپاک تحریک کو کچلنے کیلئے میدانِ عمل میں آئے اور اِن ہر دو بزرگوں نے صدیق آباد (کفری) شہر کی تقریباً ہر مسجد میں بعد نمازِ عشاء اجتماعات منعقد کئے جن میں بالعموم صحابہ کرامؓ کے مناقب و فضائل کے علاوہ بالخصوص سیّدنا امیر معاویہؓ کی عظمت، مقام اور مرتبے کو قرآن و سُنت اور اجماعِ امت کی روشنی میں اُجاگر کیا گیا اور اس ناپاک اور پلید تحریک کے بانی اور اس کے ہمنواؤں کے دجل و فریب کا پردہ چاک کیا گیا۔ اس سلسلے کا آخری اجتماع بعد نمازِ عشاء جامع مسجد غوثیہ میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں اس تحریک کے بانی کے ہمنوا بھی شریک تھے۔ جن میں سے ایک کافی متحرک نظر آ رہا تھا، بلکہ اپنے پیرِ فرتُوت کا نمائندہ بن کر اس کی تائید و حمایت میں گفتگو کرنے لگا۔

قصہ مختصر کہ جب یہ شخص افہام و تفہیم کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی سے باز نہ آیا تو اِن ہر دو بزرگوں نے اہالیان صدیق آباد کو اس شخص سے مکمل سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا۔ یہ بائیکاٹ فیصلہ کُن اور تاریخی تھا۔ شہر کے ہر طبقے، امیر و غریب اور چھوٹے بڑے نے اس شخص کا بائیکاٹ کر دیا۔ حتیٰ کہ خواتین کی دینی حمیت بھی خوب بیدار ہوئی اور انہوں نے بھی مکمل ساتھ دیا۔ یہ شخص اس سخت قسم کے بائیکاٹ کا تحمل نہ کر سکا کیونکہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود اس پر تنگ ہو گئی۔ بالآخر یہ شخص مجبور ہو کر صدیق آباد سے بھاگ کھڑا ہوا اور سرگودھا جا کر پناہ لی۔ وہاں پہنچ کر بھی یہ شخص اس گستاخی سے باز نہ آیا اور بذریعہ ڈاک وہی گستاخانہ لٹریچر صدیق آباد کے بعض تعلیم یافتہ،

Marfat.com

مہذب اور سنجیدہ قسم کے لوگوں کو بھیجتا رہا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ بائیکاٹ سے اسکی زندگی چونکہ اس کے لئے عذاب بن چکی تھی اور کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے؟

قرآن کریم اعلان کرتا ہے کہ شیطان (ابلیس) انسان کا بدترین دشمن ہے۔ چنانچہ اس نے منصوبہ بنا کر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کے سامنے رکھا کہ جاؤ اور صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے سامنے جا کر توبہ کر لو۔ حالانکہ پورا شہر گواہ ہے کہ سیّدنا امیر معاویہؓ کے خلاف چلنے والی اس تحریک میں صاحبزادہ صاحب کا کوئی کردار سامنے نہ تھا۔ غالباً مکان شریف پر ہونے والے سالانہ عرس یا کسی جمعۃ المبارک کے موقع پر اپنے ناپاک اور پلید عقائد سے براٗت کا اعلان کر دیا۔ یہ درحقیقت صاحبزادے صاحب کو بھی دھوکہ دے رہا تھا جسے وہ نہ سمجھ سکے۔ اس شخص نے تقیہ کر لیا یعنی وقتی طور پر خاموش ہو گیا تاکہ اس کے خلاف عام مُسلمانوں کے دلوں میں بھڑکنے والی آتشِ نفرت کے شعلے فِرو ہو جائیں اور بعد ازاں مناسب وقت پر پھر اپنی ناپاک تحریک شروع کر دے گا۔

مکان شریف پر اپنے ناپاک و پلید عقائد سے وقتی طور پر براءت کا اعلان کرنے کے بعد گو اِن دو بزرگوں کی شروع کی ہوئی تحریک قدرے ماند پڑ گئی تاہم اب بھی سوسائٹی کا دباؤ ناقابلِ تحمل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس ناپاک تحریک کے بانی کے بھائی نے اپریل ۱۹۹۲ء میں ایک معافی نامہ تحریر کیا جس میں آئندہ کے لئے سیدنا امیر معاویہؓ کی شان میں تحریراً یا تقریراً کسی قسم کی گستاخی نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی۔ اب کچھ عرصہ کے لئے خاموشی ہو گئی۔ لیکن اس پلید تحریک کے بانی نے صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کی شہ اور اُن کے صاحبزادہ کی مکمل حمایت وتعاون سے تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا امام مدرسہ قمر الاسلام مکان شریف کے مہتمم صاحب کا فرستادہ تھا۔ کچھ عرصہ محترم عبدالقیوم صاحب دیوبندی بھی مسجدِ موصوف کے امام رہے لیکن وہ بہت

Marfat.com

جلد اس ناپاک تحریک کے بانی کو سمجھ گئے اور انہوں نے اس شخص کے ناپاک عزائم کا پردہ چاک کر دیا۔

مئی ۲۰۱۰ء کو اس شخص نے دوبارہ اپنے گستاخانہ عقائد کا علانیہ پرچار شروع کر دیا۔ شاید یہ خیال کیا ہو کہ جن دو بزرگوں نے اس کا تعاقب کر رکھا تھا وہ تو دُنیا سے جا چکے اب میدان خالی ہے۔ کسی ردِ عمل کی توقع نہیں۔ لیکن اس شخص کو کیا خبر تھی کہ گو وہ دو بزرگ دُنیا سے رخصت ہو چکے تاہم اِن کی غیرت مند اور سعادت مند اولاد تو موجود ہے؟ اُن کی رگوں میں اپنے آباء کا گرم خون دوڑ رہا ہے جو اَعدائے دین اور دشمنانِ صحابہؓ کو سکون کی نیند نہیں لینے دے گی۔

چنانچہ سوچ اور خیال کے بالکل برعکس صورتِ حال پیش آگئی۔ مولانا صاحبزادہ قادر بخش صاحب اور مولانا صاحبزادہ خبیب احمد صاحب اپنے آباء کی سُنت کو زندہ رکھتے ہوئے میدان میں اُتر پڑے۔ دونوں صاحبزادگان اور اُن کے ہم مسلک و ہم مشرب وقتی طور پر دبی ہوئی اس ناپاک تحریک کو کچلنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ فیصلہ ہوا کہ اس شخص کو نوشہرہ تھانہ تک لے جایا جائے اور ایس ایچ او صاحب کے سامنے ساری حقیقت بیان کرنے کے بعد اس شخص سے تحریری توبہ نامہ اور معافی نامہ لیا جائے۔

بالآخر تھانہ نوشہرہ میں پولیس کی موجودگی میں ۳ جون ۲۰۱۰ء کو تحریری توبہ نامہ اور معافی نامہ مرتب کیا گیا۔ یہ تو عالم اسباب کی ایک تدبیر تھی اور ہم اس کے مکلف ہیں تاہم دشمنانِ اسلام سے کبھی بھی بے خبر اور غافل نہیں رہنا چاہیے وہ دوبارہ، سہ بارہ کسی وقت بھی سر اُٹھا سکتے ہیں۔ لہذا ہمہ وقت عصائے موسیٰ ہاتھ میں رہنا چاہیے تاکہ بوقت ضرورت اُن کا سر کچلا جا سکے۔

Marfat.com

باب نمبر 31

سانحہ ارتحال

حضرت استاذِ محترم تین قسم کے عوارض میں مبتلا تھے۔ شوگر، بلڈ پریشر اور دل کی تکلیف۔ معالجوں کی ہدایات کے مطابق سو فیصد پرہیز کرتے۔ جس درجہ کی پرہیز اس ناکارہ راقم الحروف نے حضرتؒ کی زندگی میں دیکھی اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملی۔ مذکورہ بالا عوارض میں مبتلا ہونے کے باوجود عام لوگوں کو محسوس نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور نہ ہی کبھی کوئی شکوہ و شکایت کا کلمہ زبان پر لائے۔ شرعی دائرے میں رہ کر علاج معالجہ جاری رکھتے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے تسلیم و رضا کا پیکر بنے رہتے۔

ان تمام عوارض کے باوجود اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو نہ صرف نبھاتے بلکہ حق ادا کر دیتے۔ جن میں جامعہ کا اہتمام، نظامت، تدریس، طلبہ کے اعمال کی نگرانی، تعلیم کیساتھ کیساتھ اُن کی روحانی تربیت، افتاء، مہمانوں کی خدمت، عام مُسلمانوں کی غمی و خوشی میں شرکت، مریضوں کی عیادت، تبلیغی کام میں عملاً شرکت، دوسرے شہروں میں بڑے بڑے دینی مدارس کے پروگراموں میں شرکت اور جامعہ عائشہ للبنات کی مکمل نگرانی جیسے تمام اُمور داخل ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا: میں جب چلتا ہوں تو سانس پھول جاتا ہے۔ اہل خانہ، عزیز و اقارب اور اپنی صاحبزادی سے مشورہ طلب کیا تو ان حالات میں اکثریت نے یہ کہا کہ ڈاکٹرز حضرات سے بھی مشاورت کر لی جائے اور اس کے بعد کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے۔

حضرت استاذِ محترمؒ دل کی تکلیف کے باعث متعدد بار لاہور تشریف لائے۔ تیسرے سفر میں رمضان شریف سے پہلے "سٹی سکین" کے لئے لاہور "اشفاق کلینک" جیل روڈ، تشریف لائے، یہ کلینک انتہائی مصروف ہے۔ مریضوں کا رجوع اس طرف

Marfat.com

بہت زیادہ ہے۔ کام کے دباؤ کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب سے کم از کم ایک ماہ پہلے وقت لینا پڑتا ہے تب جا کر مریض کو چیک اپ (Check Up) کرانے کی باری آتی ہے۔

بریگیڈیئر محمد عزیز صاحب آف نوشہرہ حضرت استاذِ محترم کے شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے اپنے ذاتی تعلقات کو استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر اشفاق صاحب سے وقت جلدی لے لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے "سٹی سکین" کرانے کا مشورہ دیا۔ کلینک میں اس کا عمدہ انتظام موجود تھا۔ چنانچہ سٹی سکین کرالیا گیا۔ جس کا رزلٹ ایک ہفتہ بعد ملا۔ رزلٹ سے یہ پریشان کن اور حیران کن بات سامنے آئی کہ دل کے سارے وال بند ہیں۔

پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی سے "انجیوگرافی" کرایا۔ رزلٹ وہی آیا کہ سارے وال بند ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ انہیں سخت آرام کی ضرورت ہے۔ چارپائی پر لیٹے رہیں اور سر تک نہ ہلائیں اور کہا کہ حیرت ہے کہ یہ زندہ کیسے ہیں! آئندہ کسی وقت بھی انہیں جان لیوا دورہ پڑ سکتا ہے۔ اس لئے ہمارا ہمدردانہ اور خیر خواہانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ واپس گاؤں نہ جائیں بلکہ ایڈمٹ ہو جائیں۔

حضرت استاذِ محترمؒ کی صاحبزادی کا اصرار تھا کہ ہم ایک بار ضرور گھر جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ اِن سے دشمنی کر رہے ہیں۔ اِن حالات میں سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ بہر حال حضرت رحمہ اللہ واپس صدیق آباد تشریف لے آئے۔ رمضان شریف گھر پر گزارا۔ عید الفطر کے بعد جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ مقرر کئے، جامعہ عائشہ للبنات میں معلمات کا تقرر کیا۔ طلبہ و طالبات کے اسباق تقسیم کئے، سب کو قیمتی نصیحتوں سے نوازا، جیسے کوئی لمبے سفر پر جانے والا مسافر اپنے اہلِ تعلق اور گھر والوں کو نصیحتیں کرتا ہے۔ جامعہ کے ضروری اور اہم اُمور نمٹانے کے بعد لاہور کے لئے عازمِ سفر ہوئے۔ دورانِ سفر سب سے پہلے جوہر آباد اپنے برادرِ صغیر جناب میجر نظام الدین صاحب کے بنگلہ پر تشریف لائے، وہاں سے فراغت کے بعد اپنی ہمشیرہ سعادت بی بی صاحبہ کے گھر سرگودھا تشریف لائے۔ مختصر قیام کے بعد لاہور کے لئے سفر شروع

Marfat.com

کر دیا۔ لاہور پہنچ کر ناکارہ مؤلف کے ہاں تشریف لائے۔ رات ہمارے ہاں گزارنے کے بعد صبح کو پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی پہنچ گئے اور آپریشن کے لئے ایڈمٹ (Admit) ہو گئے۔

اس موقع پر بریگیڈیر محمد عزیز صاحب کے صاحبزادے فیصل عزیز صاحب ساتھ ساتھ رہے۔ اور پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں فوری داخلہ کے مرکزی کردار بھی یہی ہیں۔ سارا دن مختلف قسم کے ٹیسٹوں میں گزرا، دل کے آپریشن سے پہلے ڈاکٹر غفار صاحب نے مشورہ دیا کہ گردوں کے سپیشلسٹ ڈاکٹر سے ایک بار گردے چیک اپ کرا لیں۔

ڈاکٹر اظہر صاحب آپریشن کے خلاف تھے اور ڈاکٹر غفار صاحب پر سخت ناراض ہوئے کہ انہوں نے آپریشن کا فیصلہ کیسے کر لیا؟ مریض آپریشن کے قابل نہیں، کیونکہ عمر زیادہ ہونے کے علاوہ شوگر بھی بیس سال پرانی ہے۔ بہر حال اینجیو گرافی کی رپورٹ دیکھنے کے بعد ڈاکٹر اظہر صاحب نے بھی آپریشن کی اجازت دے دی۔ گردوں کے سپیشلسٹ ڈاکٹر صاحب سے چیک کرایا تو آپریشن کے بارے میں اُن کے تاثرات یہ تھے کہ آپریشن کی کامیابی کے ۹۵ فیصد چانسز ہیں۔ کئی دن تک گردوں کا بھی علاج ہوتا رہا ہے۔

حضرتؒ کے ساتھ گھر سے جو افراد خدمت اور تیمارداری کے لئے آئے ہوئے تھے انکا خیال تھا کہ آپریشن نہ کرایا جائے۔ گھر واپس چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب تو تسلی دیتے ہیں کہ ۹۵ فیصد آپریشن کی کامیابی کے چانسز ہیں اور صرف ۵ فیصد ناکامی کے۔ تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ۹۵ فیصد زیادہ ہے یا ۵ فیصد۔ اور فرمایا کہ اگر آپریشن کے نتیجے میں موت مقدر ہے تو وہ صدیق آباد، اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بھی آجائے گی۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ گھر کے ڈرائنگ روم میں عزرائیل علیہ السّلام نہیں آسکتے؟ کیا وہ اس جگہ پر آنے سے ڈر جائیں گے؟ فرمایا: بندہ کو اپنے رب کے ہر فیصلے

Marfat.com

پر راضی رہنا چاہیے۔ اگر موت کا وقت آ چکا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اگر زندگی باقی ہے تو کوئی مار نہیں سکتا"۔

آپ نے اپنی ڈائری پر چند باتیں تحریر فرمائیں۔

① ہر ہفتہ جامعہ اسلامیہ میں طلبہ وطالبات کے لئے اصلاحی بیان ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے مُختلف عُلمائے کرام کو دعوت دی جاتی رہے۔

② طلبہ کو جامعہ کے ماحول میں روزانہ کھیلنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

③ جامعہ کے تمام اُمور، مثلاً انتظامی، تعلیمی، مالی اور تربیتی ضبط تحریر میں لائے جائیں۔

④ جامعہ کے ماحول کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھا جائے۔

⑤ صاحبزادی سے فرمایا کہ درج ذیل آیتِ مبارکہ پر کاربند رہنا۔ اللہ تعالےٰ عزت عطا کریں گے اور مشکلات کو غیب سے حل فرمائیں گے۔

آیت یہ ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(سورۃ الطلاق)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دیگا اور اسکو ایسی جگہ سے رزق عطا کریگا جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہو گا۔

اپنے صاحبزادے مولانا قادر بخش صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: میرے بعد جامعہ اسلامیہ کا نظم ونسق آپ نے چلانا ہے۔ اخلاص اور پوری ذمہ داری سے چلانا ہے۔ جامعہ بڑی قربانیاں دے کر بنایا گیا ہے۔ اسکی بنیاد ہم نے اخلاص پر رکھی تھی اور اخلاص ہی کی وجہ سے ترقی اور عروج کی راہوں پر چل نکلے گا۔

آپریشن تھیٹر میں جانے سے پہلے میجر نظام الدین صاحب نے خفیہ طور پر حضرتؒ کی تصویریں بنالیں۔ آپ چونکہ تصویروں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ ایک دفعہ دیکھنے کے بعد موبائل خراب ہو گیا اور اس طرح آپ کی تصاویر بھی ضائع ہو گئیں۔

Marfat.com

آپریشن روم میں جانے سے پہلے سب سے ملاقات کی، چہرے پر کسی قسم کی پریشانی کے آثار نظر نہیں آتے تھے، بلکہ الحمدللہ چہرہ ہشاش بشاش اور اطمینانی کیفیت سے پُر تھا۔

حضرتؒ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ آپریشن تھیٹر میں جانے سے پہلے آپ نے سب سے ملاقات کی لیکن مَیں نے ملاقات نہیں کی اور مَیں نے نرس سے کہا کہ مَیں اَباجی کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ مجھے اس کمرہ میں ساتھ لے چلیں جس میں آپریشن سے پہلے مریض کے کپڑے تبدیل کئے جاتے ہیں۔ نرس نے میری درخواست کو قبول کر لیا اور مجھے مطلوبہ کمرے میں لے گئی۔

یہاں مَیں نے اباجی کا لباس تبدیل کیا۔ گھڑی اُتاری، جوتیاں اُتاردیں اور پھر چند لمحوں کے لئے اباجی کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی، کیونکہ اس دُنیا میں میرا واحد سہارا بس یہی تھے۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس موقع پر ایک کمزور انسان کو کیسے کیسے پریشان کن، بے چین اور بے قرار کرنے والے خیالات گھیر لیتے ہیں۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں۔

ٹکٹکی باندھ کر مسلسل آپ کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے اس وقت شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا کہ آپ کے چہرے کا نور بڑھتا ہی چلا جارہا تھا۔ آپ کا چہرہ انتہائی خوبصورت اور حسن و جمال کا ایک پیکر محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے بعد میں کمرے سے باہر آگئی۔

آپریشن شام پانچ بجے تک ہو گیا تھا۔ اہلِ عقیدت و محبّت موبائل پر مبارکباد دینے لگے۔ بعض اہلِ تعلق اپنے خیال کے مطابق خوش ہو کر گلدستے پیش کر رہے تھے۔ حالانکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ تاہم انہیں اباجی کے کامیاب آپریشن پر بہت خوشی ہوئی۔

رات نو بجے جب میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گئی تو انہوں نے کہا کہ حالت تشویش

Marfat.com

ناک ہے۔ یہ سُن کر مَیں آنسو برساتی باہر آگئی۔ اور کثرت سے دُعاؤں کا اہتمام شروع کر دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پریشانی کے عالم میں ہماری نبضیں بھی ڈوب رہی تھیں لیکن بندہ عاجز کیا کر سکتا ہے؟

اگلے دن ایک بجے ہمیں بتایا گیا کہ مریض کو پیشاب نہیں آرہا۔ محترم فیصل عزیز صاحب رات کے دو بجے گردوں کے ڈاکٹر صاحب کو گھر سے اُٹھا لائے۔ انہوں نے معائنہ کیا تاہم تسلی کے الفاظ اُن کے پاس بھی نہیں تھے۔ بالآخر پاؤں میں سوجن آگئی۔ مَیں نے اپنے طور پر کچھ مقدس کلمات پڑھ کر دم کیا۔ مجھے دیکھ کر نرس نے کہا کہ یہ بزرگ تو ہر وقت کچھ پڑھتے ہی رہتے ہیں۔

تیسرے دن جب میں ساڑھے بارہ بجے ابا جی کے پاس حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ بلڈ پریشر بتانے والی مشین زندگی سے ناامید کر رہی ہے تو میں نے ان حالات میں ابا جی کے کان کے پاس منہ کر کے آہستہ آہستہ کلمہ شہادت پڑھا۔ آپ کی زبان اُس وقت حرکت کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا باہر چلی جاؤ، اب ڈاکٹر صاحب نے آنا ہے۔ میں باہر آگئی۔ میرے دونوں بھائی مولانا حافظ قادر بخش اور محمد فیصل دوائی لینے کیلئے میڈیکل سٹور پر گئے ہوئے تھے، واپس آتے ہوئے مجھے راستے میں ملے۔ انہوں نے کہا کہ دوائی اندر پہنچا دیں۔ مَیں نے نمناک آنکھوں سے کہا کہ اب ابا جی کو دوائی کی ضرورت نہیں۔ اُن کی جدائی کا وقت قریب آپہنچا ہے۔

جس دن ڈاکٹروں نے آپریشن کا بتایا تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادی کو بلا کر وصیتیں کر رہے ہیں۔ بار بار انہیں بلاتے ملاقات کرتے اور قیمتی نصائح و وصایا سے نوازتے۔ آپ کے طرزِ عمل سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل پر پہنچنے کا اشارہ دے رہا ہو۔

تاہم یہ ناکارہ ڈاکٹر قاضی صاحب جو کہ پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے سینٹرل لیب کے انچارج تھے، کو ساتھ لیکر وارڈ میں حضرتؒ کے پاس گیا۔ حضرت تو

Marfat.com

قومے میں تھے۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹروں سے پوچھا گیا کہ کیا صورت حال ہے تو انہوں نے ساری بات بتادی۔ ہم صدمے میں ڈوبے باہر آ گئے۔ لیکن اندر کی مایوس کن صورت حال سے کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ ناکارہ مؤلف اپنے گھر مُصطفٰے آباد (دھرمپورہ) آگیا۔ سورج غروب ہو گیا لیکن ہماری نبضیں تیز ہو گئیں۔ اور دل میں بے چینی اور بے قراری نے ڈیرے جما لیے۔ رات کو کروٹیں بدلتا رہا، تا آنکہ رات کے دو بجے موبائل فون کی گھنٹی بجی تو گھبرا گیا اور دل کو یقین ہو گیا شاید حضرت استاذِ محترم ہمیں داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کے لیے اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ چکے تھے۔ موبائل سے کال کو سنا تو برادر محترم ظہیر الدین ملک صاحب کی آواز سنائی دی جو یہ کہہ رہے تھے کہ: بھائی قادر بخش اللہ تعالیٰ کے فیصلے غالب ہیں، انتہائی غم اور صدمے کیساتھ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ چچا جان (مولانا حافظ محمد بخش صاحب) کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم میت لیکر واپس صدیق آباد جا رہے ہیں۔ کل بروز........ بتاریخ ۱۲ نومبر ۲۰۰۷ء بعد نماز ظہر حضرت کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

حضرتؒ کا وصال دراصل ۱۱ نومبر ۲۰۰۷ء رات گیارہ بجے ہوا تھا۔ لیکن ہمیں تاخیر سے اطلاع دی گئی۔ میں نے اس افسوسناک خبر سے گھر والوں کو مطلع کیا۔ گھر والوں نے اب کیا آرام کرنا تھا؟ وہ بھی صدیق آباد جانے کی تیاری میں لگ گئے۔ ہم گھر کے تین افراد نے علی الصبح سفر شروع کر دیا اور ظہر سے کافی پہلے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد پہنچ گئے۔

حضرتؒ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک کے مختلف شہروں میں پھیل گئی چنانچہ ملک کے کونے کونے سے آپ کے شاگرد، اہل تعلق و محبّت، عزیز و اقارب پہنچنا شروع ہو گئے۔ ظہر کی نماز تک اہل محبّت کا ہزاروں کی تعداد میں ایک جم غفیر ہو گیا۔

حضرتؒ کو غسل کے لیے لایا گیا۔ غسل میں آپ کے شاگرد ہی شریک رہے۔ غسل کی اصل سعادت استاذ احمد حسن صاحب آف صدیق آباد کو نصیب ہوئی۔

Marfat.com

معاونین میں حضرت مولانا غلام مرتضےٰ، حضرت مولانا مقصود احمد، حضرت مولانا مولا بخش صاحب، حاجی غلام مصطفےٰ، مولانا محمود سرور، حافظ ظہور احمد، ماسٹر نصیر احمد، حافظ انور حسین اور ناکارہ راقم الحروف تھے۔

غسل اور کفن کے بعد میت کو نماز جنازہ کے لیے لایا گیا۔ اس دوران نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے پیر طریقت حضرت مولانا صاحبزادہ عبد الرحیم نقشبندی مدظلہ تشرلف لے آئے۔ اُن سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی گئی، جو انہوں نے بصد خوشی قبول کرلی۔ نماز جنازہ سے پہلے حضرت مولانا ظہور احمد علوی، مہتمم، جامعہ محمدیہ چائنہ چوک اسلام آباد نے چند تعزیتی کلمات کہے۔ حضرتؒ کی موصوف بہ ہمہ صفات شخصیت اور ان کی دینی خدمات کو اُجاگر اور خراج تحسین پیش کیا۔ بعد ازاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ کے بعد ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ حضرت کا آخری دیدار نصیب ہو جائے۔ مجمع چونکہ بہت زیادہ تھا اس لیے ایک خاص ترتیب سے بانسوں کے ذریعے میت کو گھیرے میں لیکر ایک طرف سے بانسوں ہی کے ذریعے تنگ راستہ بنایا گیا تاکہ سلیقے کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے سبھی لوگ زیارت کر سکیں۔

دیدارِ عام کے بعد میت کو تدفین کے لیے لایا گیا۔ حضرتؒ کی اولاد کی خواہش پر جامعہ اسلامیہ کی جامع مسجد کی محرابی شمالی کونے پر حضرتؒ کی قبر تیار کی گئی۔

بالآخر حضرت مولانا ظہور احمد علوی اور اسلام آباد کے بعض علمائے کرام اور صدیق آباد کے مقامی تلامذہ اور اہل عقیدت و محبّت جن میں ماسٹر احمد حسن، حافظ ظہور احمد، حافظ محمد عثمان، ماسٹر نصیر احمد، حاجی غلام مصطفےٰ اور امیر حسینؒ نے برستی آنکھوں اور سسکیوں کے ساتھ اس گوہر نایاب اور علم و عمل کے بے تاج بادشاہ کو لحد میں اتار کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھپا دیا۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے، اس منزل سے

Marfat.com

باب نمبر 32

متفرقات

بشارت

ایک جماعت (تبلیغی) ''کوڑھی'' گاؤں میں آئی، جس میں چند بنگلہ دیشی ساتھی بھی تھے۔ اُن میں سے کسی ایک نے خواب دیکھا کہ ''ایک خوبصورت چہرے والے بزرگ پانی کا لوٹا پکڑے حضور اقدس ﷺ کو وضو کرا رہے ہیں اور وضو والے پانی سے نور نکل رہا ہے۔ یہ صاحب خواب کے اندر یہ نورانی منظر نہایت ہی محبّت اور حیرت میں ڈوبے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس شخص نے وضو کرانے والے بزرگ شخص سے سوال کیا کہ آپ قیامت کے دن مجھے کہاں ملیں گے؟ بزرگ نے فرمایا: جہاں آپ کو یہ نور نظر آئے گا؟ مجھے وہاں پاؤ گے۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد صاحبِ خواب پر بڑا گہرا اثر تھا۔ اگلے دن جماعت صدیق آباد آگئی اور مسجد جنازہ گاہ میں اس نے قیام کیا۔ حضرت استاذِ محترم نماز عصر کے بعد نماز جنازہ یا جماعت کی نصرت کے لیے مسجد جنازہ گاہ تشریف لائے، ابھی مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے کہ صاحبِ خواب تبلیغی ساتھی کسی کام کے سلسلے میں مسجد سے باہر آئے اور ناگاہ اُن کی نگاہ حضرتؒ پر پڑی۔ فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو خواب میں حضور اقدس ﷺ کو وضو کرا رہے تھے۔ چنانچہ آپ سے لپٹ گئے۔ اور چھوڑنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ آپ تو مجھے ایسے مل رہے جیسے میرا اور آپ کا دیرینہ محبّت بھرا تعلق ہو اور ہم کئی سال کے بعد مل رہے ہوں حالانکہ میرا اور آپ کا اس سے پہلے کوئی تعارف اور باہمی تعلق نہیں۔ آخر وجہ کیا ہے؟ تب انہوں نے سارا خواب بیان کیا۔ بعد میں ایک جمعہ کے موقع پر حضرتؒ نے لوگوں کے سامنے، تحدیثِ نعمت کے طور پر اور خواب کو

Marfat.com

اپنے حق میں ایک بشارت خیال کرتے ہوئے بیان کیا، اور فرمایا: خواب دیکھنے والے نے جو نور دیکھا وہ در حقیقت قرآنِ کریم کا نور تھا۔ یہ امرِ واقعہ ہے کہ حضرتؒ نے قرآن کریم کی نشر و اشاعت، خدمت اور اس کی تدریس میں اپنے آپ کو کھپا دیا تھا۔ کلام اللہ سے محبّت دیوانگی کی حد تک تھی۔ آپ کے شب و روز اسی عظیم مقصد کے لیے وقف تھے۔ قرآن کریم کے ساتھ اس درجہ کا عشق، محبّت، لگن اور ذوق شوق کے حیرت انگیز ثمرات اور نتائج بھی اہالیان وادی پر مخفی نہیں۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واجعل جنت الفردوس مثواہ

(راوی: مولانا عزیز احمد صدیق آباد)

نماز تہجد

جناب نذر محمد صاحب (تبلیغی بھائی) جامعہ اسلامیہ میں رات کو "جامعہ عائشہ للبنات" کے لیے پہرہ دیا کرتے تھے۔ حضرتؒ نے انہیں کہہ رکھا تھا کہ تہجد کے وقت مجھے بیدار کر دیا کریں۔ چنانچہ نذر محمد صاحب حسبِ حکم جامعہ اسلامیہ کے آفس کے دروازے پر جا کر صرف ایک انگلی سے دستک دیا کرتے تھے۔ اس خفیف اور ہلکی سی آواز پر حضرتؒ بیدار ہو جاتے۔ بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے آپ کی زبان پر مسنون دعا جاری ہو جاتی۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر" اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے اور آخر میں بیدار کرنے والے بھائی کے لیے جزاک اللہ کہہ کر دعا کرتے۔

حافظ ظہور احمد صاحب آف صدیق آباد بیان کرتے ہیں کہ ایک جمعہ کے خطاب میں حضرتؒ نے فرمایا: کہ سنتوں پر عمل کا اہتمام کریں۔ اسی سے ان شاء اللہ نجات ہوگی۔ فرمایا: بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے مسنون دعا پھر کلمہ طیبہ پڑھنے کو اپنا معمول بنالو۔ قبر میں دفن کرنے کے بعد جب منکر نکیر آئیں گے۔ اور آپ کو بیدار کریں گے تو دنیا میں اس مذکورہ بالا سنّت پر عمل کی برکت سے آپ کی زبان سے

Marfat.com

مسنون دُعا اور کلمہ طیبہ جاری ہو جائے گا۔ منکر نکیر سن کر واپس لوٹ جائیں گے اور کہیں گے کہ واپس چلو یہ شخص تو تربیت یافتہ ہے۔ (راوی: حافظ ظہور احمد، صدیق آباد)

ایمان کیا ہے؟

جمعہ کے خطاب میں حضرتؒ نے ایک آیت اور ایک حدیث شریف پڑھ کر فرمایا: اہل ایمان کا ایمان ایک سطح پر نہیں رہتا۔ کبھی بڑھ جاتا ہے اور کبھی کم ہو جاتا ہے۔ ہاں انبیاء کرام علیہم السّلام کا ایمان ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اور فرشتوں کا ایمان ایک سطح پر قائم رہتا ہے۔

مومن کے ایمان کی مثال...... ایک غریب، مفلس و نادار شخص کو بڑی بھاری مقدار میں سونا ملا تو اس نے ڈھنڈورا پٹوایا کہ جس کا ہو وہ علامت بتا کہ مجھ سے وصول کر لے۔ چنانچہ کچھ لوگ آئے اور علامت بتا کر لے گئے۔ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔

فرمایا: ایک شخص کی بھینس اپنی کھونٹی سے زنجیر سمیت آزاد ہو گئی۔ کسی نے اس کا زنجیر گلے سے اتار لیا۔ بھینس کے مالک نے چوری کا الزام اُسی ایماندار غریب آدمی پر لگا دیا۔ لوگوں نے گواہی دی کہ یہ شخص ایسی حرکت نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے تو بھاری مقدار میں سونا واپس کر دیا تھا۔ بھینس کا مالک اپنی جگہ مُصِر تھا کہ یہ زنجیر اسی نے اُتاری ہے اور یہ چور ہے۔ غریب آدمی کو بلا لیا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا بھینس کے گلے سے زنجیر آپ نے چوری کی ہے؟ اس نے اعتراف کیا کہ ہاں یہ جرم اور گناہ میں نے کیا ہے۔ فرمایا: یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اس کے بعد فرمایا کہ "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ" کثرت کے ساتھ پڑھا کرو، کیونکہ حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تین خاص چیزیں عطا کی تھیں۔ اُن میں سے پہلی یہ ہے کہ میرے نام کے ساتھ آپ کا نام چلتا رہے گا۔ جہاں میری توحید کا نعرہ بلند ہو گا وہاں آپ کی نبوت و رسالت کا نعرہ بھی بلند ہوتا رہے گا۔ جہاں میری وحدانیت کے ترانے پڑھیں جائیں گے وہاں آپ کی امامت و سیادت کے

Marfat.com

ترانے بھی پڑھیں جائیں گے۔ فرمایا: "ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے قیامت تک میرا اور آپ کا ذکر ایک ساتھ چلتا رہیگا۔ دوسری چیز "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ" یہ کلمات عرش کے خاص خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ان کلمات میں انسان کی بے بسی و بیچارگی کا ذکر ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے بغیر گناہوں سے بچ نہیں سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے بغیر اُسے کسی نیکی اور بھلائی کی طاقت نہیں۔ تیسری چیز: دعا ہے۔ وہ دعا جو قیامت کے روز خاص طور پر اللہ تعالیٰ آپ کو اِلقاء کریں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اُن کلمات کے ذریعہ کریں گے، جن کے ذریعے آج تک جن و انس میں سے کوئی ایسے کلمات سے حمد و ثناء نہ کر سکا اور نہ تا قیام قیامت کوئی کر سکے گا۔ یہ صرف امام الانبیاء خاتم المرسلین ﷺ کا اعزاز اور آپ کی خصوصیت ہوگی۔ قیامت کے دن آپ کا سجدہ طویل ہوگا۔ فرمایا: اے مُسلمانوں! ایمان کے تذکرے کیا کرو۔ صحابہ کرامؓ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تمھارے ایمان کی سطح کیا ہے؟ آج ہم دنیا میں اتنے زیادہ ڈوب چکے ہیں کہ ملاقات کے وقت گو بھی کے تذکرے ہوتے ہیں۔ کیسی ہے؟ کیا بھاؤ ہے؟

(راوی: حافظ ظہور احمد، صدیق آبادی)

ہمیں اپنی اولاد کو دینی تعلیم دِلوانی چاہیے۔

استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سہ روزہ لگانے کے لئے جماعت کے ساتھ گوہل تشریف لائے۔ آپ نے سہ روزہ کی جگہ پنج روزہ لگایا۔ میرے ماموں جان کی حضرت استاذِ محترم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ماموں جان سے فرمایا: بھائی محمد اجمل صاحب! اگر میرے اور آپ کے بیٹے بھی سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کریں تو پھر ہمارے اور عام لوگوں کے مابین کیا فرق باقی رہ جاتا ہے؟ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنی اولاد کو دینی تعلیم دِلوانی چاہیے۔ ماموں جان نے کہا

Marfat.com

مَیں گھر جاکر اس معاملے میں مشورہ کرونگا۔

اس بات کو ایک سال گزر گیا۔ حضرت استاذِ محترم نے ماموں جان کو خط لکھ کر مشورے سے متعلق دریافت فرمایا کہ کیا فیصلہ کیا ہے؟ مَیں (ناکارہ علی خان آف گوہل) لاہور میں اپنے والدین کے پاس رہتا تھا کیونکہ میرے ابو جان فوج میں تھے۔ جن دنوں حضرتؒ کا خط ماموں جان کو موصُول ہوا۔ اتفاقاً مَیں اِن دنوں میں عید الفطر پر اپنے گاؤں گوہل میں اپنے ننھیال کے پاس ٹھہرا ہُوا تھا۔ ماموں جان خط پڑھ کر نانی اماں کے پاس گئے اور اُن کے سامنے حضرتؒ کا تقاضا رکھا کہ وہ حفظ اور علم دین پڑھنے کے لئے بچے مانگ رہے ہیں۔ میرا اِرادہ ہے کہ مَیں اپنے بیٹے اظہر اقبال اور اپنے بھانجے علی خان کو جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں داخل کرادوں۔ اپنے بیٹے کے متعلق تو مجھے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں البتہ بھانجے علی خان کے والد سے اجازت لینے کی ضرورت ہے اور وہ اس وقت لاہور میں ہیں۔ اس پر نانی اماں نے کہا: نیکی کے کام میں کیا مشورہ اور کیا اجازت؟ آپ دونوں کو مدرسہ میں داخل کرادیں۔ رہا مسئلہ علی خان کے والدین کا، تو میں اُن سے اجازت لے لُوں گی۔

مختصر سامانِ سفر لیکر ہم دونوں ماموں کے ساتھ جمعہ کے روز علی الصبح مدرسہ میں داخلہ کے لئے چل پڑے۔ یاد پڑتا ہے کہ جولائی / اگست ۱۹۸۵ء کی یہ بات ہے۔ بارہ بجے تک ہم مدرسہ اسلامیہ پہنچ گئے۔ مسجد کے احاطہ میں تاریخی حُجرے (مشرقی حجرے) میں داخل ہوئے تو اس میں استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ ماموں جان نے سلام عرض کیا۔ اور اس کے بعد کہا:

حضرت! دو طالب علم دین پڑھنے کے لئے لے کر حاضر ہُوا ہوں۔ فرمایا: آپ نے بڑی مہربانی کی، اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے"۔ مسجد کے ساتھ ہی درسگاہ تھی۔ فرمایا: اِن کے بستر وہاں رکھ دیں اور صندوق اسی کمرے میں پڑے رہیں۔ یہ کمرہ بھی طلبہ کا ہے اور مَیں بھی طالب علم ہوں"۔

Marfat.com

حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدابخش صاحبؒ طلبہ پر انتہائی شفیق تھے۔ اولاد سے بڑھ کر محبّت کا اظہار فرماتے۔ آپ جب طلبہ سے مخاطِب ہوتے تو اِن مہمانانِ رسول کے نام کے ساتھ احتراماً ''جی'' کا لاحقہ ضرور لگاتے۔ مثلاً اظہر جی، علی خان جی، زبیر جی۔ (راوی: مولانا علی خان آف گوہل)

ایک دن میں احقر (علی خان) حضرت الاستاذؒ کے قریب نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ جیسے نماز کے ارکان ادا کر رہے تھے۔ مَیں بھی آپ کو دیکھ کر ادا کر رہا تھا۔ جب آپ سلام کے بعد نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: علی خان جی! دورانِ رکوع بازوؤں میں خم نہیں آنا چاہیے۔ بازو بالکل سیدھے رہنے چاہیے''۔ مَیں نے چونکہ حضرتؒ کو دیکھ کر رکوع کیا تھا۔ آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضُعف کی وجہ سے بازو رکوع میں سیدھے نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کو تو عُذر تھا اور مجھے عُذر نہیں تھا۔ اس لئے نماز سے فراغت کے بعد میری اصلاح فرما دی۔ اس دن مجھے یہ بات سمجھ آئی کی قول کو فعل پر ترجیح کیوں دی جاتی ہے۔

یہ بجری مدرسہ کی امانت ہے

محمد عمران شریف صدیق آباد (کفری) کے باشندے اور سول انجینئر ہیں۔ آج کل ''یونیورسٹی آف لاہور'' میں لیکچرار ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ میں بچپن کے زمانہ میں جو کہ بے فکری اور آزادی کا زمانہ ہوتا ہے نفع اور نقصان کے احساسات سے خالی ہو کر جامعہ اسلامیہ کی حدود میں مدرسہ کے لینٹر کے لئے پڑی بجری پر کھیل رہا تھا۔ بجری کو مٹھی میں لے کر اور مزے لے لے کر چاروں طرف پھینک رہا تھا جیسے کوئی کاشتکار اپنے کھیت میں بیج کو پھینکتا ہے۔ مجھے اس حال میں حضرت استاذِ محترمؒ نے دیکھ لیا اور دُور ہی سے ڈانٹ دیا میں گھبرا کر بجری کے ڈھیر سے نیچے اُتر آیا۔ میرے قریب آکر فرمایا۔ ''بیٹا! مدرسہ کی بجری کیوں ضائع کر رہے ہو؟ یہ بجری

Marfat.com

مدرسہ کی امانت ہے۔ اسکی حفاظت ہم پر فرض ہے"۔ حضرتؒ مجھے نصیحت کر رہے تھے جو آج تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

(راوی: محمد عمران شریف، صدیق آباد)

ایک ہی تو ڈر ہے

حضرت استاذِ محترم رحمہُ اللہ، شوگر، بلڈ پریشر اور قلب کے عوارض میں مبتلا تھے۔ اس کے باوجود جامعہ اسلامیہ کی تمامتر ذمہ داریاں ازخود انجام دیتے۔ ہم نوجوان طلبہ اُن کی ہمّت اور حوصلے کو دیکھ کر حیرت میں ڈوبے رہتے کہ اس پیرانہ سالی اور مختلف قسم کے امراض میں مبتلاء رہتے ہوتے جامعہ کے فرائض کی انجام دہی یقیناً آدمی کو تھکا دیتی ہوگی۔ تاہم آپ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اور دیوانہ وار اپنے کاموں میں جُتے رہتے تھے۔ ہم طلبہ کو آپ کی تھکاوٹ کا ضرور احساس ہوتا اور خواہش ہوتی کہ خدمت کا موقع مل جائے تو زہے نصیب۔

اسی غرض سے رات کو ہم تین ساتھی جن میں ایک بندۂ ناچیز (محمد نواز) دوسرے مولانا محمد ادریس صاحب اور تیسرے مولانا جہان خان صاحب، حضرت رحمہُ اللہ کی خدمت میں جاتے اور تھکے ماندے بدن کو دَبانے اور مالش کرنے کی اجازت طلب کرتے تو بخوشی اجازت دے دیتے کیونکہ حضرتؒ کو ہم تینوں ساتھیوں سے کسی قدر بے تکلّفی بھی تھی، اس لئے طبیعت میں حجاب نہیں ہوتا تھا۔

ہم اپنی سعادت کی تحصیل میں مشغول ہوتے تو حضرت استاذِ محترمؒ ہماری تعلیم و تربیت کی نسبت سے کوئی سبق آموز باب کھول دیتے۔ تحصیلِ علم دین کی خاطر مجاہدات اور اساتذہ کرام کی خدمت کے حوالے سے اکابر عُلمائے دیوبند کے ایسے ایسے واقعات سُناتے کہ جن میں سے ایک ایک واقعہ انسان کی زندگی کا رُخ موڑنے اور اُسے عزت و کامیابی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے کافی ہوتا۔

Marfat.com

حضرت رحمہ اللہ کو اپنے اکابر کی تاریخ از بر تھی اور خوب مزے لے لے کر بیان فرماتے اور اس دوران بارہا آبدیدہ بھی ہو جاتے، آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر حاضرین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔

ایک دفعہ جب ہم رات کو خدمت کی نیت سے حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کے سرخ و سفید نورانی چہرے سے محسوس کیا کہ آپ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے پریشانی نے آپ کو گھیرا ہوا ہے اور اس کے آثار چہرے سے ہُویدا تھے۔ ہم دیر تک خدمت میں مشغول رہے اس کے بعد ہم سے مُخاطِب ہو کر فرمایا۔ "آپ لوگ جا کر آرام کریں کیونکہ مجھے کچھ کام ہے"۔ ہم سوچ میں پڑ گئے کہ جس طرح ہمیں آرام کی ضرورت ہے اسی طرح آپ کو بھی آرام کی ضرورت ہے۔ آپ نے عادت کے خلاف یہ کیوں فرمایا کہ "مجھے کچھ کام ہے"۔

ہم تجسُّس میں رہے کہ حضرتؒ کو رات کی اس تاریکی میں کیا کام ہے؟ حالانکہ چہار سُو سنّاٹا، خاموشی اور ہُو کا عالم ہے۔ انسان رات کی سیاہ چادر میں لپٹے بستر استراحت پر خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ اس اللہ کے ولی کو کونسی پریشانی بیدار رکھے ہوئے ہے؟

ہم نے چھُپ چھُپ کر آپ کی پریشانی جاننے کی کوشش کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت استاذِ محترمؒ اپنی خوابگاہ جو آپ کا دفتر بھی تھا۔ مُصلّےٰ بچھا کر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر ہم تو اپنے اپنے بستروں پر جا کر سو گئے۔ لگتا ایسے تھا کہ حضرت رحمہ اللہ ساری رات اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات میں مصروف رہے اور فقیر و محتاج اور عاجز بندہ بن کر اس سے کچھ مانگتے رہے۔ کیا مانگتے رہے؟ اس کا نقشہ صبح صادق سے پہلے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ اپنی خوابگاہ سے چمکتے دَمکتے چہرے کے ساتھ باہر تشریف لائے اور ہمیں حکم دیا کہ جامعہ کی حدود میں گندم سے بھرا ٹرک آیا ہے، لہذا سب مل کر گندم کی بوریاں اتار لیں۔

Marfat.com

ٹرک ڈرائیور نے ہمیں عجیب بات بتائی کہ گندم کے مالک نے پہلے ہمیں سرگودھا سے فیصل آباد میں ایک جگہ پر گندم پہنچانے کا حکم دیا۔ ٹرک کے روانہ ہونے سے پہلے مالک اپنے بستر کو چھوڑ کر دوبارہ ہمارے پاس آیا اور اپنے پہلے حکم کو منسوخ کر کے ہمیں نیا حکم دیا کہ یہ گندم اب جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کے پاس لے جاؤ۔ اسلئے ہم گندم کا ٹرک اس مدرسہ میں لے آئے ہیں۔

صبح ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد ہم تینوں ساتھی حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ اپنی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز تھے۔ چہرہ انتہائی ہشاش بشاش اور مطمئن نظر آرہا تھا۔ تاہم ہم سوالیہ نگاہوں سے حضرت کو دیکھ رہے تھے۔

ایک ساتھی نے ہمّت کر کے سوال کر ہی لیا۔ "حضرت! کل رات کو کیا پریشانی تھی؟"۔

آپ نے فرمایا۔ "خادم مطبخ نے اطلاع دی کہ طلبہ کے خورد و نوش کا سامان خصوصاً آٹا وغیرہ مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے اور جامعہ کے سینکڑوں طلبہ کے لئے کل کھانے کو کچھ نہیں"۔ فرمایا۔ "بس یہی پریشانی تھی جس نے مجھے بیقرار اور بے چین کر دیا تھا۔ سوچا کہ ایک ہی تو دَر ہے جہاں سے سب کے مسئلے حل ہوتے ہیں۔ جس دَر سے مانگنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔" ساری رات مانگتا رہا، صبح صادق کی روشنی پھیلنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے گندم کا ٹرک بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخرت سچی کتاب میں سچ فرمایا۔

" اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟۔

(راوی: مولانا محمد نواز صاحب، جابہ)

استاذ جی، نمازِ جنازہ آپ پڑھائیں گے

محترم بھائی زبیر صاحب اوچھالی قصبہ کے باسی ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میری نانی اماں کا انتقال ہو گیا۔ مَیں نے استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے

Marfat.com

درخواست کی کہ نمازِ جنازہ آپ پڑھائیں گے۔ آپ نے شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور وعدہ کرلیا۔ حضرتؒ کو نمازِ جنازہ کا وقت بتادیا گیا۔ آپ نے صدیق آباد سے سفر کرکے اوچھالی پہنچنا تھا۔ جنازہ، جنازگاہ میں لایا گیا تو اس وقت میری نگاہیں شدت سے حضرتؒ کا انتظار کررہی تھیں۔ انسان کو جب سفر کرکے کہیں پہنچنا ہو تو بعض اوقات کسی معقول عذر کی وجہ سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ چنانچہ میدان خالی دیکھ کر بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے امام غلام محمد صاحب وُرثاء سے اجازت لئے بغیر میت کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو نمازِ جنازہ کے مسائل بتانا شروع کردیئے۔ نمازِ جنازہ کا طے شدہ وقت پورا ہوچکا تھا۔ حاضرین نے اپنی صفیں درست کرلیں۔ میں بہت پریشان تھا کہ تاحال حضرت استاذِ محترم نہیں پہنچے۔ اسی اثناء میں حضرتؒ کو آتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ بالکل جنازہ گاہ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ مَیں نے بریلوی امام غلام محمد صاحب سے کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ نمازِ جنازہ حضرت الاستاذؒ پڑھائیں گے۔ اس پر اس نے مجھ سے مخاطِب ہو کر کہا ''چَل پرے ہَٹ نمازِ جنازہ میں خود پڑھاواں گا''۔ میں نے دوبارہ اُن سے کہا کہ نمازِ جنازہ حضرتؒ ہی پڑھائیں گے کیونکہ میں اُن سے کہہ چکا ہوں۔ حاضرین میں سے جو لوگ بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی امام غلام محمد صاحب کی حمایت میں بولنے لگے اور کہا کہ نمازِ جنازہ تو یہی امام صاحب پڑھائیں گے۔ میں نے سختی سے کہا کہ یہ میرا معاملہ ہے کہ نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ لوگوں کو اخلاقاً اور شرعاً اس معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حیرت اس پر تھی کہ امام غلام محمد صاحب پر میری گفتگو کا کوئی اثر نہیں ہورہا تھا اور میت کے سامنے قبضہ جمائے کھڑے تھے۔ تیسری مرتبہ میں نے اپنا لہجہ بدل کر اور غضبناک کیفیت میں امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہا ''بہتر ہوگا کہ آپ پیچھے ہٹ جائیں ورنہ میں آپ کو پکڑ کر زبردستی پیچھے کھینچ لونگا اور یہ انداز آپ کے منصب کے تقدس اور احترام کے خلاف ہوگا۔ امام صاحب نے جب تیور بدلے ہوئے دیکھے تو پیچھے ہٹ گئے۔

Marfat.com

اب حضرت الاستاذؒ بھی بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ بریلوی امام صاحب نے خود آگے بڑھ کر حضرتؒ کا استقبال کیا اور آپ کے مرتبے اور عظمت کے پیشِ نظر خود ہی درخواست کی "حضرت! تشریف لائیے اور نمازِ جنازہ پڑھائیے"۔

(راوی: بھائی زبیر صاحب، اوچھالی)

قارئینِ محترم! اس واقعہ سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ بعض لوگ کیسے عقل و خرد اور فہم و بصیرت سے خالی ہوتے ہیں! کسی شخص کا آپ اپنے گھر آنا پسند نہیں کرتے پھر بھی وہ عدیم الحیاء بن کر آپ کے گھر میں گھسا جارہا ہے۔ ایک شخص کو آپ نے اپنے گھر پر کھانے کی دعوت نہیں دی لیکن پھر بھی وہ بِن بُلائے مہمان کی طرح آپ کے دستر خوان پر آلتی پالتی مار کر رونق افروز ہوتا ہے تو کیا اس حرکتِ شنیع سے اسکی عزت میں اضافہ ہوگا؟ قطعاً نہیں بلکہ وہ اپنی عزت کو پامال کرتا ہے۔

اسی طرح اگر آپ کے کسی عزیز اور عزیزہ کا انتقال ہوگیا۔ ایک شخص بلا اجازت اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے آدھمکا حالانکہ آپ کسی وجہ سے نہیں چاہتے کہ وہ نمازِ جنازہ پڑھائے تو ایسا شخص بھی اپنی عزت کو اپنے ہاتھوں خاک میں ملانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اس بات کو نہیں سمجھ رہا ہوتا کہ نمازِ جنازہ تو وہ شخص پڑھائے گا جسے میت کے اولیاء اجازت دیں گے۔

واپس چلو، یہ انگریزی تعلیم کا نتیجہ ہے!

حاجی محمد اکرم صاحب پاکستان کے ایک معزز شہری "پی، اے، ایف" سے ریٹائرڈ اور صدیق آباد کے باشندے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب، ڈاکٹر عزیز صاحب کی والدہ کی تعزیت کے لئے چک نمبر ۴۷ شمالی (سرگودھا) تشریف لے گئے۔ حافظ عزیز احمد صاحب اور ماسٹر نصیر احمد صاحب آپ کے رفقائے سفر تھے۔ جب تعزیت سے فارغ ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا۔ "میجر محمد

Marfat.com

علی (ریٹائرڈ) میرے دوست ہیں اور وہ بیمار ہیں، اُن کی عیادت کر کے اور پھر واپس صدیق آباد چلتے ہیں"۔ چنانچہ ہم میجر صاحب کے گھر پہنچے۔ گھر کے اندر سیڑھیوں کے اوپر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا گنگنا رہا تھا۔ حضرتؒ نے اس سے میجر صاحب سے متعلق سوال کیا کہ وہ گھر پر ہیں؟ اس پر لڑکے نے خوب زور سے قہقہہ لگایا اور کہا۔

میں نہیں جانتا۔ (غالباً لڑکا نشے میں تھا یا کوئی اور وجہ تھی) یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ "واپس چلو یہ امریکن (انگریزی) تعلیم کا نتیجہ ہے"۔

(راوی: حاجی محمد اکرم صاحب، صدیق آباد)

دس روپے عطیہ دینے والے کے خلوص پر بہت رشک آیا

استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ کی جامع مسجد فاروق اعظم کا سنگِ بنیاد رکھنے کے پُر مسرت اور مبارک موقع پر بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر میں سونے کی اینٹ سے بنیاد رکھنا چاہتا تو رکھ سکتا تھا لیکن اللہ تعالےٰ کو سادگی اور اخلاص پسند ہے۔ مجھے جامعہ اسلامیہ کے لئے اہلِ اسلام نے لاکھوں روپے کے عطیات دیئے۔ بے شمار مُسلمان ایسے ہیں کہ مجھے اُن کی شکل وصورت بھی یاد نہیں۔ اجنبی اور مُسافر آئے اور عطیات دے کر چلے گئے۔ ہاں ایک دیہاتی شخص نہیں بھولتا جو مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا۔ مسجد کے تعمیراتی کام کو دیکھ کر اس کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اللہ کے گھر میں مجھے بھی حصہ ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ جامعہ کی حدود میں داخل ہو کر اس نے سادہ اور اپنے دیہاتی لہجہ میں کسی سے دریافت کیا "وہ مولوی صاحب کہاں ہیں جو مسجد تعمیر کرا رہے ہیں۔ اُن سے ملنا ہے اور اللہ کے گھر کے لئے چندہ دینا ہے"۔ بالآخر وہ شخص میرے پاس پہنچا اور کہا: آپ اتنا بڑا اللہ کا گھر بنوا رہے ہیں، میری طرف سے دس روپے اس کارِ خیر میں شامل کر لیں"۔

فرمایا: مجھے اس کے خلوص پر رشک آیا کہ وہ دس روپے اللہ کے گھر کے لئے کتنے

Marfat.com

خلوص اور محبّت سے دے رہا ہے۔(راوی: حافظ انور حسین صاحب، بھائی محمد اسحاق صاحب)

ایک خواب ایک بشارت

حافظ محمد طارق عزیز صدیق آباد (کفری) کے باسی ہیں۔ حافظ صاحب نے حفظ جامعہ اسلامیہ میں مکمل کیا ہے اور درجہ اولیٰ اور ثانیہ کی تعلیم بھی اسی جامعہ میں حاصل کی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر پر دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہا تھا کہ ایک خواب دیکھتا ہوں کہ میں انتہائی خوبصورت جگہ پر ہوں۔ وہاں کا حسن وجمال اور پُر رونق و پُر بہار ماحول کو بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف بلا کے حسین وجمیل پھُول کھِلے ہوئے ہیں اور جنہوں نے فضا کو معطر کر رکھا ہے اور جو انسان کے دل کو اپنی طرف کھینچ لینے والے تھے۔ایسے روُح افزا مقام پر استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ کو خوبصورت لباس میں ملبوس پاتا ہوں۔ساتھ ہی یہ منظر بھی نہیں بھول پاتا کہ آپ کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ آپ نے آگے بڑھ کر پھُول کی طرح کھِلے چہرے کے ساتھ گلے لگالیا ہے۔اس کے بعد ایک خوبصورت شخص کو بلا کر فرمایا۔ "محمد طارق عزیز کو اس جگہ کی سیر کراؤ"۔ آپ کے حکم پر وہ شخص مجھے سیر کراتا ہے۔ایک مقام پر خوبصورت پھول دیکھ کر اُسے توڑنے کیلئے آگے بڑھتا ہوں اور ہاتھ کو آگے پھیلاتا ہوں تو آنکھ کھُل جاتی ہے۔

(راوی: حافظ محمد طارق عزیز)

میرا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا

جناب صوفی رب نواز وادیٔ سون اوچھالی کے باسی ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ سال تک پاک آرمی میں خدمات انجام دیتے رَہے۔ آرمی سے ریٹائرمنٹ کے بعد جامع مسجد فاروقِ اعظم اوچھالی، قائد آباد، نورپور تھل اور کورڈھی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رَہے۔ آجکل جامع مسجد ہردو سودھی بالا میں امامت وخطابت کے

Marfat.com

فرائض انجام دے رہے ہیں۔

جناب صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں سفر سے واپس اپنے گھر اوچھالی آرہا تھا۔ رات کا وقت تھا اور بس نے مجھے نوشہرہ میں عشاء کے بعد اتار دیا۔ کافی دیر تک کسی دوسری گاڑی کا انتظار کرتا رہا کہ مل جائے تو اس پر سوار ہو کر گاؤں پہنچ جاؤں۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا اور مَیں بس کی آمد سے مایوس ہو گیا۔ نوشہرہ میں کوئی جاننے والا بھی نہ تھا کہ جس کے پاس جاکر رات گزار لیتا۔ مجبور ہو کر مَیں نے اپنے گاؤں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ خیال یہ تھا کہ جامعہ اسلامیہ صدیق آباد ابوبکر چوک تک چلنے کے بعد رات جامعہ میں بسر کرلوں گا۔ اور استاذ جی کی زیارت بھی ہو جائے گی۔ صبح کو اپنے گاؤں چلا جاؤں گا۔ جب میں رات کی تاریکی میں جامعہ اسلامیہ میں پہنچتا ہوں تو میں نے دیکھا کہ کوئی شخص رات کے اندھیرے میں کپڑے دھو رہا ہے۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ کپڑے دھونے والا کون شخص ہے۔ رات کو جامعہ میں اچانک داخل ہونے کی وجہ سے کپڑے دھونے والے شخص نے قدرے بلند اور غصیلی آواز میں پوچھا، کون ہو؟ مَیں نے آواز سے پہچان لیا کہ کپڑے دھونے والا شخص کوئی عام شخص نہیں بلکہ یہ تو استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب ہیں۔ سلام اور خیرو عافیت دریافت کرنے کے بعد مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ اچانک آگئے تھے۔ طلبہ کے کپڑے میلے کچیلے پڑے تھے، میں نے سوچا کہ مہمانانِ رسول کی خدمت کرکے سعادت حاصل کرلوں۔ آپ میرا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

(راوی: صوفی رب نواز، اوچھالی)

حضرت خواجۂ خواجگان
خواجہ خان محمد صاحبؒ اور جمعیّت کی رکنیت سازی

اُستاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ

Marfat.com

جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ قلبی لگاؤ اور ہم آہنگی اور یگانگت نہیں تھی۔ عملی طرزِ سیاست سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ غالباً ۱۹۸۹ء کی بات ہے کہ جمعیت کا کنونشن ضلع خوشاب میں ہُوا۔ مَیں (احقر علی خان) نے اور صاحبزادہ مولانا حافظ قادر بخش صاحب نے اس میں شرکت کیلئے حضرت استاذِ محترم ؒ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے شرکت کی مشروط اجازت دی اور فرمایا: اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ مہمان عالم دین کا جو بیان ہوگا وہ من و عن واپس آکر مجھے سناؤ گے۔ ہم نے حامی بھرلی۔ کنونشن میں جمعیت کے راہنما حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب کا بیان ہُوا۔ مولانا موصوف نے اپنے بیان میں اُن اعتراضات کے مُدلل اور دندان شکن جوابات دیئے جو پاکستان میں موجود مغرب کے نمائندے اور بعض جُہلاء عُلمائے کرام کی ذات اور اُن کے طرز سیاست پر کرتے ہیں۔

ہم نے پورا بیان توجہ سے سُنا اور واپس آکر سارا بیان حضرت استاذِ محترم کو آکر سُنایا۔ آپ نے ہمارے سامنے اگرچہ اس بیان پر تبصرہ نہیں کیا تاہم چہرے کے تاثرات بتلا رہے تھے کہ آپ کو خوشی ہوئی اور دل کو اطمینان نصیب ہُوا اور جمعیت کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا کسی حد تک ازالہ ہُوا۔ وقت گزرتا رہا۔ ایک موقع ایسا آیا کہ قائدِ جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب امریکہ تشریف لے گئے اور جنرل اسمبلی کے ایک اجلاس میں آپ نے خطاب کیا۔ اس خطاب میں آپ نے جس خوبصورت اور مؤثر انداز میں پاکستان کی نمائندگی اور ترجمانی کی، اس سے آپ کو بہت مُسرت ہوئی، جس کا ذکر استاذِ محترم اکثر کیا کرتے تھے۔

استاذُ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدابخش صاحب ؒ کی حیات میں جمعیت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا حافظ حسین احمد صاحب اکثر جامعہ اسلامیہ تشریف لایا کرتے۔ اُن کے علاوہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر والے بھی غالباً دو دفعہ جامعہ

Marfat.com

تشریف لائے۔ جب جامعہ اسلامیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ۳۶ کنال جگہ عطا کی اور جامعہ کا توسیعی منصوبہ تیار کیا گیا۔ تو اُستاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ، حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کی خدمت میں کندیاں شریف اس غرض سے حاضر ہوئے کہ آپ وادیٔ سون میں تشریف لا کر جامعہ اسلامیہ کی نئی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھیں اور دُعا بھی فرمائیں۔ جب استاذِ محترم ؒ حضرت خواجہ صاحب ؒ کی خدمت میں پہنچے تو عجیب صورتِ حال دیکھنے کو ملی۔ وہ یہ کہ حضرت خواجہ صاحب ؒ اپنی اس پیرانہ سالی اور کمزوری کے باوجود جمعیّت کی رکنیت کا فارم پُر کر رہے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ صاحب ؒ شدید بیمار ہو گئے۔ آپ کو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کرا دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر والے آپ کی عیادت کے لئے نشتر ہسپتال ملتان تشریف لے گئے۔ مولانا صاحب جب ہسپتال میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب ؒ دوبارہ جمعیّت کی رکنیت کا فارم پُر کر رہے ہیں۔ جمعیت کی رکنیت سازی کی تجدید وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے۔ شدید بیماری کی حالت میں بھی حضرت خواجہ صاحب ؒ کو تجدیدِ رکنیت سازی کی فکر تھی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب جب جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب ؒ کا تجدید رکنیت سازی کا واقعہ پوری تفصیل اور اہتمام کے ساتھ مجمعِ عام میں بیان کیا۔ جمعیّت کی طرف استاذِ محترم ؒ کا میلان و رحجان تو ماضی میں پیش آنے والے کئی واقعات و حالات کی وجہ سے ہو چکا تھا۔

یہ واقعہ سُننے کے بعد باقاعدہ طور پر آپ نے جمعیّت میں شمولیت اختیار کر لی اور پھر تادمِ واپسیں جمعیت کے ساتھ وابستہ رہے۔ جنرل مشرف کے دَور میں جمعیّت کی طرف سے آپ کو قومی اور صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ بھی ملا۔ آپ جمعیت عُلمائے اسلام ضلع خوشاب کے سرپرست رہے ہیں۔ (راوی: مولانا علی خان آف گوہل)

Marfat.com

حافظ صاحب! دُنیا کی عزت مصنوعی اور عارضی ہے

حضرت استاذِ محترم کو چونکہ تبلیغی کام سے محبت تھی۔ آپ اسے ایمانی تحریک کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس مبارک اور انتہائی نتیجہ خیز کام سے تعلق اور قلبی لگاؤ کی وجہ سے آپ کے شاگرد بھی محبت کرنے لگے اور وہ بھی کچھ نہ کچھ وقت نکال کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل جاتے تھے۔ حافظ انور حسین صاحب آپ کے شاگردِ رشید ہیں، یہ بھی انبیاء کرام والی محنت میں اپنا حصہ ڈالتے رہتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک جماعت صدیق آباد (کفری) آئی جس میں عرب ممالک کے ساتھی بھی تھے۔ جنرل حق نواز صاحب کیمل پوری نصرت کے لئے تشریف لائے۔ جنرل صاحب چونکہ مشہور آدمی تھے اور دُنیاوی عزت اور وجاہت رکھتے تھے۔ اس لئے جب اہلِ علاقہ کو انکی آمد کی خبر ملی تو انہیں دیکھنے اور انکا بیان سننے کے لئے بہت سارے لوگ جمع ہو گئے۔ جنرل صاحب نے بیان کیا۔ پھر جوھر آباد مرکز کے ذمہ داروں نے کہا کہ آپ جوہر آباد تشریف لائیں اور مرکز میں بیان کریں۔ جوھر آباد جانے سے پہلے جنرل صاحب نے تقاضا کیا کہ صدیق آباد سے کچھ ساتھی وقت دیں اور ہمارے ساتھ جا کر رائے ونڈ سے تشکیل کرائیں۔ چنانچہ حضرت الاستاذ مفتی خدا بخش صاحبؒ کے حکم کے مطابق حافظ انور حسین صاحب اور ایک دوسرے مقامی ساتھی نے جنرل صاحبؒ کے ساتھ جا کر رائے ونڈ سے تشکیل کرائی۔ جنرل صاحب نے جوھر آباد بیان کیا جہاں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ بیان کے بعد لاہور کا سفر شروع کر دیا۔ لاہور پہنچ گئے۔ گاڑی سے اُتر کر جنرل صاحب مع اپنے ساتھیوں کے پیدل چلنے لگے۔ ایک موقع آیا کہ جنرل صاحب بغل میں اپنا بیگ لٹکائے مال روڈ کو کراس کرنے لگے تو دائیں جانب سے آنے والے تانگہ بان نے جنرل صاحب سے مخاطب ہو کر با آوازِ بلند کہا: اُو بابا ٹھہر جا پہلے مینوں لنگن دے"۔ تانگہ بان کی بات سُن کر جنرل صاحب حافظ انور حسین صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے

Marfat.com

لگے، حافظ صاحب! دُنیا کی عزت عارضی اور مصنوعی ہے۔ یہاں کا سبھی کچھ دھوکہ ہے جیسے ایک پیاسا سراب کو پانی سمجھ بیٹھتا ہے۔ کہا کہ ایک وقت تھا کہ جب مَیں نے مال روڈ سے گزرنا ہوتا تو ایک گھنٹہ پہلے روڈ بند ہو جاتا تھا۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے کہ کیا مسئلہ ہے؟ تب انہیں بتایا جاتا کہ جنرل حق نواز صاحب گزرنے والے ہیں اس لئے سکیورٹی کے پیشِ نظر اسے بند کر دیا گیا ہے۔ عُہدہ چھِن گیا تو ساری عزت اور پروٹوکول بھی چھِن گیا۔ ایک عام شہری کی طرح سڑک پر چل رہا ہوں۔ کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ اب تانگہ بان اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مجھ سے بے دھڑک، بے خوف اور بے تکلّف ہو کر مخاطِب ہو رہا ہے۔ حالانکہ جب میں آن ڈیوٹی تھا تو بریگیڈیئر رینک کے آفیسرز میرے سامنے خُشک لکڑی کی طرح بے حس و حرکت کھڑے ہوتے اور میرے سوالات کے جواب میں Yes Sir کی فِدویانہ صدائیں بلند کر رہے ہوتے۔

فاعتبِرُوا یااولی الالباب (اے عقل والو! عبرت حاصل کرو)

(راوی: حافظ انور حسین صدیق آباد)

Marfat.com

باب ؒ نمبر 33

مقالات ؒ و مضامین

میرے استاذِ محترم رحمہ اللہ

(مولانا حافظ محمد قاسم انگوی)

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اہل اللہ کا وجود اس کائناتِ ارضی میں عظیم نعمت ہے۔ وہ لوگ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آئے، بھٹکے ہوئے انسانوں کو منزل ملے اور بے علم زیورِ علم سے آراستہ اور بہرہ ور ہوں۔ لاریب ایسے لوگ مقربین بارگاہِ ایزدی اور عام بندگانِ خدا کے محسن ہوتے ہیں۔

ویسے تو اللہ کی یہ دھرتی اس قسم کی پاک طینت ہستیوں سے کبھی خالی نہیں رہی، تاہم اس دورِ قحط الرجال میں ایسی شخصیات کا مُیّسر آجانا، خدائے لم یزل کا احسانِ عظیم ہے، جو ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اور صرف رضائے الٰہی کے طالب بن کر، امت کے اجتماعی مفاد میں ہر قدم اُٹھاتے ہیں۔

حضرت اقدس استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب ؒ کی بے مثل شخصیت بھی اسی گلدستہ کا ایک پھول تھی جس کی مہک نے اہلِ اسلام کو حیاتِ تازہ بخشی۔ آپ اپنے سینے میں اُمتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ایسا دَرد رکھتے تھے جس نے سدا آپ کو بے چین اور بے قرار رکھا۔ آپ علم و عمل کے پیکر اور مُجسّمہ اِخلاص تھے۔ آپ اپنے دَور کے منفرد، بے لوث خادمِ دین اور انسانیت کے حقیقی خیر خواہ تھے۔

حضرت استاذِ محترم کو یہ اوصاف اپنے گھر سے وراثت میں ملے، جس عظیم شخصیت کے گھر پر آپ نے جنم لیا اُن کے زہد و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت، حُسنِ معاشرت، ذَوقِ عبادت، نورِ بصیرت اور تبحّرِ علمی کا ہر سو چرچا تھا۔ اور خواص تو کیا عوام بھی انکی دینی

Marfat.com

خدمات کے معترف تھے۔ جنہوں نے اپنی طویل زندگی دین کی نشرواشاعت اوراسکی تدریس پر قربان کردی۔ حد یہ ہے کہ ساری زندگی بغیر تنخواہ کے نہ صرف طلبہ کو دین پڑھایا بلکہ اپنے گھر سے انہیں وُھی کھلایا جو خود کھایا۔

وادیٔ سون کے مختلف دیہات وقصبات میں ماضی اور حال میں کئی عُلمائے کرام نے دینی خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ لیکن جس حکمت، بصیرت، درد، تڑپ اور کُڑھن کے ساتھ آپ نے اللہ کے دین کا کام کیا ہے وہ یقیناً امتیازی اورانفرادی شان رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اٰمین

آج وادیٔ سون کے اندر ہمیں جو عُلمائے حق اور حفاظ کرام کی ایک بڑی کھیپ نظر آرہی ہے اس کے پس پردہ آپ کی ہی کاوشیں، محنتیں اور ہنگامِ سحر کی دعواتِ مستجابہ کا پرتو دِکھائی دیتا ہے۔ اگر کسی سرسبزوشاداب اور لہلہاتے کھیت کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کھیت کی موجودہ پُرکشش اور دلآویز حالت کے پیچھے دہقان کی شب وروز کی محنت، حفاظت ونگرانی اوراسکی بروقت آبیاری ہے تو یہ کیونکر باور کرلیا جائے کہ گلشنِ اسلام میں کثرت کے ساتھ عُلماء وحفاظ کی صورت میں یہ تناور درخت اور خوبصورت پودے جو نہ صرف موسمی اوروقتی بہار کا پیغام دیتے ہیں بلکہ گلشن میں ہمہ وقتی بہار کا منظر پیش کررہے ہیں، کیا یہ سب کچھ باغبان کی محنت کے بغیر ہوگیا ہے؟ بلاشبہ اس کھیت اور گلشن کی رونقیں اور بہاریں باغبان اور دھقان کی محنت کا ثمرہ ہیں اورہاں! یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ کفروشرک، بدعات وخرافات کے ناگوں کے ڈسے ہوئے معاشرے میں قرآن وسُنت کے علوم عالیہ سے آراستہ ومزین انسانوں کا وجود اور پھر مغربی تہذیب سے متاثرانسانوں میں حیرت انگیز انقلاب خود سے تھوڑا پیدہ ہوگیا ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے بھی عُلماء، صُلحاء اور مبلغین اسلام کی سالہاسال کی قربانیوں کی ایک سنہری تاریخ ہے۔

استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحب ؒ کا وجودِ مسعود انہی فرشتہ صفت او

Marfat.com

پاک طینت انسانوں میں سے ایک تھا۔ آپ نے دین کی نشرواشاعت اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا اور اس عظیم مقصد اور مشن کو حاصل کرنے کے لئے تن، من، دَھن کی بازی لگادی۔ کسی اعلیٰ وارفع مقصد کو پانے کے لئے قربانیاں بھی بڑے درجہ کی دینی پڑتی ہیں۔ جگہ جگہ اور موقع بہ موقع نفس وشیطان کی طرف سے خوفناک حملوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اَعدائے اسلام اور بعض اوقات اپنوں کی طرف سے مخالفتوں اور رکاوٹوں کے طوفان کھڑے کئے جاتے ہیں۔ ملامت کرنے والے ملامت کرکے اُن کی راہ میں روڑے اٹکانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔

تاہم یہ دیوانے اور پروانے اپنے کام میں مگن رہتے ہوئے اس راہ میں پہنچنے والی ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور ہر قسم کی مدح وثناء اور تعریف و توصیف سے بے نیاز ہوکر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔

جو لوگ اخلاص وللٰہیت کے ساتھ اپنے عظیم مقاصد میں جُت جاتے ہیں تو توفیق الٰہی بھی اُن کے شاملِ حال ہوجاتی ہے اور اس طرح منزل بھی اُن کے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

بندہ کو استاذِ محترم کا جلالی وجمالی چہرہ پہلی بار غالباً ۱۹۸۸ء میں دیکھنا نصیب ہوا جبکہ آپ انگہ میں میرے استاذِ محترم قاری عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی کی دعوت پر تشریف لائے۔ احقر اس وقت شعبۂ حفظ کا ایک ادنیٰ سا طالب علم تھا۔ آپ کا چمکتا، دَمکتا نورانی چہرہ اور آپکی سادگی، عجز وانکسار آج بھی میری نگاہوں میں تصویرِ مجسم بن کر گھوم رہا ہے۔ احقر حفظ سے فارغ ہونے کے بعد درسِ نظامی کے لئے جامعہ امدایہ فیصل آباد میں پہنچا۔ درجہ خامسہ کی تکمیل کے بعد بعض وجوہ کی بناء پر جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لینا پڑا۔ یہاں آکر حضرت رحمہ اللہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ مدرسہ مسلم معاشرے میں کتنا ضروری ہے؟ جس کے بعد قاری پر یہ حقیقت کھُل کر سامنے آجائے گی کہ اس فتنے کے دور میں مدارسِ

Marfat.com

دینیہ کا قیام معاشرے پر کتنا بڑا احسان ہے، علامہ محمد اقبال نے مدارس ہی کے بارے میں کہا تھا "اِن مدارس کو رہنے دو اگر یہ نہ رہے تو پھر وہ ہو گا جو میں قرطبہ و غرناطہ میں دیکھ آیا ہوں۔"

مدارس کا ایک نکاتی پروگرام ہے کہ انسانی سوسائٹی کا رابطہ آسمانی تعلیمات سے برقرار رہے۔

جب آسمانی اور الہامی تعلیمات مُسلم معاشرے کی زندگی اور اسکی بقاء کے لئے اتنی اہم ہیں تو پھر سوسائٹی میں ایسے افراد کا وجود بھی یقیناً ضروری ہے جو آسمانی تعلیمات کو امتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد تک پہنچا سکیں اور اُن کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم رکھ سکیں۔

اگر ایک ہسپتال کے لئے ماہر ڈاکٹر، عمارت کے لئے ماہر انجینئر اور دیگر تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے ماہرین کی ضرورت ہے تو مسجد اور مدرسہ بھی امتِ مسلمہ کا ایک ایسا اجتماعی ادارہ ہے جس کے ساتھ امت کے ہر ہر فرد کا دینی اور اُخروی مفاد وابستہ ہے، اِن اداروں کو چلانے اور انہیں ترقی کی راہ پر گامزن رکھنے کے لئے بھی ماہرین دین کی ضرورت ہے جو مُسلم معاشرے میں دین کی نشرواشاعت اور ہر دَور میں پیش آمدہ، جدید مسائل پر تحقیق کر کے امت کی راہنمائی کرتے رہیں۔ مدارسِ دینیہ آج الحمد للہ بڑے وسیع پیمانے پر کام کر رہے ہیں۔ ہر قسم کی حکومتی گرانٹس سے بے نیاز ہو کر محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور عوامی تعاون سے اپنے اَہداف میں کامیابی کی راہوں کو بڑی تیزی کے ساتھ طے کرتے جا رہے ہیں۔ آج برصغیر ہندوپاک کو یہ اعزاز اور انفرادیت حاصل ہے کہ اہلِ اسلام کو جس قسم کے جدید اور پیچیدہ مسئلے کا حل مطلوب ہو تو مدارسِ دینیہ اس میں خود کفیل ہیں۔ جبکہ عالم اسلام کے دوسرے ممالک اَور اُن علاقوں میں جہاں مُسلمان رہائش پذیر ہیں، نہ تو ایسے مدارس کا وجود ہے اور نہ ہی شریعت کے ایسے ماہرین میسر ہیں جو اُن مسلمانوں کے تمام مسائل کو حل کر سکیں۔

Marfat.com

دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں دُنیا بھر کا چکر لگانے والے اہل علم اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ہندوپاک میں علمائے کرام جس طرح مشکل ترین حالات میں مدارس چلارہے ہیں یہ انہی کا مجاہدہ اور قربانی ہے ورنہ دُنیامیں مدارس کا ایسا نظام ڈھونڈنے کو نہیں ملتا۔

آج اگر تعصب کی عینک اتار کر اور مغربی غلامی کے چنگل سے آزاد ہو کر، عدل و انصاف سے کام لیا جائے تو یہ بات تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں کہ مدرسہ اور عُلمائے کرام اس قوم کے عظیم محسن ہیں۔ جنہوں نے انتہائی قلیل تنخواہ پر قناعت کرتے ہوئے اہلِ اسلام کی تمام دینی ضروریات کو بطریقِ احسن واکمل پورا کیا ہے۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانا توی نے بقاءِ دین اور اسلامی روایات و اقدار، تہذیب و تمدن کے تحفّظ اور مغربی تہذیب کی یلغار سے عام مسلمانوں کی حفاظت کے پیش نظر دیوبند میں انار کے درخت کے نیچے ایک نومولود مدرسے کی بنیاد رکھی جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کی شکل اختیار کر گیا۔ اس دینی ادارہ کے ہزاروں کی تعداد میں فیض یافتہ پوری دنیا میں پھیل گئے اور جو نُور اور روشنی انہوں نے دارالعلوم سے حاصل کی تھی اس سے مزید چراغ روشن کرتے چلے گئے۔ جس کے نتیجے میں آج بحمد اللہ جزیروں میں، پہاڑوں میں اور صحراؤں میں بھی دین کی بہاریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ انہی مدارس کی برکت سے آج اہلِ اسلام کا رشتہ اور تعلق دین اسلام سے جُڑا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ تعلق، تعلیم و تدریس، تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ اور اصلاحِ باطن کی صورت میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

قدرت اللہ شہاب مرحوم نے مولوی کی عظمت کے حوالے سے متحدہ ہندوستان کے ایک گاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ”مجھے مسلمانوں کے ایک گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا تو میرے علم میں یہ بات آئی کہ یہاں کے ایک مسلمان کا نام ”رامیش کمار“ ہے جو کہ خالصتاً ہندوانہ نام ہے۔ یہاں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب ایک مسلمان کا نام ہندوؤں جیسا ہے تو باقی دین سے کتنی جہالت ہوگی؟ شہاب صاحب مرحوم

Marfat.com

آگے لکھتے ہیں کہ: "تین ماہ بعد ایک مولوی صاحب آتے تھے جو انکو مذہب کی کچھ باتیں تلقین کرتے تھے۔ مَیں نے سوچا شکر ہے یہ مولوی صاحب بھی ہیں جو کسی نہ کسی درجے میں انکا اسلام سے تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہوتے تو انکا اسلام کب سے رخصت ہو چکا ہوتا۔

انسان محنت کا مکلف ہے نتائج کا نہیں۔ کئی انبیاء کرام نے زندگی بھر کامل اخلاص اور پورے یقین سے دعوتِ دین کا کام کیا لیکن گنے چُنے افراد ایمان لے آئے اور بعض انبیاء کرام ایسے بھی ہو گزرے ہیں جن پر ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انبیاء اپنے مشن میں ناکام اور اجر و ثواب سے محروم رہے۔ انبیاء کرام کی مقدس جماعت نبوت و رسالت کے فرائض اور ذمہ داریوں کو کماحقہٗ انجام دینے کی مکلف تھی۔ نتائج کی مکلف نہ تھی۔"

اللہ تعالےٰ حضرت استاذِ محترمؒ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ نے بڑے ہی اخلاص کے ساتھ ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی اور پھر اسکو ہمدوشِ ثُریا کرنے کے لئے آپ نے کیا کچھ نہیں کیا؟ اسکے پیچھے ایک طویل، حیرت انگیز اور قربانیوں بھری داستان دکھائی دیتی ہے۔ احقر راقم الحروف بھی اس ادارے کا خوشہ چیں اور فیض یافتہ ہے۔ نہ جانے اس ادارے کے فیض یافتہ طلبہ اور طالبات نے پاکستان کے کن کن خطوں میں دین کے دیپ جلائے ہوئے ہیں، جو کفر و شرک اور بدعات کی آلودگی سے بھرے معاشرے میں کتنے ہی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ بات بھی مُسلّم ہے کہ اسلاف کے اخلاص، قربانیوں، دین کی خاطر انکی مَساعی، علم کی وسعت اور گہرائی کا مقابلہ تو کسی بھی طرح نہیں کیا جاسکتا تاہم ایسے دَور میں جبکہ دین پر چلنا اور اسکا نام لینا اپنے ہاتھ میں انگارے لینے کے مُترادف ہو، قرآن و سُنّت کے چراغ روشن رکھنا، بسا غنیمت ہے۔ جہالت اور بے دینی کے موجودہ ماحول اور مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک، کفر و شرک اور بدعات کے گھٹاٹوپ

Marfat.com

اندھیروں میں ٹمٹماتے دیے کی روشنی کی افادیت سے اِنکار ممکن نہیں۔

حضرت استاذِ محترمؒ نے اپنی آخری سانسوں تک ایک فکر مند، درد مند، محنتی اور غمگسار باغبان کی طرح اس گلشن کی نگرانی و آبیاری کی خاطر اپنی تمامتر خداداد صلاحتیں لٹا دیں۔ آپ یہ فرض نبھاتے نبھاتے بالآخر اپنے رب کے پاس پہنچ گئے۔ آج اپنے اسی ادارے کے ایک کونے میں آرام فرماہیں۔ یہ سب کچھ حضرت استاذِ محترمؒ اور اُن کے گرامیٔ قدر والدِ ماجد حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے قائم کئے ہوئے اس ادارے کو تاقیامت آباد و شاد رکھے، اور ہر آن و ہر لحہ اسکی بہاروں اور رونقوں میں اضافہ کرتا رہے۔ اور حضرت استاذؒ کے علمی روحانی جانشین حضرت مولانا قادر بخش صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اولاد کو صحت و عافیت اور قابلیت و قبولیت نصیب فرمائے۔

ایں دُعا از مَن و ازجملہ جہاں اٰمین باد

ماسٹر میاں عبدالغنی، کورڈھی

ماسٹر صاحب موصوف ۱۹۵۵ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم اپنے گاؤں کے حکومتی سکول میں حاصل کی۔ مزید تعلیمی سفر کو جاری رکھنے کے لئے گورنمنٹ مڈل سکول، اوچھالی میں داخلہ لیا۔ چھٹی کلاس مکمل کرنے کے بعد استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کے مشورے سے گورنمنٹ مڈل سکول صدیق آباد میں داخلہ لے کر مڈل کی سطح تک کی تعلیم مکمل کرلی۔ نویں کلاس کے لئے گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں داخلہ لے کر میٹرک کا امتحان اعلےٰ نمبروں میں پاس کیا۔ میٹرک کے بعد حفظ کے شوق میں "مدرسہ اسلامیہ" صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ حفظ میں آپ کو استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل رہا ہے۔ دوسال تک حفظ سے مُنسلک رہے۔ تاہم قسمت میں حفظ مقدر نہیں تھا۔ کیونکہ بعض گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے حفظ کی تعلیم درمیان میں ہی چھوڑنی پڑی۔ بعدازاں نوشہرہ

Marfat.com

میں پرائمری ٹیچنگ کورس میں داخلہ لے لیا اور ۱۹۷۵ء میں باقاعدہ ضلعی حکومت کی طرف سے گورنمنٹ پرائمری سکول کوٹلی میں بحیثیت مدرس تقرر ہُوا۔ مختلف دیہات و قصبات میں تدریسی خدمات انجام دیتے رَہے۔ آجکل گورنمنٹ مڈل سکول کورڈھی میں تدریسی خدمات انجام دے رَہے ہیں۔

ماسٹر میاں عبدالغنی صاحب کی زندگی میں دین و عقائد کی پختگی کا انقلاب دو عظیم شخصیات کی وجہ سے آیا۔ پہلی شخصیت استاذ العلماء حضرت مولانا مُفتی خدابخش صاحبؒ اور دوسری شخصیت استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ ہیں۔ ماسٹر صاحب موصوف کے اپنے اِن ہر دو مُربیّوں اور عظیم محسِنوں کے بارے میں تاثرات کچھ اس طرح کے ہیں۔

میرے اَساتذہ میرے مُربّی

عُلمائے کرام اور اللہ کے نیک بندوں سے یہ بات سُنی ہے کہ دُنیا تو اللہ تعالےٰ بعض اوقات کسی کو بغیر محنت اور طلب کے عطا کردیتے ہیں، مثلاً باپ کے مرنے کے بعد بیٹا باپ کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا مالک بن جاتا ہے۔ حاکم خوش ہو کر کسی کو انعام دے دیتا ہے یا کوئی چھوٹا بڑے کو، بڑا چھوٹے کو ہدیہ دے دیتا ہے تو انسان بغیر محنت و مشقت کے مال و جائیداد کا مالک بن جاتا ہے۔ لیکن دین بغیر محنت، طلب اور تڑپ کے نہیں ملتا۔ اسکی وجہ یہ ہَے کہ دُنیا اور اسکی تمام تر نعمتوں کی قدر و قیمت حدیث شریف کی رُو سے ایک مچھر کے پَر کے برابر نہیں۔ ذرا غور تو کریں اللہ تعالےٰ جو دُنیا میں اپنی صفتِ رحمن کا مشاہدہ کراتے رہتے ہیں۔ اپنی وسیع رحمت کے پیشِ نظر اپنے وسیع دسترخوان پر اپنے مطیع و فرماں بردار بندوں اور اپنے باغیوں اور نافرمانوں کو ایک ساتھ کِھلا رَہے ہیں بلکہ اپنے دُشمنوں پر تو اپنی نعمتوں کے دروازے خوب کھول رکھے ہیں۔ کیونکہ انکی یہی جنت ہے۔ "مَا لَهُمْ فِی الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاق" آخرت میں اُن کیلئے کچھ نہیں۔ جب تک کسی کافر و مشرک میں ایمان اور دینِ اسلام کی سچّی طلب پیدا نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ اس وقت تک وہ ھدایت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دین اللہ تعالےٰ کو بہت محبوب ہے جس کی خاطر اُس نے اپنے آخری پیغمبر امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت محمد مُصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آزمائش کی ایسی بھٹیوں سے گزارا کہ جن کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ غیرت والے، اُن کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیرت والے اور پھر دینِ اسلام بھی غیرت والا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کے دل میں ایمان اور دین اسلام کی کسی درجہ میں بھی قدر و قیمت نہ ہو اور نہ اُسے پانے کے لئے وہ جدوجہد اور تگ و دَو کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ضد اور عناد میں آکر ایمان اور دینِ اسلام کی توہین کر دیتا ہے۔ احکامِ اسلام کا مذاق اُڑاتا ہے۔ کیا اِن حالات میں بھی اللہ تعالےٰ زبردستی اُسے ایمان کی دولت سے سرفراز کردیں؟ نہیں، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی غیرت اسکو برداشت نہیں کرتی۔ ہدایت سے وہی بہرہ ور ہوگا جس میں طلب ہوگی، اور دینِ حق کو پانے کے لئے بے قرار اور بے چین نظر آئے گا۔

اسی طرح جو شخص مسلمان ہو کر دینِ اسلام یا اس کے کسی حکم کا مذاق اُڑاتا ہے اُس سے بھی ایمان بہت جلد رخصت ہو جاتا ہے۔ اس توہین اور استہزاء کے بعد وہ اس کے ساتھ چمٹا نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ دین اسلام انسان کی ضرورت ہے نہ کہ انسان، دین اسلام کی ضرورت ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بندہ جنت کا مستحق بننے اور جھنم سے نجات کے لئے ایمان کا محتاج ہے نہ کہ ایمان بندے کا محتاج ہے۔

ایک وہ انسان ہے کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہُوا۔ گھر کا ماحول بلکہ خاندان کی پوری فضا دینی دیکھی اور پائی ہے۔ اس کے باوجود وہ نفس و شیطان کے حملوں سے اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کرتا۔ یقیناً یہ دونوں خیر خواہ نہیں، بدخواہ ہیں۔ دوست نہیں، دشمن ہیں۔ سورۃ یوسف میں ہے۔ "اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ "نفس تو بلاشبہ بُرائی کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح سورۂ یوسف کے شروع میں ہے۔ "اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ

Marfat.com

مُبِینٌ" اس بات میں ذرہ برابر بھی شعبہ نہیں کہ شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے............

اِن دونوں دشمنوں کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ انسان ایمان اور عمل صالح میں کبھی ترقی نہ کرنے پائے۔ یہ ٹھوس عقیدے کا ایک نظریاتی اور فکری انسان نہ بننے پائے۔

لیکن اس حقیقت سے انکار بھی مشکل ہے کہ اللہ تعالےٰ بعض اوقات اپنے کسی بندے کے ساتھ خاص رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ زندگی میں اُسے ایسے عظیم اور علم و عمل کے اعتبار سے ثُریّا کی بلندیوں اور رفعتوں کو چھُونے والے انسانوں سے جوڑ دیتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک ناقص اور کمزور انسان اپنی حقیقی منزل کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ چلنا شروع کر دیتا ہے اور اس کا وِجدان اُسے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اَے راہ رَوِ منزل! بلاخوف و خطر اپنے سفر کو جاری رکھو، جن لوگوں سے تُم نے روشنی حاصل کی ہے اور جن لوگوں سے تم نے دینی اور ایمانی رشتہ جوڑ رکھا ہے۔ بلاشبہ وہ سچے" لوگ ہیں اور انکی معیت و صُحبت کی برکت سے اِن شاء اللہ مُشکلیں حل اور منزل قریب سے قریب تر ہوتی چلی جائے گی۔

اس ناچیز بندہ میاں عبدالغنی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی رَہا۔ کیونکہ مَیں جب چھٹی کلاس میں تھا تو حُسنِ اتفاق سے میرا تعلق استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے ہو گیا، جنہوں نے ازراہِ محبّت میری تعلیم و تربیت کا نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ قدم قدم پر میری نگرانی کرتے رَہے اور مجھے آگے بڑھاتے رَہے۔ میرے ایمان کو اگر جِلا نصِیب ہوئی تو اس میں حضرت استاذِ محترم کی صُحبت اور قرآن و سنت کے حوالوں سے مزین انکی ناصحانہ گفتگو تھی۔ اگر مجھے فکری پختگی نصیب ہوئی تو اس میں آپ کی خصوصی توجہ کارفرما تھی۔ مَیں اگر ایک نظریاتی انسان بنا تو اس میں حضرت اُستاذِ محترم کی بے مثال تربیت اثرانداز ہوئی۔ مجھے اگر زندگی میں صحیح رُخ ملا تو اس میں آپ کی کاوشیں سرِفہرست دکھائی دیتی ہیں۔ مَیں اگر کسی موقع پر تن تنہا حق کی حمایت میں کھڑا ہُوا تو یہ قوت اور جراَت مجھے آپ کے توسط سے ملی۔ مختصر یہ کہ میں تو ایک خالی

Marfat.com

کارتوس تھا، میرے اندر دینی غیرت کا بارود بھرنے والے حضرت استاذِ محترم تھے۔

عصری تعلیم کے دوران حضرتؒ کا دستِ شفقت مسلسل میرے سر پر رہا۔ جب آپ کسی موضوع پر گفتگو شروع فرماتے تو مَیں ہمہ تن گوش ہو کر سُنتا۔ آپ کی قیمتی باتوں کو دل میں اُتارتا اور اُن پر عمل کی کوشش کرتا۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ جس موضوع کو چھیڑ دیتے تو پھر وہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا۔ آپ کی گفتگو انتہائی جامع، پُراثر اور مُدلّل ہوتی۔ سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

حضرت استاذِ محترم کی صُحبت اور تربیت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس ناچیز کے قلب میں خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ آپ میرے آئیڈیل استاذ تھے۔ آپ کی محنتوں کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ نے اس نا کارہ کے اندر مُربیّانہ صفات پیدا فرمادی تھیں۔ مَیں نے سکول لائف کو ایک روایتی استاذ بن کر نہیں اپنایا۔ بلکہ مُعلّم سے پہلے مَیں مُربیّ تھا۔ طلبہ کی ذہنی اور فکری تربیت ہمیشہ مقدم رہی۔ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد قوم کے مستقبل کے معماروں کو ایک نظریاتی اور توحید پرست انسان بنانا تھا۔ شرک و بدعت اور جاہلی رسومات سے انکو بچانا تھا۔ مَیں اپنے اہداف میں کہاں تک کامیاب ہُوا؟ اس کے لئے میرے شاگردوں کو دیکھ کر ہی کوئی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔

مجھے جادۂ مستقیم پر چلانے کے لئے اگرچہ مرکزی کردار حضرت استاذِ محترم کا رہا ہے تاہم میرے دادا جی رسالدار حاجی عبدالعزیز صاحب کا شمار بھی مُربیّوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بچپن میں ہم سب بہن بھائیوں کی تربیت میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو خرچ کرنے میں کبھی بُخل سے کام نہیں لیا۔ وہ خود بہت مضبوط اور ٹھوس عقائد رکھنے والے تھے۔ ایمان اور عملِ صالح میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ دادا جی چونکہ حضرت قاری قمرالدین صاحبؒ کے بھتیجے تھے اس لئے تربیت و اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ بناء بریں وہ گھر کے تمام افراد کے لئے تربیت کے اُسی معیار کے طلبگار تھے جس معیار پر اُنکے بزرگوں نے اُنکی تربیت کی تھی۔

Marfat.com

اس ناچیز نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، یہی دیکھا کہ وہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر مغرب کی نماز تک ایک ہی جگہ پر بیٹھے رہتے اور مسلسل سورۃ یٰسین کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ یہ معمول اُنکا موت تک جاری رہا۔ میرے والد حاجی محمد سعید صاحب چونکہ ایک کاشتکار شخص تھے۔ اپنی زرعی زمینوں میں مصروف رہتے۔ ہم پانچ بہن بھائیوں کی نگرانی اور تربیت دادا جی کے ذمے ہوتی تھی۔

صدیق آباد کے دوسالہ قیام کے ساتھ میری زندگی کی کئی یادیں وابستہ ہیں۔ حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدابخش صاحبؒ کی شخصیت انتہائی ہر دلعزیز شخصیت تھی۔ آپ ولایت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ انسانیت کا احترام کرنے والے اور محبتوں، شفقتوں کو بانٹنے والے تھے۔ تواضع اور انکسار کا غلبہ اس قدر تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو "حافظ جی" کہہ کر پکارتے تھے۔ سوسائٹی میں جو لوگ بے سہارا اور کمزور تصور کئے جاتے، انہیں خود بڑھ کر سلام کرتے اور انکی خیر و عافیت دریافت کرتے۔ اگر اُنکا کوئی کام کسی سے متعلق ہوتا اور وہ سفارش کی درخواست کرتے تو اُنکی جائز سفارش کر دیتے۔

حضرت الاستاذؒ مجھے بڑے احترام کے ساتھ "میاں صاحب" کے کلمات سے مخاطب کرتے۔ مَیں کبھی کبھار رمضان شریف میں صدیق آباد، مدرسہ میں ٹھہر جاتا تو حضرتؒ بایں عظمت میرے لیے سحری کے وقت کھانا اپنے گھر سے خود اُٹھا کر لاتے۔ نمازِ عصر کے بعد آپ سیر کے لئے باہر تشریف لے جاتے تو مجھ جیسے نالائق اور چھوٹے انسان کو ہمراہی کا شرف عطا فرماتے۔ دورانِ سفر اپنی ایمان افروز اور قیمتی گفتگو سے فیضیاب فرماتے جسکی وجہ سے گُلستانِ دل میں ایمان و یقین کی بہار آجاتی۔ سفر کے دوران ایک دفعہ آپ نے فرمایا: میاں صاحب! مَیں اور میرے بڑے بھائی مولانا عطا مُحمد صاحب دین پڑھنے کے لئے بندیال شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ جب سالانہ چھٹیاں ہوتیں تو واپسی پر پیدل سفر کر کے گاؤں پہنچتے تھے۔ حالانکہ گاؤں سے بندیال تک کا سفر کم از کم ساٹھ میل کا تھا۔ مدرسہ میں کھانے کی بڑی قلت تھی۔ چوبیس گھنٹے میں ایک

Marfat.com

وقت روٹی ملتی وہ بھی روکھی سوکھی۔ سالن تو کبھی قسمت سے جاکر ملتا تھا۔ روٹی بھی مدرسہ میں نہیں پکتی تھی بلکہ باہر سے دُور دراز ڈیروں پر جاکر لانی پڑتی، ایک محتاط اندازے کے مطابق ۶ میل پیدل سفر کر کے لوگوں کے گھروں سے روٹی لاتے تھے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ: مَیں جب تعلیم سے فارغ ہو کر گھر واپس لوٹا تو اس دوران دوسرے علاقوں اور شہروں سے تدریس کی فرمائشیں آئیں۔ بڑی تنخواہ دینے اور زندگی کی دوسری ضروریات پوری کرنے کا کہا جاتا، لیکن مَیں یہ کہہ کر معذرت کر لیتا کہ ہمارا علاقہ غریب علاقہ ہے۔ یہ لوگ یہاں دین کا کام کرنے پر مجھے تنخواہ نہیں دے سکتے۔ لوگ مُخلص اور احترام کرنے والے ہیں۔ مَیں انہیں چھوڑ کر کہیں اور جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ اپنے گھر سے روکھی سوکھی کھا کر اسی علاقہ میں دین کا کام کرونگا۔

ایک دفعہ آپ نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا۔

میاں صاحب! جو شخص اللہ تعالےٰ کے دین کی بے لوث خدمت کرتا ہے تو وہ اس پر رزق کے دروازے کھول دیتا ہے۔ فرمایا: میں نے اپنے بیٹوں کو مسجد کی چٹائیوں پر بٹھایا۔ لیکن آج اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہ دین اور دُنیا کے جامع ہیں اور گھر میں ہر نعمت موجود ہے۔

اپنے اِن ہر دو اساتذہ کرام کی خوبصورت اداؤں کے نقش آج بھی میرے دل و دماغ کی تختی پر موجود ہیں۔ انکی صحبت کی برکت سے اس ناچیز کو امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کی تربیت کا درد اور سلیقہ نصیب ہُوا۔ میں تو ہر وقت اسی غم میں غلطاں و پیچاں رہتا ہوں کہ امتِ مسلمہ کا کوئی جوان میرے لگائے ہوئے جال میں مچھلی کی طرح آپھنسے اور مَیں اُسے شکار کر کے ایک عظیم نظریاتی اور فکری انسان بنادوں۔ میری خواہش ہے کہ وہ سوسائٹی کا مفید اور کارآمد انسان بن جائے اور شاید اسی عمل سے میری نجات کی صورت پیدا ہو جائے۔

اس ناکارہ نے قوم کے نوجوانوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک صحیح فکر دی اور پھر اُنہیں ملک کے کسی بھی شعبے میں بھیج کر یہ اُمید رکھی کہ وہ ملک و ملت کے وفادار، ہمدرد،

Marfat.com

دردمند اور لائق شہری بن کر اپنی شناخت کرا سکیں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے شاگرد ملک کے اکثر شعبہ ہائے زندگی میں ملک وملت کی خدمت میں جُتے ہوئے ہیں۔ بالخصوص پاکستان ایئر فورس میں تو بندۂ ناچیز کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نظریاتی سرحدوں کے بھی محافظ ہیں۔

علاوہ ازیں اپنے گاؤں کی حد تک بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے متحرک رہتا ہوں۔ اگر کسی بھی بھائی پر کوئی تکلیف آپہنچے تو میرا دل بے چین ہو جاتا ہے اور پھر اسکی مدد کے لئے اپنی بشری طاقت کے مطابق بھاگ دوڑ میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ افراد کے ذاتی مسائل ہوں یا گاؤں کے اجتماعی مسائل، اخلاص کے ساتھ اپنا حصہ ڈالنے کی ممکن حد تک ضرور کوشش کرتا ہوں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ یہ جذبات تادمِ واپسیں قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

(مولانا عبدالرزاق، جابہ)

اس فانی اور ناپائیدار دُنیا میں جو بھی آیا، جانے ہی کے لئے آیا ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

زمین پر بسنے والی ہر چیز کو فناء ہے باقی تو تیرے رَب ذوالجلال کی ذات ہی رہے گی۔ یہاں کئی "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" کا نعرہ بلند کرنے والے آئے لیکن بے نام ونشان ہو گئے۔ اور کئی "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کا نعرۂ متکبرانہ لگانے والے اُبھرے اور پھر حرفِ غلط کی طرح مِٹ گئے۔ "هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا" کیا تمہیں ٹٹولنے سے بھی اُن میں سے کسی کا پتا ملتا ہے، یا اُن میں سے کسی کی بھنک بھی تمہیں سنائی دیتی ہے کھجور کی مانند لمبے اور دیو کی طرح قد و قامت رکھنے والے، پہاڑوں کو تراش کر محل بنانے والے آج کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے تکوینی فیصلوں کے سامنے کیا کوئی اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ

Marfat.com

کر سکتا ہے؟ کہاں غائب ہو گئے وہ فرعونی مزاج رکھنے والے؟ کہاں کھو گئے وہ نمرودی فطرت رکھنے والے؟ کہاں گم ہو گئیں وہ قومیں جنہیں اپنی طاقت اور مادی ترقی پر ناز تھا؟

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

جو بھی انسان دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف جاتا ہے تو پس ماندگان میں سے کوئی نہ کوئی ایک درجے میں دنیاوی اعتبار سے نقصان محسوس کرتا ہے۔ کسی کے چلے جانے سے والدین صدمے سے نڈھال ہو جاتے ہیں تو کسی کے جانے سے بیوی بچے غم میں ڈوب جاتے ہیں تو کسی کے اُٹھ جانے سے بہن بھائی اور دوسرے عزیز و اقارب متاثر ہوتے ہیں تو کسی کی جُدائی پر پورا خاندان اپنے آپ کو بے سہارا خیال کرتا ہے تو کسی کے فراق پر پورا محلہ حزن و ملال میں نہا جاتا ہے۔ کسی کی موت سے پورا شہر اور پورا ملک اپنے آپ کو یتیم محسوس کرتا ہے۔ لیکن ایک عالم کی موت سے پورے عالم کا نقصان ہوتا ہے۔

میرے مُربیؒ، میرے استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کا وصال حدیث کی رُو سے پورے عالم کی موت ہے۔ میرے استاذِ محترم صرف عالم نہ تھے بلکہ عالم باعمل تھے۔ اُن کے وجودِ مسعود سے اُمتِ مسلمہ کا ایک بڑا حصہ فیض یاب ہو رہا تھا۔ اُن کی وجہ سے وادی میں سدا بہار کی کیفیت تھی جو اُنکی موت سے بظاہر خزاں میں تبدیل ہو گئی۔

آپ کے وصال سے پوری وادی یتیم ہو گئی۔ آپ کی ذات سے وادی میں بڑی برکات تھیں۔ لوگ اپنے باہمی تنازعات کا فیصلہ کروانے کے لئے بے دھڑک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور مطمئن ہو کر واپس لوٹتے۔ دین یا کوئی بھی مسئلہ حل طلب ہوتا تو صدیق آباد کے اس سرچشمۂ آبِ حیات پر پہنچ کر اپنی پیاس بجھاتے۔ جانے والے تو اپنی منزل کی طرف کوچ کر گئے۔ لیکن اپنی نشست خالی چھوڑ گئے۔ اللہ تعالےٰ اگرچہ قادرِ مطلق ہیں تاہم عالمِ اسباب میں اُنکی مَسنَد پُر ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ آپ کے وصال سے ایک بہت بڑا علمی خلا پیدا ہو گیا۔ آپ جب تک دُنیا میں جئے تو یہ غم اور دَرد لے کر جئے کہ اللہ کا دین مُسلمانوں میں کیونکر زندہ ہو گا؟ یہی لگن اور تڑپ آپ کو قریہ قریہ،

Marfat.com

بستی بستی کشاں کشاں لئے پھر رہی تھی۔ آپ کی محنت کے نتیجے میں وادی اور اس کے قرب و جوار میں تقریباً چار سو حفاظ تیار ہو گئے۔ آپ نے اپنے بعد ایک عظیم جامعہ بطورِ یادگار کے چھوڑا۔ آپ نے جامعہ اسلامیہ کی جدید تعمیر پر سب سے پہلے اپنی ذاتی رقم لگائی۔ جامعہ اور جامعہ کی مسجد کی تعمیر جب ایک حد تک مکمل ہو گئی تو اس موقع پر آپ نے ایک جملہ بڑا عجیب فرمایا جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسا اور یقین کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنے رب پر اس قدر یقین ہے کہ اگر میں یہاں سونے کی اینٹ سے بنیاد رکھتا تو اللہ تعالیٰ سونے کی عمارت کھڑی کرا دیتے۔

ایک موقع پر اس ناچیز سے ترغیباً ارشاد فرمایا، ”اگر جلسہ کروانا ہے تو سب سے پہلے اپنا ذاتی سرمایہ رضائے الٰہی میں خرچ کر ڈالو، پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کیسے آتی ہے! لوگ پھر بڑھ چڑھ کر تعاون کریں گے۔

اس ناچیز نے حضرت استاذِ محترم کی یہ نصیحت پلّے باندھ لی اور پھر باغ شمس دین (سبھرال) پر جلسے کا پروگرام ترتیب دیا، جس میں بندہ نے ولی کامل، عالمِ باعمل، پیکر اخلاص، مجسمۂ تواضع، مُرشدی حضرت مولانا مُفتی مُحمد حسن صاحب دامت برکاتہم کو دعوت دی۔ حضرت مرشدی مدظلہ اگرچہ انتہائی سادہ بیان فرماتے ہیں تاہم اس جلسہ میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ (یعنی استاذ محترم مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ) کی دعاؤں کی برکات کا آج بھی ظہور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج تک سالانہ جلسے کا انعقاد پورے اہتمام اور کامیابی کے ساتھ ہو رہا ہے۔

آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے کہ استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ مُحمد بخش صاحبؒ ہمارے گاؤں ”جابہ“ میں تشریف لائے اور آپ نے جمعہ کے موقع پر بیان فرمایا۔ بیان میں ایک بات آپ نے یہ فرمائی کہ ”دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بلاحساب کتاب بخشش فرما کر جنت میں داخل فرما دے۔ کیونکہ جس کا حساب کتاب شروع ہو گیا وہ ناکام اور ہلاک ہو گیا“۔ آپکا اندازِ بیان کچھ اس طرح مؤثر تھا کہ بات سیدھی دل کو جا کر چوٹ لگاتی تھی۔

Marfat.com

آپ کی اولاد [illegible] مدرسہ اسلامیہ آپ ہی کے [illegible] [illegible]
[illegible] آپ کے [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible]

حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب اور خدمت قرآن

از [illegible] [illegible]

بعض شخصیات کی بعض [illegible] قرآن [illegible] بھلا نہیں سکتے۔ [illegible] [illegible] [illegible] شخصیت [illegible] [illegible] حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کا شمار بھی ایسی ہی [illegible] شخصیات میں ہوتا ہے۔

آپ سکول کے زمانے میں میرے شفیق اور مہربان استاد رہے تھے۔ جب میں گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں دسویں کلاس کا طالب علم تھا تو حضرت حافظ صاحب ہماری کلاس کو صبح ناظرہ قرآن کریم پڑھاتے تھے اور جب میں پی، ٹی، سی گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں کر رہا تھا تو اسوقت بھی آپ ایک مضمون ہمیں پڑھاتے تھے۔ آپ طلباء کے ساتھ بے تکلف ہوکے رہتے۔ گپ شپ اور جائز حد تک ہنسی مزاح کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ تاہم آپکا رعب انتہادرجہ کا تھا۔ جب کسی کو سزا دیتے تو اس طالب علم کی غفلت اور اکثر فوں ساری نکال دیتے تھے۔ آئندہ کے لئے وہ محتاط ہو جاتا۔ آپ سکول کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوکر باقی وقت میں مدرسہ اسلامیہ کے اُمور کی انجام دہی میں مشغول رہتے۔ علاقہ بھر میں آپ کی حفظ کی کلاس بڑی مشہور تھی اور آپ کے حفظ کے شاگرد بہت ہی خوبصورت لہجہ اور تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے تھے۔ جب آپ سکول سے ریٹائرڈ ہوئے تو آپ کی ہمہ وقتی خدمات مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف ہو گئیں۔ علاقے میں عُمدہ قسم کے حُفّاظ پیدا کرنا، آپ کی تڑپ اور لگن تھی۔ لوگ اپنے بچوں کو حفظ کے لئے آپ کی شاگردی میں دینے کو فخر خیال کرتے۔

Marfat.com

جب کوئی طالب علم قرآنِ کریم مکمل کرتا تو آپ اس مبارک موقع پر ایک تقریب کا انعقاد کرتے۔ جس میں اس بچے کی دستار بندی ہوتی اور حُفّاظ کی فضیلت اور قرآنِ کریم کی عظمت پر جامع قسم کا بیان ہوتا۔ جس کے بعد کئی اور بچے حفظ کے لئے تیار ہو جاتے۔ نمازِ تراویح میں قرآن کریم کی تکمیل ہوتی تو اس موقع پر بھی عموماً آپ بیان فرماتے۔

مجھے بخوبی یاد ہے کہ استاذِ محترم نے ہمارے گھر کی بیٹھک پر رمضان شریف میں نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنانے کے لئے حافظ عُمر فاروق (مستری) کا تقرر کیا۔ حافظ صاحب نے ہمیں کہا کہ ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کا فرمان ہے کہ جہاں بھی قرآنِ کریم سُنانے جاؤ وہاں سے ایک نئے طالب علم کو حفظ کے لئے وُصول کر کے لے آؤ۔

حضرت استاذِ محترم نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم کی تکمیل کے موقع پر مستری محمد یوسف کی مسجد مین تشریف لائے اور مجھ (امیر افضل) سے فرمانے لگے کہ حافظ عُمر فاروق نے قرآنِ کریم کیسا سُنایا ہے؟ مطلب یہ تھا کہ نمازی مطمئن تھے۔ مَیں نے عرض کی "بہت خوب سُنایا ہے"۔ آپ نے فرمایا: ہمیں کوئی نئے طالب علم حفظ کے لئے دو گے؟ مَیں نے عرض کی "جی حضور"۔ میرے چچازاد بھائی "مولا بخش" تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا "اِن کے حصے کا کام کرو گے؟"۔ عرض کی: جی حضور"۔ میں نے عرض کی کہ حضرت! یہ بچہ آپ کے حوالے ہے، مَیں اس کے کام کا ذمہ لیتا ہوں"۔ چنانچہ وہ بچہ حضرت استاذِ محترم کے حوالے کر دیا گیا۔ جو نہ صرف آج حافظ ہے بلکہ عالم بھی ہے۔

رمضان شریف میں تکمیل قرآن کے موقع پر آپ نے جو بیان فرمایا، اس کے دو سبق آموز واقعات آج بھی مجھے یاد ہیں۔ جنکا تعلق عظمتِ قرآن اور فضیلت حفاظ سے ہے۔ جس وقت آپ یہ واقعات سُنا رہے تھے تو آپ کی آنکھیں برس رہی تھیں۔

پہلا واقعہ: فرمایا: کسی مدرسے میں ایک بوڑھا آدمی حفظ کے طلبہ کی خدمت کرتا تھا، بایں طور کہ باہر سے لوگوں کے گھروں میں جا کر اُن کیلئے کھانا لایا کرتا تھا۔ طلبہ اس

Marfat.com

کے ساتھ مزاح کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے، یہ ہمارا گدھا ہے، ہمارے لیے روٹیاں اور سالن اُٹھا لاتا ہے۔ ایک دن وہ بوڑھا شخص طلبہ سے ناراض ہو کر چلا گیا۔ رات کو جب سوتا ہے تو خواب دیکھتا ہے کہ دوزخ کے داروغے (فرشتے) اُسے گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اسی دوران مدرسہ کے طلباء کی اس پر نگاہ پڑ گئی تو وہ شور مچانے لگے، یہ ہمارا گدھا ہے ہم اس کو دوزخ میں نہیں جانے دیں گے۔ یہ ہماری خدمت کرتا تھا۔ طلبہ نے یہ کہہ کر بوڑھے خادم کو فرشتوں سے چھڑا لیا۔ بوڑھا صبح کو جب بیدار ہوا تو طلبہ کی خدمت کے لئے دوبارہ مدرسہ میں پہنچ گیا۔

حضرت استاذِ محترم رحمہ اللہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

حافظِ قرآن بچوں کا مقام یہ ہے کہ یہ جہنم سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود قرآنِ کریم پڑھنے اور پڑھانے والوں کا مقام کیا ہو گا؟

دوسرا واقعہ: فرمایا: پُرانے وقتوں کی بات ہے کہ ایک صاحب سکول میں ٹیچر تھے۔ حکومت کی طرف سے اُنہیں حکم موصول ہوا کہ سکول میں کوئی شخص داڑھی نہیں رکھ سکتا جو اس آرڈر پر عمل نہیں کریگا اُسے ملازمت سے فارغ کر دیا جائے گا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ جن صاحب کو یہ حکم مل رہا ہے انہوں نے اپنے چہرے کو سُنتِ پیغمبر سے سجا رکھا ہے۔ یہ حکم سُن کر تڑپ اُٹھے کہ مَیں تو مُسلمان ہوں اور داڑھی ہمارے پیغمبر کی محبوب سُنت ہے، میں تو ہرگز داڑھی نہیں منڈواؤں گا۔ چاہے مجھے ملازمت قربان کرنی پڑے۔ آخر کار اس شخص کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ اس اللہ کے بندے نے چونکہ اپنے دین کی خاطر دُنیا قربان کر دی۔ تو یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ بے یار و مدد گار چھوڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے عزت عطا کی اور وہ دوبارہ ملازمت پر بحال کر دیا گیا۔ اس نے اللہ کے لئے دُنیا کو چھوڑا تو اللہ نے دُنیا کو ذلیل کر کے پھر اس کے قدموں میں ڈال دیا۔

اب یہ شخص ملازمت پر اپنی بحالی کا آرڈر لے کر جا رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک

Marfat.com

جگہ پر کچھ لوگ جمع ہیں اور اُن کے سامنے چارپائی پر ایک میت رکھی ہوئی ہے۔ یہ لوگ اسے (ٹیچر) کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ ہمیں نمازِ جنازہ پڑھانے والا شخص مل گیا۔ وہ قریب آیا تو اِن لوگوں نے کہا کہ آپ ہمیں نیک انسان لگتے ہیں۔ میت کی نماز پڑھادیں اور دفن بھی کردیں۔ ہمیں نمازِ جنازہ پڑھانی نہیں آتی۔ ماسٹر صاحب نے اسکی فرمائش پر دونوں کام کردیئے اور فارغ ہونے کے بعد اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔ جب اپنے دفتر پہنچے تو جیب میں ہاتھ ڈالا تاکہ ملازمت کی بحالی کا سرکاری آرڈر باہر نکالیں۔ تو ہاتھ خالی باہر آیا۔ پریشان ہوئے اور دماغ پر زور دیا کہ وہ کہاں گرا ہے؟ چنانچہ اُنہیں یقین ہوگیا کہ یہ آرڈر میں اس قبر میں گرا آیا ہوں جس کی میت کی تدفین میں مصروف رہا۔ ماسٹر صاحب سفر کرکے واپس قبر پر پہنچے، تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو جاچکے تھے۔ انہوں نے قبر کو اکھاڑنا شروع کردیا، تاکہ ملازمت کی بحالی کا آرڈر اندر سے نکال لیں۔ قبر کو کھودنے سے پہلے احتیاطاً دائیں بائیں نظر دوڑائی کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا لیکن کوئی شخص کہیں نظر نہیں آیا۔ قبر مکمل کھودنے کے بعد جب میت سامنے آئی تو انکی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ قبر سے خوشبو پھوٹ رہی ہے اور قبر خوب روشن ہے۔ ملازمت کی بحالی کا آرڈر انہیں قبر کے اندر سے مل گیا، فوراً قبر کو بند کردیا۔ پریشان تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ لوگ ایسے تھے کہ نمازِ جنازہ پڑھانی نہیں آتی۔ میت کی تدفین سے بھی جاہل ہیں۔ انہی میں سے ایک شخص کو قبر میں یہ اعزاز ملتا ہے، وجہ کیا ہے؟ چنانچہ جُستجو اور تحقیق کا داعیہ پیدا ہوا۔ پوچھتے پوچھتے میت کے گھر پہنچے۔ گھر پر میت کی بیٹی تھی۔ ماسٹر صاحب نے اس سے سوال کیا کہ بیٹی! تمہارا والد زندگی میں کونسا ایسا عمل کرتا تھا کہ جس کے صلے میں اسے قبر میں عزت ملی، اسکی قبر مُعطّر ہے اور منور ہے؟ بیٹی نے جواب دیا کہ اور تو میں کچھ نہیں جانتی۔ میرا والد ایک اَن پڑھ آدمی تھا۔ تاہم مَیں نے اس کا ایک عمل دیکھا ہے کہ جب وہ صبح کو بیدار ہوتا تھا تو قرآنِ کریم کو ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتا ہے اور ہر سطر پر انگلی رکھ کر یہ اعلان کرتا کہ یہ بھی سچ ہے۔ یہ بھی سچ ہے،

Marfat.com

بھی سچ ہے۔ یہ سُن کر ماسٹر صاحب کہنے لگے، بس یہی اس کا عمل ہے جسکی بدولت اُسے قبر میں عزت ملی۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آخر میں حضرت استاذِ محترمؒ نے فرمایا: آپ نے غور کیا کہ ماسٹر صاحب کو داڑھی جیسی سُنّت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے کیا عزت عطا کی؟

اِسی طرح یہ شخص جو نہ تو قرآنِ کریم کو پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے معانی اور مطالب کو سمجھتا ہے۔ صرف یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور اسکی عظمت اور عزت اس کے دل میں ہے اور ہر ہر سطر پر انگلی پھیر کر یہ اعلان کرتا ہے کہ اس سطر میں میرے اللہ کا جو حکم ہے وہ بھی سچ ہے اور جو اس میں ہے وہ بھی سچ ہے۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم کی صحیح تلاوت کرتا ہو تو قبر میں اس کا اعزاز کیا ہو گا؟ اور پھر جو شخص اس کے معانی بھی سمجھتا ہے اور قرآنی تعلیمات و ہدایات کے مطابق پاکیزہ زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکا قبر میں کیا اعزاز ہو گا؟ اس کو بیان کرنا بشری طاقت سے باہر ہے۔

حضرت استاذِ محترمؒ تعویذ وغیرہ لکھنے کا مزاج نہیں رکھتے تھے۔ اگر کوئی اِصرار کر کے مجبور کرتا تو پھر لکھ دیتے تھے۔ ایک دفعہ ہم آپ کی مجلس میں حاضر تھے کہ اس دوران ایک شخص آکر عرض کرتا ہے کہ، حضرت! میں بیمار ہوں آپ مجھے دم کر دیں۔ آپ نے فرمایا: کیا نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا کبھی کبھار پڑھ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: روزانہ پانچ وقت نماز پڑھا کرو ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے"۔ پھر فرمایا:

جاؤ! پیالے میں پانی لے کر آؤ"۔ وہ پانی لے آیا، آپ نے فرمایا: اس مجلس میں جتنے آدمی بھی بیٹھے ہیں وہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر دم کر دیں"۔ سب نے پانی پر دم کر دیا۔ پھر وہ پانی بیمار شخص کو پلا دیا اور فرمایا: اب جاؤ اور نماز پڑھا کرو"۔

Marfat.com

باب نمبر 34

حضرتؒ کے ممتاز تلامذہ

حافظ ملک مُحمد عُثمان، کورڈھی

حافظ صاحب یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء کو وادیٔ سون کے گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ سکول کے ساتھ ساتھ ساڑھے سات سال کی عُمر میں قرآنِ کریم حفظ کرنا شروع کر دیا۔ تیسری کلاس میں پڑھتے ہوئے حفظ کا آغاز کیا اور پانچویں کلاس مکمل ہوتے ہی حفظ بھی مکمل ہو گیا۔ اڑھائی برس کی قلیل مدت میں قرآن کریم جو کہ زندہ معجزہ ہے، اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے اُن کے سینے میں محفوظ کر دیا۔ حافظ صاحب کو استاذ الحفاظ حضرت مولانا مُحمد بخش رحمہ اللہ کا اولین شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ انہوں نے حفظ کے بعد عصری تعلیم کو جاری رکھا۔ میٹرک کا امتحان دینے کے بعد نوشہرہ میں سکول ٹیچنگ کا مُحکمانہ کورس کیا اور باقاعدہ بحیثیت پرائمری سکول ٹیچر کے مُصطفےٰ آباد (بھٹی) میں تعینات ہوئے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ طور پر عصری تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے ایم اے اسلامیات، بی ایڈ، ایم ایڈ سپیشل ایجوکیشن پنجاب یونیورسٹی لاہور اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے پاس کیا۔ درجہ بدرجہ سکول لائف میں اپنی تعلیم اور محنت کی بنیاد پر ترقی کے مراحل طے کرتے رہے۔ اِن دنوں گورنمنٹ ہائی سکول اوچھالی میں بطور ہیڈ ماسٹر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ حافظ صاحب بیالیس مرتبہ ابتک نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ تلاوت کا انداز اور لہجہ ماشاء اللہ انتہائی دلکش اور سحر انگیز ہے، خود اُن کے استاذِ محترم اُن سے قرآن کریم سننے کی خواہش ظاہر کرتے۔ حافظ صاحب تین سال تک معاون مدرس کے طور پر استاذِ محترم کے ساتھ شعبۂ حفظ میں کام کرتے رہے۔

Marfat.com

حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحب سے ابتدائی فارسی کتب سمیت صرف و نحو کی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ بچپن میں حضرت مولانا صوفی عبد المالک صدیقیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

حافظ صاحب میدانِ سیاست کے بھی شہسوار ہیں اور لوگوں کو دلائل کے ساتھ اپنا ہمنوا بنانے میں کافی مہارت اور تجربہ رکھتے ہیں۔ استاذ محترم مولانا حافظ محمد بخشؒ جب جمعیّت علمائے اسلام (ف) کی طرف سے قومی اور صوبائی دونوں سیٹوں پر ایک مضبوط امیدوار کی حیثیت سے سامنے آئے تو الیکشن کمپین میں انہوں نے استاذِ محترم کے شانہ بشانہ پوری مستعدی اور سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس کے علاوہ بھی جب کبھی قومی و صوبائی یا بلدیاتی الیکشن آیا تو اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کے مطابق جس جماعت یا امیدوار کی حمایت کا اعلان کیا، تو اسکی کامیابی کے لئے پورے اخلاص و خیر خواہی کے ساتھ شَب و روز تگ و دَو میں مصروف رَہے۔ عام حالات میں بھی اہلِ علاقہ اور اپنے گاؤں کے باسیوں کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کے حل اور فلاح و بہبود کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کے خرچ کرنے میں پوری فیاضی سے کام لیتے ہیں۔

حافظ انور حسین، کورڈھی

حافظ صاحب ۱۹۵۶ء کو وادیٔ سون کے گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عُمر میں حفظ کے لئے استاذ الحفاظ حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور تقریباً تین سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے ساتھ ساتھ سکول کی تعلیم جاری رکھی۔ کچھ عرصہ کے لئے حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے درسِ نظامی کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ تاہم بعض وجوہ کے پیشِ نظر تکمیل نہ کر سکے۔ تقریباً سات سال تک شعبۂ حفظ میں اپنے استاذِ محترم کے معاون مدرس رہے۔ جب استاذِ محترم کی سُرکّی گاؤں میں گورنمنٹ مڈل سکول کے لئے بطور ہیڈ ماسٹر کے تقرر ہُوا تو

Marfat.com

حافظ صاحب مستقل بنیادوں پر شعبہ حفظ میں مدرس بن کر کام کرنے لگے۔ اِن کی تدریسی خدمات اڑتیس سال پر مشتمل ہیں اور تاحال اسی شعبہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ واضح رہے کہ حافظ صاحب نے ۳۷ بار نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سنایا۔ حضرت استاذِ محترم کے حضرو سفر کے ساتھی رہے جس کی وجہ سے حضرت الاستاذؒ کی زندگی سے متعلق کئی یادیں اپنے سینے میں محفوظ رکھتے ہیں۔

حافظ دوست محمد، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۲ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سکول میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ جماعت ہشتم پاس کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ میں آگئے اور قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا اور ڈیڑھ سال کے قلیل عرصے میں مکمل کرلیا۔ بعد ازاں حضرت الاستاذ مولانا مفتی خدابخش صاحب سے کتابیں پڑھنا شروع کیں اور ھدایہ و مشکوۃ شریف تک جاپہنچے۔ ناگاہ حالات نے پلٹا کھایا اور حافظ صاحب کو معاشی مسائل اور پریشانیوں نے تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے پر مجبور کردیا۔ تقریباً ۱۴ برس تک تجارت بصورتِ کریانہ سٹور کرتے رہے۔ پھر دکان کو خیر آباد کہتے ہوئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں شعبۂ حفظ میں بطور مدرس کے کام شروع کردیا۔

موٹر سائیکل کے ایک حادثے کے نتیجے میں ۲ سال تک تدریس سے علیحدہ رہے۔ صحت مل جانے کے بعد پھر اسی شعبہ سے وابستہ ہوگئے اور علاقے کے مختلف دیہات میں شعبۂ حفظ میں رہ کر دینی خدمات انجام دیتے رہے، جن میں اوچھالی، مردوال، انگہ، بلیسر سرِفہرست ہیں۔ آجکل مدرسہ حفظ القرآن (اوچھالی) میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حافظ صاحب کو حُسنِ صوت کی دولت سے نوازا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت انتہائی خوبصورت لہجہ میں کرتے ہیں، جسکی وجہ سے سامعین

Marfat.com

پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ حافظ صاحب دو دفعہ مرکزی جامع مسجد صدیق آباد میں نمازِ تراویح میں قرآن کریم سُنا کر حضرات شیخینؒ سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

حافظ ظہور احمد، صدیق آباد

حافظ ظہور احمد ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ سرگودھا کالج سے ایف اے کیا۔ کالج کی آزاد زندگی سے واپس لوٹے اور حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا اور اڑھائی سال کے قلیل عرصے میں حفظ مکمل کر لیا۔ اس کے بعد پاکستان ایئر فورس میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۸ سال کے بعد فارغ ہوئے تو اپنا آبائی پیشہ کاشتکاری اختیار کر لیا۔ اس سے پہلے چند سال تک جامعہ اسلامیہ کے پڑوس میں سکیسر روڈ پر کریانہ سٹور بنائے رکھا۔ بعض وجوہ کے پیشِ نظر اسے خیر آباد کہہ دیا۔ پھر اپنی زرعی زمینوں میں ٹیوب ویل نصب کرائے۔ اس پر محنت شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے معاش میں ترقی، وسعت اور برکت عطا فرمائی۔ تبلیغی کام سے بھی اپنا تعلق مضبوط رکھا۔ دینی اداروں اور علمائے کرام کے خادم کے طور پر زندگی گزار رہے ہیں۔ انتہائی خلیق اور کام آنے والے انسان ہیں۔

حافظ محمد صادق، صدیق آباد

حافظ محمد صادق صاحب ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک نوشہرہ میں کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ میں حفظ کے لئے داخلہ لیا اور ۲ سال کی قلیل مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ اس کے بعد پاکستان ایئر فورس میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۸ سال کے بعد سبکدوش ہوئے۔ اور اپنے بھائی حافظ ظہور احمد کے ساتھ کاشتکاری میں مشغول ہو گئے۔ تبلیغی جماعت، علمائے کرام اور دینی اداروں سے محبت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

حافظ عبدالرازق، صدیق آباد

حافظ عبدالرازق ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے میٹرک کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ اڑھائی سال میں حفظ مکمل کرلیا۔ اس کے بعد پی، اے، ایف میں ملازمت اختیار کرلی۔ ۱۸سال کے بعد سبکدوش ہوئے۔ آجکل سرگودھا شہر میں رہائش پذیر ہیں اور کسی پرائیویٹ سکول میں بطور آفس کلرک کے کام کررہے ہیں۔

حافظ منظور احمد، صدیق آباد

حافظ منظور احمد ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں میٹرک کرنے کے بعد سرگودھا میں دوسال تک کسی مل میں ملازمت کرتے رہے۔ ۱۹۷۳ء میں نوشہرہ میں پی ٹی سی کیا۔ ۱۹۸۰ء میں بحیثیت پرائمری سکول ٹیچر موضع "دیوال" میں تعینات ہوئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد موضع "مناواں" میں ٹرانسفر ہوئی اور تاحال اسی گاؤں میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

پی ٹی سی کے درمیان مدرسہ اسلامیہ میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ چارسال کی مدت میں حفظ مکمل کرلیا۔ حافظ صاحب موصوف کو استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

حافظ محمد یعقوب صاحب، صدیق آباد

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ مناسب عمر کو پہنچنے کے بعد سکول میں داخلہ لیا۔ میٹرک کرنے کے بعد حفظِ قرآن کریم کا شوق انہیں کشاں کشاں حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب کی خدمت میں لے آیا۔ تقریباً ۳سال کے عرصہ میں حفظ کی تکمیل کرلی۔ اب تک ۱۳مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآن کریم سُنا چکے ہیں۔

Marfat.com

حفظ سے فراغت کے بعد نوشہرہ میں پی ٹی سی کرنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں سرکاری سکول میں بطورِ پرائمری سکول ٹیچر کے تقرر ہوا۔ ۳۶سال سے تدریس کر رہے ہیں۔ آجکل گورنمنٹ ہائی سکول صدیق آباد میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ سکول کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ایک سال مسجد جنازہ گاہ اور ۱۳سال مسجد نظامیہ میں امامت بھی کراتے رہے۔

مزید بر آں، مدرسہ انوار القرآن کے اہتمام کی ذمہ داریاں بھی بطریقِ احسن انجام دے رہے ہیں۔

قاری محمد فاروق حیدری نقشبندی، کورڈھی

قاری محمد فاروق صاحب ۱۹۵۷ء کو اپنے وطنِ مالوف کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ سکول میں تیسری کلاس کے دوران ہی استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے حفظ کا آغاز کر دیا تھا۔ کم و بیش ۳ سال کے عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ بیس مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ حفظ کے بعد دارالعلوم حنفیہ چکوال میں تجوید کے ایک سالہ کورس میں داخلہ لیا۔ فراغت کے بعد صدیق آباد (کفری) میں آگئے اور ابتدائی کتب کے لئے حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ بعد ازاں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں اولیٰ میں داخلہ لیا۔ ثالثہ پڑھنے کے بعد حیدر آباد آگئے۔ رابعہ، خامسہ، مفتاح العلوم حیدر آباد میں پڑھے۔ پھر دارالعلوم حنفیہ چکوال آگئے اور بعض بڑی کتب کے اسباق میں شریک رہے۔ بعد ازاں سرگودھا سراج العلوم میں داخلہ لیا اور سادسہ، موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی تکمیل اسی مدرسہ میں کی۔ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وقتاً فوقتاً تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آجکل سراج المساجد سرگودھا میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

اصلاحی تعلق سب سے پہلے مرشدِ عالم حضرت حافظ غلام حبیب نقشبندیؒ سے قائم کیا اُن کے وصال کے بعد تجدید بیعت محبوب الصلحاء حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی سے کی اور اُن کی طرف سے مجاز بیعت بھی ہوئے۔

حافظ بشیر احمد، کسووال چک نمبر 12/4-101

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری سطح تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کے شوق نے انہیں جامعہ اسلامیہ صدیق آباد پہنچادیا۔ تقریباً ساڑھے تین سال کے عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے بعد نمازِ تراویح میں اہتمام کے ساتھ قرآنِ کریم سناتے رَہے۔ اب تک ۲۷ بار سُنا چکے ہیں۔ چونکہ آبائی پیشہ کاشتکاری تھا اس لئے حفظ مکمل کرنے کے بعد اسی پیشہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ حافظ صاحب موصوف ایک پختہ کار حافظ تھے اور انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ حفظ کے بعد استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کے رمضان شریف میں سامع رَہے ہیں۔ نمازِ عصر کے بعد استاذِ محترم سے دَور کرتے اور نمازِ مغرب کے بعد نوافل میں روزانہ ۲۰ رکوع سُنایا کرتے۔ اور عشاء کے بعد اُستاذِ محترم کی نمازِ تراویح میں تلاوت کی سماعت کرتے۔ حضرتؒ بھی اُن کی سماعت سے کافی مطمئن تھے۔ ایک رات حافظ صاحب کسی وجہ سے حضرتؒ کی تلاوت کی سماعت نہ کر سکے۔ تو شکوہ کے انداز میں فرمایا کہ آپ کی عدم موجودگی میں سماعت کا لُطف نہیں آیا۔ یاد رہے کہ حافظ صاحب موصوف، حافظ محمد عُثمان ملک کے برادر نسبتی ہیں۔

حافظ مبشر حسین، صدیق آباد

حافظ مبشر حسین ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ تین سال کے عرصے میں حفظ مکمل کر لیا۔ بعد ازاں حضرت الاستاذ مولانا مُفتی خدا بخش صاحبؒ سے کریما، نام حق،

Marfat.com

پند نامہ، گلستان اور بوستان جیسی فارسی کی کتب پڑھیں۔ درسِ نظامی میں داخلہ نہ لے سکے۔ اس کے بعد سرگودھا آ گئے اور ۱۴ بلاک کی جامع مسجد غفوریہ میں بحیثیت امام و خطیب کام شروع کر دیا۔ اس مسجد میں حافظ صاحب کو کام کرتے ہوئے ۳۶ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

مولانا حافظ نور محمد، صدیق آباد۔

مولانا حافظ نور محمد ۱۹۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ مدرسہ اسلامیہ سے تین سال کی مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ اس کے بعد درسِ نظامی میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک مدرسہ اسلامیہ میں کتابیں پڑھتے رہے۔ بعد ازاں بعد دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد غالباً سال تبلیغ میں لگایا۔ تبلیغی کام سے گہرا تعلق ہے۔ چلّے اور سہ روزے لگاتے رہتے ہیں، اس کے علاوہ محلّے کی مسجد اور دوسرے محلے کی مسجد میں گشت اہتمام سے کرتے ہیں۔ انتہائی نیک، متقی اور خاموش طبع ہیں۔ بے ضرر انسان ہیں۔ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہونے دیتے۔

ڈاکٹر حافظ حبیب سلطان (آئی سپیشلسٹ، صدیق آباد)

ڈاکٹر حافظ حبیب سلطان ۱۹۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ حفظ سے فراغت کے بعد سکول کی تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ میٹرک نوشہرہ سے کرنے کے بعد ایف ایس سی کا امتحان پاس کرنے کے لئے راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ ایم بی بی ایس کے لئے میڈیکل کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ میڈیکل سائنس کی تعلیم سے فراغت کے بعد ۲ سال تک راولپنڈی میں ''الشفاء'' ہسپتال میں آئی سپیشلسٹ کے طور پر کام کیا۔ بعد ازاں تلہ گنگ میں اپنا ''الحبیب آئی ہسپتال'' بنا کر کرائے کی بلڈنگ میں چند سال تک کام کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے معاشی وسائل میں وسعت پیدا کر دی تو ہسپتال کی ذاتی عمارت

Marfat.com

بنالی۔ آجکل اپنی ذاتی عمارت میں کام کر رہے ہیں۔ ''الحبیب آئی ہسپتال'' میں کام کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو تقریباً بارہ سال ہو چکے ہیں۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب کا شمار اُن مثالی اور پختہ کار حفاظ میں ہوتا ہے، جنہوں نے پورا قرآنِ کریم دس گھنٹوں میں سنایا۔ اب تک ۱۰ مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ تبلیغی کام سے خاص محبّت رکھتے ہیں۔ ۴ماہ اندرون ملک اور ۷ ماہ یمن میں لگا چکے ہیں۔ ہر سال باقاعدہ چلہ اور ہر ماہ سہ روزہ لگاتے ہیں۔

لیکچرار حافظ عبدالقیوم، صدیق آباد

حافظ عبدالقیوم ۱۹۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد سے کیا۔ اس کے بعد سکول کی تعلیم شروع کر دی۔ میٹرک نوشہرہ سے کیا۔ ایف ایس سی سرگودھا اور بی ایس سی کا امتحان لاہور سے پاس کیا۔ ایم ایس سی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پاس کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج میانوالی میں تقرری ہوئی پھر پوسٹ گریجویٹ کالج جوہر آباد میں تعینات ہوئے اور تاحال اسی کالج میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ حافظ صاحب موصوف اب تک ۲۴ بار نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ تبلیغی کام سے لگاؤ ہے۔ ہر سال باقاعدہ چلہ لگاتے ہیں اور کبھی کبھار سہ روزہ پر بھی چلے جاتے ہیں۔

قاری جاوید سرور، صدیق آباد

قاری جاوید سرور ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں حسن ابدال کے مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن میں حفظ مکمل کرلیا۔ گردان کے لئے مدرسہ اسلامیہ، صدیق آباد میں حضرتؒ کی شاگردی اختیار کی۔ دارالعلوم، چوک یتیم خانہ لاہور سے تجوید پڑھی۔ فراغت کے بعد محکمہ جیل خانہ جات پنجاب میں ملازمت اختیار کرلی۔ چنانچہ ۲۲سال سے بحیثیت ایجوکیشن انسپکٹر کام کر رہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا حافظ محمود سرور، صدیق آباد

مولانا حافظ محمد سرور ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ و ناظرہ مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد سے مکمل کیا۔ حفظ سے فراغت کے بعد جامعہ فاروقیہ کراچی میں داخلہ لے لیا۔ دورۂ حدیث تک کی تمام کتابیں اسی مدرسہ میں پڑھیں۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد ایک سال تبلیغ میں لگایا۔ ۹ سال تک جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں تدریس کی۔ آجکل جامع مسجد پیپل والی، صدیق آباد میں امام و خطیب کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد نواز، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۵۵ء کو اپنے آبائی گاؤں مہوڑیاں والا میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والدین ترکِ وطن کر کے کورڈھی میں رہائش پذیر ہوگئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لے لیا۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد درسِ نظامی کے لئے مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا میں آگئے۔ چند سال بعد جامعہ فتحیہ، اچھرہ میں داخلہ لے لیا۔ کچھ عرصہ گوجرخان ضلع جہلم میں زیر تعلیم رہے۔ بالآخر دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۹ء میں فراغت حاصل کی۔ بعد ازاں چھانگا مانگا کے قریب کسی پرائیویٹ سکول میں عربی اور اسلامیات پڑھاتے رَہے۔ پھر پاکستان آرمی میں بحیثیت خطیب بھرتی ہوگئے۔ دورانِ سروس سخت بیمار ہوگئے۔ علاج معالجہ کراتے رَہے تاہم مکمل صحت یاب نہ ہوسکے۔ چنانچہ آرمی نے انہیں دوگنا مُراعات دے کر ریٹائرڈ کر دیا۔ آجکل اپنے گاؤں میں قیام پذیر ہیں اور کسی نہ کسی مسجد میں کبھی کبھار امامت و خطابت کے فرائض انجام دے دیتے ہیں۔

حافظ محمد احمد، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۹ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا اور

Marfat.com

تین سال چار ماہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ حفظ کے بعد اب تک تقریباً ۱۳ بار نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ حافظ صاحب حفظ کے کچھ عرصہ بعد ملازمت کے سلسلے میں سٹیل ملز کراچی چلے گئے۔ ۲۲ سال بعد ریٹائرڈ ہوئے اور اپنے وطنِ مالوف کورڈھی آکر جامع مسجد اقصےٰ میں امام مقرر ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ شعبہ حفظ و ناظرہ میں تدریسی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ چونکہ اِن کا آبائی پیشہ کاشتکاری تھا اس لئے اس میں بھی مشغول رہتے ہیں۔

حافظ احمد رفیق بن نور محمد، صدیق آباد

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۸ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کیلئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً چار سال کے عرصہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ حفظ کے بعد مڈل اور میٹرک کے امتحانات پاس کئے پھر نوشہرہ میں پرائمری ٹیچنگ کورس کیا۔ ۱۹۹۰ء میں پرائمری سکول پدھراڑ نمبر ۲ میں بحیثیت پرائمری سکول ٹیچر کے تقرر ہوا۔ ٹیچنگ کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم کو جاری رکھا۔ ایف اے، بی اے کیا۔ اب ایم اے کا امتحان بھی دے رکھا ہے۔ یادرہے کہ حافظ صاحب تاحال رمضان شریف میں ۳۰ مرتبہ قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔

حافظ مختار احمد، صدیق آباد

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۹ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ تقریباً تین سال میں حفظ مکمل کرلیا۔ حفظ کے بعد دوبارہ سکول کی طرف چلے گئے اور مڈل، میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد نوشہرہ میں پرائمری ٹیچنگ کورس کیا۔ ۱۹۸۹ء کو گورنمنٹ پرائمری سکول گوسر میں بحیثیت پرائمری سکول ٹیچر تقرر ہوا۔ حافظ صاحب نے سکول لائف کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم کو جاری رکھا۔ چنانچہ ایف اے، بی اے، بی

Marfat.com

ایڈ، سی ٹی اور ایم اے کے امتحانات پاس کئے۔ حافظ صاحب اب تک ۱۹ مرتبہ رمضان شریف میں قرآن کریم سنا چکے ہیں۔

مولانا حافظ احمد نواز، سُرکّی

مولانا ۱۹۷۸ء میں اپنے آبائی گاؤں سُرکی میں پیدا ہوئے، پرائمری سطح تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً چار سال میں حفظ مکمل کرلیا۔ علوم دینیہ کی تحصیل کا شوق انہیں جامعہ بنوریہ کراچی لے آیا۔ متوسطہ سوم، اولیٰ اور ثانیہ تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد ثالثہ ورابعہ جامعہ امام ابو حنیفہ، محمد علی سوسائٹی کراچی میں پڑھا۔ خامسہ تاموقوف علیہ جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا اور احادیث کی تکمیل کے لئے جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور بالآخر ۲۰۰۳ء میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال کے لئے تبلیغ میں چلے گئے، واپس آکر اپنے گاؤں میں تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ چنانچہ شعبۂ بنات میں چار سالہ کورس سمیت شعبۂ بنین میں حفظ وناظرہ کی تدریس بھی کررہے ہیں۔

شعبۂ بنین میں طلبہ کی تعداد سو ہے، اب تک پندرہ طلبہ حافظ بن چکے ہیں جبکہ پچاس طلبہ ناظرہ قرآنِ کریم پڑھ چکے ہیں۔ شعبۂ بنات اور شعبۂ بنین بحمد اللہ تعالےٰ بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

مولانا حافظ اعجاز احمد، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۰ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مڈل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا اور ایک سال ۳ ماہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد درسِ نظامی کے لئے جامعہ ہی میں اولیٰ میں داخلہ لیا۔ ثانیہ کی تکمیل کے بعد ثالثہ کے لئے دارالعلوم حنفیہ چکوال میں آگئے۔ رابعہ کی تکمیل کے بعد دوبارہ جامعہ اسلامیہ میں آکر خامسہ میں داخلہ لیا۔ موقوف علیہ جامعہ میں

Marfat.com

کرنے کے بعد دورۂ حدیث کے لئے دارالعلوم حنفیہ میں آگئے اور ۲۰۰۵ء میں فراغت حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ جامع مسجد حمزہ، کورڈھی کی امامت و خطابت بھی شروع کردی۔ چنانچہ مولانا ۲۰۰۱ء سے لے کر تاحال مسجدِ مذکور کے امام و خطیب ہیں۔

مولانا حافظ محمد طلحہ، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ چند سال کھیل کود میں گزارنے کے بعد تعلیم کے بندھن میں جکڑ دیئے گئے۔ چنانچہ اُن کی بچپن کی آزادی سلب کرکے گاؤں کے سرکاری پرائمری سکول میں داخل کرادیئے گئے۔ مڈل کی سطح تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کیلئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخل ہوگئے۔ تقریباً دو سال میں ۱۹۹۷ء کو حفظ کی تکمیل کی۔ پھر درسِ نظامی کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے متوسطہ کے لئے جامعہ بنوریہ کراچی میں داخلہ لیا۔ مختصر قیام کے بعد بعض وجوہات کے پیشِ نظر واپس گاؤں لوٹ آئے اور پھر جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں درجۂ اولیٰ میں داخلہ لیا۔ درجۂ سادسہ تک تعلیم جامعہ میں ہی جاری رکھی۔ بعدازاں موقوف علیہ کے لئے دارالعلوم حنفیہ چکوال میں داخلہ لے کر حدیث کی تکمیل بھی اسی ادارے سے کی۔ ۲۰۰۸ء میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے تو ایک سال تبلیغ میں لگایا۔ واپس آکر اپنے گاؤں کی جامع مسجد باغ والی میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ چند سال سے اسی مسجد میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حافظ بشیر احمد (مرحوم) کورڈھی

حافظ بشیر احمد بن شیر خان ۱۹۵۶ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے گاؤں کے حکومتی سکول میں داخلہ لیا۔ پرائمری کے بعد مزید تعلیم جاری رکھنے کے لئے اوچھالی کے گورنمنٹ مڈل سکول میں داخلہ لیا اور مڈل پاس کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد (کفری) میں داخلہ لیا اور استاذِ محترم

Marfat.com

حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب کی شاگردی میں آئے۔ خداداد قوتِ حافظہ اور ذکاوت کی وجہ سے دو سال سے بھی کم عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ کئی سال تک پوری کامیابی سے نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سناتے رہے۔ حفظ سے فراغت کے بعد ۱۹۷۲ء میں جماعت نہم کے لئے گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ میں داخلہ لیا۔ سکول کی تعلیم سے فراغت کے بعد فکرِ معاش میں مشغول ہو گئے۔ پُرسکون اور اطمینان بخش زندگی کے شب و روز گزر رہے تھے کہ ناگاہ وقتِ اجل آپہنچا۔ چنانچہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو نمازِ عشاء سے فراغت کے بعد سینے میں شدید درد محسوس ہوا۔ فوری طور پر نوشہرہ ہسپتال لائے گئے لیکن جانبر نہ ہو سکے اور بالآخر رات کے گیارہ بجے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حافظ غلام محمد، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ تین سال کے عرصے میں حفظ مکمل کر لیا۔ اب تک نمازِ تراویح میں ۳۸ بار قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ حفظ کے بعد دینی کتب پڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن پریشان کُن معاشی مسائل کی وجہ سے تعلیمی سفر جاری نہ رکھ سکے۔ ۲۴سال سے صوبہ سندھ کی مختلف مِلز میں بطورِ امام مسجد اور مُدرسِ کے کام کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی لطیف ملز، حیدرآباد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ حافظ صاحب موصوف حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کے اُن گنے چُنے شاگردوں میں سے ہیں جو خوبصورت اور دلکش لہجہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔

مولانا حافظ عزیز احمد، صدیق آباد

مولانا عزیز احمد ۱۹۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ ۲ سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ ابتدائی فارسی اور درجہ اولیٰ تا رابعہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں

Marfat.com

پڑھا۔ خامسہ تا دورۂ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۹۲ء میں دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر وطن مالوف آگئے۔ سیاسی مذہبی جماعتوں میں سے جمعیّت علمائے اسلام (ف گروپ) سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔

آباؤ اجداد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ اس لئے اس میں مشغولیت کے علاوہ جامع مسجد بلال صدیق آباد کے امام و خطیب بھی ہیں۔

مولانا صاحبزادہ خبیب احمد، صدیق آباد

مولانا حافظ خبیب احمد بن مولانا حافظ احمد رضا ۱۹۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے قاری گُل محمد صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں قاری محمد ممتاز صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حفظ کی تکمیل کی۔ کتابوں کے لئے مدرسہ ظہور الاسلام تلہ گنگ میں داخلہ لیا۔ یہاں فارسی کتب کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد والد ماجد کے پاس پڑھنا شروع کر دیا۔ دو سال جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں زیر تعلیم رہے اور تین سال تک جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں پڑھتے رہے۔ آجکل انہوں نے "مدرسہ دارالھدیٰ" چوکیرہ میں درجۂ سادسہ میں داخلہ لے رکھا ہے، تعلیمی سفر جاری ہے۔

مولانا حافظ امیر سلطان، صدیق آباد

مولانا حافظ امیر سلطان سنہ ۱۹، کو پیدا ہوئے۔ حفظ کا آغاز جامعہ اسلامیہ سے کیا۔ ۱۱ پارے حفظ کرنے کے بعد جامعہ بنوریہ کراچی میں داخلہ لیا۔ حفظ کی تکمیل کے بعد اولیٰ تا خامسہ جامعہ بنوریہ میں پڑھا۔ سادسہ تا دورۂ حدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں پڑھا۔ ۷ سال سے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ عصری تعلیم میں ایم اے اسلامیات ہیں۔ آجکل موضع سُرکّی (وادیٔ سون میں گورنمنٹ ہائی سکول میں بطورِ عربی ٹیچر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا حافظ لیاقت عُثمان، صدیق آباد

مولانا حافظ لیاقت عُثمان ۱۹۸۰ء کو اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے "جامعہ اسلامیہ" میں داخلہ لیا اور مختصر عرصے میں حفظ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد درسِ نظامی میں داخلہ لے لیا اور اولیٰ و ثانیہ جامعہ اسلامیہ میں پڑھا۔ ثالثہ تا موقوف علیہ جامعہ اسلامیہ محمودیہ، سرگودھا میں پڑھا۔ دورۂ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ میٹرک سرگودھا بورڈ سے کیا۔ بعد ازاں کمپیوٹر کورس، انگلش و عربی لینگویج کورس کیا۔ اس وقت انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے ۲سال کا اصول الدین کورس کر رہے ہیں۔

مولانا حافظ مُحمد قاسم، انگہ

مولانا حافظ مُحمد قاسم صاحب ۱۹۷۷ء کو اپنے آبائی گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے جامعہ عُثمانیہ انگہ میں داخلہ لے کر پونے تین سال کے عرصے میں حفظ کی تکمیل کی۔ تقریباً ۱۵/۱۶سال تک نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم پورے اعتماد اور استقامت کے ساتھ سُناتے رَہے۔

حفظ کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے جامعہ امدادیہ میں داخلہ لیا اور درجۂ اولیٰ سے لے کر درجہ خامسہ تک کی تعلیم یہاں حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد آ گئے۔ سادسہ اور موقوف علیہ کے دو سال اسی جامعہ میں زیر تعلیم رَہے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ، لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۹ء میں حدیث کی تکمیل کی۔ وطن واپس آ کر تدریس کا آغاز کر دیا۔ انگہ شہر میں شعبۂ بنین میں حفظ سمیت چار سال تک علوم دینیہ کے لئے تدریسی خدمات انجام دیتے رَہے۔ علاوہ ازیں چار سالہ تدریسی عرصہ میں آخری دو سال میں شعبۂ بنات میں بھی تدریس کرتے رَہے۔ مولانا نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم کو جاری رکھا۔ اب تک ایف اے کی سطح

Marfat.com

تک کی تعلیم مکمل کر چکے ہیں۔

اکتوبر ۲۰۰۴ء کو پاکستان ایئر فورس میں بحیثیت خطیب بھرتی ہو گئے۔ اس وقت چکوال میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد فاروق، انگوی

مولانا موصوف ۱۹۷۳ء کو اپنے آبائی گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کا شوق انہیں جامعہ اسلامیہ صدیق آباد لے گیا۔ درجہ اولیٰ سے لے کر موقوف علیہ تک تمام علوم وفنون کی کتابیں جامعہ میں پڑھیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ متوسطہ کے طلبہ کو ریاضی وغیرہ بھی پڑھاتے رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۰ء میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے فوراً بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے حکم پر "جامعہ امدادیہ چنیوٹ" میں آ گئے اور یہاں نظامت سمیت تدریس کا کام شروع کر دیا۔ ۲۰۰۱ء سے لے کر تا حال اسی جامعہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تحتانی درجات کے اسباق کے علاوہ دورۂ حدیث کے طلبہ کو مسلم شریف بھی پڑھا رہے ہیں۔ مولانا نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم بھی جاری رکھی۔ چنانچہ بی اے کے علاوہ فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کر لیا ہے۔ اور مزید برآں تدریب المعلمین اور الیکٹریکل کورس میں ڈپلومہ ہولڈر بھی ہیں۔

مولانا محمد طاہر بن مولانا سلطان محمد، ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا محمد طاہر صاحب ۱۹۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ جب دس سال کی عمر کو پہنچے تو مدرسہ خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف میں حفظ کے لئے داخلہ لیا۔ اڑھائی تین سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر اپنے والدین کے ساتھ جامعہ اسلامیہ صدیق آباد آ گئے۔ یہاں آ کر درسِ نظامی میں داخلہ لیا۔ متوسطہ سے لے کر موقوف علیہ تک جامعہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۳ء میں

Marfat.com

دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ پھر "جامعہ دوستیہ" نوشہرہ میں شعبۂ حفظ میں ساڑھے تین سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آجکل اقراء روضۃ الاطفال، سیالکوٹ میں ناظم الامور کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد عارف بن مولانا سلطان محمد، ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا محمد عارف صاحب ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے ۱۹۹۳ء میں مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف میں داخلہ لیا اور تین سال کے عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ پھر درس نظامی (علوم دینیہ) کی تعلیم کے لئے اپنے والد صاحب کے ساتھ جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں آگئے اور متوسطہ سے لے کر موقوف علیہ تک کے تمام درجات کی تعلیم جامعہ میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۳ء میں فراغت حاصل کی۔

دس ماہ تک "اقراء روضۃ الاطفال" لاہور کے شعبۂ حفظ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد نائب ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ ۳سال تک اس منصب پر رہ کر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ آج کل ٹی سی ایس آئی آر فیز II" نزد شوکت خانم ہسپتال میں عرصہ ۴سال سے امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

حافظ انوار احمد، ملتان

حافظ انوار احمد صاحب ۱۹۶۱ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد "مدرسہ اسلامیہ" صدیق آباد میں حفظ کے لئے داخلہ لے لیا اور تقریباً پونے دو سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ حافظ صاحب موصوف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مکمل قرآنِ کریم حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے پڑھا ہے۔ حفظ کے بعد تا ایں وقت تقریباً ۲۲ مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔ چھٹی اور ساتویں کلاس گورنمنٹ مڈل سکول صدیق آباد میں مکمل کرنے کے بعد دُنیاپور،

Marfat.com

ملتان میں چلے گئے اور وہاں کسی سکول میں مڈل پاس کیا۔ اس کے بعد مُسلم ہائی سکول ملتان سے میٹرک کا امتحان دیا اور اچھے نمبروں میں پاس ہوئے۔ گھر والوں کا ذہن عالم بنانے کا نہیں تھا۔ تاہم اِن کا اپنا شوق عالم بننے کا تھا۔ اس لئے والدین کو بتائے بغیر چک نمبر ۳/۸۷ ملتان سے صدیق آباد آگئے۔ والد صاحب کو پتا چلا تو وہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت استاذِ محترمؒ نے اُن کے والد صاحب سے گفتگو کی کہ انہیں پڑھنے دیں لیکن وہ نہ مانے اور اپنے ساتھ ملتان لے گئے اور پھر کاشتکاری میں مشغول ہوگئے اور عالم بننے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ واضح رہے کہ حافظ صاحب کے آباء واجداد، دراصل کورڈھی کے باشندے تھے۔ زمینوں کی آبادکاری کی خاطر بعد میں ملتان مستقل طور پر منتقل ہوگئے۔

مولانا علی خان، گوہل

مولانا علی خان صاحب ۱۹۶۸ء کو اپنے گاؤں گوھل میں پیدا ہوئے۔ مڈل کی سطح تک تعلیم حاصل کی۔ علوم دینیہ کے لئے جامعہ، اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ ابتدائی کتب سے لے کر موقوف علیہ تک تمام چھوٹی بڑی کتابیں جامعہ میں پڑھیں۔ پھر دورۂ حدیث کیلئے جامعہ اشرفیہ، لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۴ء میں حدیث کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ایک سال جامعہ اسلامیہ میں ناظرہ اور ایک سال ابتدائی کتب پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں اپنے گاؤں گوھل میں آگئے اور گاؤں کی مسجد کے امام و خطیب مقرر ہوئے اور چھ سال تک یہ دینی خدمت انجام دیتے رہے۔ امامت کے ساتھ ساتھ شعبۂ ناظرہ اور شعبۂ بنات میں تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات میں چار سال تک تدریس کی۔ آجکل لاوا شہر میں مسجد باھیاں والی کے امام و خطیب ہیں اور عرصہ ساڑھے تین سال سے یہ فرائض انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا حافظ محمد ادریس، انگوی

مولانا موصوف ۱۹۷۷ء کو اپنے آبائی گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، کینال پارک گلبرگ نمبر ۲ میں داخلہ لیا اور تین سال کی مدت میں حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں درسِ نظامی کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد، میں درجہ متوسطہ میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک کی تمام تعلیم جامعہ مذکورہ میں حاصل کی۔ تجوید بھی جامعہ اسلامیہ کے استاذ قاری غلام مجتبےٰ صاحب سے پڑھی، دورۂ حدیث کے لئے دارالعلوم حنفیہ چکوال میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۱ء میں فراغت حاصل کی۔ ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء میں تبلیغی جماعت کے ساتھ سال کے لئے اللہ کے راستے میں نکل گئے۔ واپس آکر ۳ سال مشرقی مُحلہ انگہ کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آجکل میانی ضلع چکوال میں جامع مسجد بلال میں بحیثیت امام وخطیب دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مُفتی شفیق احمد، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ دین پڑھنے کا شوق انہیں جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد لے آیا۔ درجہ اولیٰ میں داخلہ لے کر درجہ ثالثہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں آ گئے۔ درجۂ ثالثہ دوبارہ پڑھا اور آگے بڑھتے رہے تا آنکہ ۲۰۰۸ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ پھر دارالعلوم یٰسین القرآن کراچی، میں داخلہ لے کر ایک سالہ تخصص فی الفقہ کا کورس کیا۔ واپس آکر ایک سال تبلیغ میں لگایا۔ آجکل دارالعلوم زکریا، سرگودھا میں شعبۂ کتب میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مُفتی محمد یوسف بن قاری شیر محمد، انگوی

مولانا موصوف ۱۹۸۰ء کو اپنے آبائی گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری سطح کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد، میں داخلہ لیا۔ تین سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ درس نظامی کے لئے جامعہ ہی میں درجہ متوسطہ شروع کر دیا۔ بعد

Marfat.com

ازاں جامعہ محمدیہ، چوبرجی، لاہور، آگئے اور درجۂ اولیٰ میں داخلہ لے لیا۔ موقوف علیہ تک اسی جامعہ میں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ مدینہ جدید، رائے ونڈ میں داخلہ لے کر ۲۰۰۸ء میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد تخصص فی الفقہ کے لئے جامعہ حقانیہ، ساہیوال، ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ دو سال کے بعد اپنے گاؤں انگہ کی مسجد فاروقِ اعظم کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔

مولانا حافظ حامد میاں، انگوی

مولانا موصوف ۱۹۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ اڑھائی سال کے عرصے میں حفظ مکمل کر لیا۔ متوسطہ میں دو سال زیر تعلیم رہنے کے بعد میٹرک کی تیاری میں لگ گئے۔ میٹرک کا امتحان دینے کے بعد درسِ نظامی کے لئے جامعہ محمدیہ، چوبرجی چوک لاہور میں آگئے اور اُولیٰ سے لے کر درجۂ رابعہ تک اسی ادارے میں پڑھتے رہے۔ درجۂ خامسہ کے لئے جامعہ مظاہر العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ سادسہ کے لئے پراچہ جامعہ اسلامیہ، اٹک میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد عالیہ کے لئے جامعہ محمدیہ، چائنہ چوک اسلام آباد میں داخل ہو گئے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لے کر ۲۰۰۸ میں احادیثِ مبارکہ کی تکمیل کی۔ پھر تخصص فی التدریس کے لئے جامعۃ الرشید میں پہنچے۔ اس کے بعد مدرسہ ابنِ عباسؓ کراچی میں داخلہ لے کر یک سالہ کورس "تخصص فی اللغۃ العربیہ" کیا۔ آجکل جامعہ عربیہ اسلامیہ گرین ٹاؤن لاہور کے شعبۂ کتب میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد خلیل، انگوی

مولانا موصوف ۱۹۸۰ء کو اپنے وطن مالوف انگہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس

Marfat.com

کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ عثمانیہ، انگہ میں داخل ہو گئے اور تقریباً تین سال کے عرصے میں حفظ مکمل کر لیا بعد ازاں درسِ نظامی کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ درجۂ متوسطہ سے لے کر موقوف علیہ تک تمام علوم و فنون کی چھوٹی بڑی کتابیں جامعہ مذکورہ میں پڑھیں۔ پھر دورۂ حدیث کے لئے جامعہ بنوریہ کراچی میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۲ء میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد وطن مالوف واپس آ گئے اور جامعہ دوستیہ، نوشہرہ میں شعبۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ یاد رہے کہ مولانا جامعہ دوستیہ کی مسجد میں عرصہ چار سال سے امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حافظ محمد شعیب انور، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۴ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً ۳ سال میں حفظ مکمل کیا، بعد ازاں جامعہ ہی میں شعبۂ کتب میں داخلہ لیا اور درجۂ اولیٰ سے لے کر موقوف علیہ تک تمام کتابیں جامعہ میں ہی پڑھیں۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ بنوریہ، کراچی میں داخلہ لیا۔ فراغت کے بعد ہادی رائس ملز کامونکی کی جامع مسجد میں بحیثیت امام و خطیب کے تقرر ہوا۔ عرصہ ۳ سال سے اس مِل میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا ۱۰ مرتبہ رمضان شریف میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں اور فنِ تجوید میں قاری غلام مجتبےٰ صاحب کے شاگرد ہیں۔

مولانا اظہر اقبال، گوہل

مولانا موصوف ۱۹۷۵ء کو اپنے آبائی گاؤں گوہل میں پیدا ہوئے۔ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تین سال کے عرصہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد تجوید کا یک سالہ کورس مدرسہ ظہور الاسلام تلہ گنگ میں کیا۔ پھر درس نظامی کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ اولیٰ سے لے کر

Marfat.com

درجۂ رابعہ تک مدرسہ ظہورالاسلام میں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ رائے ونڈ، تبلیغی مرکز، میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے لے کر دورۂ حدیث تک اسی مدرسہ میں پڑھتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں احادیث کی تکمیل کی۔ پھر مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات لاوا میں پانچ سال تک تدریس کی۔ استاذ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کی ترغیب پر گوہل میں بنات کے مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ مسجد اور بنات کے مدرسہ کے نام حضرت استاذِ محترمؒ نے تجویز کیے۔ مسجد کا نام ''مسجد اُمِ ھانی'' اور مدرسہ کا نام ''مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات'' رکھا۔ مولانا اظہر اقبال صاحب عرصہ سات سال سے بنات کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور مسجد اُم ھانی میں امامت و خطابت کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا حافظ محمد عطاء اللہ، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۷۸ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مناسب عُمر کو پہنچنے کے بعد گاؤں کے سرکاری سکول میں داخلہ لے لیا۔ جب چھٹی کلاس مکمل کر چکے تو حفظ کے شوق نے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد پہنچا دیا۔ تین سال کے عرصے میں حفظ مکمل کر لیا۔ پھر شعبۂ کتب سے منسلک ہو گئے۔ درسِ نظامی کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ درجۂ اولیٰ سے لے کر موقوف علیہ تک کی تمام علوم و فنون کی کتب جامعہ ہی میں پڑھیں۔ حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ دورۂ حدیث کے لئے مرکزِ علوم اسلامیہ جامعہ اشرفیہ، لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۸ء میں احادیث کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد دو سال تک چینجی ضلع چکوال کی جامع مسجد میں امام و خطیب رہے۔ بعد ازاں بڑے بھائی کی ترغیب پر پاکستان آرمی میں خطیب بھرتی ہو گئے۔ سات سال کے بعد آرمی سے استعفیٰ دے دیا۔ پھر تین سال کے لئے دبئی چلے گئے۔ واپسی پر ایک سال کے لئے تبلیغ میں چلے گئے۔ آجکل فی الحال گھر پر

Marfat.com

ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا نے فن تجوید قاری محمد ممتاز صاحب سے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں پڑھا۔ متعدد بار نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سنا چکے ہیں۔ مولانا موصوف نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی جاری رکھی۔ اب تک ایف اے کا امتحان پاس کر چکے ہیں۔

مولانا حافظ امیر سلطان، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۷۹ء کو اپنے وطنِ مالوف کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کا آغاز اپنے گاؤں میں ہی کر دیا۔ دو سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر سکول میں داخل ہو گئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد علوم دینیہ کی طلب میں جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لے لیا۔ درجۂ اولیٰ سے لے کر موقوف علیہ تک تمام علوم و فنون کی کتابیں جامعہ میں ہی پڑھی ہیں۔ حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ چنانچہ کریما، گلستان، بوستان، نحو میر، قُدوری، کنز الدقائق، زادالطالبین، آثار السنن، کتاب الآثار، ھدایہ اوّلین اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں حضرتؒ سے پڑھی ہیں۔ اس کے علاوہ نویں اور دسویں کلاس کی انگلش بھی حضرتؒ سے پڑھی۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ اشرفیہ میں آ گئے اور ۲۰۰۱ء میں احادیث کی تکمیل کی۔ مولانا موصوف عصری تعلیم میں آگے بڑھتے رہے تا آنکہ ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ دینی اور عصری تعلیم سے فراغت کے بعد پاکستان آرمی میں بطورِ نائب خطیب بھرتی ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد آرمی سے استعفاء دے کر پاکستان ائیر فورس میں فلائٹ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے بھرتی ہو گئے۔ تقریباً چھ سال سے PAF میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا جہان خان، گوہل

مولانا موصوف ۱۹۸۲ء اپنے آبائی گاؤں گوہل میں پیدا ہوئے۔ لاوا شہر سے پرائمری

Marfat.com

پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ تین سال میں حفظ مکمل کرلیا۔ اس کے بعد جامعہ میں ہی متوسطہ میں داخلہ لیا۔ تعلیمی میدان میں مسلسل آگے بڑھتے رہے تاآنکہ موقوف علیہ تک جاپہنچے۔ موقوف علیہ جامعہ میں کرنے کے بعد دورۂ حدیث کے لئے جامعہ خیرالمدارس میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۶ء میں احادیث کی تکمیل کرکے واپس اپنے گاؤں آگئے۔ گاؤں کی جامع مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ حفظ وناظرہ کی کلاس میں تدریسی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ دینی تعلیم کے علاوہ جدید عصری تعلیم بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایف اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد اب بی اے کی تیاری میں مشغول ہیں۔

مشہور تلامذہ

مولانا حافظ عبداللہ بن صوفی محمد یوسف، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۷۸ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ گاؤں کے سرکاری سکول سے پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا اور تقریباً ۳سال کے عرصے میں حفظ مکمل کرلیا۔ نماز تراویح میں اب تک آٹھ مرتبہ قرآنِ کریم سُناچکے ہیں۔ حفظ کے بعد شعبۂ کُتب میں آگئے۔ درجہ متوسطہ سے لے کر درجۂ خامسہ تک جامعہ میں ہی تعلیم حاصل کرتے رَہے۔ بعد ازاں دارالعلوم حنفیہ چکوال میں آگئے۔ درجۂ سادسہ سے لے کر دورۂ حدیث تک تمام کتب دارالعلوم میں پڑھیں۔ احادیث کی تکمیل ۲۰۰۳ء میں کی۔ فراغت کے بعد ایک سال تک باغبانپورہ لاہور کی ایک مسجد میں امام وخطیب رہے۔ اس کے بعد خوشاب آگئے اور اس وقت خوشاب شہر کی جامع مسجد رحمانیہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رَہے ہیں۔

Marfat.com

حافظ محمد فیروز، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ تقریباً ۱۶ سال کی عُمر میں حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ اڑھائی سال کی مدت میں حفظ کی تکمیل کی۔ حافظ صاحب استاذِ محترمؒ کے اُن معدودے چند طلبہ میں سے ہیں جو قرآنِ کریم خوبصورت اور دلکش لہجہ میں پڑھا کرتے تھے۔ حفظ سے فراغت کے بعد متعدد بار نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم سُنایا۔ ذریعہ مُعاش زرعی زمین ہے۔ محنت کرتے ہیں اور خوشحال و خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔

حافظ عمر فاروق بن حسین احمد، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۸۰ء کو اپنے وطنِ مالوف کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مناسب عُمر کو پہنچنے کے بعد گاؤں کے سرکاری سکول میں داخلہ لیا اور پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں آ گئے اور شعبۂ حفظ میں داخلہ لے لیا۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد جدید عصری تعلیم کو جاری رکھ کر میٹرک تک کی تعلیم مکمل کرلی۔ اس کے بعد معاش کی فکر میں لگ گئے۔ تجارت کے مُختلف میدانوں میں اُتر کر محنت کرتے رہے، آجکل غالباً نوشہرہ میں کوئی ایجنسی لی رکھی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ صاحب تاحال نمازِ تراویح میں ۱۵ دفعہ قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔

حافظ احمد نواز بن میاں محمد، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۷۶ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کا شوق انہیں جامعہ اسلامیہ صدیق آباد لے آیا، چنانچہ خداداد، مثالی قوتِ حافظہ اور محنت کے نتیجے میں صرف ۹ ماہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ معاشی مسائل کی وجہ سے شعبۂ کتب میں داخلہ نہ لے سکے۔ حفظ کی تکمیل کے بعد جامع مسجد باغ والی (کورڈھی) اور ایک سال کٹو کالونی کورڈھی کی مسجد میں حفظ و ناظرہ کی

Marfat.com

تدریس کی۔ اب عرصہ چھ سال سے کھوڑہ کی جامع مسجد گنبد والی میں امامت و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ حافظ صاحب اب تک دس مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآن کریم سُنا چکے ہیں۔

حافظ محمد عامر سلطان، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۸۲ء میں اپنے وطنِ مالوف کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مڈل کی سطح تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا اور تقریباً ۳ سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے بعد میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۰ء میں PAF میں بھرتی ہو گئے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم کو جاری رکھا۔ اس وقت بی اے کا امتحان پاس کر چکے ہیں۔

یاد رہے کہ حافظ صاحب اب تک سات مرتبہ رمضان شریف میں قرآنِ کریم سُنا چکے ہیں۔

مولانا حافظ تصور حسین بن امیر حسین، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۸ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ حفظ کے لئے مدرسہ حفظ القرآن اوچھالی میں داخلہ لیا اور دو سال آٹھ ماہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ پھر درسِ نظامی کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں درجۂ اولیٰ میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک جامعہ ہی میں زیرِ تعلیم رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے جامعہ مفتاح العلوم، سرگودھا میں داخلہ لیا اور سنہ ۲۰۱۰ء میں فراغت حاصل کی۔ مولانا نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم بھی جاری رکھی ہوئی ہے۔ اب تک میٹرک پاس کر چکے ہیں۔

حافظ علی ماہی، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ مڈل سطح تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً تین سال میں حفظ

Marfat.com

مکمل کرلیا۔ حفظ کے بعد ۱۹۸۸ء میں پاکستان آرمی میں بھرتی ہوگئے اوراپنے ٹریڈ کے مطابق فرائض انجام دیتے رہے۔ بعض اوقات آرمی کی مساجد میں امامت اور شعبہ ناظرہ کی تدریس بھی کرتے رہے۔ اٹھارہ سال سروس مکمل کرنے کے بعد ۲۰۰۵ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ آرمی سے فراغت کے بعد معاش کی فکر میں مختلف اِداروں میں کام کرتے رہے۔ آجکل ستارہ کیمیکل انڈسٹریز، بلیو ایریا اسلام آباد کے آفس میں کام کررہے ہیں۔

حافظ محمد اقبال بن محمد دین، صدیق آباد

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۸ء میں اپنے آبائی گاؤں صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ عرصہ پانچ سال میں حفظ مکمل کرلیا۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد گھریلو حالات کے پیش نظر معاش کی فکر میں لگ گئے اور سب سے پہلے "سائیکل ورکشاپ" بنائی۔ کچھ عرصہ کے بعد "الیکٹرک سٹور اور بک ڈپو" کی دُکان بنالی۔ واضح رہے کہ حافظ صاحب، اب تک ۹ مرتبہ رمضان شریف میں قرآنِ کریم سُناچکے ہیں۔

حافظ محمد صفدر، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً ساڑھے تین سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ بعدازاں پاکستان آرمی میں بھرتی ہوگئے۔ اپنے ٹریڈ کے مطابق ڈیوٹی انجام دیتے رہے۔ تاہم رمضان شریف میں مکمل طور پر مسجد کے ساتھ منسلک ہوجاتے اور نمازِ تراویح میں قرآن کریم سُناتے۔ ۲۷سال فوج میں خدمات انجام دینے کے بعد بہاول پور سے ریٹائرڈ ہوئے۔ وہیں ذاتی مکان لیکر رہائش اختیار کرلی۔ معاش کے لئے کریانہ سٹور بنا رکھا ہے۔ حافظ صاحب اب تک ۲۸ مرتبہ رمضان شریف میں قرآنِ کریم سُناچکے ہیں۔

Marfat.com

قاری فتح محمد، انگوی

قاری صاحب موصوف ۱۹۷۹ء کو اپنے آبائی گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ کا شوق جامعہ اسلامیہ صدیق آباد لے آیا۔ چنانچہ ۲سال ۸ماہ میں حفظ کی تکمیل کرلی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ کے شعبۂ تجوید وقراءت میں داخلہ لیا اور قاری غلام مجتبےٰ صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ تجوید سے فراغت کے بعد حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ نے مرکزی جامع مسجد صدیق آباد کا امام مقرر کیا، جہاں نمازوں کے ساتھ ساتھ بچوں کو ناظرہ بھی پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد پروفیسر غازی احمد صاحب مرحوم کی خواہش پر میانی ضلع چکوال میں آگئے اور مدرسہ تعلیم القرآن میں شعبۂ حفظ وناظرہ کے استاذ مقرر ہوئے اور تدریس کے علاوہ جامع مسجد الفلاح میں عرصہ ۱۳سال سے خطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ قاری صاحب موصوف کو تقریباً ایک سال تک استاذِ محترم حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحبؒ کی خدمت کا موقع ملا۔ حضرتؒ کا احتیاطی کھانا بعض اوقات اور چائے عموماً قاری صاحب ہی پکایا کرتے۔ خصوصاً رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع مین حضرتؒ کا پرہیزی کھانا وہی تیار کرتے تھے۔

مولانا محمد ممتاز احمد، کورڈھی

مولانا محمد ممتاز احمد بن شاہ محمد ۱۹۸۰ء کو اپنے گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مناسب عُمر کو پہنچنے کے بعد گاؤں کے سرکاری سکول میں داخل ہوگئے۔ مڈل کرنے کے بعد حفظ کرنا شروع کردیا اور تقریباً ۲۸ماہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں درس نظامی کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ درجۂ رابعہ تک جامعہ اسلامیہ میں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ بنوریہ کراچی میں داخلہ لیا اور چار سال کے بعد دورۂ حدیث مکمل کرکے فراغت حاصل کی۔ آج کل شاہ پور صدر ضلع سرگودھا میں مسجد بلال (تبلیغی

Marfat.com

مرکز) میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔
یادرہے کہ مولانا ۱۲ مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآن کریم سناچکے ہیں۔

حافظ خالد حَبیب بن محمد اکبر، کورڈھی

حافظ خالد حَبیب ۱۹۸۲ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مناسب عمر کے بعد گاؤں کے سرکاری سکول میں داخلہ لے کر پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں شعبۂ حفظ میں داخلہ لیا۔ ۹ پارے پڑھنے کے بعد لاہور جامعۃ منظور الاسلامیہ اور پھر گردان کے لئے مدرسہ محمودیہ متصل جامع مسجد الکبریا میں داخل ہوئے۔ گردان سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں درسِ نظامی کے لئے داخلہ لیا۔ متوسطہ، اولیٰ اور ثانیہ میں حضرت استاذِ محترم مولانا حافظ محمد بخش صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ بعدازاں لاہور جامعۃ منظور الاسلامیہ میں تجوید کے لئے داخلہ لیا۔ (تجوید سے پہلے بحیثیت مدرس قرآن اور امام مسجد باغ والی کورڈھی میں خدمات انجام دیتے رَہے۔ اس کے بعد مسجد اقصیٰ کورڈھی)، تجوید سے فراغت کے بعد مدرسہ محمودیہ متصل جامع مسجد الکبریاء، لاہور میں شعبۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ چھ سال سے اس مدرسہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ واضح رَہے کہ قاری صاحب اب تک نماز تراویح میں بارہ مرتبہ قرآنِ کریم سُناچکے ہیں۔

مولانا حافظ نوید اکبر بن محمد اکبر، کورڈھی

مولانا نوید اکبر صاحب ۱۹۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ مڈل کی سطح تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ پندرہ پارے پڑھنے کے بعد بڑے بھائی محمد ارشد اپنے ساتھ کھاریاں لے گئے چونکہ یہ فوجی تھے اس لئے قریب ہی قصبہ جلال پور جٹاں کے ایک مدرسہ میں داخلہ دِلوادیا اور خود نگرانی کرتے رہے۔ حفظ کی تکمیل کے بعد مدرسہ محمودیہ، متصل جامع مسجد الکبریاء، مُصطفٰے آباد (دھرمپورہ)

Marfat.com

میں داخلہ لیا اور متوسطہ دوم، سوم اور درجہ اولیٰ پڑھنے کے بعد جامعہ عبداللہ بن عمر سُوّا گجومتہ، ضلع قصور میں داخلہ لے کر درجہ ثانیہ پڑھا۔ بعد ازاں جامعہ منظور الاسلامیہ، لاہور، میں داخلہ لیا اور ثالثہ سے لے کر موقوف علیہ تک کی تعلیم مکمل کی۔ ۲۰۱۰ء میں دورہ حدیث کے لئے جامعہ مفتاح العلوم، ضلع سرگودھا میں داخلہ لے کر فراغت حاصل کی اور آج کل جامع مسجد ابو القاسم چک نمبر ۱۲۰ جنوبی سرگودھا میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولانا فیاض احمد صاحب، کورڈھی

مولانا فیاض احمد صاحب ۱۹۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ حفظ جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد سے کیا۔ اس کے بعد درسِ نظامی (علوم دینیہ) کے لئے جامعہ ہی میں داخلہ لیا۔ اولیٰ اور ثانیہ تک یہاں تعلیم حاصل کی۔ پھر دارالعلوم حنفیہ چکوال میں داخلہ لے کر درجہ ثالثہ تا دورہ حدیث مکمل تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث سے فراغت کے بعد چکوال کے کسی علاقہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آجکل اقراء روضہ الاطفال ضلع گجرات میں بحیثیت ناظم الامور خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حافظ نوید اکرم بن حاجی محمد اکرم، کورڈھی

حافظ موصوف ۱۹۸۹ کو اپنے آبائی وطن کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد حفظ کا شوق جامعہ اسلامیہ صدیق آباد کھینچ کر لایا۔ ذہین ہونے کی وجہ سے صرف ایک سال اور دس ماہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ ایک بار نمازِ تراویح میں قرآنِ کریم، جامع مسجد باغ والی میں سُنا چکے ہیں۔

مولانا قاضی شعیب احمد، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ مناسب عمر کو پہنچنے کے بعد گاؤں کے سرکاری سکول سے پرائمری سطح کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد حفظ کے لئے جامعہ

Marfat.com

اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ گیارہ پارے مکمل کرنے کے بعد جامع مسجد فاروق اعظم، کراچی میں منتقل ہو گئے اور حفظ کی تکمیل مذکورہ مسجد میں کی۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد دوبارہ جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لے کر درجہ متوسطہ کا امتحان دیا۔ پھر کراچی آ گئے اور "اشرف المدارس" گلستانِ جوہر میں داخلہ لیا۔ اولیٰ سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تمام علوم و فنون کی کتابیں اسی مدرسہ میں پڑھیں۔ فراغت کے بعد جامع مسجد امّ القریٰ، گلستان جوہر، بلاک نمبر ۹ میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حفظ و ناظرہ کی تدریس بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

قاری اشفاق احمد، صدیق آباد

قاری صاحب، موصوف ۱۹۷۶ء کو اپنے آبائی قصبہ صدیق آباد میں پیدا ہوئے۔ پرائمری سطح تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ حفظ کی تکمیل کے بعد تجوید و قراءت کے لئے دارالعلوم فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ تجوید سے فراغت کے بعد سات سال تک جامعہ نعمانیہ بھاگٹانوالہ ضلع سرگودھا میں شعبۂ حفظ کے مدرس رہے۔ پھر تین سال تک مسجد میاں برکت علی، اچھرہ، لاہور میں حفظ کی کلاس پڑھاتے رہے اور اب عرصہ چار سال سے ولنشیا ٹاؤن، لاہور، سی ون بلاک کی مسجد میں مؤذن و نائب امام کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا احمد خان، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۷۹ء کو اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مڈل سطح تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظ کیلئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ چھ، سات پارے حفظ کرنے کے بعد دارالعلوم حنفیہ چکوال میں داخلہ لے کر حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں درسِ نظامی کے لئے جامعہ بنوریہ کراچی میں داخلہ لیا۔ چنانچہ درجۂ اولیٰ سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تمام علوم و فنون کی کتابیں جامعہ میں ہی پڑھیں۔ ۲۰۰۶ء میں دورۂ حدیث کی

Marfat.com

تکمیل کے بعد واپس گاؤں آگئے اور جامع مسجد مریم حبیب میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ شعبۂ بنات میں تدریس بھی شروع کر دی اور ہاں! مولانا تجارت کے میدان کے شہسوار بھی ہیں۔ یہ پیشہ انہیں اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملا ہے۔

مولانا نذیر احمد، کورڈھی

مولانا موصوف ۱۹۸۶ء کو اپنے وطن مالوف کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ مڈل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدرسہ حفظ القرآن اوچھالی میں داخلہ لیا اور ڈیڑھ سال میں حفظ مکمل کر لیا۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں دینی تعلیم کے لئے درجۂ اولیٰ میں داخلہ لیا اور درجۂ ثالثہ کی تکمیل کے بعد، مفتاح العلوم میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۹ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ آجکل مولانا گھر پر رہ کر میٹرک کی تیاری میں مصروف ہیں۔

حافظ محمد عُبید انور، کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۸۲ کو پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً ساڑھے تین برس میں حفظ کی تکمیل کی۔ درس نظامی کے لئے جامعہ میں ہی داخلہ لیا اور اولیٰ سے لے کر درجۂ خامسہ تک اسی ادارہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ کسی وجہ سے مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ تاہم آجکل راولپنڈی میں جامعہ صدیقیہ میں تدریس اور جامع مسجد صدیق اکبر، علی ٹاؤن میں نائب امام و خطیب کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ حافظ صاحب اب تک بارہ دفعہ نمازِ تراویح میں قرآن کریم سنا چکے ہیں۔

حافظ محمد سعد انور، کورڈھی

حافظ محمد سعد انور ۱۹۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدیق آباد میں داخلہ لیا۔ تقریباً ۳سال کے عرصہ میں حفظ مکمل کر لیا۔ حفظ کے بعد جدید عصری تعلیم کی طرف آگئے۔ اس وقت صدیق آباد کے سرکاری ہائی سکول

Marfat.com

میں دسویں کلاس کے طالب علم ہیں۔

حافظ فلک شیر (امدال) کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۵۹ء کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کیلئے مدرسہ اسلامیہ صدیق آباد میں داخلہ لیا اور عرصہ چار سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ اب تک ۱۴ مرتبہ نماز تراویح میں قرآن کریم سُنا چکے ہیں۔ ناکارۂ مؤلف کے ہم عصر اور ہم جماعت تھے۔ اسباق میں بھی معمولی تقدم و تاخر تھا۔ حفظ کے بعد ۱۹۷۷ میں پنجاب پولیس میں بھرتی ہو گئے اور ۲۹ سال کے بعد ریٹائرڈ ہوئے راولپنڈی میں قیام کے دوران پولیس کی مسجد میں ۷ مرتبہ نماز تراویح میں قرآن کریم کی سماعت کر چکے ہیں۔ مضبوط قسم کے کاشتکار ہیں۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنی زرعی زمینوں میں مشغول ہو گئے۔ سرکاری پنشن کے علاوہ کاشتکاری اُن کا ذریعہ معاش ہے۔

حافظ میاں حبیب الرحمن (مرحوم) کورڈھی

حافظ صاحب موصوف ۱۹۶۰ء میں اپنے آبائی گاؤں کورڈھی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا اور تقریباً تین سال کی مدت میں حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں معاش کی فکر میں کراچی منتقل ہو گئے۔ کراچی میں بیمار رہنے لگے۔ بیماری نے طول پکڑ لیا۔ بالآخر وہیں انتقال کر گئے۔

حافظ میاں حفیظ الرحمن (مرحوم) کورڈھی

حافظ صاحب موصوف..........۱۹ء کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد حفظ کے لئے جامعہ اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ اڑھائی تین برس کی مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ تاہم یہ بھی مسلسل بیمار رہے اور بالآخر اسی بیماری میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

Marfat.com

باب ؒ نمبر 35

جامعہ سے فارغ ہونے والے حُفّاظ کی دستیاب فہرست ؒ

اوچھالی

(1) حافظ محمد عثمان صاحب (2) حافظ محمد فاروق مرحوم
(3) حافظ محمد لطیف صاحب (4) حافظ محمد خالد محمود صاحب
(5) حافظ عبدالمالک صاحب (6) حافظ محمد عثمان صاحب
(7) حافظ امیر سلطان صاحب (8) حافظ محمد مالک صاحب

اوگالی

(9) حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (10) حافظ حیدر عثمان صاحب
(11) حافظ محمد عمران صاحب (12) حافظ غلام محمد صاحب
(5) حافظ مولا بخش صاحب (مولانا)
(6) حافظ آصف صاحب (7) حافظ فاروق احمد صاحب

سوڈھی جے والی

(8) حافظ مشتاق احمد صاحب (9) حافظ غلام مصطفی صاحب
(10) حافظ احمد حیات صاحب

کوٹلی

(11) حافظ محمد عزیز صاحب (12) حافظ محمد عزیر صاحب

Marfat.com

نوشہرہ

(13)	حافظ محمد جنید صاحب	(14)	حافظ محمد ثاقب صاحب
(15)	حافظ محمد امجد صاحب(۱)	(16)	حافظ محمد امجد صاحب(۲)
(17)	حافظ محمد عبدالغفار صاحب	(18)	حافظ محبوب اختر صاحب
(19)	حافظ خالد صاحب		

دھدھڑ

(20)	حافظ شریف صاحب

اوچھالہ

(21)	حافظ محمد جمیل صاحب	(22)	حافظ محمد عمران صاحب

انگہ

(23)	حافظ حامد رشید صاحب	(24)	حافظ محمد یوسف صاحب
(25)	حافظ محمد اجمل صاحب	(26)	حافظ محمد صدیق صاحب
(27)	حافظ فتح محمد صاحب	(28)	حافظ مشتاق احمد صاحب
(29)	حافظ خلیل الرحمن صاحب	(30)	حافظ خالد صاحب
(31)	حافظ محمد ادریس صاحب		

کھوڑہ

(32)	حافظ مشتاق احمد صاحب	(33)	حافظ محمد اشفاق صاحب
(34)	حافظ بہاءالدین صاحب	(35)	حافظ عزیز احمد صاحب
(36)	حافظ محمد عمران صاحب	(37)	حافظ حبیب اللہ صاحب
(38)	حافظ لقمان صاحب	(38)	حافظ محمد عمران صاحب

Marfat.com

(40) حافظ محمد سرور صاحب

چینجی

(41) حافظ عطاء الرحمن صاحب　(42) حافظ محمد امین صاحب

پیٹرہ رکھال

(43) حافظ محمد احسان صاحب　(44) حافظ محمد آصف صاحب

(45) حافظ عبدالرحمن صاحب

خوشاب

(46) حافظ محمد شفیق صاحب

شاہ پور

(47) حافظ محمد ساجد صاحب

ڈیرہ اسماعیل خان

(48) حافظ محمد عارف صاحب (مولانا) (49) حافظ محمد طاہر صاحب (مولانا)

بیاکھ

(50) حافظ عبدالحفیظ صاحب　(51) حافظ محمد ساجد صاحب

لیہ، بھکر

(52) حافظ اللہ دتہ صاحب　(53) حافظ محمد فاروق صاحب

(54) حافظ محمد ساجد صاحب

سُرکّی

(55) حافظ احمد نواز صاحب (مولانا) (56) حافظ شفقت رسول صاحب

(57) حافظ محمد شعیب صاحب　(58) حافظ محمد نعیم صاحب

Marfat.com

(59) حافظ عبدالحفیظ صاحب
(60) حافظ مبشر صاحب (ابو ظہبی)
(61) حافظ مشرف حبیب صاحب
(62) حافظ اللہ بخش صاحب

سرال

(63) حافظ عتیق الرحمن صاحب

باغ شمس دین

(64) حافظ محمد سلیمان صاحب
(65) حافظ محمد نواز صاحب
(66) حافظ محمد زاہد الرحمن صاحب
(67) حافظ عدنان نذیر صاحب

سبھرال

(68) حافظ خدا بخش صاحب
(69) حافظ یاسر صاحب
(70) حافظ عبداللہ صاحب
(71) حافظ سہیل صاحب
(72) حافظ صہیب صاحب
(73) حافظ بلال صاحب
(74) حافظ ذیشان مظہر صاحب
(75) حافظ حسین احمد صاحب
(76) حافظ نظام دین صاحب

صدیق آباد

(77) حافظ مولا بخش صاحب
(78) حافظ عزیر احمد صاحب
(79) حافظ مشتاق احمد صاحب
(80) حافظ محمد امجد صاحب
(81) حافظ محمد صہیب صاحب
(82) حافظ احمد رفیق صاحب
(83) حافظ مختار احمد صاحب
(84) حافظ غلام محمد صاحب
(85) حافظ مشتاق احمد صاحب (۱)
(86) حافظ شفیق احمد صاحب
(87) حافظ فاروق احمد صاحب
(88) حافظ محمد عثمان صاحب
(89) حافظ مشتاق احمد صاحب (۲)
(90) حافظ جاوید فاروق صاحب

Marfat.com

(91) حافظ محمد اشفاق صاحب	(92) حافظ محمد یعقوب صاحب
(93) حافظ احمد سعید صاحب	(94) حافظ عتیق الرحمن صاحب
(95) حافظ محمد ابرار صاحب	(96) حافظ عبد الرحمن صاحب
(97) حافظ امیر عمر صاحب	(98) حافظ عامر صاحب
(99) حافظ محمد زاہد صاحب	(100) حافظ محمد طارق مسعود صاحب
(101) حافظ قادر بخش صاحب (مولانا)	(102) حافظ محمد نعیم صاحب
(103) حافظ محمد اسلم صاحب	(104) حافظ محمد شوکت صاحب
(105) حافظ محمد وقار صاحب	(106) حافظ محمد اکرم صاحب
(107) حافظ محمد امجد صاحب	(108) حافظ محمد طاہر عثمان صاحب
(109) حافظ محمد ابرار صاحب	(110) حافظ محمد آصف صاحب
(111) حافظ مسعود الرحمن صاحب	(112) حافظ بہرام خان پٹھان صاحب
(113) حافظ محمد آصف صاحب	(114) حافظ فرخ ندیم صاحب
(115) حافظ محمد معین نواز صاحب	(116) حافظ احمد حیات صاحب
(117) حافظ خدا بخش صاحب	(118) حافظ محمد عادل صاحب
(119) حافظ عزیز احمد صاحب	(120) حافظ محمد طارق عزیز صاحب
(121) حافظ محمد سہیل صاحب	(122) حافظ احمد الیاس صاحب
(123) حافظ مقصود عالم صاحب	(124) حافظ شیر افضل صاحب
(125) حافظ محمد مقرب ہارون صاحب	(126) حافظ احمد فیضان صاحب
(127) حافظ امیر سلطان صاحب	(128) حافظ حمزہ مقصود صاحب
(129) حافظ عمر فاروق صاحب	(130) حافظ زاہد صاحب
(131) حافظ نیاز احمد صاحب	(132) حافظ محمد احمد نواز صاحب
(133) حافظ محمد آفتاب صاحب	(134) حافظ حیدر سلطان صاحب

Marfat.com

(135) حافظ محمد اصغر صاحب	(136) حافظ مبشر صاحب
(137) حافظ افتخار احمد صاحب	(138) حافظ نثار احمد صاحب
(139) حافظ محمد طیب عزیز صاحب	(140) حافظ محمد عرفان صاحب
(141) حافظ محمد عمار صاحب	(142) حافظ محمد رضوان صاحب
(143) حافظ محمد رضوان صاحب	(144) حافظ احمد حسن صاحب (۱)
(145) حافظ محمد اظہار صاحب	(146) حافظ اسامہ امین صاحب
(147) حافظ امیر افضل صاحب	(148) حافظ احمد حسن صاحب (۲)
(149) حافظ محمد کامران صاحب	(150) حافظ نور محمد صاحب
(151) حافظ محمد جاوید اقبال صاحب	(152) حافظ رفیع الدین صاحب
(153) حافظ محمد ارشد صاحب	(154) حافظ محمد شعیب صاحب
(155) حافظ محمد کامران صاحب	(156) حافظ محمد سہیل صاحب
(157) حافظ محمد اقبال صاحب	(158) حافظ محمد شکیل صاحب
(159) حافظ محمد نعیم صاحب	(160) حافظ محمد آصف صاحب
(161) حافظ محمد شاہد صاحب	(162) حافظ احمد ندیم صاحب
(163) حافظ محمد ریاض صاحب	(164) حافظ محمد مصطفی صاحب
(165) حافظ محمد الطاف صاحب	(166) حافظ محمد حامد صاحب
(167) حافظ محمد ارشد صاحب	(168) حافظ محمد نذیر صاحب
(169) حافظ محمد سہیل صاحب	(170) حافظ منصور احمد صاحب
(171) حافظ محمد شاہد صاحب	(172) حافظ سبط فاروق صاحب
(173) حافظ محمد اکرم صاحب	(174) حافظ فہد سلطان صاحب
(175) حافظ عزیز احمد صاحب (مولانا)	(176) حافظ مقصود احمد صاحب
(177) حافظ محمد فہیم صاحب	(178) حافظ نذیر احمد صاحب

Marfat.com

(179) حافظ محمد صدیق صاحب (180) حافظ خرم شہزاد صاحب
(181) حافظ محمد یونس صاحب (182) حافظ محمد شکیل صاحب
(183) حافظ محمد یوسف صاحب (184) صاحبزادہ حافظ محمد عمیر شہیدؒ
(185) حافظ عبدالرزاق صاحب (186) حافظ شاہد امیر صاحب
(187) حافظ محمد حماد صاحب (188) حافظ ظہیر صاحب
(189) حافظ لیاقت عثمان صاحب (مولانا) (190) حافظ سرور صاحب
(191) حافظ حامد عثمان صاحب (192) حافظ محمد صدام صاحب
(193) حافظ شاہد لطیف صاحب (194) حافظ عمرو قاص صاحب
(195) حافظ عاقب الرحمن صاحب (196) حافظ شہزاد صاحب
(197) حافظ عبدالرحمن صاحب (198) حافظ مقصود احمد صاحب (مولانا)
(199) حافظ محمد انس صاحب (200) حافظ محمد اسد صاحب
(201) حافظ احمد نواز صاحب (202) حافظ محمد نواز صاحب
(203) حافظ ظہور احمد صاحب (204) حافظ محمد صادق صاحب
(205) حافظ سعد عثمان صاحب (206) حافظ نصیر الدین صاحب
(207) حافظ محمد امجد صاحب (208) ڈاکٹر حافظ حبیب سلطان صاحب
(209) لیکچرر حافظ عبدالقیوم صاحب (210) حافظ امیر سلطان صاحب (مولانا)
(211) حافظ عبدالقیوم صاحب

مردوال

(212) حافظ محمد لقمان صاحب (213) حافظ محمد ساجد صاحب
(214) حافظ رفیق صاحب (214) حافظ ضیاء الحسن صاحب
(216) حافظ محمد نوید صاحب (217) حافظ محمد صفدر صاحب
(218) حافظ محمد بخش صاحب (219) حافظ محمد ادریس صاحب

Marfat.com

(220) حافظ جمیل احمد صاحب

چک نمبر 77 (سرگودھا)

(221) حافظ اعجاز اکرم صاحب (222) حافظ محمد عدنان صاحب
(223) حافظ محمد فہیم صاحب (224) حافظ محمد اشرف صاحب

چک نمبر 74 (سرگودھا)

(225) حافظ شاہ نواز صاحب (226) حافظ محمد اکرم صاحب
(227) حافظ محمد حبیب صاحب (228) حافظ محمد صدیق صاحب

مہوڑیاں والا

(229) حافظ محمد حامد صاحب (230) حافظ محمد واجد صاحب
(231) حافظ محمد اسامہ صاحب (232) حافظ فیصل صاحب (منارے)

گوہل

(233) حافظ لیاقت علی صاحب (234) حافظ جہان خان صاحب
(235) حافظ علی اصغر صاحب (236) حافظ محمد اظہر صاحب
(237) حافظ محمد عظیم صاحب (238) حافظ محمد اعجاز صاحب
(239) حافظ محمد زبیر صاحب (240) حافظ محمد کبیر صاحب
(241) حافظ محمد نثار صاحب (242) حافظ محمد رفیق صاحب
(243) حافظ نواب خان صاحب (244) حافظ فاروق احمد صاحب
(245) حافظ امیر خان صاحب (سرولی والا)

لاوہ

(246) حافظ محمد عمر صاحب (247) حافظ حفیظ الرحمن صاحب
(248) حافظ اللہ یار خان صاحب (248) حافظ محمد اشرف صاحب

Marfat.com

کورڈھی

(249) حافظ امان اللہ صاحب (مولانا) (250) حافظ عطاء اللہ صاحب (مولانا)

(251) حافظ عبید اللہ صاحب (252) حافظ فیاض احمد صاحب (مولانا)

(253) حافظ اعجاز احمد صاحب (مولانا) (254) حافظ محمد ممتاز احمد صاحب (مولانا)

(255) حافظ عامر سلطان صاحب (256) حافظ محمد طلحہ صاحب (مولانا)

(257) حافظ عمر فاروق صاحب (۱) (258) حافظ احمد نواز صاحب (۱)

(259) حافظ احمد نواز صاحب (۲) (260) حافظ عمر فاروق صاحب (۲)

(261) حافظ قادر بخش (مؤلف کتاب)

(262) حافظ خالد حبیب صاحب (263) حافظ عبد الغفار صاحب

(264) حافظ دوست محمد صاحب (264) حافظ محمد عثمان ملک صاحب

(266) حافظ وقاص صاحب (265) حافظ محمد صابر صاحب

(268) حافظ محمد امجد صاحب (266) حافظ محمد عرفان صاحب

(270) حافظ محمد اکبر صاحب (271) حافظ محمد نوید صاحب

(272) حافظ صابر سلطان صاحب (273) حافظ محمد ساجد وسیم صاحب

(274) مولانا حافظ محمد امیر سلطان صاحب

(275) مولانا حافظ نوید اکبر صاحب (276) حافظ انور حسین صاحب

(277) حافظ محمد فیصل صاحب (278) حافظ محمد عبید انور صاحب (مولانا)

(279) حافظ محمد فاروق صاحب (280) حافظ محمد شعیب انور صاحب (مولانا)

(281) حافظ محمد ریاض صاحب (282) حافظ محمد سعد انور صاحب

(283) حافظ محمد تنویر صاحب (284) حافظ فلک شیر صاحب

(285) حافظ مرسلین صاحب (285) حافظ علی ماہی صاحب

(286) حافظ حفیظ صاحب (287) حافظ محمد صفدر صاحب

Marfat.com

(288) حافظ نوید اکرم صاحب
(289) حافظ محمد احمد صاحب
(290) حافظ فیصل اقبال صاحب
(291) حافظ میاں حبیب الرحمن صاحب
(292) حافظ محمد رضوان صاحب
(293) حافظ میاں حفیظ الرحمن صاحب
(294) حافظ عبد الغفار صاحب
(295) حافظ محمد رمضان صاحب
(296) حافظ ظہور علی صاحب
(297) حافظ محمد نواز صاحب (مولانا)
(298) حافظ محمد بلال صاحب
(299) حافظ مقصود اکبر صاحب (مولانا)
(300) حافظ محمد نعیم صاحب
(301) حافظ بشیر احمد صاحب (مرحوم)
(302) حافظ محمد مسعود صاحب
(303) حافظ محمد فیروز صاحب
(304) حافظ فاروق احمد صاحب (مولانا)
(305) حافظ (مفتی) عبد اللہ صاحب (مولانا)
(306) حافظ غلام محمد صاحب
(307) حافظ مشتاق احمد صاحب (مولانا)
(308) حافظ عبد العزیز صاحب
(309) حافظ بشیر احمد صاحب

Marfat.com

کتاب ہذا کی تالیف میں درج ذیل کتب سے بقدرِ ضرورت استفادہ کیا گیا۔

(1) بیس بڑے مسلمان	(2) تحفۃ العلماء
(3) حیاتِ مفتی اعظمؒ	(4) حیاتِ سرور
(5) حیاتِ عبدالحیؒ
(6) سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
(7) وادیٔ سون سکیسر	(8) پچاس جلیل القدر علماء
(9) ملفوظات حضرت تھانویؒ	(10) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
(11) معارف الحدیث
(12) تحریکِ پاکستان میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور اُن کے رفقاء کی خدمات ایک نظر میں
(13) نقوشِ رفتگاں	(14) المرتضیٰ
(15) اعوان اور اعوان گوتیں	(16) تفہیم ختمِ نبوت
(17) کلیاتِ اقبال	(18) شریعت و طریقت
(19) احسن الفتاویٰ	(20) آسان ترجمۂ قرآن

Marfat.com

اُن بزرگانِ دین و عُلمائے کرام کے اسمائے گرامی جو وقتاً فوقتاً جامعہ اسلامیہ میں تشریف لاکر جامعہ کی سرپرستی کرتے رہے

(1) شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف

(2) حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی صاحب شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (خیبر پختونخواہ)

(3) شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ جامعہ امدادیہ فیصل آباد۔

استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحبؒ، مفتی جامعہ مدینہ لاہور

(4) حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب ترمذی ابن حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی

(5) حضرت مولانا فضل الرحمان، قائدِ جمعیّت علمائے اسلام، پاکستان

(6) حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی، شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(7) مُرشدِ عالَم حضرت مولانا حافظ پیر غلام حَبیب نقشبندیؒ، دارالعلوم حنفیہ چکوال

(8) حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن قاسمیؒ، دارالعلوم حنفیہ چکوال

(9) حضرت مولانا حافظ صاحبزادہ عبدالرحیم نقشبندی، دارالعلوم حنفیہ چکوال

(10) حضرت مولانا حافظ حسین احمد صاحب، راہنما جمعیّت علمائے اسلام

(11) حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب، دارالعلوم فاروقیہ، راولپنڈی

(12) حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان، سابق امیر جمعیّت علمائے اسلام، پنجاب

Marfat.com

(13) حضرت مولانا ظہور احمد علوی صاحب، جامعہ محمدیہ، چائنہ چوک اسلام آباد

(14) حضرت مولانا عبداللہ شہیدؒ، خطیب لال مسجد اسلام آباد

(15) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب، خطیب لال مسجد، اسلام آباد

(16) حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالد صاحب نقشبندی، مہتمم جامعہ منظور الاسلامیہ، لاہور

(17) حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر سرفراز احمد اعوان صاحب، خطیب ڈیفنس لاہور

(18) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب، مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا

(19) حضرت مولانا عبداللہ صاحب بھکر، سابق امیر جمعیت علمائے اسلام، پنجاب

(20) حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود صاحب، سرگودھا

(21) حضرت مولانا یعقوب احسن صاحب، نائب امیر جمعیت علمائے اسلام پنجاب

(22) مناظرِ اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب، برمنگھم برطانیہ

(23) حضرت مولانا یٰسین معاویہ، سرگودھا

(24) قاری عطاء الرحمن عابد، گوجرانوالہ

(25) ضرت مولانا ذیشان معاویہ، سرگودھا

(26) شاعرِ اسلام سیّد سلمان گیلانی، لاہور

(27) قاری محمد ادریس آصف صاحب، لیہ

(28) مولانا حکیم رشید احمد صاحب، سابق جنرل سیکرٹری، جمعیت علمائے اسلام جوھر آباد

(29) مولانا قاری محمد سلیم صاحب، صدر جمعیت علمائے اسلام جوہر آباد

(30) شاعرِ انقلاب شہادتِ علی طاہر جھنگوی، جھنگ

(31) معروف نعتؐ خوان محمد حنیف شاہد رامپوری شہیدؒ

Marfat.com

(32) شاعرِ اسلام رانا محمد عبد الرؤف خان جھاوریاں

(33) معروف ثناء خوانِ مصطفےٰ عبد القدوس محسن، نارووال

(34) قاری صفی اللہ بٹ، واہ کینٹ

(35) قاری خدا بخش صاحب، مہتمم مدرسہ قدیر الاسلامیہ، لاہور

تمّت بالخیر

والحمد للہ علیٰ ذٰلک

☆☆☆

Marfat.com

الارض للّٰہ

پالتا ہے بیج کو مٹّی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سَحاب؟

کون لایا کھینچ کر پچھّم سے بادِ ساز گار
خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟

کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خُوئے انقلاب؟

دِہ خدایا! یہ زمین تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آباء کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں

(بالِ جبریل)

باغی مرید

ہم کو تو میسّر نہیں مٹی کا دِیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شہری ہو، دِہاتی ہو، مُسلمان ہے سادہ
مانندِ بُتاں پُجتے ہیں کعبے کے برہمن

نذرانہ نہیں، سُود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خِرقۂ سالُوس کے اندر ہے مہاجَن

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن

297.9924 ق 2 ح
110355-U-67

مکتبہ معاویہ لب
علامہ اقبال روڈ، مصطفیٰ آباد، لاہور

Marfat.com

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

سچوں کے ساتھ رہو۔ (القرآن)

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خدا بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

اور مخدوم العلماء، مبلغ اسلام حضرت مولانا حافظ محمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

کی سوانح حیات موسوم بہ

حیات آفتاب و ماہتاب

حصہ اول و دوم

تالیف

ابو ہارون قادر بخش اعوان

مکتبہ معاویہ لبیب

Marfat.com